...چونکہ مہینوں کا نام درج ہے لیکن حساب میں یہ ایک پرچہ سمجھا جائیگا - میں نے محصول ایک پیسہ ...

مقام اشاعت کوچہ چیلان دھلی

رجسٹرڈ نمبر ال ۲۱۰۷

چندہ کچھ نہیں صرف تین آنے بارہ پرچوں کے محصول کیلئے بھیجدیجئے

سرپرست خواجہ حسن نظامی

ایڈیٹر واحدی

نظام المشائخ

جلد ۲۴ نمبر ۵ دہلی — روحانی تسلی و تسکین کا ماہوار پیام — سنہ ۱۹۳۵ء

(113)

... کا انتظار نہ کیجئے گا

جب آپ کے پاس بارہ پرچے پہنچ جائیں تو آیندہ کے لئے خود تین آنے بھیجدیجئے گا - پرچہ ... آپ پر چھوڑتا ہوں - کسی مہینہ کا پرچہ کسی وجہ سے نہ پہنچے تو اُسے حساب میں مت لگا... ... نکلے تو اُسے ایک پرچہ سمجھئے - حساب مہینوں کی تعداد سے نہیں ہوگا پرچوں کی تعداد سے ہوگا - سلسل یا غیر ... گن لیجئے اور اس کے بعد تین آنے آیندہ بارہ پرچوں کے لئے بھیجئے - رسالہ تو میں مفت دیتا ہوں - ... میں رسالہ کے بارہ پیسے محصول کا حساب دینا ہے - وہ بارہ پیسے وصول کرکے آپ نے بارہ پیسے عنایت ... نے کے بعد نظام المشائخ کے میرے حساب سے ہزار ہا بھائیوں کو سات سات پرچے اس وقت تک پہنچ چکے ... کے حساب سے کچھ فرق ہو تو مجھے آپ کا حساب بخوشی قبول ہے - (واحدی)

آپ نظام المشائخ کی کس کس طرح مدد کرسکتے ہیں؟

... کے لئے آپ سے روپیہ نہیں مانگونگا - امداد کے ایسے بھی طریقے ہیں کہ آپ کو کچھ نہ دینا پڑے اور امداد ہو جائے ۱ - ... آپ نظام المشائخ کے ایسے پڑھنے والے پیدا کیجئے جو تین آنے نظام المشائخ کے بارہ پرچوں کا محصول دینے کو تیار ہوں - میں ان کے نا... ... اردونگا - ۲ - لوگوں کو بتائیے کہ مفت ہونے کے بعد نظام المشائخ ... شاندار رسالے نکل چکے ہیں - ۳ - نظا... ... خدا کے فضل سے ہزاروں روپے ماہوار ہے اور یہ سب کا سب کتابوں اور دواؤں کی تجارت سے چل رہا ہے - لہٰذا ا... ... ضرورت ہو تو ہر کتاب اور ہر دوا دفتر نظام المشائخ سے خریدیئے - ۴ - آپ کے دوستوں اور عزیزوں میں کو... ... نظام المشائخ کو فرمایش بھیجنے لگیں تو اُن سے کہئے کہ وی - پی کی وصولی کا انتظام کردیں - وی - پی کی واپسی سے کتابیں اور ... ... ہیں اور محصول کا کافی نقصان ہوتا ہے - اور یہ نظام المشائخ جیسے پرچہ کو نہیں ہونا چاہئے -

... باتیں ایسی ہیں کہ تمام ناظرین نظام المشائخ ان پر آسانی سے عمل کرسکتے ہیں اور یقین کیجئے کہ اگر ان پر عمل کرلیا گیا تو ... کی خواہش نہیں ہے صرف تین آنے سالانہ محصول کا چکر اور کتابوں اور دواؤں کی بکری ہی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے نظام ... ... کردی ہے کہ جو آپ کے سامنے ہے بیشک جو اُرچھپا ہے اور آپ نے مندرجہ بالا چار باتوں کی طرف توجہ فرمائی اور ... ... میں اپنی زندگی ... لاکھ اشاعت بھی دیکھ لوں گا ... آپ کی دنیا کو بھی - میری عاقبت کو بھی سنوارد...

واحدی

شکایت کرنے میں جلدی نہ کیجیے

رسالہ نظام المشائخ کی اشاعت اتنی زیادہ ہوگئی ہے کہ اسے ایک روز یا دو روز کے اندر سب کے روانہ نہیں کیا جا سکتا ۔ اگر آپ یہ رسالہ کسی دوسرے کے پاس دیکھیں اور آپ کے پاس ابھی نہ پہنچا ہو تو اسکے معنی یہ ہیں کہ روانگی شروع ہوگئی ہے آپ کے پاس بھی عنقریب آجائیگا - شکایت کرنے میں جلدی کرکے تین پیسے کا پوسٹ کارڈ ضائع نہ کیجئے (تین آنے سالانہ محصول ادا کرچکنے کے) ۔

واحدی

میری لڑکی بیمار ہے

نظام المشائخ کے دیر میں پہنچنے کی ایک وجہ تو یہ ہے جو اوپر بیان کی گئی کہ زیادہ اشاعت ہونے کے سبب سے وہ کئی کئی روز تک جاتا رہتا ہے اور میرے پاس اتنا عملہ نہیں ہے کہ ایک روز میں سارا رسالہ روانہ کرسکے نہ اپنا ڈاک خانہ ہے کہ وہ سب کام چھوڑ کر پورا دن نظام المشائخ ہی پر لگا دے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ نظام المشائخ ابھی حقیقۃً نکل بھی دیر سے رہا ہے۔ میں جب تک ایک مہینہ کے رسالہ کی لکھائی چھپائی اور کاغذ کے بل ادا نہیں کرلیتا اسوقت تک مہینہ کے رسالہ کا کام نہیں شروع کراتا تاکہ ناقابل برداشت رقم کے قرض سے نہ دب جاؤں ۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ کچھ عرصہ سے میری ایک بن ماں کی بچی کی اسکی پریشانی میں مبتلا ہوں۔ ڈاکٹروں نے ابتدائی سائنس بتایا تھا اور اپریشن تجویز کیا تھا مگر خدا کے فضل اور لقمان الملک حکیم نابینا صاحب سے اب وہ رو بصحت ہے۔ حکیم صاحب کی مسیحائی کے دو تجربے میرے علم میں پہلے سے تھے ایک لالہ لاجپت رائے کا اور دوسرا ۔ دونوں سے بڑے بڑے ڈاکٹروں نے کہدیا تھا کہ اپریشن کے سوا چارہ نہیں ہے۔ لیکن حکیم صاحب نے بفضلہ تعالےٰ انہیں اچھا کیا۔ ان کا واقعہ تو بالکل میرے سامنے گزرا ہے کہ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب نے سر اقبال کو دہلی بلاکر دکھایا تو انکی تکلیف دیکھی نہیں جاتی تھی۔ حکیم صاحب کی دوا سے صرف تین دن میں اس تکلیف کی جڑ کٹ گئی ۔ اور اس کے بعد سے وہ بالکل تندرست ہیں اور لالہ لاجپت رائے کا حال میں نہیں سمجھتا جسکا حکیم صاحب نے علاج کیا تھا ۔ غرض ان تجربوں سے مجھے بھی توقع ہے کہ اللہ تعالےٰ جو مجھ پر ہمیشہ مہربان رہا ہے انہی کے ذریعہ سے میری لڑکی کو تندرست کردے گا اور میں اپریشن کی کھکیڑ اور تکلیف سے بچ جاؤں گا اور اس توقع کے پورا ہونے کے آثار ہیں۔ بہرحال اس ذاتی قصہ کو اتنی طوالت سے میں نے یوں بیان کیا ہے کہ نظام المشائخ کے لاکھوں ناظرین میں تو صاحب دل ہوں گے جو از راہ کرم میری لڑکی کے حق میں دعا بھی فرما دیں گے ۔ اگرچہ حکیم نابینا صاحب میں دونوں باتیں ہیں وہ دنیا کے بے مثال طبیب ہی نہیں ہیں صاحب دل اللہ والے بھی ہیں تاہم جتنی دعائیں میرے ساتھ ہوں بہتر ہے ۔

باقی رسالہ کے دیر میں پہنچنے کی شکایت کرنے والوں کو بھی میری اس موجودہ پریشانی نہیں بے چینی سے مطلع رہنا چاہئے اور اسے خیال رکھنا چاہئے کہ جب تک بارہ رسالے انہیں پہنچ نہیں لیں گے ۔ میں اُن سے آئندہ بارہ رسالوں کا محصول نہیں مانگوں گا ۔ تین آنے محصول دینے کے بعد بارہ رسالے گن لیں ۔ میری انتہائی کوشش ہوگی کہ یہ بارہ رسالے مہینہ کے مہینہ اور مقررہ تاریخ پر یا مقررہ ہفتہ کے اندر پہنچیں ۔ یقین کیجئے کہ پرچہ کو وقت سے نکالنے کا مجھے جتنا خیال ہے کسی دوسرے کو نہیں ہوسکتا ۔ میں جان کر کیسے دیر لگا سکتا ہوں ◆

واحدی

واحدی صاحب کا منجن اکسیر دنداں

یہ منجن اُس نسخہ سے بنایا گیا ہے جو مُلّا واحدی صاحب ایڈیٹر نظام المشائخ کو اُن کی ایڈیٹری حبیب کے زمانہ یعنی ۱۹۱۲ء میں مسیح الملک حکیم محمد اجمل خاں صاحب مرحوم نے عنایت فرمایا تھا۔ اس سے دانتوں اور مسوڑھوں کی تمام خرابیاں اور تکلیفیں رفع ہوجاتی ہیں۔ بیس سال سے واحدی صاحب اسے خود بھی استعمال کرتے ہیں اور اپنے شہر کے ہر ضرورت مند کو بھی دیتے ہیں۔ ہر شخص اسکا ثنا خواں ہے اور اسے سب سے اچھا منجن تسلیم کرتا ہے۔ سیکڑوں ہلتے ہوئے دانت اس منجن نے جوڑ دیئے۔ متعدد آدمی ہیں جنہیں پائیریا کی شکایت تھی اور ہر کھانے کے ساتھ مسوڑھوں کا خون اور مسوڑھوں کی پیپ پیٹ میں اُترا اُترکر جن کی صحت کو برباد کر رہی تھی صرف اس منجن کے ملنے سے اُن کے مسوڑھے اچھے ہوگئے اور آج وہ خدا کے فضل سے تندرست ہیں۔ جس منجن سے پائیریا جیسے موذی مرض کو آرام ہو اور جس منجن سے ہلتے ہوئے دانت جڑ جاتے ہوں اسکے دوسرے معمولی فوائد بیان کرنے فضول ہیں ۔ یہ خیال کرکے کہ دہلی سے باہر کے لوگوں کے پاس بھی اس منجن کو پہنچایا جائے ہم نے واحدی صاحب سے منجن کا یہ نسخہ مانگ لیا ہے اور لاگت کے لاگت اسے فروخت کر رہے ہیں۔ قیمت فی شیشی ۲ ؁ آنے (۸ ر) محصول ۵ ر دو شیشیوں اور تین شیشیوں کے پارسل پر ۷ ر محصول لگتا ہے ۔ تین کے ڈبہ میں چار شیشیوں تک کا منجن ۵ ر محصول میں چلا جاتا ہے۔

المشتہر

منیجر رسالہ نظام المشائخ - دہلی

جناب نواب ضیاء الدین خان صاحب پبلک خورشید جاہ حیدرآباد دکن

سے لکھتے ہیں :- واحدی صاحب کے ایجاد کردہ منجن اکسیر دنداں نے مجھے بہت فائدہ بخشا۔ درحقیقت تمام منجنوں میں یہ ایک نادر تحفہ ہے۔ اس منجن کے استعمال سے میرے دانتوں کی شکایت رفع ہو گئی جو چار سال سے تکلیف دے رہی تھی۔ اس منجن کی ایجاد پر میں واحدی صاحب کا دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ براہ مہربانی ۶ عدد شیشیاں اور روانہ فرمائیے۔

جناب راجہ عنایت اللہ خان صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس سی آئی ڈی پنجاب لاہور

سے لکھتے ہیں :- گزشتہ سردیوں میں میں نے آپکا اشتہار واحدی صاحب کے منجن کے متعلق پڑھا تھا اور ایک شیشی منگوائی بھی تھی جو بہت مفید ثابت ہوئی۔ مہربانی کر کے ایک شیشی ذیل کے پتہ پر بذریعہ وی پی روانہ فرمائیں۔

(قیمت فی شیشی ۸ محصول ۵)

افسر کمانڈنگ دتیا

منجن اکسیر دنداں کی بابت لکھتے ہیں کہ "مینے ایک شیشی منجن اکسیر دنداں کی اپنی والدہ صاحبہ کو استعمال کرائی ہے جو پائیریا کے مرض میں مبتلا تھیں۔ میری حیرت کا کوئی ٹھکانا نہیں رہا جب مجھے بتایا گیا کہ منجن اکسیر دنداں سے والدہ صاحبہ کے دانتوں کو بہت فائدہ پہنچا اور اب انکو کافی صحت ہو گئی ہے۔ مینے والدہ صاحبہ کے علاج میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا اور قریب قریب تمام دیسی اور ولایتی منجن اور پیسٹوں کا تجربہ کر لیا مگر ایک منجن اور پیسٹ کا بھی اثر نہیں دیکھا جو منجن اکسیر دنداں میں ہے۔ والدہ صاحبہ نے عرصہ کے بعد منجن اکسیر دنداں کی برکت سے گوشت بھی کھایا، ورنہ ڈاکٹروں اور ڈاکٹروں سے زیادہ دانتوں کی تکلیف نے انہیں اپنی اس روزمرہ کی غذا سے قطعی محروم کر دیا تھا۔ میں منجن اکسیر دنداں کی تعریف الفاظ میں نہیں کر سکتا۔ واحدی صاحب کا تہ دل سے ممنون ہوں کہ انہوں نے اس نعمت کو اپنی ذات تک محدود نہیں رکھا اور حکیم اجمل خان صاحب کے واسطے دعا کرتا ہوں کہ خدا ان پر رحمتیں نازل کرے جنہوں نے ایسا اچھا نسخہ واحدی صاحب کو بتایا تھا۔ دو شیشیاں منجن اکسیر دنداں کی اور عنایت فرمائیے۔"

(قیمت فی شیشی ۸ محصول ۵)

جناب شام سنگھ صاحب اورسیر نہر مقام ... برما

لکھتے ہیں :- آپ کا دانتوں کا منجن میں نے اور میرے گھر سے استعمال کیا ہے۔ اور مجھے یہ کہنے میں خوشی ہے کہ اس سے ہلتے ہوئے دانت بالکل مضبوط ہو گئے۔ اور دانتوں کا درد اور پانی لگنا بند ہو گیا ہے۔ دیگر دو عدد شیشی خضاب جو آپنے تیار کرایا ہے بذریعہ وی پی پارسل روانہ فرمائیں مشکور ہونگا۔

(قیمت منجن فی شیشی ۸ محصول ۵)

جناب سید محب اللہ صاحب کلرک دفتر انسپکٹر جنرل پولیس الہ آباد

لکھتے ہیں :- واحدی صاحب کے منجن نے بجلی کی طرح اثر دکھلایا۔ بے شک بہت ہی مفید منجن ہے۔ مہربانی فرما کر ایک ٹین منجن جس میں کہ تین عدد شیشیوں کا منجن ہو۔ بذریعہ وی پی ارسال کر دیجئے۔ نہایت ہی مشکور رہوں گا۔ پیشتر میں نے جو دو عدد شیشیاں منجن کی منگائی تھیں وہ قریب قریب ختم ہوتے ہیں۔ لہذا مستدعی ہوں کہ اندر ہفتہ بلا توقف فوراً ارسال کیجئے۔

(قیمت منجن فی شیشی ۸ محصول ۵)

۷۸۶

قومی خدمت اور اسلام کا بلند نصب العین

اس زمانہ میں جہاں یورپ کی تقلید میں بہت سی چیزیں لازمۂ حیات بن گئی ہیں۔ وہاں قومی خدمت کے نام سے بھی ایک چیز ہمارے لٹریچر اور زندگی کے کاروبار میں داخل ہو گئی ہے اور کم و بیش ہر شخص قومی خدمت کا ادّعا کرتا ہے لیکن کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اپنا زیادہ وقت قومی خدمت میں صرف کرتے ہیں اور از راہ تواضع اپنے کو "قومی خادم" کہتے ہیں اور قوم از راہ شکر گذاری انھیں "قومی رہ نما" یا لیڈر سمجھتی ہے اور حتی الامکان اُن کی مالی و اخلاقی اعانت اور ہمدردی و عزّت افزائی میں تامّل نہیں کرتی، نصف صدی سے زیادہ زمانہ گزر چکا ہے کہ قومی خدمت کا یہ سلسلہ بہ تقلید یورپ ہمارے ملک میں جاری ہے لیکن مسلمان آج بھی اسی جگہ پر ہیں جہاں پچاس برس پہلے تھے۔ اور خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اُن کا انجام کیا ہوگا، زمانہ کے ارتقا و تغیرات کے ساتھ ساتھ الفاظ و مصطلحات بھی بدلتے رہتے ہیں ورنہ باصطلاح حال قومی خدمت جس چیز کا نام ہے وہ کوئی نئی چیز نہیں، قومی خدمت کے معنی ہیں دوسرے انسانوں کی بھلائی اور فائدے کے لئے کام کرنا، لیکن اس خدمت کے مراتب و مدارج ہیں۔ پہلا درجہ یہ ہے کہ ایک شخص اپنے ذاتی مشاغل کے علاوہ دوسرے بھائیوں کی بھلائی کے لئے بھی توجہ کرے اور اپنے وقت، دولت، اور قوت کا ایک حصہ اُن کی خدمت میں بھی صرف کرتا ہے خدمت کا آخری مرتبہ ایثار و قربانی ہے یعنی دوسروں کی خدمت کا جذبہ اس قدر زبردست ہو کہ ایک شخص اپنا وقت، دولت عزت، اولاد، یہاں تک کہ اپنی قیمتی جان بھی ملک و ملت کی بھلائی کے لئے قربان کر دے اور اس قربانی پر کسی صلہ کا طالب نہ ہو، بلکہ محض یہ "خدمت" ہی اس کی زندگی کا اصلی نصب العین ہو۔ اور اگر اس خدمت سے وہ ملک و ملت کو حقیقی فائدہ پہنچا سکے تو اسے یہی مسرت و روحانی لذت حاصل ہو، اور وہ محسوس کرے کہ اپنی زندگی کا سب سے اعلیٰ مقصد اس نے پورا کر دیا۔ لیکن اگر بدنصیبی سے وہ کامیاب نہ ہو جب بھی یہ خیال اس کے لئے اطمینان قلب کا باعث ہو کہ بحیثیت ایک انسان کے اس نے اپنا فرض خوش اسلوبی سے ادا کر دیا۔

قومی خدمت کے یہ معنی جو ہم نے ابھی عرض کئے اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہ "خدمت" کوئی نئی چیز نہیں، کیونکہ دوسرے انسانوں کی بھلائی اور فائدہ کے لئے کوشش کرنے کا یہ سلسلہ ابتدائے آفرینش سے دنیا میں جاری ہے یہانتک کہ سلسلۂ نبوت و رسالت کا مقصد بھی نوع انسان کی خدمت ہے یعنی انسانوں کو پستی، تاریکی اور درماندگی سے نکال کر بلند مرتبہ پر پہنچانا اس لحاظ سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ نوع انسان کی سب سے زیادہ خدمت انبیا علیہم السلام نے کی ہے جنکی حیات طیبہ کا مقصد ہی یہ تھا کہ مسلسل دوسروں کی بھلائی میں مصروف رہیں، اس مقدس گروہ کی زندگی یکسر "قربانی و ایثار" تھی آپ کسی پیغمبر کے سوانح حیات کا مطالعہ کریں آپ کو صاف محسوس ہوگا کہ اس مقدس ہستی کے پیش نظر کوئی ذاتی مقصد نہ تھا، اس کے معنی یہ ہیں کہ خدمت خلق کے لحاظ سے انبیا علیہم السلام کا مرتبہ سب سے ارفع و اعلیٰ ہے اور اس مقدس گروہ میں بھی خصوصیت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رتبہ سب سے بلند ہے۔

(۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک ایک واقعہ حدیث و سیرت کی معتبر کتابوں میں محفوظ ہے جس کے مطالعہ سے ہر شخص یقیناً اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ رسول کریم علیہ الصلواۃ والسلام کی بعثت اور آپ کی تعلیم یعنی اسلام کا مقصد وحید صرف بنی نوع انسان کی خدمت تھی چنانچہ صحابۂ کرام و متبعین اسلام نے اپنے عمل سے یہ بتا دیا کہ انہوں نے عالم انسانیت کی کیسی اصلی و حقیقی خدمت انجام دی ہے، اس لئے ایک مسلمان کے لئے قومی و ملکی خدمت درحقیقت کوئی نئی چیز نہیں، اگر وہ دوسرے انسانوں کی بھلائی کے لئے کچھ کام کرتا ہے تو گویا اپنے مذہب کی تعلیم پر عمل کرتا ہے، یعنی ایک ایسا فرض ادا کرتا ہے جو درحقیقت اس کا مذہبی فرض ہے۔ اب یہ اور بات ہے کہ مذہب کا اثر کم ہو جانے کی وجہ سے مسلمانوں میں بنی نوع انسان کی خدمت کا وہ حقیقی جذبہ باقی نہیں۔ رہا اور اب یورپ کے اثر سے یہ چیز "قومی خدمت" کے نام سے پھر ہمارے سامنے آ رہی ہے لیکن

چونکہ ہم اس وقت دورِ تنزل سے گزر رہے ہیں اور ہماری عملی قوتیں قریباً معطل ہو چکی ہیں، اس لئے مذہبی اعمال کے علاوہ بھی جو کام یورپ کی تقلید و پیروی میں بھی شروع کرتے ہیں اُس میں بھی ہماری کمزوریاں اپنی جگہ پر موجود رہتی ہیں۔ اس وجہ سے جتنا کہتے ہیں اس قدر کر نہیں سکتے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ کسی قوم کے زمانہ عروج و ترقی میں جو عزم راسخ اور حوصلہ دلوں میں ہوتا ہے وہ دورِ انحطاط و زوال میں نہیں ہو سکتا۔ اس کمزوری کا نتیجہ یہ ہے کہ مسلمان اس زمانہ کی ضرورت و ماحول کے مطابق بھی قومی خدمت کے لحاظ سے دوسری قوموں سے پیچھے ہیں اور اگرچہ انہوں نے بتقلید یورپ بہت سی سیاسی تعلیمی اور اصلاحی تحریکیں ملک میں شروع کر دی ہیں لیکن ان کی کسی تحریک میں بھی زندگی کی رُوح موجود نہیں، اور یہ رُوح اس وقت تک نہیں پیدا ہو سکتی جب تک مسلمانوں میں ایثار و قربانی کا جذبہ کارفرما نہ ہو جب تک قومی خدمت کے ساتھ ذاتی اغراض اور نمود و خود پسندی موجود ہے کسی قومی تحریک میں بھی کامیابی نہیں ہو سکتی۔

۳

مسلمانوں نے عہدِ گزشتہ میں عالمِ انسانیت کی جو عظیم الشان خدمت انجام دی ہے، یا جو کارہائے نمایاں کئے ہیں وہ سب مذہب کے زیر اثر کئے ہیں وہ رُوحِ عمل جو صدیوں تک مسلمانوں کے سارے اعمال میں کارفرما رہی۔ مذہب ہی نے پیدا کی تھی۔ اسلام نے قومی خدمت کا جو معیار قائم کیا تھا وہ بہت بلند تھا۔ کیونکہ اس خدمت کے دائرہ میں تمام عالمِ انسانیت داخل تھا برخلاف یورپ کی موجودہ محدود ذہنیت کے جس کا مدار وطنیت یا قومیت پر ہے اور یہی چیز اُن میں تحریکِ عمل پیدا کرتی ہے، ایک انگریز دنیا میں جو کچھ کرتا ہے وہ انگلستان کی عزت بڑھانے اور اس کا نام بلند کرنے کے لئے اسی طرح ایک فرانسیسی جو کچھ کرتا ہے وہ صرف فرانس کے فائدہ کے لئے، لیکن مسلمانوں نے وطنیت کے اس محدود مفہوم کو کبھی پیشِ نظر نہیں رکھا، اُن کا نظریہ بہت بلند تھا وہ دنیا کے تمام انسانوں کی اصلاح و فلاح کے لئے اُٹھے تھے اور ساری دنیا کو اپنا وطن سمجھتے تھے جغرافیہ کی خاص حدود یا انسانوں کے کسی خاص گروہ کی حمایت و ترقی اُن کے مدِ نظر نہ تھی بلکہ اُن کا مطمحِ نظر یہ تھا کہ ؎

ہر ملک، ملکِ ماست کہ ملکِ خدائے ماست

اس بلند نصب العین نے اُن میں یہ عزم و حوصلہ پیدا کر دیا تھا۔ کہ وہ کسی ایک منزل پر نہیں رُکتے تھے، اُن کا قدم برابر آگے بڑھتا جاتا تھا، ملکی حدود، زبان یا معاشرت، و رسم و رواج کا اختلاف، اُن کی راہ میں حائل نہ تھا اس لئے جہاں جہاں اُن کے قدم پہنچے، حالت بدل گئی سینکڑوں قومیں جو قعرِ گمنامی میں پڑی تھیں اُبھر آئیں اور انسانیت کے بلند مرتبہ پر پہنچیں، غلامی کی زنجیریں ٹوٹ گئیں انسان نے اپنے مرتبہ کو پہچانا، اور اپنی مردانہ وار جد و جہد سے آخر کار اس مرتبہ کو حاصل کیا۔

اسلام نے صرف یہی نہیں کیا کہ درماندہ انسانوں کو جو صدیوں سے جابر حکمرانوں اور خود ساختہ مذہبی رہنماؤں کے مظالم سے پامال ہو رہے تھے انسانیت کا مرتبہ عطا کیا بلکہ انھیں تختِ شاہی پر بٹھا کر عملاً یہ ثابت کر دیا کہ اسلام رنگ قومیت اور حدود وطن کی قید سے آزاد ہے اور یہ کہ مسلمان تمام عالمِ انسانیت کی فلاح و اصلاح کے لئے مامور کئے گئے ہیں۔

۴

موجودہ حالت یہ ہے کہ قوائے عمل کے انحطاط اور مذہب سے بیگانہ ہو جانے کی وجہ سے کوئی بلند مقصد مسلمانوں کے سامنے نہیں رہا، نہ وسعتِ نظر، وہ عزم و حوصلہ اور خدمت کا وہ جذبہ اُن میں باقی رہا ایک زمانہ اسی انحطاط و خود فراموشی کی حالت میں گزرا یہاں تک کہ یورپ سے ایک طوفان اٹھا جو تمام ایشیا پر چھا گیا، پُرانا نظامِ حکومت درہم برہم ہو گیا قدیم تہذیب و شائستگی کی بنیادیں ہل گئیں، اور مشرقی دنیا کی شاندار روایات دفترِ پارینہ بن گئیں اور مشرقی قومیں یورپ کے اس اقتدار و جادوگری سے مبہوت و حیرت زدہ رہ گئیں لیکن جب کچھ مدت بعد یہ حیرت کچھ کم ہوئی تو انھیں اپنی درماندگی کا احساس ہوا، اس احساس نے اُن میں یہ جذبہ پیدا کیا کہ ہمیں آگے بڑھ کر دنیا کی ترقی یافتہ قوموں کی صف میں داخل ہونا چاہیئے۔

یہ جذبۂ ترقی ایشیا کی دوسری قوموں کی طرح کم و بیش مسلمانوں میں بھی پیدا ہوا، لیکن مسلمانوں اور ایشیا کی دوسری قوموں کے مابین ایک نمایاں فرق یہ تھا کہ یہ قومیں اپنے اپنے حدود وطن میں آباد تھیں یعنی چینی، جاپانی، ہندو، وغیرہ سب اپنے اپنے حدود ملک میں زندگی بسر کر رہے تھے برخلاف اس کے مسلمان تمام ایشیا میں پھیلے ہوئے اور یورپ کی مختلف

حکومتوں کے ماتحت یا زیر اثر تھے کہیں انگریزوں کا اقتدار تھا کہیں فرانس کا اثر تھا، کہیں روسی حکومت کا غلبہ تھا، البتہ یورپ کا یہ اثر و اقتدار کہیں کم تھا کہیں زیادہ، غرض جب مسلمانوں میں اپنی حالت کی اصلاح و ترقی کا خیال پیدا ہوا تو مختلف ممالک میں یورپ کی مختلف قوموں کی حالت اُن کے پیش نظر تھی اور اُن کے لئے اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ تھا کہ اُن ترقی یافتہ اقوام میں سے کسی کی تقلید و پیروی کرکے آگے بڑھنے کی کوشش کریں اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مختلف ممالک کے مسلمان یورپ کی کسی نہ کسی قوم سے متاثر ہو کر اس کی کورانہ تقلید پر مجبور ہوئے اور یورپ کو اُن کی ذہنیت کے تبدیل کرنے میں زبردست کامیابی حاصل ہوئی۔

(۵)

مختلف ممالک کے مسلمانوں نے جہاں یورپ سے اور بہت سی اچھی بُری باتیں سیکھیں وہاں ایک خاص چیز اور بھی سیکھی جس کو موجودہ اصطلاح میں وطن پرستی اور قوم پرستی کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے، یعنی یہ جذبہ کہ ہر شخص کو صرف اپنے مخصوص وطن اور قوم کی ترقی کے لئے کام کرنا چاہیے، بظاہر یہ جذبہ حب وطن قابل اعتراض نہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسلام کی اصلی روح اور بلند نصب العین کے لئے یہ جذبہ گویا پیام جنگ ہے۔ یورپ نے اپنے مقاصد حاصل کرنے کے لئے ہمیشہ اور ہر ملک میں ان خیالات کے نشو و نما دینے کی کوشش کی ہے تاکہ اسلام کی وہ عالمگیر برادری جو ہر مسلمان کے لئے وجہ امتیاز اور سرمایہ ناز و افتخار رہی ہمیشہ کے لئے درہم برہم ہو جائے اور مختلف اسلامی ممالک و اقوام میں بر بنائے تعلیم اخوت جو تعلقات قائم ہیں وہ پارہ پارہ ہو جائیں۔

بدنصیبی سے مسلمانوں نے یورپ کی اس دسیسہ کاری کو محسوس نہیں کیا، اور خود اپنے ہاتھوں اسلام کی اجتماعی طاقت کو پراگندہ کرنے کے لئے آمادہ ہو گئے اس دور آخر خصوصاً جنگ عظیم کے زمانہ میں یورپ نے ترکی خلافت کے جواز و عدم جواز کی جو بحث چھیڑی یہ ظاہر ہے کہ اس کا بھی یہی مقصد تھا کہ مسلمانوں کی کوئی مرکزی طاقت باقی نہ رہے، ورنہ کون کہہ سکتا ہے کہ یورپ کو مسلمانوں کے مخصوص مذہبی مسائل کے متعلق فتویٰ دینے کا منصب حاصل تھا۔

ہر باخبر شخص واقف ہے کہ عربوں کی بغاوت اسی نام نہاد جذبہ وطنیت و قومیت کی بنا پر رونما ہوئی اور آخر کار حجاز ترکوں کی سیادت و حمایت سے جُدا ہو گیا شام میں بھی یہی واقعات پیش آئے مصر پہلے ہی یورپ کی انقلاب آفریں سیاست و سازش کی وجہ سے ترکوں سے جُدا ہو گیا تھا، پھر تماشا یہ ہے کہ خود عرب کی حکومتیں بھی باہم متحد نہ تھیں اور جب کہ ایک طرف عرب کے بعض حکمران وحدت عرب کا خوش آیند خواب کسی طلسمی آئینہ میں دیکھ رہے تھے۔ تو دوسری طرف مختلف قبائل کے دیرینہ جذبات عداوت کو ابھارنے اور عرب کے مختلف حکمرانوں میں منافرت پیدا کرنے کی کوشش بھی جاری تھی، غرض یورپ تمام دنیائے اسلام میں بیک وقت سیاسی بازیگری میں مصروف تھا جس میں وہ بڑی حد تک کامیاب ہوا کس قدر افسوس و حیرت کی بات ہے کہ "وطنیت" کا جذبہ اب روز بروز اس قدر تنگ دائرہ اختیار کرتا جاتا ہے کہ غالباً وہ زمانہ کچھ دور نہیں کہ جب کسی ایک ملک کے مسلمان بھی باہم جمع ہو کر عام فائدہ کے لئے کوئی کام نہ کر سکیں گے، خود ہندوستان کی یہ حالت ہے کہ یہاں اسلامی ریاستوں میں نہایت شدت کے ساتھ ملکی و غیر ملکی کا مسئلہ پیدا ہو گیا، حالانکہ اس میں کون شبہ کر سکتا ہے کہ برطانوی ہند کے بہت سے بہترین دماغوں نے نہایت محنت و وفاداری سے جذبۂ اخوت اسلامی کے ماتحت ان ریاستوں کی بے نظیر خدمت کی ہے، اور ان کی اصلاح و ترقی اور رعایا کے فلاح و بہبودی کے لئے بہت کچھ کام کیا ہے لیکن آج یہ خدمات ذرا بھی لائق اعتنا نہیں سمجھی جاتیں۔ اور باہر کے مسلمان عموماً مشتبہ نظروں سے دیکھے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ خود برطانوی ہند کی یہ حالت ہے کہ وہاں بھی مسلمانوں میں آہستہ آہستہ صوبہ وارانہ جذبات پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ ہر صوبہ کے مسلمانوں میں یہ تحریک پیدا ہو جائے کہ وہ اپنے صوبہ کے معاملات و مسائل کے علاوہ دوسرے صوبہ کے مسلمانوں اور ان کے معاملات و مشکلات سے کچھ تعلق نہ رکھیں چنانچہ بعض موقعوں پر اس قسم کی عصبیت کا اظہار ہوتا رہتا ہے، اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ کہیں کہیں خود ایک صوبہ کے مسلمانوں میں بھی ذات یا قومیت کی بنا پر علیحدہ علیحدہ جماعتیں قائم ہو رہی ہیں، حالانکہ مسلمانوں میں ہندوؤں کی طرح برہمن، نان برہمن، یا کائستھ، راجپوت اور شودر وغیرہ کا کوئی سوال نہ تھا، اور نہ صرف کسی خاص صوبہ اور ملک بلکہ ساری دنیا کے مسلمان ایک عالمگیر اسلامی برادری میں داخل تھے جس نے اُن کی قوت مستحکم کر دی تھی۔

(۶)

بظاہر تو یہ ایک بالکل بے ضرر بات معلوم ہوتی ہے کہ کوئی شخص محض اپنی برادری یا مخصوص وطن کی ترقی کے لئے کوشش کرے لیکن جب آپ اس پہلو پر غور کریں کہ اسلام کی عالمگیر برادری کے لئے یہ تحریک کس قدر مضر ہے تو یقیناً آپ محسوس کریں گے کہ مسلمانوں کو وطن پرستی کی لعنت سے محفوظ رکھنے کی شدید ضرورت ہے اس کا یہ مقصد نہیں جیسا کہ حریف سمجھتے ہیں کہ مسلمان اپنے ملک و وطن کی کوئی خدمت نہ کریں، بلکہ یہ عرض کرنا مقصود ہے کہ مسلمانوں کی قومیت کا مدار وطنیت یا ذات پات پر نہیں ہے، بلکہ جس چیز نے ساری دنیا کے مسلمانوں کو ایک رشتہ میں منسلک کر دیا ہے وہ صرف "اسلام" ہے اور ان کی طاقت کا راز اسی میں مخفی ہے، حریف اس نکتہ سے واقف ہیں، کہ یہ اسی رشتہ کا اثر ہے کہ اگر دنیا کے کسی ایک حصہ کے مسلمانوں پر کوئی ظلم ہوتا ہے تو تمام مسلمانانِ عالم بے چین ہو جاتے ہیں، اس لئے وہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں ذات پات اور وطنیت کے جذبات پیدا کر کے ان کی اجتماعی طاقت و قوت کو پارہ پارہ کریں۔

یہ حالات جو عرض کئے گئے اس کو مقتضی ہیں کہ وہ تمام مسلمان جو "قومی خدمت" میں مصروف ہیں اس غلطی کا شکار نہ ہوں جس میں انھیں مبتلا کرنے کی مسلسل کوشش کی جا رہی ہے بے شبہ وہ اپنی استطاعت کے مطابق ایک محدود حلقہ و رقبہ میں "قومی خدمت" کا فرض انجام دیں۔ لیکن بایں ہمہ انھیں ایک لمحہ کے لئے بھی نہ بھولنا چاہیے، کہ وہ دنیا کی ایک عظیم الشان برادری کا حصہ ہیں جس سے جدا ہونا ان کی قومیت کے لئے مضر ہو گا۔

دنیا کی ہر قوم کی ترقی کا راز کسی خاص چیز میں مخفی ہوتا ہے۔ مسلمانوں کی ترقی اسی عالمگیر اسلامی اخوت میں مخفی ہے، جس کے مٹانے کی صدیوں سے کوشش ہو رہی ہے اور دنیا کی دوسری قومیں باوجود ترقی کے اعلیٰ مدارج پر پہنچ جانے کے اب تک اس نعمت کو حاصل نہیں کر سکی ہیں۔ اگر مسلمانوں نے اس نعمت کو جو مذہب کی بدولت ان کو حاصل ہوئی ہے اپنے ہاتھ سے کھو دیا اور ان میں بھی ذات پات یا وطنیت کے ادنیٰ جذبات پیدا ہو گئے تو ان کی اہمیت ہمیشہ کے لئے زائل ہو جائے گی اور حریف آسانی سے ان کا شکار کر لیں گے۔

اگر زر خانہ کس است حرفے بس است

(مولوی) محمد اکرام اللہ خان ندوی

مسلمانوں پر اثر کیوں نہیں ہوتا؟

یہ مضمون بخار کی حالت میں املا کر رہا ہوں۔ کل جبکہ طبیعت زیادہ خراب تھی اور بعض احباب جمع تھے، اُن میں یہ گفتگو چھڑ گئی کہ اتنے پُرزور مضمون لکھے جاتے ہیں۔ اتنی سر توڑ کوششیں کی جاتی ہیں، مگر مسلمانوں پر ذرا اثر نہیں ہوتا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بے جان بُت ہیں یا سُن جسم۔

گفتگو دراز تھی اور بے نتیجہ۔ اصل یہ ہے کہ مسلمانوں میں موجودہ حالت نہ تعجب انگیز ہے نہ خلاف فطرت قوموں کی ترقی اور پستی کے فطری قوانین مقرر ہیں۔ ابتدائے آفرینش سے آج تک قوموں پر جاری و ساری ہیں۔ بات تو پُرانی ہے مگر لگتی ہوئی ہے، مسلمانوں سے کئی ہزار برس پہلے ایک قوم ایسی گذر چکی ہے جس کی حالت مسلمانوں کی حالت سے بالکل ملتی ہوئی ہے۔

بنی اسرائیل یعنی یہودی مصر میں صدیوں غلام رہے اور ہمیشہ غلامی ہی میں رہنا چاہتے تھے خود خداوند عالم نے چاہا کہ اس قوم کو غلامی کی لعنت سے نکال کر آزادی کی صدا بہار جنت میں داخل کر دے۔

چنانچہ موسیٰ علیہ السلام جیسے اُولوالعزم، بہادر اور جرار پیغمبر کو مبعوث کیا۔ بڑی ہی مشکلوں سے پھسلا کر وہ بنی اسرائیل کو مصر سے باہر نکال لائے مگر یہ قوم ایسی بے حس، سرکش، ناکارہ اور خود فراموش تھی کہ مصر سے باہر نکلتے ہی صحرائے سینا میں جب آزادی کی ہوا کھائی تو راس نہیں آئی قسم قسم کی بیماریوں میں مبتلا ہو گئی۔ پیاز، لہسن، مولی، وغیرہ جیسی حقیر چیزوں کی یاد اُسکے دل کو ستانے لگی اور اُس نے اپنے پیغمبر سے کہا کہ ہمیں مصر واپس لے چلو۔ ہمیں غلامی منظور ہے یہ چیزیں تو وہاں کھانے کو ملینگی

یہی وہ قوم ہے جس کی نسبت خدا نے فرمایا کہ ہم نے اس کے بہت سے آدمیوں کو سُور اور بندر بنا دیا تھا! یہ سور اور بندر اپنی ظاہری شکلوں سے نہیں ہوئے تھے، بلکہ اُن کی طبیعتیں ان ذلیل اور شریر جانوروں کی جیسی ہو گئی تھیں۔

آج جس کا جی چاہے اپنی آنکھوں سے دیکھ لے کہ کئی ہزار برس پہلے جو حالت اسرائیلیوں کی تھی بعینہٖ وہی مسلمانوں کی ہو رہی ہے۔

کیوں؟

اس لئے کہ جو اسباب بنی اسرائیل کی پستی کے تھے وہی مسلمانوں کی پستی کے بھی ہیں۔ بنی اسرائیل غلام تھے، بے غیرت تھے مادہ پرست تھے، چیڑ رہے تھے۔ خودداری، شرافت، عزت، سربلندی کسی چیز کا بھی انھیں دھیان نہ تھا اگر حقیر مادّی خواہشیں حاصل ہو رہی ہیں تو اپنے آپ کو خوش نصیب سمجھتے تھے۔

کسی اعلیٰ خیال کے لئے کوئی تکلیف اُٹھانا کوئی خواہش چھوڑنا گوارا نہ کرتے تھے۔

مسلمانوں کا بھی یہی حال ہے:۔

لوگ تعجب سے سوال کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل صدیوں کی غلامی کے بعد بے غیرت اور بے حس ہوئے تھے مگر مسلمانوں کو تو ابھی غلام ہوئے پورے سو برس بھی نہیں گزرے پھر وہ کیوں اسقدر پست ہو گئے ہیں؟

یہ بات وہی لوگ کہتے ہیں جو تاریخ اور مفہوم آزادی سے بے خبر ہیں مسلمان سو برس سے غلام نہیں ہیں اُن کی غلامی پر ۱۳ سو برس گزر رہے ہیں انھیں غلام بنانے والے پہلے اُن کے ہم مذہب سلطان یا بادشاہ تھے اب اجنبی قومیں انھیں غلام بنائے ہوئے ہیں غلامی ایک ہی ہے چاہے اپنے ہم مذہبوں اور ہم قوموں کی ہو یا غیروں کی

لیکن جسم کی غلامی اتنی سخت اور مضر نہیں ہوتی جتنی سخت اور مضر روح اور عقل کی غلامی ہوتی ہے جسم کی غلامی تو عقل اور روح کی غلامی کا نتیجہ ہوتی ہے، مسلمانوں کی عقلی اور روحی غلامی بہت ہی پُرانی ہے اور خدا ہی جانتا ہے کب تک جاری رہے گی۔

قوانین قدرت کے مطابق مسلمانوں کی حالت اس وقت تک بدل ہی نہیں سکتی اور کسی نیک بات کا اُن پر اثر پڑ ہی نہیں سکتا جب تک وہ غلامی سے نکلنے کا تہیہ نہ کرلیں۔

قوموں کی حالت اسی وقت سدھرتی ہے جب کوئی بڑا مقصد اُن کے سامنے آتا اور عمل کی دعوت دیتا ہے، سب سے پہلا اور قدرتی مقصد جو کسی قوم کے سامنے آسکتا ہے یہی ہے کہ آزادی حاصل کرے اور آزادی کی حفاظت کرے، عقل و روح کی آزادی بھی جسم کی آزادی بھی، جسے بول چال میں سیاسی

آزادی کہتے ہیں۔

-- لہٰذا جو لوگ مسلمانوں کو اچھی حالت میں دیکھنا چاہتے ہیں، ان کا سب سے پہلا کام یہی ہے کہ مسلمانوں کے مُردہ دلوں میں آزادی کا جذبہ پیدا کریں جونہی یہ جذبہ پیدا ہو جائے گا مسلمانوں کی حالت بدلنی شروع ہو جائے گی۔

بے شک آزادی کا جذبہ آسان کام نہیں ہے، بڑی ہی محنت، بڑی ہی ہمت، بڑی ہی شجاعت، کی ضرورت ہے یہ کام وہ لوگ کر سکتے ہیں جو اپنی زندگی کا مقصد وحید صرف یہی سمجھتے ہیں کہ آزادی کا مبترک مشن پورا کریں۔ راہ کی مشکلات، ترغیبیں دُنیا کی لذتیں، کوئی چیز بھی اُن کے اس مقصد کے راہ میں حائل نہیں ہوتی۔ وُہ اسی مشن کے لئے جیتے ہیں اور اسی کے لئے مرتے ہیں، چاہے کامیاب ہوں یا ناکامیاب رہیں۔

پس جو لوگ اس مشن کو پورا کرنا چاہتے ہیں یا اس میں مدد دینا چاہتے ہیں، انھیں مسلمانوں کی موجودہ پستی سے افسردہ و نا اُمید نہیں ہونا چاہئے کیونکہ یہ پستی تو بالکل قدرتی ہے۔ لیکن لگاتار محنت سے، لگاتار نصیحت سے، جانفشانی سے مسلمانوں کے دلوں پر اثر پڑے گا وُہ بیدار ہو جائیں گے۔ ان میں آزادی کا جذبہ جاگ جائیگا اور دُنیا کی زندہ قوم بن جائیں گے۔

آخر بنی اسرائیل بھی زندہ ہو گئے تھے بڑی قوم بن گئے تھے۔ وہ کون قوم ہے جو گر کر اُٹھی نہیں؟ مر کر جی نہیں؟ کوئی وجہ نہیں کہ خدا کا یہ اٹل قانون مسلمانوں پر بھی نافذ نہ ہو اور وہ بھی جلد یا بدیر ترقی حاصل نہ کرلیں۔

لیکن یاد رہے کہ آزادی کی ادھوری کوشش سُود مند نہیں ہو سکتی کامل آزادی کی مکمل کوشش ہونی چاہیئے یعنی سیاسی آزادی کی جدوجہد کے ساتھ ساتھ عقل اور رُوح کی آزادی کی بھی سرگرم کوشش کرنی چاہیئے، جس طرح کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ ہمیں سیاسی حیثیت سے غلام بنائے اسی طرح کسی کو یہ حق بھی حاصل نہیں ہے کہ ہماری عقل اور رُوح کو بیڑیوں میں جکڑ رکھے۔ اس وقت ہم انگریزوں کی سیاسی غلامی میں مبتلا ہیں اس کا خاتمہ ہونا چاہیئے ہماری عقلیں اور رُوحیں ہمارے مولویوں اور پیروں کے چنگل میں پھنسی ہوئی ہیں اس غلامی کا بھی قلع قمع ہونا چاہیئے یہاں پہلے اور پیچھے کی بحث نہیں ہے، جب جاڑے اور بخار کا علاج کرنا ہے تو یہ نہیں کہا کہ پہلے بخار کو دُور کرلیگا یا جاڑے کو وہ دونوں کا ایک ساتھ علاج کرتا ہے کیونکہ دونوں لازم ملزوم ہیں جب تک ایک بیماری رہیگی دوسری بھی لگی رہیگی اور دونوں ساتھ جائیں گی یہی حال غلامی کا بھی ہے کہ اُسے بیک وقت اپنی تمام قسموں کے ساتھ دور کرنا چاہیئے وُہ لوگ غلطی پر ہیں جو کہتے ہیں کہ پہلے انگریزوں کو نمٹ لیا جائے پھر فاسد و مفسد، ملاؤں اور پیروں کو دیکھ لیا جائے گا۔

سیاسی غلامی کے خلاف جدوجہد کرنا اور عقل و رُوح کی غلامی کو باقی رہنے دینا اس کے سوا کوئی نتیجہ پیدا نہ کرے گا کہ سیاسی غلامی بھی برقرار رہے گی۔ انگریزوں کی نہ سہی کسی اور کی سہی۔

اگر تھوڑے سے بھی سچے آدمی میدان میں نکل آئیں اور آزادی کی تبلیغ شروع کردیں تو جلد ہی کایا پلٹ ہو سکتی ہے مسلمانوں پر کسی بات کا اثر اسی لئے نہیں ہوتا کہ آزادی کے جذبہ و شوق سے خالی ہیں یہ جذبہ اور شوق پیدا ہوا اور مسلمان ہر نیک بات کا اثر قبول کرنے لگے۔

(مولانا) عبدالرزاق ملیح آبادی

مذہب کیخلاف بغاوت

مسلمانوں کا نوجوان اور تعلیمیافتہ طبقہ جو کالجوں اور یونیورسٹیوں سے سند فضیلت لے کر نکلتا ہے شک اور تذبذب کی بیماری میں مبتلا ہوتا جارہا ہے اور یورپ کی مادی اور سیاسی ترقی اسکو راہ اعتدال و اقتصاد سے ہٹا کر افراط و تفریط کے ناہموار راستہ پر ڈال رہی ہے یہ حالت نہ صرف مسلمانوں کے لئے بحیثیت قوم ہلاکت و بربادی کا پیش خیمہ ہے، بلکہ ملت و مذہب کے لئے بھی اس میں بے شمار خطرات پوشیدہ ہیں جس کے نمونے آئے دن ہمارے سامنے الحاد و دہریت کے رنگ میں آتے رہتے ہیں۔

ان نوجوانوں سے قوم کو بجا توقع ہوسکتی تھی کہ وہ آیندہ چل کر اسلامی تہذیب اور اسلامی روح کے امین ثابت ہونگے اسلامی نظام کے لئے پشت و پناہ قرار پائیں گے اور خطرات کے مواقع پر اپنے ناخن تدبیر سے مشکلات کی گرہ کشائی کرینگے مگر واقعات یہ بتارہے ہیں کہ یورپ کی مادی چمک نے ان کو اپنا گرویدہ بنالیا ہے اور مغرب کی "آزادی" اور "روشن خیالی" ان کو پورے طور پر مسحور کرچکی ہے!

ان "روشن خیالوں" کے نزدیک ترقی کا راستہ صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ اپنی فکری اور ذہنی صلاحیتوں کو پامال کرکے اور اپنی تہذیب کو "دقیانوسیت" اور "قدامت پرستی" کا نام دیکر یورپ کی نقالی اور کورانہ تقلید کو اپنی زندگی کا نصب العین قرار دیا جائے مغربی تہذیب و معاشرت اور خیالات کی پیروی کیجائے فرنگی بے حیائیوں اور بے غیرتیوں کو اختیار کیا جائے اور ترقی اور روشن خیالی کے نام پر ہر وہ چیز قبول کرلی جائے جو مغرب کے سفید ہاتھوں کی رہین منت ہو اور فرنگی دماغ اسکے موجد ہوں!

معاملہ صرف نقالی پر ختم نہیں ہوجاتا بلکہ اس کا لازمی عنصر یہ ہے کہ اپنی روایات سے تبری کی جائے چنانچہ روشن خیالوں کا یہ طبقہ اپنی تہذیب سے خود شرمانے لگا ہے اسکو اسلام کی ہر بات میں دقیانوسیت نظر آتی ہے اس کے نزدیک احکام اسلام کی پیروی عین قدامت پرستی اور "ملا ازم" ہے اور ملت پر ذری تنزل و انحطاط کا بڑا سبب ہے! اس کو شرابیوں جرائم پیشہ لوگوں اور معصیت کیشوں پر نہیں بلکہ نمازیوں اور ڈاڑھی والوں پر غصہ آتا ہے اور طعن و تشنیع اور استہزاء و تمسخر کے لئے اسلامی روایات اور احکام الٰہیہ ہی اس کو دکھائی دیتے ہیں کیونکہ اس کا یقین ہے کہ اسلام اور روشن خیالی کا اجتماع نہیں ہوسکتا!

اصل بات یہ ہے کہ جب کسی قوم پر ذہنی غلامی کی لعنت مسلط ہوجاتی ہے اور وہ اپنے قوائے فکری و عملی کو زائل کردیتی ہے تو اس میں با قتدار قوموں کی نقالی کا مادہ پیدا ہوجاتا ہے اور اپنی ہر چیز کو نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھنے لگتی ہے۔ ان روشن خیالوں کے نزدیک مغربی یا یورپی تہذیب اس لئے محبوب نہیں ہے کہ وہ فی نفسہٖ محمود ہے بلکہ اس لئے پسندیدہ ہے کہ وہ با قتدار اور حکمراں قوموں کی آفریدہ اور پروردہ ہے۔ آج فرنگیوں کی حکومت ہے اور مغرب کا حکم و سلطان وسیع شامیانہ کی طرح پھیلا ہوا ہے اس لئے کالجوں کے "مہذب" اور تعلیم یافتہ فرنگی تہذیب کے غلام ہیں کل فرنگیوں کے بجائے زنگیوں اور حبشیوں کی حکومت ہوجائے یا چینیوں اور جاپانیوں کا اقتدار غالب آجائے تو یہ زنگی اور حبشی تہذیب سے لپٹ جائیں گے اور ان کے نزدیک یہ تہذیبیں شرافت و نجابت کا نچوڑ، روشن خیالی کا عطر اور ترقی کا خلاصہ قرار پائیں گی، سوال فرنگیت کا نہیں بلکہ تغلب و اقتدار کا ہے جس سے اس طبقہ کا دماغ مرعوب ہوچکا ہے۔

جب اس قسم کے مسلمان اپنے گردوپیش کے حالات پر نظر ڈالتے ہیں تو ان کو ہر طرف سے مایوسی ہی مایوسی لاحق ہوتی ہے وہ دیکھتے ہیں کہ ہر جگہ کے مسلمان تعلیم، صنعت و حرفت، تجارت سیاست و معاشرت، تہذیب و اخلاق میں پسماندہ ہیں اور ہر طرح کی ذلت و خواری میں مبتلا ہیں نہ ان کے پاس مال و دولت ہے نہ عزت و شوکت نہ ان کی زندگی کا بلند معیار ہے اور نہ ان میں اتحاد و تنظیم کی روح ہے وہ ہر جگہ اور ہر مقام میں تنزل اور ادبار کے ہاتھوں برباد ہیں دوسری طرف یورپین طاقتیں ہیں جو نہایت منظم و مستحکم ہیں تجارتی منڈیوں پر ان کا قبضہ ہے سیاست اور آئین جہانبانی میں پیش پیش ہیں۔

علوم و فنون اور اکتشافات کی پوری دنیا ان کے قبضہ میں ہے ریسرچ اور تحقیقات کی برکتوں سے انہوں نے عالم کے گوشہ گوشہ کو معمور کر رکھا ہے اور ہر طرح سربلندی کے ساتھ معمورۂ ارضی پر حکومت کررہے ہیں تو دل میں خیال پیدا ہوتا ہے کہ مسلمان

کے تنزل و ادبار کا سبب اسلام کی پیروی اور قدامت پسندی ہے اور ترقی کا راز در آزادی "بے راہ روی" اور مغربی نقالی میں پوشیدہ ہے اور آج وہ قومیں برسر اقتدار، مہذب اور ترقی یافتہ ہیں جو آزادی مشرب کی شاہراہوں پر گامزن ہیں اور مادی اور جسمانی ترقیوں کی خاطر انہوں نے روحانیات کے تمام اصولوں کو بالائے طاق رکھ دیا ہے۔

لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ خیال نہ صرف فاسد اور اصولاً غلط ہے بلکہ واقعات اور شواہد بھی اس کی تکذیب کرتے ہیں۔ اگر بفرض محال کسی قوم یا قوم کے افراد نے اپنی روایات و تہذیب کو چھوڑ کر ترقی یافتہ قوموں کی نقل اتار کر تقدم و ترقی کا کوئی قدم مار بھی لیا تو یہ کسی شریف اور خوددار قوم کے لیے مایۂ نازش اور موجب افتخار نہیں ہو سکتا بلکہ وہ غلامی اور محکومی کا وہ آخری مقام ہے جس کے بعد ذلت و رسوائی کی سرحد ختم ہو جاتی ہے اور جہاں قومی شرافت و خودداری کا شعور اور غیرت کا احساس ساتھ چھوڑ بیٹھتا ہے۔ کسی عظیم الشان قوم کا وہ تنزل بھی خودداری کا آئینہ دار ہے جو نقالی کی آمیزش سے پاک اور مرعوبیت کی لعنت سے آزاد ہو!

الزام کس پر؟

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ روشن خیالوں اور آزادی کے دلدادوں نے یہ کس طرح فیصلہ کر لیا کہ اسلام ہی مسلمانوں کے موجودہ تنزل کا سبب ہے؟ یہ کہاں ثابت کیا گیا کہ دنیا میں تقدم و ترقی کے جو اصول ہیں اسلام نے ان کی مخالفت کی ہے؟ اسلام نے کب کہا کہ تم سیاست و حکمرانی کے سپرد نہ ہو؟ قرآن کریم نے یہ کہاں تلقین کی کہ تم تجارت اور صنعت و حرفت میں کوئی حصہ نہ لو؟ اسلامی روایات نے کب بتایا کہ علوم و فنون کی تحصیل اور تحقیقات کے لیے کوئی قدم نہ اٹھاؤ؟ اسلام کے کس حکم سے ثابت ہوا کہ تم سرفرازی اور سربلندی کے ساتھ زندگی بسر نہ کرو؟ غرض اسلام نے یہ کہیں بھی نہیں فرمایا کہ مسلمانوں کو آخرت کے تصور میں دنیا ترک کر دینی چاہیے، اور جوگی، منک اور گوشہ نشین بن کر اپنی زندگی خدا کی یاد میں ختم کر دینی چاہیے۔ اس کے خلاف اسلام نے رہبانیت اور ترک دنیا کی مذمت کی، بے عملی، جمود اور غفلت کی زندگی کو مذموم ٹھہرایا اور یقین و عمل پر اسلام و ایمان کی بنیاد رکھی، علم کے اکتساب اور فنون کی تحصیل کی ترغیب دی، تجارت کو خدا کا فضل قرار دیا، زمین کی سیاحت کو منفعت اور عبرت کے لیے ضروری ٹھہرایا۔ کائنات پر غور و فکر کرنے کی ہدایت کی اور عمل کی سرگرمیوں میں موت و ہلاکت کا خوف دلوں سے نکال دیا!

غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ مسلمانوں کے تنزل و ادبار کا بڑا سبب فرائض سے غفلت اور زندگی کی سرگرمیوں سے محرومی اور بے عملی ہے لیکن کیا اسلام نے بے عملی اور جمود کی حمایت کی ہے؟ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
(پ ۳۰ - ۲۸)

ترجمہ: زمانہ اس حقیقت پر شاہد ہے کہ انسان عموماً خسارہ اور نقصان میں رہتا ہے مگر وہ لوگ اس خسران سے بچ جاتے ہیں جو ایمان (یقین) اور عمل کی دولت سے مالا مال ہیں۔

دوسری جگہ کس وضاحت سے فرمایا۔

اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی وَاَنْ لَّیْسَ
لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی وَاَنَّ سَعْیَہٗ سَوْفَ یُرٰی
(پ ۲۷ - ۷)

ترجمہ: کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور انسان کو اس کی کوشش اور سعی کا ثمرہ ملتا ہے اور پھر اس کو پورا پورا بدلہ دیا جاتا ہے!

اعمال کی اہمیت اور کوشش کی قدر و قیمت کو قرآن عزیز نے جس انداز میں واضح کیا ہے حقیقت تو یہ ہے کہ اس سے بڑھ کر انسانی تصور اس کے ادراک سے قاصر ہے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَھُوَ مُؤْمِنٌ
فَلَنُحْیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً وَّلَنَجْزِیَنَّھُمْ اَجْرَھُمْ بِاَحْسَنِ
مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (پ ۱۴ - ۱۹)

ترجمہ: جو شخص نیک عمل کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت تو ہم اس کو پاک زندگی عطا کریں گے اور اس کو عملوں کے مطابق اچھے سے اچھا بدلہ دیں گے۔

پھر فرمایا۔

وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَیَرَی اللّٰہُ عَمَلَکُمْ وَرَسُوْلُہٗ (پ ۱۱ - ۸)

ترجمہ: اور کہہ دو کہ عمل کیے جاؤ ابھی تو اللہ اور اس کا رسول تمہارے عملوں کو دیکھے گا۔

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ
وَلَا تُبْطِلُوْا اَعْمَالَکُمْ (پ ۲۶ - ۸)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت

کرو اور اپنے اعمال کو برباد نہ کرو!

پھر ارشاد ہے:-

واللہ معکم ولن یترکم اعمالکم وان تطیعوا اللہ و رسولہٗ لا یلتکم من اعمالکم شیئاً۔ (پ ۲۶ - ۱۴)

ترجمہ: اللہ تمہارے ساتھ ہے اور تمہارے اعمال میں کوئی کمی نہیں کرے گا اگر تم نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی تو تمہارے اعمال میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔

مزید وضاحت کرتے ہوئے پھر ارشاد ہے۔

انی لا اضیع عمل عامل منکم (پ ۲۶ - ۸)

ترجمہ۔ تم میں سے عمل کرنے والے کا کوئی عمل ضائع نہیں کروں گا۔

ولکل درجات مما عملو ولیوفیھم اعمالھم وھم لا یظلمون (پ ۲۶ - ۲)

ترجمہ اپنے اپنے عمل کے مطابق درجات بنائے گئے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے عملوں کا پورا پورا بدلہ دے اور ان پر کسی طرح کا ظلم نہ ہو۔

غور کرو! جس کتاب حکیم نے دینی اور دنیاوی ترقی کے لئے عملی نظام کو اس قدر ضروری خیال قرار دیا ہو اس کو موجودہ مسلمانوں کی بے حسی اور جمود کا سبب کس طرح قرار دیا جاسکتا ہے؟ قرآن عزیز تو یہ کہے کہ بغیر عمل کے انسان کامیاب نہیں ہوسکتا اور موجودہ دور کے مسلمان "بے عمل" اور جہاد کو اپنا دشمن سمجھیں تو قصور کس کا؟ اور الزام کس پر؟

تنزل کا نقطۂ آغاز

قرآن کریم کی ان تصریحات کی روشنی میں یہ فیصلہ آسانی سے کیا جاسکتا ہے کہ ترک عمل کا ذمہ دار کون ہے اور موجودہ مسلمانوں کی پستی کا اصلی سبب کیا ہے۔

قرآن کہتا ہے کہ مسلمان اپنی پستی کے خود ذمہ دار ہیں اسلام کو اس سے دور کا بھی تعلق نہیں مسلمانوں کے انحطاط کی وجہ کلام الٰہی اور شریعت اسلام سے روگردانی ہے نہ کہ اس کی پیروی

مَا اَصَابَکُمْ مِنْ مُصِیْبَةٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ

ترجمہ: تمکو جو مصیبت لاحق ہوتی ہے وہ خود تمہارے اپنے کرتوت ہیں۔

آج روشن خیالوں اور تعلیم یافتہ گروہ کی طرف سے ایک شور بلند ہے کہ ہائے مسلمان مٹ گئے تباہ ہوگئے اور رجعت و پسپائی کے عمیق غار میں ڈال دیئے گئے جس کی ذمہ داری قدامت پرستی (اسلام کی پیروی) کی گردن پر عائد ہوتی ہے مگر قرآن حکیم تنزل کے نقطۂ آغاز کو پہلے ہی بتا چکا ہے۔

اَوَلَمَّا اَصَابَتْکُمْ مُصِیْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِثْلَیْھَا قُلْتُمْ اَنّٰی ھٰذَا قُلْ ھُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِکُمْ (پ ۴ - ۸)

ترجمہ: جب تم پر مصیبت آپڑی حالانکہ اس سے دگنی مصیبت تم اپنے دشمنوں پر ڈال چکے ہو تو تم کہنے لگے کہ یہ مصیبت کہاں سے آگئی؟ تم ان سے کہدو کہ یہ مصیبت تمہارے کرتوتوں کا نتیجہ ہے۔

اسلام نام ہے سراسر عمل کا کوشش اور سرگرمیوں کا جہاد اور فدا کاری کا۔ اس کا ثبوت باد نیٰ تامل قرآن کریم اور تاریخ کے مطالعہ سے مل سکتا ہے عہد اوّل کے مسلمانوں کا اسلام کیا تھا؟ صرف عمل اور جہاد فی سبیل اللہ! اسی کی بدولت انھوں نے سیاست و عدالت کے نئے نئے نقشے بنائے، مکارم اخلاق اور تزکیۂ نفوس کی عمارت کو یقین و عمل کی پختہ چٹانوں پر تعمیر کیا فتوحات اور حکمرانی کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ علوم و فنون سے ایک جہان کو منوّر کردیا اور وحشی و غیر متمدن انسانوں میں خود شناسی کا احساس پیدا کیا۔ ان کو اخلاق اور خدا شناسی کے مرتبہ رفیع پر پہونچایا اور خود علم و ہنر تقویٰ و طہارت کا آفتاب بنکر آسمان شہرت پر چمکے! اسی زمانہ کے مسلمانوں نے جبکہ شریعت عملی طور پر زندہ تھی کتاب و سنت کی اشاعت کے بعد طبعیات والٰہیات، ریاضی، ہندسہ، جر ثقیل، علم الافلاک، طب و کیمیا، علم طبقات الارض فلسفہ اور فن تعمیر کو از سرنو مدون کیا اور نہ صرف مدون بلکہ ان کو عملی شکل دے کر دنیا پر تحقیق و انکشافات کے دروازے کھول دیئے، انہی عملی مسلمانوں نے جو سب سے زیادہ شریعت الٰہی کے عاشق تھے اگر ایک طرف دمشق۔ قاہرہ۔ حلب۔ سمرقند اور اصفہان کو علمی مرکز قرار دیا اور بیشمار علمی درسگاہیں قائم کیں تو دوسری طرف قیروان۔ فاس۔ تلمسان۔ مراکش۔ قرطبہ۔ اشبیلیہ۔ غرناطہ اور بخارا کو مرجع خلائق بنا دیا۔

اگر اسلام ترقی کا مانع اور بے عملی کا حامی ہوتا تو اصولاً ان لوگوں کو زیادہ برباد ہونا چاہیئے تھا جو اسلام کے سب سے زیادہ عاشق اور اسلامی احکام پر سب سے زیادہ عامل تھے اور ترقی کی آخری سرحد پر ان کو ہونا چاہیئے جو مذہب سے کوسوں دور رہنے کو روشن خیالی اور وسیع النظری سے تعبیر کرتے ہیں مگر

واقعات کو سامنے رکھ کر دیکھ لو کہ قضیہ بالکل برعکس ہے اور سب سے زیادہ ترقی ان ہی بزرگوں نے کی جو سب سے زیادہ قانون شریعت کے عامل تھے اور آج تقدم و تبرزی سے وہی مسلمان محروم ہیں جو شریعت پر عمل کرنا تو کجا اس کی ضرورت کے بھی قائل نہیں ہیں اور جو نری نقالی کو اپنی نجات کا واحد ذریعہ سمجھتے ہیں۔

فرنگی ذہنیت کی کج ادائی

حقیقت یہ ہے کہ غلامی پر قناعت کرنے والی قوم میں جہاں بے شمار عیوب پیدا ہو جاتے ہیں وہاں یہ عیب پوری قوت سے کارفرما نظر آتا ہے کہ دوسری قوموں کی اچھی باتوں پر نظر نہیں پڑتی لیکن بری اور شرمناک باتوں کو اختیار کرنے کی غلامانہ ذہنیت مصروف عمل ہو جاتی ہے اور یہی وہ چیز ہے جو افراد کو نقالی کے باوجود اپنے موقف سے ابھرنے نہیں دیتی! روشن خیال طبقہ جب کبھی نقالی کرے گا تو اپنی تہذیب کے خلاف دوسروں کی وضع قطع اختیار کرنے میں تاکہ غلامی کے اظہار میں کوئی کمی نہ رہ جائے اس کے نزدیک ترقی کا معیار اخلاق کی بلندی تزکیہ نفس اور حسن عمل نہیں ہے، بلکہ عورتوں کی غلط اور غیر مناسب تعلیم نیم برہنگی، سینما بازی - دہریت، اپنی تہذیب و روایات پر استہزا "آزادی رائے" شراب و قمار کی تحلیل بے حجابی اور بے شرمی ہے! اس قسم اور قماش کے لوگ ایجادات و اختراعات میں کبھی غیر قوموں کی پیروی نہیں کریں گے تحقیق و اکتشافات میں کبھی مصیبتیں برداشت نہیں کریں گے حریت عمل اور استقلال حیات کے لئے فداکاری کا کوئی نمونہ پیش نہیں کریں گے، حفظ وطن اور شعور کی بیداری کے خیال کو پاس بھی پھٹکنے نہیں دیں گے لیکن جہاں کوٹ اور پتلون کا سوال آئے گا، بے حجابی اور آزادی کا نظریہ سامنے آئے گا، عریانی اور برہنگی کا تصور دماغ میں جگہ پائے گا وہاں فوراً یورپ زدگی کا مرض لاحق ہو جائے گا اور ترقی کے نام پر فرنگی آداب و تہذیب کے جنگل میں بھٹکنے پر فخر کیا جائے گا! فرنگی علماء سمندر کی پیمائش کے لئے سر پر کفن باندھ کر نکلتے ہیں لیکن روشن خیال مگر نقال طبقہ کبھی دریائے نیل کا مخرج دریافت کرنے کے لئے حرکت میں نہیں آتا۔ آخر یہ کس قسم کی نقالی ہے جس کی ایجاد کا فخر ان تنوریں کو حاصل ہوا ہے؟

انگریزی کالجوں اور یونیورسٹیوں کی یہ پیداوار کبھی اپنے گردوپیش کے حالات پر غور نہیں کرتی کہ آج دنیا میں ایسی قومیں اور ایسے افراد بھی بستے ہیں جو نقالی کے بغیر اور اپنی تہذیب و اخلاق کی حفاظت کرتے ہوئے بھی ترقی کر رہے ہیں فلسطین کے نوجوان یہودی اپنی پرانی اور مردہ تہذیب کے احیاء کے لئے زبردست قربانیاں کر رہے اور چاہتے ہیں کہ تورات مقدس کی زبان (عبرانی) از سر نو زندہ ہو کر اسرائیلی تمدن کی تجدید کرے اور بنی اسرائیل کا ٹوٹا ہوا سلسلہ عہد تورات سے ملا دے! چنانچہ فلسطین میں عبرانی یونیورسٹی قائم ہو چکی ہے اور نوجوان یہودی وطن الیہود کے خواب کی تعبیر کو پورا کرنے کے لئے اپنے آپ کو امتحان کی قربانگاہ میں پیش کر چکے ہیں!

فرنگیوں کی قدامت پرستی کا یہ حال ہے کہ ملک معظم (جارج خامس) انگلستان کی سب سے بڑی کلیسا (چرچ آف انگلینڈ) کے صدر ہیں اور اس کے اجلاسوں میں نظری اور خیری روحانی مسئلہ پر گفتگو فرماتے ہیں، جاپان کا شہنشاہ "ہیروہیتو" اپنی جاپانی قوم کا امام و مجتہد ہے اور اپنی قدیم روایات کا پورا امین! لیکن باوجود اس قدامت پرستی کے ان کو نہ تو رجعت پسند کہا جاتا ہے اور نہ دقیانوسی ملا۔

جاپان اور مغربیت

جاپان کو اپنی تہذیب و قدامت پر ناز ہے وہی اس کا رسم الخط ہے جو ہزاروں برس سے چلا آتا ہے وہی اس کا عقیدہ اور مذہب ہے جس کا ظہور کئی ہزار برس پہلے ہوا تھا اور وہی اس کے آداب و رسوم ہیں جن پر قدامت کے بے شمار پردے پڑ چکے ہیں! لیکن بایں ہمہ وہ مشرقی ممالک میں سب سے زیادہ ترقی یافتہ، سب سے زیادہ خوددار اور سب سے زیادہ عملی ملک ہے اور اس کی قدامت پرستی، اس کے سیاسی نظام اور معاشرتی استحکام پر نظر انداز نہ ہو سکی، ایک یورپی سیاح جس نے جاپان کا سفر کر کے وہاں کی ترقی پذیر حالت پر ایک مضمون "جرنل ڈی جنیوا" میں لکھا تھا اس کا اقتباس قابل غور ہے۔ سیاح مذکور لکھتا ہے:-

جاپانی ہر چیز سے پہلے فن کی تحصیل کو ضروری سمجھتے ہیں وہ مال و دولت کے حصول میں اس لئے ساعی رہتے ہیں کہ اس سے پورا استفادہ کریں، جاپانی سیاست میں جاپانیوں کی عظمت خاص اہمیت رکھتی ہے اور یہ اس فلسفیانہ حقیقت پر مبنی ہے کہ ان کے قدماء نے جو کچھ چھوڑا ہے وہ اس کا اعتراف اور اس پر فخر کرتے ہیں! جاپانی حیات عصری کی جملہ ضروریات کو محسوس کرتے

ہیں، لیکن ماضی کے تحفظ اور قومی صیانت کے باوجود وہ تفرنج (مغربیت) کی صدا پر کان لگانا بھی پسند نہیں کرتے۔ وہ مغرب سے وہی چیز لیتے ہیں جو ان کے لئے ضروری ہوتی ہے مشرق اقصیٰ کی قوموں کی تاریخ میں یہ مثال اپنا جواب نہیں رکھتی۔ اس کے بعد لکھتا ہے :۔

"پہلے جاپان کے باشندے دوسرے ممالک کا سفر ناپسند کرتے تھے اور جاپان میں اجانب کے داخلہ کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے، لیکن عسری ترقیوں کے بعد یہ امتناع بھی مرتفع ہو گیا اور جاپان نے اس کی پوری تلافی کر دی جن کے نتائج ہمارے سامنے ہیں، جاپانیوں کے تمام طبقات میں قدامت اور ماضی کی عظمت مسلم ہے کیونکہ ابھی تک ہم روایات کے احترام کی وجہ سے ہی انہوں نے موجودہ مجد و شرف حاصل کیا ہے تم دیکھو گے کہ جاپانیوں نے جدید تمدن کے وسائل سے پورا استفادہ کیا ہے کیونکہ ان کے بغیر حیات عصری کی تکمیل نہیں ہو سکتی لیکن انہوں نے بیکار اور نمائشی تغرب اور تفرنج (فرنگیت) کو فضلہ سمجھ کر پھینک دیا ہے اور اپنے خالص قومی شعور کو سب سے ارفع سمجھتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک وہی بلندی اور ترقی کی اساس ہے جاپان میں ہیاکل (شنٹو) اور معابد (زن) موجود ہیں جو جاپانیوں کے نزدیک بغایت معظم محترم ہیں اور ایمان و حماسہ دینی کی بنیاد۔ حق یہ ہے کہ مذہب اور تہذیب و قدامت کا یہی احترام ہے جو شیوعی افکار اور لامرکزیت کے لئے ناقابل تسخیر قلعہ کا کام دے رہا ہے۔"

(ماخوذ "لماذا تقدم غیرھم" لامیر شکیب ارسلان)

جاپان کی سیاسی تمدنی اور صنعتی ترقی پر فرانسیسی زبان میں ایک کتاب شائع ہوئی ہے جس کے مرتب لاازلیر . . . . . ہیں اس کا ایک اقتباس ذیل میں درج کیا جاتا ہے مصنف لکھتا ہے، جاپان نے یورپ اور امریکہ سے نظام عسکری تعلیم، اور مالی سیاست کو مستعار لیا اور مصلحین اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ ہر جماعت کی اچھی اور مفید بات کو اختیار کر لیا جائے چین پر جاپان کی فتح نے نہ صرف اس حقیقت کو واضح کر دیا ہے کہ جاپان مغرب کی مفید باتوں کو اختیار کرنے میں کسی سے پیچھے نہیں ہے بلکہ یہ بات بھی ثابت کر دی ہے کہ اپنے استقلال اپنی قومیت و عقلیت اور آداب و ثقافت کی حفاظت و صیانت کے ساتھ جاپان مغرب سے ہر اسلحہ اور مفید چیز کو لینے کی پوری صلاحیت رکھتا ہے۔ (الصیف)

آپ نے غور فرمایا کہ جاپان اپنی سیاست پر کس طرح عمل کر رہا ہے اپنی دینی روایات اور مذہبی ماثر کا اس کے نزدیک کیا درجہ ہے، جاپان اپنی قدامت پرستی سے شرماتا نہیں بلکہ اس پر فخر کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ آباؤ اجداد کا ترکہ اس کی ترقی اور پیشروی کی بنیاد ہے! وہ اپنی ثقافت و تہذیب اپنے استقلال حریت، اپنی قومیت و عقلیت کی حفاظت کا کیا پاک جذبہ رکھتا ہے اور اس کے باوجود جدید تمدن کے وسائل اور سیاست عسکری اور مالی تنظیم میں کس طرح امریکہ اور یورپ سے استفادہ کر رہا ہے؟ کیا کسی روشن خیال اور یورپ زدہ کو یہ جرأت ہے کہ جاپان کو قدامت پرستی کا طعنہ دے اور اس کے مصلحین کا نام "دکٹ ملّا" رکھے؟

ان پیش کردہ حقائق سے روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ جو قوم زندہ رہنے کا عزم کر لیتی ہے وہ بغیر نقالی کے اپنی دنیا آپ بنا لیتی ہے اور اس کو اپنی تہذیب و روایات سے ابا کرنے کی ضرورت لاحق نہیں ہوتی۔

جاپان نے ترک و اخذ کا جو معیار قائم کیا ہے اور مفید باتوں کو اختیار کرنے میں وہ جس طرح پیش قدمی کر رہا ہے وہ اسلام کے اس مختصر جملے میں انتہائی جامعیت کے ساتھ ظاہر کیا گیا ہے "خذ ما صفا ودع ما کدر" یعنی اچھی باتوں کو لے لو اور بری باتوں کو چھوڑ دو!

الحاصل۔ فرنگی تعلیم اور موجودہ نظام حکومت نے نوجوان مسلمانوں کا جو طبقہ پیدا کیا ہے وہ ان خارجی دشمنوں سے زیادہ خطرناک اور باعث رسوائی ہے جو اسلام کی صداقت کا صریحاً انکار کرتے ہیں اور اپنی دشمنی کو کسی پردہ میں چھپانے کی کوشش نہیں کرتے لیکن یہ طبقہ ایک طرف اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے اور اپنا مذہب اسلام بتاتا ہے مگر دوسری طرف وہ اسلام اور احکام الٰہیہ پر معترض ہوتا ہے اور اپنے قول و عمل سے اسلام کی وہ تصویر دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے جو اس کے اپنے دماغ کی تجویز کردہ ہے جب تک اس قسم کے نقصانات کا انسداد نہ ہوگا اور فرنگی سانچوں میں ڈھلے ہوئے دماغ کی اصلاح نہ کی جائے گی اس وقت تک موجودہ مذہبی خطرات کے امکانات کم نہیں ہو سکتے!

ہمارے دفتر سے نظام المشائخ کے سوا اور کوئی رسالہ یا اخبار نہیں نکلتا۔ لہٰذا ہمیں دوسرے اخباروں اور رسالوں کے متعلق کچھ تحریر نہ فرمایا کیجئے۔ واحدی

یادِ ایّامِ عشرتِ فانی

مڈل سکول کی شرارتیں

اپر پرائمری سے کیا نکلے گویا بچوں سے نکل بڑوں میں آ گئے یہاں کی دنیا ہی نئی ہے جو لڑکا ہے آفت کا پرکالہ ہے جو سوجھتی ہے نئی سوجھتی ہے۔ جو کر گذرتے ہیں، اس کا اب خیال کر کے ہنسی آتی ہے غرض مدرسہ نیا ماسٹر نئے ہم نئے ساتھی نئے زمین نئی آسمان نیا۔

جس مدرسہ میں اب داخل ہوئے کسی زمانہ میں وہاں شاہی کتب خانہ تھا عمارت کیا ہے جہاز ہے سیدھی یہاں سے وہاں تک چلی گئی ہے کمرے اتنے بڑے بڑے ہیں کہ کسی اسپتال کے بھی کیا ہوں گے، عمارت کے دو طرف باغ ہیں اور دو طرف سڑکیں۔ باغ سے گذرے تو کرکٹ کھیلنے کے میدان - ایک بہت بڑا، تین ذرا چھوٹے غرض مدرسے نے کوئی دو میل کا رقبہ گھیر رکھا ہے جیسا مدرسہ شاندار ہے ویسے ہی یہاں کے طالب علم بھی لاثانی ہیں پڑھنے میں نہیں، بدمعاشی میں دماغ سے اُتار اُتار کردہ بدمعاشیاں کرتے ہیں کہ شیطان بھی پناہ مانگے اپنی سلطنت علیحدہ قائم کر رکھی ہے باقاعدہ تخت نشینی ہوتی ہے سلطان وقت کی عدول حکمی میں قیامت ہے جب میں اس مدرسہ میں داخل ہوا تو اس وقت میرے ہی ہمنام حاکم وقت تھے، پھر میں ہی ان کا جانشین ہوا۔ اس لئے ان کے بلکل واقعات کا قلمبند کرنا میرا فرض عین ہے، ان کے حالات کا تذکرہ موقع موقع پر کروں گا فی الحال مدرسہ کا نقشہ اور ماسٹروں کی شکلیں ذہن نشین کر لیجئے۔

مدرسہ کا ایک بڑا دروازہ تھا لڑکوں کو اُدھر سے آنے میں ذرا چکر پڑتا تھا۔ اس لئے یاروں نے احاطہ کی دیوار کی اینٹیں نکال نکال کر دُوسرا راستہ بنا لیا کئی دفعہ مرمت کرائی گئی۔ مگر ہر دفعہ دو تین روز کے بعد ہی وہ دیوار خود بخود گر کر راستہ بن گئی آخر ناچار وہاں چھوٹا سا دروازہ قائم کر دیا۔ دروازہ کیوں کہو دیوار میں اتنی جگہ کر دی کہ ایک آدمی گزر جائے بس یہی راستہ چلتا تھا صدر دروازہ کا راستہ برائے نام تھا ادھر سے کوئی چلتا چلاتا نہیں تھا، اس چھوٹے سے دروازے سے نکل کر ذرا آگے بڑھے تو مدرسہ کی عمارت شروع ہو گئی کرسی ذرا اونچی ہے چونکہ اس رُخ پر مدرسہ کی چوڑان ہے اس لئے کمرے میں جانے کے لئے سیڑھیاں نہیں ہیں پھلانگ مار کر چبوترہ پر چڑھنا پڑتا ہے چبوترہ پر چاروں طرف بڑا بڑا برآمدہ ہے گذر کر جس کمرے میں آتے ہیں اس کی لمبان چوڑان کچھ نہ پوچھو بس یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی ٹینس کورٹ پر چھت ڈال دی ہے اس کمرے میں تین جماعتیں بیٹھتی ہیں شروع میں فارسی کی جماعت اس کے بعد حساب کی۔ اس کے بعد عربی کی اس کمرہ میں ملا ہوا جو کمرہ ہے اس میں ہیڈ ماسٹر صاحب بیٹھتے ہیں یہ کمرہ بھی بہت بڑا ہے دیواروں سے لگی ہوئی کتابوں کی بڑی بڑی الماریاں کھڑی ہیں ہیڈ ماسٹر صاحب کے کمرے کے بعد انٹرنس کی جماعت ہے، اس کے بعد مڈل کی اس کے بعد ساتویں کی اور اس کے بعد چھٹی جماعت کے کمرے ہیں، ان چاروں کمروں کے سامنے برآمدہ اور برآمدہ کے آگے چھوٹا سا صحن ہے صحن کے کنارہ پر کٹہرا لگا ہوا ہے اس برآمدہ اور صحن کی کرسی کوئی چار یا پانچ گز ہو گی کرسی کی وجہ سے نیچے جو جگہ نکل آئی ہے اس میں ہاکی، کرکٹ کے سامان اور کاٹھ کباڑ کی کوٹھریاں ہیں، ماسٹروں کے حقے بھی یہیں رکھے رہتے ہیں کوئی گھنٹہ خالی ہوا اور آ کر دم مار گئے چھٹی جماعت کے کمرے سے ملا ہوا سائنس کا کمرہ ہے اور اس کے برابر دو کمرے انسپکٹر صاحب مدارس نے اپنے رہنے کے لئے رکھے ہیں، اس کے بعد سیڑھیاں دے کر عمارت کو اونچا کر دیا ہے، اس حصہ میں دو کمرے ہیں ایک میں اسپیشل کلاس دوسرے میں سنسکرت کے پنڈت جی بیٹھتے ہیں، پنڈت جی کے کمرے کے سامنے کرکٹ کا چھوٹا میدان اور اس میدان سے ملا ہوا بورڈنگ ہاؤس ہے میرے مدرسہ چھوڑنے کے بعد ان عمارتوں میں بہت ردوبدل ہو گیا ہے کرکٹ اور ٹینس کے تین چھوٹے میدانوں اور باغ کو برابر کر کے کئی عمارتیں اور بنا دی ہیں، اس طرح گنجائش تو بہت نکل آئی مگر اصل عمارت کی رونق برباد ہو گئی۔

پڑھانے کا طریقہ یہ تھا کہ ہر گھنٹہ کے بعد بلحاظ مضمون

بجائے ماسٹروں کے تبدیل ہونے کے جماعتیں ایک کمرہ سے دوسرے کمرہ میں لین باندھ کر جاتی تھیں جو کمرے جماعتوں کے نام سے موسوم تھے ان کا صرف یہ مطلب تھا کہ وہاں انگریزی کے مدرس بیٹھتے تھے اور وہی اس جماعت کے ذمہ دار سمجھے جاتے تھے فارسی کے مولوی صاحب چھٹی جماعت سے لگا کر انٹرنس تک کو فارسی اور اسی طرح عربی کے مولوی صاحب مدرسہ بھر کے عربی پڑھنے والے طالب علموں کو عربی پڑھاتے تھے۔

پہلے میں ماسٹروں کے حالات لکھ دوں اس کے بعد دوسرے واقعات سناؤں گا۔ کیونکہ جب تک ہر ماسٹر کی حالت معلوم نہ ہو جائے واقعات سن کر مزا آنا مشکل ہے جس سلسلے میں نے کمروں کا تذکرہ کیا ہے اسی سلسلے سے ماسٹروں کے حالات بھی لکھتا ہوں۔

فارسی کے مولوی صاحب ایک تماشہ تھے کوئی ۶۰ سال کی عمر ہوگی چھوٹا سا قد لمبا سا چہرہ، سرخ و سفید رنگت، نیچی سفید ڈاڑھی بڑی بڑی سرمہ آلود آنکھیں۔ ان پر موٹے موٹے تالوں کی عینک، چوڑا دہانہ۔ ہر وقت پان کھاتے رہتے تھے بڑھاپے کی وجہ سے دانت نہیں رہے تھے، پیک منہ سے بہہ بہہ کر ٹھوڑی اور ڈاڑھی کی خبر لاتی تھی۔ سر پر چھوٹا سا عمامہ یا گول خندوے کی ٹوپی جسم پر اچکن، اس پر کالی مخمل کا چوغہ، شرعی سفید پجامہ، پاؤں میں لال نری کی جوتی بڑی بے چین طبیعت پائی تھی پڑھانے میں ہر وقت ادھر ادھر ادھر ادھر پھدکتے پھرتے تھے باتیں بھی عجیب طرح کرتے تھے ایک بات کی اور تالی بجائی، پینترا بدلا سیدھا ہاتھ آگے بڑھایا اور الٹا ہاتھ پیچھے لے گئے، پھر کوئی بات کی پھر دی تالی اور رہی پینترا غرض ان کی جماعت میں پڑھنے پڑھانے کی اتنی آواز نہیں ہوتی تھی جتنی تالیوں کی بھیا سیٹ اپنی اس خاص حرکت کی وجہ سے مدرسہ تو مدرسہ تمام شہر میں پھڑپھڑے مولوی صاحب کے نام سے مشہور ہوگئے تھے صوفی مشرب آدمی تھے اگر خدانخواستہ کسی نے کسی بزرگ کی شان میں ذرا بھی گستاخی کی تو اس طرح بپھر جاتے تھے کہ سنبھالنا مشکل ہو جاتا تھا۔

اس کمرے کے بیچ کے حصہ میں حساب کے مولوی صاحب بیٹھتے تھے بڑے مضبوط اور گٹھیلے جسم کے آدمی تھے پہلے حساب سکھاتے تھے پھر عربی کے مولوی ہوگئے گول چہرہ سانولی رنگت چھوٹی چھوٹی آنکھیں سرخ بھروان ڈاڑھی

سر پر کالی مخمل کی چوگوشیہ ٹوپی جسم پر کشمیرے کی اچکن اس پر کشمیری کا کام چوغہ تھے اس لئے مذہب سے لاپرواہ تھے، ہر وقت گنگناتے رہتے تھے بعض وقت تو ایسے محو ہو جاتے تھے کہ ساری جماعت کی جماعت اٹھ کر چلی جاتی۔ اور ان کو خبر بھی نہ ہوتی۔ بلا کے ہوشیار آدمی تھے۔ متین اور سنجیدہ ایسے تھے کہ خدا کی پناہ۔ ان کی کمر کے نیچے کا حصہ بھاری ہو کر دنبہ کی چکی کی شکل ہو گیا تھا۔ اس وجہ سے طالب علموں نے ان کو مولوی دنبہ کا خطاب عطا کیا تھا۔ میں پانچ برس اس مدرسہ میں رہا اس کے بعد بھی کئی برس تک ان سے ملنے کا اتفاق رہا لیکن جو اچکن اور چوغہ میں نے پہلے دن ان کو پہنے دیکھا تھا وہ انہوں نے نہ چھوڑنا تھا نہ چھوڑا سنتا ہوں کہ ان کا انتقال ہو گیا ہے شاید اسی اچکن اور چوغہ میں دفن ہوئے ہوں۔

اس کمرے کے دوسرے کونے پر عربی کے مولوی صاحب کی جماعت بیٹھتی تھی بڑے اللہ والے آدمی تھے تھوڑے ہی دنوں بعد ان کی پنشن ہوگئی ان سے زیادہ واسطہ بھی نہیں پڑا اس لئے ان کے متعلق کچھ لکھنا فضول ہے۔

اس بڑے کمرے سے ملا ہوا دوسرا کمرہ ہیڈ ماسٹر صاحب کا تھا، یہ جتنے بدصورت تھے اتنے ہی لائق اور ہوشیار تھے مگر شراب نے ان کی بڑی بری حالت کر دی تھی ہر وقت عین رہتے اور ہر دوسرے تیسرے روز چپراسیوں کو ان کی پتلون بدلوانے کی ضرورت پڑتی کرسی پر سے گر پڑنا تو معمولی بات تھی مگر باوجود ان تمام باتوں کے جب پڑھانے بیٹھتے تو اس طرح پڑھاتے کہ پھر اس کا بھولنا مشکل تھا یہی وجہ تھی کہ یونیورسٹی میں ہمیشہ ان کی جماعت کا کوئی نہ کوئی طالب علم انگریزی میں اوّل رہتا۔

ان خاص خاص ماسٹروں کا ذکر کر کے اب میں واقعات کو لیتا ہوں بقیہ ماسٹروں کے حالات موقع موقع سے بیان کروں گا۔ سب سے پہلے میں طالب علموں کے بادشاہ کے تاج و ملک کے حالات لکھتا ہوں تاکہ اس مدرسہ کے لڑکوں کا کچھ رنگ معلوم ہو جائے آپ کا قد کوئی پونے پانچ فٹ کا تھا اکہرے ہوگئے تھے کہ پھونک مار دو تو اڑ جائیں۔ مگر اثر اور رعب ایسا تھا کہ لڑکے تو لڑکے ماسٹروں کا دم نکلتا تھا ہر سال مڈل کے امتحان میں بیٹھتے تھے اور فیل ہوتے۔ فیل کیوں نہ ہوتے پورا امتحان ہی نہ دیتے تھے اس زمانہ میں مڈل کا امتحان دسمبر میں ہوتا تھا۔

دوسرا ان کا خاص عیب ہے۔ یہ کرکٹ کے عاشق تھے خود نہ کھیلتے تھے مگر ہاں میچ دیکھنے کا شوق تھا۔ یہ امتحان دے رہے تھے کہ کسی نے جھوٹ موٹ آ کر کہہ دیا کہ آج تو باغ میں علیگڑھ والوں کا میچ ہے۔ بس اتنا سننا تھا کہ کالی کاپی امتحان چھوڑ بھاگ باغ کا راستہ لیا۔ واپس آتے آتے ایک پرچہ نکل گیا چلو فیل ہو گئے۔ دوسرا سال آیا پھر کوئی نہ کوئی پرچہ غائب۔ ان کے امتحان کے دو ایک واقعے ایسے ہیں کہ خیال کرنے سے ہنسی آتی ہے۔ ایک دفعہ آپ نے ایک کوا پکڑا اور اسے ہاتھ پر بٹھا لیا۔ امتحان میں لے گئے خبر نہیں تاڑ گیا تو غنیمت تھا آپ تھوڑی تھوڑی دیر بعد اس کی مٹی کو جھٹکا دیتے وہ ایسی کائیں کائیں کرتا کہ سارا کمرہ گونج جاتا۔ بیچارے نگران نے منع کیا مگر یہ کب سننے والے تھے۔ آخر جب غل شور بہت بڑھا تو دوسرے کمرے سے امتحان کے سپرنٹنڈنٹ صاحب دیکھنے آئے کہ آخر یہ کیا قیامت ٹوٹ پڑی ہے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ ایک صاحب بائیں ہاتھ پر کوا بٹھائے دائیں ہاتھ سے پرچہ لکھ رہے ہیں۔ سپرنٹنڈنٹ صاحب انگریز تھے اور بڑے غصیلے تھے یہ رنگ دیکھ کر آگ بگولہ ہو گئے آتے ہی ان کو ڈانٹا یہ چپکے بیٹھے اپنا کام کرتے گئے۔ صاحب نے بہت تنگ کیا تو یہ بھی نہایت متانت سے اٹھے پوچھا "فرمایئے کیا فرماتے ہیں" صاحب نے کہا "امتحان کے کمرے میں کوا لانے کی اجازت نہیں ہے" آپ نے امتحان کی ہدایتوں کا پرچہ نکال ان کے ہاتھ میں دیا اور کہا کہ "براہ کرم وہ ممانعت بتا دیجئے کہاں لکھی ہوئی ہے کتاب یا کوئی پرچہ امتحان کے کمرے میں لانا منع ہے کوا لانا منع نہیں ہے پہلے قواعد میں ترمیم کرا دیجئے اس کے بعد اعتراض کیجئے ورنہ اس طرح فضول باتیں کر کے میرا وقت ضائع کیا جائے گا۔ تو میں اس کی اطلاع یونیورسٹی میں کر دوں گا۔" خیر بیچارے صاحب تو چپکے ہو کر چلے آئے۔ مگر خود کوے نے اپنا ٹھکانا کر لیا۔ انگوٹھے پر ایسے زور سے ٹھونگ ماری کہ ان کو لاچار اڑا دینا پڑا۔ ایک دفعہ کیا کیا کہ امتحان میں بانسری لے کر پہنچے تھوڑی دیر تک تو پرچہ لکھتے رہے اس کے بعد بانسری نکال بجانی شروع کی سپرنٹنڈنٹ صاحب نے منع کیا۔ انہوں نے وہی قواعد کا حوالہ دیا۔ انہوں نے کہا کہ تم کو حق نہیں ہے کہ بانسری بجا کر دوسروں کا دماغ پریشان کرو۔ انہوں نے کہا بہت اچھا مجھے کسی دوسرے کمرے میں بٹھا دیجئے میں اس وقت اپنا دماغ ہلکا کرنا چاہتا ہوں طبیعت بحال ہو جائے گی اس کے بعد پرچہ لکھونگا۔ خیر بڑی مشکل سے سمجھا کر ان سے بانسری لے لی گئی۔

ان کے امتحان کا ایک واقعہ ایسا ہے کہ جب کبھی خیال آتا ہے تو ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جاتے ہیں۔ مڈل کا امتحان ہے تاریخ کا پرچہ ہے یہ نہایت اطمینان سے بیٹھے مولوی ذاکر حسین کا خلاصہ تاریخ ہندوستان سامنے رکھے نقل کر رہے ہیں نگران مولوی صاحب دوسرے حصے کے گارڈ ہیں۔ انہوں نے دیکھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے امتحان اور یہ دلیری بڑے لمبے لمبے ڈگ بھرتے ہوئے ان کے پاس آئے جو گفتگو ان میں ہوئی وہ لفظ بلفظ لکھتا ہوں پڑھنے میں جب مزا آئے گا کہ جہاں میں تالی لکھوں وہاں مولوی صاحب کی طرح آپ بھی پینترا بدل کر تالی بجائیں اور ایک ہاتھ سامنے اور دوسرا پیچھے لے جائیں نہیں نہیں جہاں کہیں مولوی صاحب کی گفتگو آئے وہاں اسی طرح کیجئے اور پھر دیکھئے کہ ہمارے مولوی صاحب طرفہ معجون تھے یا نہیں اچھا تو اب دونوں میں یوں گفتگو شروع ہوئی:۔

مولوی صاحب: یہ کیا ہو رہا ہے (تالی) یہ: کچھ نہیں نقل ہو رہی ہے۔

مولوی صاحب: نکال دیئے جاؤ گے (تالی) یہ: ہم کو کوئی نہیں نکال سکتا۔

مولوی صاحب: نہیں نکال سکتا (تالی) ہم نکال سکتے ہیں (تالی) امتحان سے (تالی) کوئی نادان ہے (تالی) یہ: جایئے جایئے اپنا کام کیجئے۔ ہمارے نقل کرنے میں حرج ہوتا ہے وقت کم رہ گیا ہے پرچہ بڑا ہے۔ مولوی صاحب: چلو (تالی) اٹھو (تالی) صاحب کے پاس چلو (تالی)

یہ: چلئے ہم بھی دیکھیں آپ کے صاحب ہمارا کیا کر لیتے ہیں۔

الغرض یہ اٹھے کتاب ہاتھ میں لی آگے آگے مولوی صاحب اور پیچھے پیچھے یہ دوسرے کمرے میں پہنچے۔ یہ صاحب بیٹھے کچھ لکھ رہے تھے مولوی صاحب نے جاتے ہی تالی بجائی انہوں نے گردن اٹھا کر دیکھا مولوی صاحب: غضب ہے (تالی) نقل ہوتی ہے (تالی) بڑے گستاخ ہو گئے ہیں (تالی) ہم سے نہیں ڈرتے (تالی) آپ سے بھی نہیں ڈرتے (تالی) کتاب کھولے بیٹھے ہیں (تالی) نقل کر رہے ہیں (تالی) بکتے ہیں (تالی) صاحب ہمارا کیا لیں گے (تالی) بڑی مشکل سے لایا ہوں (تالی) سخت سزا دی جائے (تالی) صاحب نے ان کی طرف دیکھا انہوں نے

نے کہا جناب مولوی صاحب میرے دشمن ہیں غدر سے
پہلے اُن کے اور ہمارے خاندان میں دشمنی چلی آرہی ہے۔
زبردستی پرچہ لکھتے لکھتے یہاں گھسیٹ لائے کہ مولوی صاحب
سے کہہ کر تم کو نکلوا دیتا ہوں۔ خواہ مخواہ کا الزام ہے آپ
میری تلاشی لے لیں۔ دل میں دیوانہ تھا جو اس طرح سامنے
کتاب رکھ کر نقل کرتا۔ نقل کرتے ہیں تو چھپ چھپا کر نقل
کرتے ہیں۔ نہ اس طرح کہ سامنے کتاب کھولے بیٹھے ہیں
اور نقل کر رہے ہیں۔" صاحب کو بھی یہ بات ذرا الٹی معلوم
ہوئی، ان کی خوب اچھی طرح تلاشی لی گئی کتاب تو کتاب
ایک کاغذ کا پرزہ بھی نہ نکلا آخر صاحب نے ہمارے مولوی صاحب
کو بہت ڈانٹا کہ آپ فضول امیدواروں کا وقت ضائع کرتے
ہیں، آئندہ ایسا کیا تو کمرے سے نکال دوں گا۔ بہرحال مولوی
صاحب شرمندہ شکل وہاں سے واپس ہوئے آگے آگے
مولوی صاحب اور پیچھے پیچھے یہ۔ مولوی صاحب پریشان تھے
کہ یا اللہ آتے وقت کتاب اس کے ہاتھ میں تھی ایک کمرہ سے
دوسرے کمرے میں آتے آتے کہاں غائب ہوگئی آخر نہ
رہا گیا اور خود ان سے پوچھا
مولوی صاحب۔ کتاب کہاں ہے (تالی) آتے وقت
تمہارے ہاتھ میں تھی (تالی) راستہ میں کہاں غائب کردی
(تالی)
یہ کچھ نہیں راستہ میں ایک ایک صفحہ کرکے کھا گیا یہ سننا تھا
کہ مولوی صاحب نے دم سے دے تالی پہ تالی بجانی شروع
کی۔ مولوی صاحب غضب ہے (تالی)، کھا گیا (تالی) استاد کو
جھوٹا بنا دیا (تالی)، نالائق ہے (تالی)، شیطان ہے (تالی)
صاحب نے جو تالیوں کی آواز سنی تو یہ بھی نہ پوچھا کہ
کیا معاملہ ہے، حکم دے دیا کہ مولوی صاحب کو کمرہ سے
باہر کردیا جائے۔ خیر بچارے نکال دیئے گئے ہمیشہ اس واقعہ
کو بیان کرکے بُرا بھلا کہا کرتے تھے۔ مولوی صاحب سے
غلطی یہ ہوئی تھی کہ جب دونوں آگے پیچھے چلے تو بجائے اس کے
کہ کتاب خود لے لیتے۔ کتاب امیدوار صاحب ہی کے ہاتھ
میں رہنے دی۔ کتاب تھی بہت چھوٹے چھوٹے بارہ ورق
کی وہ راستہ میں چٹ کر گئے بھلا تلاش میں کیا نکلتا۔

ع اچھے رہے آپ مگر ان کو ڈبو آئے

ایک زمانہ تھا کہ ہندوستان پر روسیوں کے حملہ کا بڑا غل
تھا عجیب عجیب خبریں روزانہ اڑا کرتی تھیں کوئی کہتا روسی
لاہور آ گئے۔ کوئی کہتا کہ سرحد لے لیا۔ غرض کوئی کچھ کہتا کوئی
کچھ کہتا۔ انہی دنوں میں ہمارے دوست اور نارمل کی جماعت کے
ماسٹر صاحب میں ان بن ہوگئی۔ یہ ماسٹر صاحب افغانی تھے ہوشیار بھی بہت
تھے اور ٹھوس بھی بہت تھے مگر ذرا چڑچڑے تھے آپ نے پاس کا ایک
بڑا اگلا لا کر ماسٹر صاحب کی کرسی کے پایہ کے برابر رکھ دیا تھوڑی
دیر کے بعد کہا ماسٹر صاحب ابھی جو آپ نے سمجھایا تھا ذرا پھر
سمجھا دیجئے، وہ بیچارے چابک اٹھا سمجھانے بورڈ پر چلے
کرسی کا پایہ لگا گولہ میں گولہ دن سے اڑا ماسٹر صاحب ایک طرف
گرے اور کرسی اتنی دور جا کر گری انہوں نے غل مچایا روسی
تمام مدرسہ میں روسی روسی کا ہنگامہ مچ گیا۔ جو جس کمرہ سے
نکل روسی روسی پکارتا بھاگا چلا جاتا ہے بڑی دیر کے بعد سب
اوسان درست ہوئے لیکن آخر تک کسی کو معلوم نہیں ہوا۔
کہ آخر واقعہ کیا تھا لڑکوں میں تو کیا ہمت تھی جو ایک ان کے خلاف حرف بھی
زبان سے نکالتے۔ ماسٹر بچارے کیا سمجھ سکتے تھے کہ یہ آواز کیا
ہوئی اور کیوں ہوئی، چند روز بڑی گڑبڑ رہی۔ اس کے بعد
گئی گزری بات ہوئی مگر روسی روسی کے غل کا زور بہت دنوں
تک چلا۔ جہاں ذرا گڑبڑ ہوئی اور لونڈوں نے غل مچایا۔ روسی
روسی۔

ان بادشاہ سلامت کے دو وزیر با تدبیر تھے ایک مسلمان
دوسرے ہندو، مسلمان وزیر تو نے تھے اور بڑے آفت کے
پرکالے تھے، ہندو وزیر بنگال کے رہنے والے تھے مگر غضب
کے لڑاکا۔ ایک دفعہ تو ان دونوں نے ایسا ظلم کیا کہ کچھ بیان نہیں
ہو سکتا۔ جمعہ پر تیراکی کا میلہ تھا، ہیڈ ماسٹر سے کہا گیا کہ چھٹی
دی جائے انہوں نے انکار کیا بادشاہ نے اپنے وزیروں کو حکم
دیا کہ چھٹی کا کوئی بندوبست کیا جائے ان دونوں بدمعاشوں
نے یہ کیا کہ خیال کرنے سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں مدرسہ کے
سامنے باغ تھا باغ میں آم کے ایک درخت میں بڑی شہد
کی مکھیوں کا چھتہ لگا ہوا تھا۔ ان دونوں نے غلیلوں سے
چھتے پر غلے برسانے شروع کئے مکھیوں نے مدرسہ کا رُخ
کیا۔ تمام لڑکوں اور ماسٹروں کو کاٹ کاٹ کر سوجا دیا۔ دو لڑکوں
کو تو اتنی مکھیاں لپٹیں کہ دونوں وہیں ڈھیر ہوگئے ایک دن کیا چار
روز تک مدرسہ بند رہا۔ کمال یہ ہوا کہ باوجود یہ سب کچھ ہونے کے
کسی کو معلوم نہ ہوا کہ یہ مکھیاں کیوں اڑیں اور کس نے اڑائیں یہ
رموز سلطنت تھے جو اب تیس برس بعد پبلک پر ظاہر کئے جا رہے
ہیں۔

مولوی ذنب ہے ہمارے بادشاہ سلامت بھی بہت چکرانے تھے ان کی منانت ان کے ڈنڑ فیضے اور ان کی چٹکی کے مقابلہ میں سب کی ہمت پست تھی چٹکی ایسی لیتے تھے کہ واہ واہ جس کے چٹکی لینی ہوئی اس کے پاس آکر کھڑے ہوئے ہاتھ میں میز کی کنجی لی۔ انگوٹھے اور کنجی کے بیچ میں لونڈے کے ڈنڑ کی مچھلی دبا کر مسلنا شروع کیا اب یہ کھڑے نہایت اطمینان سے گوشت مسل رہے ہیں لڑکا ہے کہ تلملا رہا ہے جب بیچارا تکلیف سے لوٹنے ہی لگتا ہے اس وقت کہیں جاکر اس چٹکی سے چھٹکارا ہوتا ایک دن شامت اعمال سے مولوی صاحب نے ان کو بھی چٹکی کا شکار کر دیا۔ بھلا ان کی توہین ہو اور یہ خاموش رہیں۔ جاڑے کا موسم تھا، مولوی صاحب ٹھنڈک سے بچنے کے لئے دھسے لے کر آئے تھے دھسہ بچھا کر کرسی کو نرم اور گرم کر لیا تھا مولوی صاحب تو حساب سمجھانے بورڈ پر گئے، یہ چپکے چپکے کنی کاٹے بچتے بچاتے اپنی جگہ سے اتر کر کرسی تک پہنچے، مولوی صاحب کے دھسہ کی اینڈوی بنائی اور وہیں سب کے سامنے کھڑے ہو کر نہایت اطمینان سے اس میں پیشاب کیا اس کام سے فارغ ہو کر پجامہ باندھ اپنی جگہ آ بیٹھے، مولوی صاحب کی ادھر پیٹھ تھی، ان بیچارے کو معلوم بھی نہیں ہوا کہ کیا ہوا اور کیا نہ ہوا بھلا لڑکوں کی کیا ہمت تھی جو کچھ زبان سے نکالتے یا بتاتے، غرض مولوی صاحب حساب سمجھا کر کرسی پر آ بیٹھے، تھوڑی دیر کے بعد سیلن پہنچی اب کبھی یہ پہلو بدلتے ہیں، کبھی وہ۔ غضب یہ تھا۔ کہ کچھ پوچھ بھی نہیں سکتے تھے ڈرتے تھے کہ کہیں لونڈے یہ نہ اڑا دیں کہ مولوی صاحب کا پیشاب خطا ہو گیا آخر گھنٹہ بج گیا جماعت اٹھ گئی اور مولوی صاحب سوچتے کے سوچتے ہی رہ گئے اب اس ہمارے سلطان وقت کے رعب کا اندازہ کر لیجئے کہ یہ معاملہ ساری جماعت کو معلوم تھا مگر راز سلطنت بنا رہا۔ اور کسی کے منہ سے بھاپ تک نہ نکلی۔

جس سال میں اس مدرسہ کی چھٹی جماعت میں پہنچا اسی سال انہوں نے اسکول چھوڑا اور مجھ کو اپنا جانشین مقرر کر کے تخت نشینی کا باضابطہ اعلان کر دیا۔ ایک چھٹی جماعت والے لونڈے کا دلی مدرسہ ہونا تعجب خیز امر ہے بات یہ تھی کہ سلطنت مجھے ارثاً پہنچی سلطان سابق میرے والد کے بیٹے بنے ہوئے تھے اس لحاظ سے انہوں نے تخت سے دستبرداری کر کے اپنے چھوٹے بھائی کو تخت پر بٹھا دیا اور مدرسے کے ہر چھوٹے بڑے کو اچھی طرح سمجھا دیا کہ اگر اس لڑکے کے حکم کی خلاف ورزی کی۔ یا اس کی مخالفت میں علم بغاوت بلند کیا تو مجھے دور نہ سمجھنا جب تک یہ حکومت کے قابل ہو اس وقت تک میں اس کا ریجنٹ ہوں، جیسا مشکل کر دوں گا، مجھے بھی راز ہائے سلطنت سے آگاہ کیا اور ہدایت کی کہ اگر کوئی مشکل ایسی پڑ جائے جس کا حل کرنا دشوار ہو تو بلا تکلف مجھ سے آکر ضرور مشورہ کرنا۔ میں تمہاری مدد کو ہر وقت تیار ہوں لیجئے گیارہ برس کی عمر میں ہم پر سلطنت کا بار پڑ گیا میرا زمانۂ حکومت گو ایسا درخشاں تو نہ تھا جیسا میرے پیشرو کا تھا۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ میں بھی کبھی کسی سے دب کر نہیں رہا مجھ میں اور سلطان سابق میں صرف یہ فرق تھا کہ ان میں صرف شرارت ہی شرارت تھی۔ میں جتنا شرارت میں تیز تھا اتنا ہی پڑھنے لکھنے میں بھی تیز تھا، پانچویں جماعت میں بھی مجھے وظیفہ ملا تھا اور جب تک میں اس مدرسہ میں رہا ہمیشہ وظیفہ لیتا رہا جماعت میں کبھی کسی کو اپنے سے بڑھنے نہیں دیا جب انجام تک میرے تعلیمی کارنامے ہیڈ ماسٹر کے کمرے میں لکھے ہوئے موجود ہیں جا کر دیکھ لیجئے۔ ع ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

میں نے حکومت کا چارج لیا ہی تھا کہ ٹھوکر کھائی میری ہی جماعت میں ایک لونڈا تھا اپنے کو بڑا ہی خوبصورت سمجھتا اور بڑی چٹک مٹک سے چلتا تھا، خیر اس سے تو مجھے کیا غرض تھی، مگر اس میں چغلیاں کھانے کا بُرا مرض تھا۔ اس کے دو چار گہرے دوست بھی تھے، یہ چغلی کھاتا وہ گواہی دیتے ان لوگوں نے دو تین لڑکوں کو بلا وجہ پٹوا دیا، ہماری جماعت کے ماسٹر ایک بنگالی بابو تھے، کالی رنگت، وحشت زدہ شکل۔ فقیروں کا سا لباس بڑی بڑی پریشان سفید مونچھیں، حقہ بہت پیتے تھے اس لئے مونچھیں زرد ہو گئیں تھیں۔ آگے سے اتنی جھکی ہوئی تھیں کہ ہمیشہ آدھی مونچھیں اُن کے منہ میں رہتی تھیں۔ بڑے بیوقوف آدمی تھے اس لڑکے نے جو کچھ جا کر کہا وہ انہوں نے مان لیا۔ پھر کسی سے نہ پوچھتے نہ گچھتے، آخر دوسرے لڑکوں کی مرمت کر دیتے لڑکوں نے مجھ سے آکر شکایت کی مجھے خود اس لونڈے کی باتوں سے نفرت تھی میں نے اس کو حکم دیا کہ یا تو وہ اس طریقۂ عمل کو چھوڑ دے یا مدرسے سے نکل جائے اس نے اپنے دوستوں سے مشورہ کیا، انہوں نے کہا، ابے بکنے دے وہ دن گئے جب خلیل خان فاختہ اڑاتے تھے اب ہم خود ان کو ٹھونک دیں گے خیر کچھ دن یونہی گزر گئے اس لونڈے نے اپنے یاروں کے بل پہ اور ہاتھ پاؤں نکالے اس کی چغلیوں پر دو چار لڑکے اور پٹے

گئے۔ یہ صریحی بغاوت تھی اور مجھے اس کا انتظام کرنا ضروری تھا ایک دن صبح کے وقت مدرسہ کے سارے لڑکے میدان میں جمع تھے میں اپنی فوج کے دو افسروں کو لے کر پہنچا اور اس لڑکے کی ایسی دُرگت کی کہ اس کی ساری جنگ منگ ناک کے رستے نکل گئی، مدرسہ کا گھنٹہ بجا سب اپنی اپنی جماعتوں میں چلے گئے اس لڑکے نے بابو جی سے جا کر شکایت کی، اس کے دوستوں نے گواہی دی بابو جی آگ بگولا ہو گئے بید اُٹھا میری طرف بڑھے میں نے ڈانٹ کر کہا "بس ایک قدم آگے بڑھایا تو اچھا نہ ہوگا" بابو جی وہیں ٹھٹک کر رہ گئے کہنے لگے "تو ہم سے غدر کرتا ہے" میں نے کہا "ہاں غدر کرتا ہوں۔ آپ کو جو کچھ کرنا ہے قلم سے کیجئے۔ اگر ہاتھ اُٹھایا تو ہاتھ توڑ ڈالوں گا" بابو جی منہ میں بڑ بڑاتے بکتے جھکتے ہیڈ ماسٹر صاحب کے پاس پہنچے وہاں جا کر خبر نہیں کیا کہا کہ ہیڈ ماسٹر صاحب نے مدرسہ سے میرا نام کاٹ دیا۔ لیجئے سر منڈاتے ہی اولے پڑے سچ ہے

یہ ایسی مصیبت تھی کہ اس کا حل کرنا میری طاقت سے باہر تھا میں سیدھا اپنے رجمنٹ کے پاس پہنچا، انہوں نے کہا "اونہہ یہ کیا بڑی بات ہے۔ ابھی نام داخل ہوئے جاتا ہے" پھر وہ مجھ کو لے کر مدرسہ آئے، خود مدرسہ کی دیوار پر بیٹھ گئے۔ اور مجھ سے کہا "دیکھو تین بجے ہیڈ ماسٹر صاحب پیخانے جانے کے لئے اپنے کمرے سے نکلیں گے۔ وہ سامنے ان کا پیخانہ ہے جب کرکٹ کے اس چھوٹے میدان کے بیچ میں پہنچیں اس وقت ان کا راستہ روک لینا قلم دوات کاغذ اپنے پاس رکھو۔ جب تک ان سے اپنے داخلہ کا حکم نہ لکھوا لو اس وقت تک ان کو نہ چھوڑنا۔ اگر چھوڑ دیا تو پھر تمام عمر داخل نہ ہو سکو گے" میں نے کہا "آپ خاطر جمع رکھئے اور دیکھتے رہیے میں حرف بحرف آپ کے حکم کی تعمیل کروں گا" یہ کہہ کر میں بورڈنگ میں گیا وہاں سے کاغذ قلم دوات لایا اور مدرسہ کی دیوار پر اپنے رجمنٹ کے برابر ہو بیٹھا تھوڑی دیر کے بعد چپراسی لوٹا لے کر نکلا وہ پیخانہ میں لوٹا رکھ کر واپس جا رہا تھا کہ اس کو میرے دوست نے پکارا۔ ان کی صورت دیکھتے ہی بھاگا ہوا آیا۔ اور کہا "حضور آج آپ کہاں" انہوں نے میری طرف اشارہ کرکے کہا "ان کے ایک کام سے آیا ہوں، آج ہیڈ ماسٹر صاحب کے ساتھ پیخانہ تک کون جائے گا۔" چپراسی نے کہا "میں" انہوں نے کہا "تم پیچھے رہ جاؤ۔ ہیڈ ماسٹر صاحب پکاریں بھی تو نہ جانا خیر یہ کیوں کرو میرے پاس کھڑے رہو جب میں کہوں اس وقت جانا" وہ بیچارا وہیں کھڑا ہو گیا اتنے میں ہیڈ ماسٹر صاحب اپنے کمرے سے نکلے خوب پیئے ہوئے تھے جھومتے جھامتے آہستہ آہستہ جوں کی چال چلتے میدان میں آئے۔ وہ بیچ میدان میں پہنچے تھے کہ میں بھاگا ہوا گیا۔ اور ان کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔ کہنے لگے "ارے بھئی تم کون ہو" میں نے کہا جناب میں اسی مدرسہ میں ہوں چھٹی جماعت میں پڑھتا ہوں۔ آج آپ نے بابو جی کے کہنے سے میرا نام خارج کر دیا ہے میرا نام پھر داخل کر دیجئے نہیں تو میری پڑھائی کا ستیاناس ہو جائے گا کہنے لگے اچھا بھئی اب تو تم جاؤ میں آکر بابو جی سے پوچھوں گا، گھبراؤ نہیں تمہارا نام داخل ہو جائے گا میں نے کہا تو ابھی لکھ دیجئے" کہنے لگے جلدی کیا ہے ابھی دو منٹ میں آتا ہوں یہ کہہ کر ذرا کترا کر نکلنے لگے میں نے ذرا ہٹ کر پھر ان کا راستہ روک دیا اس پر انہوں نے ذرا غصہ ہو کر کہا "تم بڑے شریر معلوم ہوتے ہو۔ جاؤ اب کبھی تمہارا نام اس مدرسہ میں نہیں لکھا جائے گا" میں نے عرض کی "اگر نام نہیں لکھا جائے گا تو میں آپ کو یہاں سے ہلنے بھی نہیں دوں گا۔ انہوں نے چپراسی کو پکارا بھلا چپراسی یہاں کہاں وہ تو دوسری جگہ قید تھا جب اندرونی دباؤ زیادہ پڑنے لگا تو ذرا نرم ہوئے اور کہنے لگے "اچھا بھئی ہم ابھی لکھ دیتا مگر یہاں کاغذ قلم دوات کہاں ہے۔ میں نے جھٹ لکھنے کا سامان نکال کاغذ اور قلم ان کے ہاتھ میں دیا۔ دوات سامنے پیش کی انہوں نے یہ لکھ کر کہ "اس دفعہ معاف کیا جاتا ہے نام داخل کر لیا جائے آئندہ ایسا ہوا تو پھر کبھی معاف نہیں کیا جائے گا۔ کاغذ قلم مجھے دے دیا۔ میں نے کہا جناب اب دوبارہ داخل ہونے کیلئے میں ایک روپیہ داخلہ کہاں سے لاؤں" کہنے "تو پھر تم نہ دو گے تو کیا تمہاری طرف سے میں دوں" میں نے عرض کی "اگر ایک روپیہ عنایت ہو تو بڑی مہربانی ہوگی معلوم ہوتا ہے کہ ان کی حالت کچھ ایسی ناگفتہ بہ ہو رہی تھی کہ انہوں نے زیادہ حجت کرنا خلاف مصلحت سمجھا، جیب سے ایک روپیہ نکال میرے ہاتھ میں رکھا اور سمجھا کہ

ع رسیدہ بود بلائے و لے بخیر گذشت

میں کاغذ لئے ہوئے سیدھا ہیڈ ماسٹر صاحب کے کمرے میں پہنچا وہاں جو منشی صاحب تھے ان کو دیا اور اپنا نام لکھوا جماعت میں آ بیٹھا، ہیڈ ماسٹر صاحب تو پیخانے سے واپس آتے آتے سب کچھ بھول گئے ہاں بابو جی ضرور رنگ لائے ان کا غرور میرے استاد نے توڑ دیا۔ اگر کہا "بابو جی یہ میرا بھائی ہے اگر اس کے خلاف آپ نے کچھ کیا۔ تو میں آپ کی خدمت میں پھر حاضر

ہوں گا۔ یہ تو مدرسہ سے نہیں نکلے گا۔ ہاں آپ کو اپنا بوریا بدھنا باندھنا پڑے گا۔ بابو جی کے مدرسہ میں بھی نکلا۔ آیا یا۔ بابا ظلم ظلم تو کس تیرا کیا بنا؟" اس کے بعد بابو جی کی ہمت نہ ہوئی کہ میرے خلاف کوئی کارروائی کرتے۔ مارنا تو کجا ان سے کچھ بولتے سے بھی گھبراتے تھے۔ یہاں تک دیکھتے رہتے کہ ایک دن خود ان کے لڑکے کو میں نے تھوڑا دبا تو بجائے بابو بلا کر کہنے لگے دبا با۔ تو نے مارا اچھا کیا تیرا بھائی ہے اب نہ مارنا" بہر حال میری جماعت میں دوبارہ آ جانے کے بعد ان میاں جعلو میں کا دم تھا جو مدرسہ میں ٹکے دوسرے تیسرے روز

ہی نام کو ذرا دوسرے مدرسہ میں داخل ہو گئے جیلو خس کم جہاں پاک۔ ان تمام باتوں کا یہ اثر ضرور ہوا کہ میں بھی اپنے آپ کو کچھ سمجھنے لگا۔ اور دوسرے لڑکے بھی جان گئے کہ یہ بلبلا لونڈا نہیں ہے اگر کچھ سر اٹھایا تو ٹھونک ہی دیگا۔ میں نے مدرسہ میں حکومت ضرور کی مگر خدا بہتر جانتا ہے کہ میری شرارت نے میری شرافت کو کبھی نہیں دبایا اور یہ ہمیشہ پیش نظر رکھا کہ صرف شرارت کرنے ہم یہاں نہیں آئے ہیں کچھ پڑھنے بھی آئے ہیں

(باقی کبھی پھر)

فرحت اللہ بیگ

واحدی صاحب کا خضاب

سفید ہو جانے کے بعد بالوں کو سیاہ کر لینا اور ضعیفی کی عمر میں بھی جوان بنے رہنا اچھا ہو یا برا لیکن بہت سی مجبوریوں کی وجہ سے ایسا کرنا ہی پڑتا ہے سرکاری ملازمتوں میں جوانوں کی قدر ہوتی ہے دفتر لاکھوں آدمیوں کو اس بات پر مجبور کر دیتی ہے کہ اگر ان کے قویٰ اچھے ہوں تو خواہ مخواہ بھی سر اور بالوں کے سفید ہو جانے کی وجہ سے حکام کی نظروں میں ذلیل نہ ہو جائیں۔ اکثر اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ عین جوانی ہی میں کسی اتفاقی سبب سے بال سفید ہو جاتے ہیں اور چونکہ طبیعت پر فکر کے مخالف ہوتے اسکے اور جو تجربہ ہوتا ہے اس سے یہ سفید بال بہت ہی اذیت دہ نظر سے معلوم ہوتے ہیں اور حقیقتاً دہ بال جان ہو جاتے ہیں ایسے حالات میں جب انسان خضاب کے استعمال پر مجبور ہو جاتا ہے تو اسے یہ فکر لاحق ہوتی ہے کہ خضاب کی لاتعداد قسموں میں سے جن کے اشتہارات رات دن اس کی نظر سے گزرتے رہتے ہیں کون سے خضاب کو لینے کی تجویز کرے کسی خضاب میں یہ عیب ہوتا ہے کہ بالوں پر قدرتی رنگ نہیں آتا اور کچھ بال ابھی کم سفید نہیں ہوتے ہیں تو خضاب کی بدولت ان میں ایک بدرنگ سا پیوند لگ جاتا ہے کسی خضاب کا لگانا صندل کے تختے اور لگانے کی طرح اچھا خاصا ایک دردسر ہوتا ہے اور اتوار کا ایک چھٹی کا دن پورا کا پورا اسی کی نذر ہو جاتا ہے کسی خضاب کے اجزا ایسے خراش دار ہوتے ہیں کہ ادھر خضاب لگایا اور ادھر تمام چہرہ اور سر سوج کر کپا ہو گیا۔ بہر حال کم سے کم میں دم کر زیادہ الگ خضاب بڑے خوش رنگ ہوتے ہیں لیکن بالوں کے ساتھ ساتھ جلد کو بھی بالکل سیاہ کر دیتے ہیں اور خضاب کا لگانا صحیح معنوں میں روسیاہی کا مترادف ہو جاتا ہے غرضیکہ ایک ایسا خضاب جو ان تمام عیوب و نقائص سے پاک ہو ذرا مشکل ہی سے دستیاب ہوتا ہے اور بعض اوقات اس کی تلاش میں انسان کو سرگرداں اور پریشان رہنا پڑتا ہے۔ واحدی صاحب کے خضاب کا نام تو لاجواب نہیں ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ لاجواب ضرور ہے۔ خضاب کی جن خرابیوں کا اوپر ذکر ہو چکا ہے وہ ان سب سے پاک ہے اور صرف پانچ منٹ میں انسان کی وجاہت اور صورت میں کامل انقلاب پیدا کر دیتا ہے پیری اور جوانی کی صبح منٹوں میں جوانی کی رات سے بدل جاتی ہے اور اگر لوگ پہلے آپ کے سفید بال نہ دیکھ چکے ہوں تو ہرگز ہرگز کبھی اور کسی حالت میں بھی انہیں یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ آپ کے بالوں کا رنگ اصلی نہیں ہے واحدی صاحب کے خضاب کا لگانا خدا نخواستہ جلد کو اس سے نقصان نہیں پہنچتا پانچ منٹ سے زیادہ وقت نہیں لیتا اور سب سے بڑھکر یہ کہ اس میں وہ سڑی ہوئی بدبو نہیں ہوتی جو بعض خضابوں کی امتیازی خصوصیت ہے۔ واحدی صاحب کا خضاب ایک شیشی میں دو ڈھائی مہینے کے لائق ہوتا ہے قیمت فی شیشی بارہ آنے (۱۲) محصول پانچ آنے (۵)

واحدی صاحب کے خضاب کے متعلق جناب مولوی محبوب علی صاحب بی اے انسپکٹر آف اسکولز ریاست گوالیار کی رائے

واحدی صاحب السلام علیکم۔ آپ کا خضاب میں نے استعمال کیا اس خضاب سے بالوں میں قدرتی سیاہی آ جاتی ہے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ خضاب لگایا گیا ہے وقت بھی بمقابلہ اور خضابوں کے کم صرف ہوتا ہے البتہ جلد پر دھبہ اگر احتیاط نہ برتی جائے تو ضرور آ جاتا ہے یہ دھبہ بھی ایک دن میں جاتا رہتا ہے مجھے اس خضاب سے کوئی نقصان نہیں دیا۔ محبوب علی

ملنے کی ایک صورت دھمی پانی میں بھگو کر اور اسے صابن پر رگڑ کر جہاں دھبہ آئے وہاں دھبہ آتے ہی مل لیا کیجئے دھبہ فوراً جاتا رہے گا۔ واحدی[12]

ملنے کا پتہ:- مینیجر رسالہ نظام المشائخ۔ دہلی

ایک ترجمہ والا معجز نما قرآن شریف چوتھائی ہدیہ میں

ابھی جنگ عظیم کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ ۱۹۱۷ء میں معجز نما ایک ترجمہ والا اچھوتی تقطیع کا قرآن شریف جب پہلی مرتبہ چھپا تھا تو چھ روپیہ ہدیہ تھا - خدا کے فضل سے اب بھی ہزاروں بھائی زندہ موجود ہیں جو اس کے شاہد ہیں - تدریجاً اس کا ہدیہ کم ہوتا گیا - یہ قرآن شریف وہی ہے اور اسی سال چھپکر آیا ہی - اس کے پورے صفحہ کا نمونہ نیچے موجود ہے - دیکھئے اور تعجب کیجئے کہ اب یہ قرآن شریف دفتر رسالہ نظام المشائخ سے مجلد صرف ایک روپیہ آٹھ آنے میں ملتا ہے جو ابتدائی اصل کا چوتھائی ہدیہ ہے - لاگت سے کم ہدیہ ہے - موقع ہے - لوٹ لیجئے - پھر یہ نعمت اس قیمت میں کہاں - دوستوں کو - اعزا کو - محلہ والوں کو بھی خبر کر دیجئے - یقین فرمائیے کہ یہ ہدیہ بار بار نہیں ہوگا - ذرا اسکی کتابت - تفسیر ترجمہ پر نظر ڈالئے اور حساب کر لیجئے کہ ایک روپیہ آٹھ آنے میں یہ قرآن شریف ملنا حیرت میں ڈالتا ہے - اس کی تفسیر بڑی تقطیع والے قرآنوں سے بھی زیادہ ہے جو بیس عربی اردو تفاسیر کا عطر ہے - ترجمہ بامحاورہ سلیس حضرت علامہ اشرف علی صاحب محدث تھانوی کا ہے - چھپائی بہت صاف اور اعلیٰ ہے - حاشیہ ہے - مجلد ہے -

اکہتر صفحے سے زائد ضخامت ہے - ابتدا میں ایک بسیط مقدمہ ہے جس کے پانچ حصے ہیں -

(۱) حضرت آدم سے لیکر تمام پیغمبروں کی سوانحعمریاں اور انکی اُمتوں کے حال - اسلام سے قبل عرب کی تمام قدیم قوموں کی تاریخ ہے اور رسول کریم کی پیدائش سے لیکر وفات تک کی مفصل سوانحعمری اور اُن تمام لڑائیوں کی تفصیل جو کفار عرب نے آپ کے خلاف لڑیں - بعد میں خلفائے راشدین رضہ کے کامل حالات - حصہ دوم میں فضائل قرآن اور حصہ سوم میں تمام خاندانوں کے سینہ بسینہ اعمال قرآنی درج ہیں - علاوہ اس کے ہدیہ [illegible]

مجلد چرمی پشتہ ایک جلد [illegible]

" چرمی کامل نقرئی کام [illegible]

" ۵ جلد بلا جلد چھ روپے [illegible]

مجلد ۵ جلد چرمی پشتہ [illegible]

" ۵ جلد مجلد چرمی کامل [illegible]

اس سے زائد کی کوئی رعایت نہیں - مجلد [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

ملنے کا پتہ

منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

فائدہ: اللہ کے احسان سے شکر کی اور جو تکلیف تھی اُس کو شیطان کی طرف منسوب کیا تاکہ بھائیوں کو صدمہ نہ ہو اور مجمل سنایا - اگلے زمانہ میں سجدہ کرنا آپس کی تعظیم میں فرشتوں نے آدم کو سجدہ کیا تھا اللہ نے وہ رواج اب موقوف کیا (و ان المساجد للّٰہ) (یعنی مسجدوں کا کل حقوق خدا کیلئے محفوظ ہیں) اس وقت پہلے رواج پر چلنا ایسا ہے کہ کوئی بہن سے نکاح کرے کہ آدم کے وقت ہوا تھا ۱۲ موضح القرآن

ف: یوسف کو سترہ برس کی عمر میں بھائیوں نے کنوئیں میں ڈالا اور چالیس برس تک باپ سے بچھڑے رہے چوبیس برس تک حضرت یعقوب کے ساتھ مصر میں رہے حضرت زلیخا سے نکاح ہوا جن سے دو لڑکے ایک لڑکی ہوئی یعقوب کی وفات کے بعد تئیس برس زندہ رہے ایک سو بیس برس کی عمر پائی جب دنیا کی تکلیف اور راحت بچھڑوں سے ملنا اور ذلت اور بہت سے دوستوں کے انتقال کے انقلابات آپ پر گذر چکے تو اب دنیا سے دل اُٹھ گیا اور خدا سے دعا کی کہ تو نے مجھ کو حکومت دی بادشاہ مصر کا مختار کل بنایا خواب کی تعبیر کا علم دیا اور بہت کچھ احسان کیا اب تو مجھ کو ایمان کے ساتھ اٹھا لے اور اُن نیک لوگوں میں جنسے ملنے کی مجھ کو آرزو ہے ملا دے - اس کے چند روز بعد آپ کا انتقال ہو گیا - حسن عقیدت کی وجہ سے اہل مصر نے آپ کی نعش کو سنگ مرمر کے تابوت میں رکھ کر دریائے نیل کے وسط میں ایک ٹیلے پر دفن کیا تاکہ اس کی برکت سے نیل کے ذریعہ تمام مصر سیراب ہو تا رہے - یوسف نے بنی اسرائیل کو ہدایت کی تھی کہ جب خدا کے وعدے کے مطابق تم مصر سے شام کو جاؤ تو میرے تابوت کو اپنے ساتھ لیکر یعقوب کے پاس دفن کرنا - جب چار سو برس بعد موسیٰ مصر سے بنی اسرائیل کو لیکر چلے تو آپ کے تابوت کو بھی اپنے ساتھ لیتے گئے اور حضرت یعقوب کے پاس دفن کیا - یعقوب کا بھی جب مصر میں وفات کا وقت آیا تھا تو یوسف کو وصیت کی تھی کہ مجھ کو ملک شام میں لیجا کر ابراہیم کے پاس دفن کرنا - چنانچہ یوسف نے ایسا ہی کیا - جنانچہ کیساتھ یوسف کے علاوہ بعض عزیز بادشاہ مصر کے حکم سے شامل ہو گئے تھے - یعقوب کی لاش مبارک ملک شام پہنچی تو وہیں وفات آپکے بھائی حضرت [illegible]

[illegible]

صحت نما ۲ مُہری مجلد اس سال کا سب سے زیادہ مقبول بچوں کی سمجھ کے موافق خاص طور سے لکھوایا گیا ہے اور ہر مکتب میں اب یہی پڑھایا جاتا ہے کیونکہ دہلی کے مطبوعہ تمام قرآنوں میں سب سے سستا اور سب سے بہتر لکھا ہوا ہے۔ بورے چمڑہ کی جلد نقرئی جالدار ہے اور صحت کے لحاظ سے دہلی کے ہر قرآن سے بالا ہے۔ ھدیہ فی جلد مجلد چھ

بے ترجمہ لا ثانی قرآن مجید بیحد خوشنما ایک روپیہ دو آنے۔ محصول ڈاک ۱۳ر پانچ جلد پانچ روپیہ محصول ڈاک ۱۱ر۔ مینیجر نظام المشائخ دہلی

(نمونہ ملاحظہ فرمائیے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ①

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ

الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ

مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ② وَاٰتَیْنَا مُوْسَی

الْکِتٰبَ وَجَعَلْنٰہُ ھُدًی لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ

دُوْنِیْ وَکِیْلًا ؕ ③ ذُرِّیَّۃَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ؕ اِنَّہٗ کَانَ

چھپا لوٹے اولیائے کرام کے حالات ان کی کرامات ان کے خوارق ان کی تعلیمات ان کی والہانہ تبلیغ اسلام، ان کے اسرار باطنیہ ان کی اہمیت کا انکشاف اس کتاب سے ہوتا ہے۔ اس کا نام بھی تذکرۃ الاولیاء ہے۔ یہی وہ کتاب ہے جس میں اکابر اولیاء اللہ کے حالات ہیں۔ اس میں ہندوستان کے بھی ہیں اور ایران کے بھی۔ عراق کے بھی ہیں اور شام کے بھی۔ حجاز کے بھی ہیں اور یمن کے بھی۔ مشرق قریب کے بھی ہیں اور بعید کے بھی۔ یہ کتاب خدا رسیدہ لوگوں کا سچا آئینہ ہے۔ بڑی تقطیع کے ۸۰۰ صفحات۔ قیمت مجلد صرف ؏ محصول ڈاک ۱۱ر۔ کل ؏۱۱ر

مولانا حافظ احمد سعید صاحب ناظم جمعیتہ علماء ہند کی مذہبی و علمی کتابیں

تقریر سیرت وہ بلند پایہ علمی و دینی کتاب ہے جو دو سو صفحات پر رسول پاک کی سیرت کے متعلق مولانا کی ایک طویل شیریں تقریر چھپی ہوئی ہے۔ تقریر کیا ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شریعت حقہ اسلامیہ کے رموز کا ایک بے پایاں اور متواج سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ اپنے مخصوص دلپسند انداز میں مولانا نے سیرت پاک کے مختلف پہلوؤں پر ایسی روشنی ڈالی ہے کہ اگر حقیقۃً مسلمان اس کتاب کو پڑھیں اور سمجھیں تو انکی ساری مصیبتوں کا علاج ہو جائے۔ وقت کا کوئی ایک اہم مسئلہ بھی تو نہیں جو مولانا نے چھوڑا ہو۔ قیمت فی جلد ایک روپیہ ۱ؔعہ

خاموش تبلیغ ایک قصہ کے پیرایہ میں موعظت و حکمت کا ایک دریا ہے۔ اس میں اصول تجارت۔ ہندو مسلم اتحاد کی حقیقت۔ دار الحرب کی تعریف۔ بنکوں سے سود کا حکم۔ انگریزی تعلیم اسلامی تبلیغ وغیرہ پر بڑی سیر حاصل اور مفید مطلب بحث کی گئی ہے۔ قیمت فی جلد ۱۲ر

جنت کی کنجی یہ کتاب حقیقت میں جنت کی کنجی ہی ہے۔ اعمال صالحہ پر جنت کی بشارت کے سلسلہ میں ۲۳۵ احادیث کا ترجمہ درج کر دیا ہے۔ قیمت فی جلد ؏

دوزخ کا کھٹکا اس کتاب میں حضرت مولانا نے وہ تمام احادیث جمع کر دی ہیں جنمیں برے اعمال کرنیوالوں کو جہنم کا خوف دلایا گیا ہے۔ جا بجا عنوانات بھی قائم کر دیئے ہیں تاکہ مطالعہ میں آسانی ہو۔ اس میں بھی ۲۸۲ احادیث کا ترجمہ درج ہے۔ قیمت فی جلد ؏

پاک زندگی میں سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضور آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگیوں کو مولانا نے ایک عجیب انداز میں پیش کیا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے مسلمان اپنی زندگیوں میں پاکیزگی اور صحیح اسلامیت پیدا کر سکتے ہیں۔ قیمت فی جلد صرف چار آنے (۴ر)

سب کتابیں ملنے کا پتہ:- مینیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

تکلیف

عام طور سے بے زری کو بہت بڑی تکلیف خیال کیا جاتا ہے اور اردو کے ایک مشہور شاعر نے تو اس پر اپنی مہر تصدیق لگا دی ہے جو ضرب المثل بن گئی ہے

تنگدستی اگر نہ ہو غالبؔ   تندرستی ہزار نعمت ہے۔

مگر یہ صحیح نہیں، تندرستی تنگدستی کی حالت میں بھی ہزار کیا اصل نعمت ہے اور عدم تندرستی اوّل درجہ کی تکلیف۔ بے زری اس کے سامنے کچھ نہیں۔ ذی ہوش لوگ بھی تقلید عوام میں پھنس جایا کرتے ہیں یا سطحی غور پر بھروسہ کر کے جو چاہتے ہیں کہہ دیتے ہیں۔ البتہ تندرستی کے بعد تنگدستی کا درجہ ہے گویا تنگدستی دوسرے نمبر کی تکلیف ہے پھر بیوی بچوں عزیزوں دوستوں سے محرومی تیسرے نمبر کی تکلیف ہے یہ تین تکلیفیں اگر کسی کو نہ پہنچیں تو دنیا کی شہنشاہی اس کے سامنے ہیچ ہے۔ لیکن آج تک کوئی شخص ایسا نہیں گزرا جس نے ان تینوں میں سے ایک دو کا مزا نہ چکھا ہو، عقل بتاتی ہے کہ تکلیف کے جال سے بچنا محال ہے، ہاں جنہوں نے اس سے بچنے کی غیر معمولی تگ و دو کی وہ تکلیف مجسم یا نفس تکلیف بن کر رہ گئے، مثلاً طبقہ امراء کو لیجئے چونکہ تنگدستی کو پہلی اور بنیادی تکلیف سمجھا جاتا ہے اس لئے لوگوں نے اسے دور کرنے اور طبقہ امراء میں داخل ہونے کی سب سے زیادہ کوشش کی ہے مگر ان کا حال کیا ہے وہ روپے کے سوا ہر شے کے محتاج ہیں۔ بلکہ روپے کے بھی اپنے تئیں انہوں نے روپے لیں دین کر لیا ہے، وہ روپے کی قبر میں دفن ہیں، سنہری جھول اُن پر سے اتار لی جائے تو اندر سے صفر نکلے پرستش ان کی نہیں ہوا کرتی۔ لکشمی کے پجاری ان میں لکشمی کی جھلک پاتے ہیں، اور سجدہ کے بل گر پڑتے ہیں ورنہ ان سے بڑھ کر دوامی تکلیف میں تو لاوارث فاقہ زدہ بڈھے بھی نہیں رہتے۔

یہ جب آراستہ کمروں میں بیٹھ کر پکارتے ہیں "کوئی ہے" اور جواب ملنے میں دیر لگتی ہے تو ان کا خون کھول جاتا ہے، ایک دن کھانا نہ ملے تو بس۔ پھر انہیں دیکھو۔ ذرا مزدور منزل پر فرش پر بیٹھے پاؤں رکھ دیں۔ آنکھ ملا کر بات کر لیں تو قیامت میں فرق آتا معلوم ہو۔ دھوبی کپڑے نہ دھوئے۔ سقہ پانی نہ بھرے، کسی جانور کو مان پر بن گئی۔ صبح ہی صبح اطلاع مل جائے کہ کل جوتے صاف کرنے والا بیمار ہے یا باورچی

کی ماں مل بسی۔ گرجوان گاڑی سے گر پڑا۔ پھر ان سے اٹھایا نہ جائیگا غرض تکلیف سے بچنے کی غیر معمولی تگ و دو نے انسان کو نفس تکلیف بنا دیتی ہے غیر معمولی تگ و دو کہہ رہا ہوں معمولی نہیں معمولی تو لازمی ہے فطرۃ کا تقاضا ہے کہ تکلیف مٹے اور راحت ملے یعنی ہم خود تکلیف کو دور نہ بھی کریں تو بھی وہ دور ہوگی اور راحت آئے گی ہماری خلقت اور طبیعت اس پر مجبور ہے کہ تکلیف و راحت کا چکر چلائے یہاں کی زندگی میں اس سے نجات ممکن ہی نہیں۔

قید حیات و بند غم اصل میں دونوں ایک ہیں،
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں،

غم سے نجات پانا جب اتنا مشکل ہے کہ قطعی نجات ہو ہی نہیں سکتی۔ غم ہی نہیں خوشی سے بھی خوشی کو بھی مستقلاً چھوڑ دینا ہمارے بس کی بات نہیں ایک تکلیف کا کمال ہوتا ہے۔ یا ایک تکلیف کی حد خاتم آتی ہے اور فوراً راحت شروع ہو جاتی ہے گویا انتہائے تکلیف کا نام راحت ہے اور انتہائے راحت کا نام تکلیف۔ تکلیف و راحت صرف انقلاب میں ہے بعد ازاں مساوات واقعتہً اس ظرف میں ان کا تحقق نہیں ہوا۔ تو راحت کے حصول اور تکلیف کے دفعیہ کو طبیعت اور فطرۃ پر چھوڑ کر ہمیں ان کے اسباب و مبادی کی طرف متوجہ ہونا چاہیے طبیعت اور فطرۃ کو بھی اس واسطے چھوڑ دو کہ تکلیف و راحت محسوس اور معلوم کرنا قوائے طبیعی و فطری (سامعہ۔ ذائقہ۔ لامسہ۔ باصرہ شامہ جس مشترک۔ وہم وغیرہا) کا ہی کام ہے اور علم کے بغیر عمل عقل یعنی تفکر جاری نہیں رہ سکتا اس سے بھی ثابت ہوا کہ تکلیف و راحت کا دور مادام الحیات چلنا چاہیے تاکہ ان پر تفکر جاری رہ سکے۔ اور وہ تفکر کیا ہے یہ کہ تکلیف و راحت اس طرح ہمیں کس مطلب سے گھیرے ہوئے ہیں ان کا مبدا کہاں ہے اور انتہا کیونکر پائیں۔

میں پہلے بھی ایک دفعہ ایک مختصر نوٹ میں لکھ چکا ہوں کہ یہاں کی تکلیفیں اور راحتیں عقبیٰ کی تکلیفوں اور راحتوں کا نمونہ ہیں، ہیں ان سے تمہیں وہاں کی تکلیفوں اور راحتوں کا تھوڑا سا اندازہ ہو سکتا ہے بشرطیکہ اس نظر سے ان کا مطالعہ کرو۔

اندازہ کے بعد عقل حقیقی تکلیف سے نجات اور حقیقی راحت

کے حصول کے ذریعے ہوگی۔ بالکل اسی طرح جیسے فطرۃ کا غیر حقیقی تکلیفوں اور غیر حقیقی راحتوں کے ساتھ عمل ہے۔
اندازہ کے بعد عقل حقیقی تکلیف سے نجات اور حقیقی راحت کے حصول کے ذریعے ہوگی۔ بالکل اسی طرح جیسے فطرۃ کا غیر حقیقی راحتوں کا عمل ہے۔
فطرۃ و عقل کے فرائض کی تکمیل ہونے ہی روح کا کام شروع ہوجاتا ہے اور روح ہی سے ہم حقائق کا عرفان حاصل کرسکتے ہیں۔
آخر میں مجھے آپ کو ایک خاص امر کی جانب توجہ دلانی ہے اور وہ یہ ہے اس مضمون کی وجہ تحریر ہے جبکہ تیس بائیس برس قبل جبکہ میں اس عمر میں قدم رکھ رہا تھا جب ہوش سنبھال لیتے ہیں میں نے ایک میتر کو وہاں کو دیکھا اپنے پھاٹک کے آگے کھڑا اللہ کو برا بھلا کہہ رہا ہے (نعوذ باللہ) میں تو کیا پوچھتا علامت ہوئی وہاں جمع ہوگئی تھی اس کی کاہلوسی سے عقدہ کھلا کہ قوال صاحب کے جوان بیٹے کا انتقال ہوگیا ہے اور اس بے اختیار نحش بک رہے ہیں۔
آج ان کی ہڈیاں بھی باقی نہ ہوں گی خدا انہیں معاف فرمائے ان کا ذاتی کردار ہی نہیں مال و دولت جو انہوں نے اولاد کی خاطر نہ جانے کیا کیا جتن کرکے جوڑا تھا سب رخصت ہوگیا۔ اور اب اولاد عیش و عشرت سے ذرا ہٹ کر خستہ و خواری بھرتی ہے۔
آج یہ سارے سوانح میری نگاہ میں پھر گئے اور سناٹا سا آگیا۔ تم سمجھے کہ قوال بیٹے کی موت سے اس قدر متاثر کیوں کیوں ہوا۔ تو ان بیٹے کیا کسی کے مرتے نہیں۔ ہاں اس کا پہلا بیٹا تھا اور اس نے پچپن برس میں پہلی ہی بار اب صدمہ اٹھایا تھا اسے کوزائی کے سبب ہمیشہ غضبناک رہنے کی عادت رہی۔ ادنیٰ سی تکلیف پر وہ دوستوں اور عزیزوں کو سمکڑی سنا دیتا تھا۔ غدر کے بعد کی قوالی۔ باندی بندی پھولی۔ جہیتی جہاں متعین ہوگیا سیٹھ ساہوکار امیر رئیس۔ شریف نجیب ہاتھ باندھے حکومت کو حاضر ہائے شہر کا نیا بچہ لرزے۔ "وہ اسے ہو" اس کی اس وقت تک زبان زد خلائق ہے جب فاصلہ سے آدمی کو پکارتے "اے ہو ٹھہرو" تو آدمی کی روح تحلیل ہوجاتی لیکن ان کا حشر کیا خراب رہا وہ اس بھول میں پڑ گئے تھے کہ میں فقط راحتوں ہی کے لئے پیدا ہوا ہوں اور پیدا کرنے والے کو بھی حق نہیں کہ وہ میری مرضی کے خلاف کوئی کام کرے فاما الانسان اذا ما ابتلٰہ ربہ فاکرمہ ونعمہ فیقول ربی اکرمن واما اذا ما ابتلٰہ فقدر علیہ رزقہ فیقول ربی اھانن۔ جب انسان کو اس کا رب آزماتا ہے اسے عزت نعمت دیتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے میرا اکرام کیا (یعنی میں اسی کا اہل و مستحق ہوں) اور جب اس پر دوسری آزمائش آتی ہے۔ اس کے رزق میں تنگی کی جاتی ہے تو وہ کہتا ہے میرے رب نے میری توہین کی (یعنی میرے شان کے منافی مجھ سے برتاؤ کیا)
اب تو حضرات معمولی معمولی تکلیفوں پر منہ بنالینے میں تردد کے خفیف نعرے جو لگ جاتے ہیں نزلہ اور بخار جھنجھلا چڑچڑا کر دیتا ہے۔ ایک وقت کی بھوک انہیں اللہ کا ناشکر گذار بنا دیتی ہے بچوں کی موت پر وہ زمین و آسمان اٹھا لینے میں ان پر کیا بیتے گی جب خود ان کا بلاوا آئے گا۔ وہ جب چلو چلو کا حکم سنیں گے ان کی روح جب بدن سے کھنچی جائے گی اور انہیں ایسی تکلیف ہوگی گویا وہ ایک نہین کپڑا ہیں اور کوئی انہیں کانٹوں میں ڈال کر گھسیٹ رہا ہے اور وہ چیتھڑے چیتھڑے ہوئے جاتے ہیں
وہ اس گھڑی تکلیف کا استقبال کس طرح کریں گے تکلیف دینے والے کو کہیں گے تکلیف دینے والے سے انہیں محبت رہے گی یا نفرت ہوجائے گی اور کیا اس نفرت کا ہوجانا ہی بے ایمان مرنا نہیں ہے
بھائیو! ایمان دار مرنا منظور ہے تو عارضی تکلیف و راحت کی بھول بھلیاں سے باہر آؤ، مصیبتوں کا مقابلہ کرو اور سب سے بڑی تکلیف کے لئے طیار رہو اور ہم نے تجربہ کیا ہے کہ بڑی تکلیف کے بعد بڑی راحت ہوتی ہے لہذا سب سے بڑی تکلیف کے بعد سب سے بڑی راحت ملے گی۔

عبیدہ واحدی

شرح مثنوی مولانا روم

مثنوی شریف کی جلالت شان محتاج بیان نہیں۔ یہی وہ کتاب ہے جو عالم تصوف کی جان ہے۔ یہی وہ کتاب ہے جو تشنہ کامان طریقت کو جام معرفت پلاتی ہے۔ یہی کتاب ہے جس نے دنیائے تصوف شرق سے غرب تک اور شمال سے جنوب تک سیراب کر رہی ہے۔ کوئی صوفی صافی ایسا نہیں جو اس کتاب سے مستغنی ہو۔ صوفیوں کو اسکی ضرورت ، فاضلوں لیکچراروں، مقرروں اور اڈیٹروں کو اسکی ضرورت۔ غرضکہ ہر قسم کے لوگوں کو ہر گھر میں اسکی ضرورت ہے۔ ضخامت ..۵ صفحات قیمت ۱۲ محصول ۱۲ کل ۱۳

تذکرہ اولیائے ہند کامل

اس میں ہندوستان کے سات سو اولیائے کرام کے حالات و کشف و کرامات چھاپے گئے ہیں۔ یہ وہ کتاب ہے جس کا ایک زمانہ مشتاق تھا اور اب جس کے مطالعہ سے طبیعت کبھی سیر نہیں ہوگی۔ تین حصوں میں تقسیم ہوئی ہے۔ زبان سلیس اردو۔ کاغذ سفید۔ قیمت چار روپے

رعایتی

تین روپے آٹھ آنے

علاوہ محصول

نماز کی پانچ کتابیں

یہ کتابیں نمازیوں کی ذہنیت اور مذہبی یگانگی کو مدنظر رکھکر لکھوائی گئی ہیں اور اسقدر مقبول ہوئی ہیں کہ سال بھر میں ۶ ایڈیشن نکل جاتے ہیں (۱) نماز کی حقیقت و فلسفہ عجیب و غریب کتاب ہے (۲) ترغیب نماز اس میں نمازیوں اور بے نمازیوں کی جزائیں اور سزائیں ہیں (۳) نمازوں کی کتاب اسمیں نماز پڑھنے کی تمام ترکیب و دعائیں ہیں (۴) نمازیوں کی کہانیاں یہ کتاب پڑھکر نماز پڑھنے کی خوب ترغیب ہوتی ہے (۵) نماز و مسائل جمعہ۔ اس میں جمعہ کے تمام مسائل و ترتیب وغیرہ ہیں پانچوں کی قیمت ایک روپیہ ہے۔

محصول سات آنے

نماز کے پورے مسائل

آپ کو ایک ہی جگہ کسی کتاب میں مل سکتے ہیں تو وہ صرف ارکان دین ہے جس کے پڑھنے سے نماز کی ذرہ ذرہ کیفیت معلوم ہو جاتی ہے اور کوئی چھوٹے سے چھوٹا مسئلہ بھی ایسا نہیں ہے جسکا حال اس کتاب میں نہ ہو۔ غرضکہ نماز پڑھنی ہے تو یہ کتاب ہی خرید لیجئے۔ اسکو پڑھ لینے کے بعد آپ نماز کے ہر بڑے چھوٹے مسئلہ سے واقف ہو جائینگے۔ کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اس سے کیجئے کہ ہر سال دس ہزار چھپتی ہے۔ یہ ایڈیشن مصنف نے بعد نظر ثانی خود چھپوایا ہے۔ ۲۵۰ صفحات قیمت مجلد

دس آنے

قاعدہ یسرنا القرآن

قرآن شریف پڑھانے کا وہ مقبول عام اور بہترین قاعدہ جو ہر سال میں تین چار لاکھ سے زیادہ چھپتا ہے اور جو مدارس اسکی خوبیوں سے واقف ہیں وہ اسی کو منگاتے ہیں۔ بہت ہی آسان قاعدہ ہے۔ اس میں سب سے بڑھ کر کتابت کی خوبی ہے یعنی نقطے، زیر، زبر، پیش اور حروف مرکبات کو پہچان لینے کے بعد بچے قرآن شریف پڑھ لینے میں ذرا بھی دقت نہیں ہوتی۔ مصنف کا دعویٰ ہے کہ یہ قاعدہ پڑھ لینے کے بعد صرف چھ مہینے میں بغیر استاد کی مدد کے بچہ پورا قرآن شریف پڑھ لیتا ہے۔ ۴۶ صفحات۔ فی جلد تین آنے (۳) ایک روپیہ (عہ) کے آٹھ عدد۔

علاوہ محصول

مناجات مقبول

۱۹۲ صفحے کی مجلد کتاب ہے۔ ترجمہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب۔ دعاؤں کی مقبول کتاب ہے۔ اول سات دن کی اردو نظم میں بہت ہی مؤثر مناجاتیں ہیں۔ دعا مانگنے کا طریقہ۔ اور اولیائے عظام کی قبولیت دعا کی حکایتیں پھر قرآن شریف سے سات دن کی اولیائے کرام کی مجرب دعائیں جنکو مولانا اشرف علی صاحب نے جمع کیا ہے پھر استعاذہ منزل۔ پھر دعائے بعد استعاذہ و شجرہ امدادیہ نظم مترجم و درود شریف منظوم منظومہ مولوی اشرف علی صاحب بہت مؤثر انداز میں بیان کی گئی ہیں۔ لاکھوں مسلمان اسکے زیر عمل ہیں۔ قیمت

مجلد ۶ محصول ۶

زیارت رسولؐ

تاجدار مدینہ کی موہنی صورت دیکھنے کو کون ایسا ہے جو شیدا نہوگا۔ بہت کم لوگ ہیں جو سعادت زیارت حبیب سے مشرف ہوئے ہونگے۔ خوشا نصیب زہے طالع۔ حضرت مولانا مولوی احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند کو خدا اجر خاص عطا فرمائے کہ انہوں نے زیارت رسول کریم کا طریقہ عام کر دیا اور درود شریف کے وہ وِرد اور اوراد و وظائف بتلائے ہیں جن سے زیارت رسولؐ یقینی ہو جاتی ہے چنانچہ اسی نام سے حضرت ممدوح کی ایک کتاب شائع ہوئی ہے جس میں درود شریف کی برکات و فضائل ہیں۔ قیمت

آٹھ آنے (۸)

فالنامہ ناصری

ہر کام شروع کرنے سے پہلے احسن طریقہ یہ ہے کہ استخارہ کر لیا کریں تا کہ اسکا انجام اگر معصیت ہو تو اسکا ترک کر دیا جائے۔ اس میں حضرت شیخ محی الدین ابن عربی کی کتاب ستارہ قرآنیہ کا ترجمہ ہے اور اسکے علاوہ قرأۃ الانبیاء، فالنامہ پیغمبران، فالنامہ اولیائے کرام، فالنامہ غوث الاعظم، فالنامہ دیوان حافظ، فالنامہ مثنوی شریف شامل کر دیا ہے۔ یہ فالنامہ بہت ہی مقبول ہے۔ ابتک اس میں ایسے ٹھیک جواب ملتے ہیں جو شاید ہی اور فالناموں میں ہوں اس لئے بہت فروخت ہوتا ہے۔ اب نیا علم قیافہ کا اضافہ ہے اور قیمت

صرف آٹھ آنے محصول ۶

استاد مرغی خانہ

یہ جدید الطبع مرغیوں کی تجارت اور انکی پرورش سکھانے والی تین سو صفحہ کی کتاب ہے اور جس میں اہم مضامین ہیں علاوہ مرغیوں کی پرورش کے کبوتروں، بطخوں کی پرورش و تجارت کی راہیں بھی اس کتاب کے ذریعہ ملتی ہیں۔ یہ تمام پچھلی کتابوں سے بہتر کتاب ہے کیونکہ اسکا ہر بیان تجربہ کے بعد لکھا گیا ہے اس میں ان مرغیوں کے حالات بھی ہیں جو سنہ سے اسوقت تک نئی قسم کی لائی گئی ہیں یا جدید طریقہ اصلاح نسل ہیں تمام بیماریوں کے علاج ہیں اور ہر موسم میں ترکیب پرورش ہے۔ قیمت صرف ایک روپیہ چار آنے

محصول ایک آنہ کل ...

صابر بیبیاں

نعت وعظ سعید حضرت مولانا مولوی احمد سعید صاحب کی تازہ تالیف ہے۔ ممدوح نے اس کتاب کو لکھ کر عورتوں پر بڑا احسان کیا ہے۔ آجکل کی عورتیں بہت بے صبر ہیں اسی وجہ سے انکی خانگی زندگی بہت بے چین گزرتی ہے۔ اس میں حضرت آسیہ، حضرت مریم اور امہات المومنین کے علاوہ صدہا دیگر خواتین کے صبر کے حالات ہیں۔ اسمیں نہ صرف حکایتوں کا لطف آتا ہی بلکہ ہزارہا مسائل بھی عورتوں کو معلوم ہو جاتے ہیں۔ ہر مرد اپنی بیوی کو یہ کتاب پڑھائے سنائے تو اس سے گھر کی خامیاں دور ہو جائیں۔

قیمت بارہ آنے (۱۲)

استاد عربی

اب تو اکثر مدارس میں داخل نصاب ہے اور متعدد اساتذہ نے صرف اسکی تعریف ہی نہیں کی بلکہ اسکو بہترین کتاب بتایا ہے اگر آپ کو یہ شوق ہو کہ آپ اپنے رسول پاک کی زبان سے واقف ہو جائیں اور خدا کی سب سے مقدس فرمان قرآن کو اپنی مادری زبان کی طرح پڑھنے لگیں تو اس کتاب کو منگا کر رکھ لیجئے اور تھوڑا تھوڑا پڑھ لیجئے انشاءاللہ چند ماہ میں آپ کو عربی پڑھنی آ جائیگی اور آپ محنت کریں تو صرف دو ماہ میں خاصی اچھی عربی جان جائیں۔ قیمت صرف بارہ آنے

محصول ۲ کل ...

چار تعلیم نسواں

عورتوں اور بچوں کیلئے بنظر اخلاقی و مذہبی سیٹ ۱۔ اللہ پاک کی صفتیں نعتیں پیغمبروں کے حالات مقدس عورتیں شہید خواتین۔ ۳۲ صفحات۔ ۲۔ اللہ کے احسانات نبیوں کے قصے مقدس حالات اور کارنامے عورتوں کی خصوصیات مذہبی۔ ۳۔ ایمان، اسلام، قرآن، موسم کے حالات، زمین آسمان والی چیزیں اور اخلاقی سبق۔ ۴۶ صفحے۔ ۴۔ تعلیم طریقہ زندگی۔ لباس۔ زیور۔ مہمانداری کے روایات۔ صحابیات کا طریق زندگی۔ یہ چاروں کتابیں ۲۰۶ صفحات کی ہیں اور ایک جگہ مجلد ہیں۔

قیمت صرف ۱۰ محصول ۲

حضرت مولوی اشرف علی صاحب کے ترجمہ والا سب سے کم ہدیہ کا قرآن مجید

اس سے زیادہ اور اس کے برابر ہندستان بھر میں کوئی سستا قرآن شریف ہے اور نہ کوئی صحیح اتنے ہدیہ کا اور نہ ایسا خوشنما جو دہلی کا صحیح ترین اور صاف چھپا ہوا ہے۔ حاشیہ پر شان نزول ہے اور پورے چمڑے کی مرصع نقرئی کار جلد ہے!

آپ نے ہزاروں اشتہار پڑھے ہیں اور سینکڑوں قرآن شریف دیکھے ہونگے۔ لیکن مولوی اشرف علی صاحب کے ترجمہ والا قرآن اتنا سستا نہ سنا ہوگا۔

عہ میں ملتا ہے

یہ قرآن شریف کچھ مخلص مسلمانوں کی امداد سے چھپوایا گیا ہے

ہدیہ ڈیڑھ روپیہ

اس میں ان لوگوں کی امداد شامل ہے جو خدا کے سچے دین کے مددگار ہیں۔ انکا خلوص بارگاہ خداوندی میں مقبول ہے۔ اس لئے انکی تمولیت کا ہر دینی کام مقبول عام ہوتا ہے۔ چونکہ اس نیک کام میں بیشمار نیکیوں کی امداد ہے۔ اس لئے اس کی لاگت بھی ڈیڑھ روپے سے کہیں کم ہو سکتی تھی؟ اسی لئے اتنا سستا ہے ورنہ اس

بیشمار خوبیوں والا قرآن ہے

قرآن شریف کا نام بھی ، آپ بطور خود ایسی جلد ہی بنوا کر دیکھ لیجئے۔ ہر جلد ساز آپ سے ایک روپیہ مانگ لیگا اور لیگا

قرآن شریف تو دوسرا ہندستان بھر میں نہیں ہے یہ آپ کے پاس ضرور ہونا چاہیئے (۱) اس لئے کہ آپ سے وابستہ امداد ہے اور آپ مخلص مسلمان ہیں (۲) بہت سستا چھ سو صفحے کا قرآن شریف ہے (۳) ۴۴ صفحہ کا مقدمہ ہے (۴) پورے چمڑے کی نقرئی کار جلد ہے (۵) مولوی اشرف علی صاحب کا بامحاورہ صحیح مکمل ترجمہ ہے۔ (۶) حاشیہ پر شان نزول ہے (۷) نہایت ہی صاف اور صحیح چھپا ہوا ہے (۸) استاذ الاساتذہ مولوی عبدالغنی صاحب جو نسخ نویسی میں یکتائے زمانہ ہیں انکا خاص طور سے تحریر کردہ ہے (۹) کاغذ سفید ولایتی نادر ہے کا ہے (۱۰) قرآن شریف پڑھنے کا جو مقصد ہے وہ اس قرآن سے پورا ہو جاتا ہے یعنی اس کے مقدمہ میں قرآن شریف کی وہ خاص دعائیں درج ہیں جو ہر ضرورت پر کام آنے والی ہیں۔ اور معلومات قرآنی کا ایک بڑا ذخیرہ بھی اس قرآن شریف میں ہے اور پھر یہ بھی کچھ نہیں صرف ایک روپیہ آٹھ آنے (عہ) بغیر پڑھے بھی اگر آپ پڑھنے والوں سے زیادہ ثواب کمانا چاہتے ہیں تو مسجد میں رکھنے کے لئے اس کی ہر پارہ کی علیحدہ جلد بندھی ہوئی ہیں۔ پورے تیس پارے الگ الگ مجلد کا ہدیہ صرف سوا دو روپے (۲۴) ہے۔ محصول ڈاک ایک روپیہ بارہ آنے (۱۲/۱) گویا چار روپے (نمونہ ملاحظہ فرمائیے)


بسم اللہ الرحمن الرحیم
شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں
الحمد للہ رب العلمین ۝ الرحمن
سب تعریفیں اللہ کو لائق ہیں جو مربی ہیں ہر ہر عالم کے جو بڑے مہربان
الرحیم ۝ ملک یوم الدین ۝ ایاک
نہایت رحم والے ہیں جو مالک ہیں روز جزا کے ہم آپ ہی کی
نعبد وایاک نستعین ۝ اھدنا
عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے درخواست اعانت کی کرتے ہیں بتلا دیجئے ہم کو
الصراط المستقیم ۝ صراط الذین
رستہ سیدھا رستہ ان لوگوں کا جن پر آپ نے
انعمت علیھم ۝ غیر المغضوب
انعام فرمایا ہے نہ رستہ ان لوگوں کا جن پر آپ کا غضب کیا گیا
علیھم ولا الضالین ۝
اور نہ ان لوگوں کا جو رستہ سے گم ہو گئے

میں مسجد میں دیگر صدہا قرآن شریف پڑھنے کا ثواب خود لیجئے۔ اپنے مرحوم اعزا کو ثواب پہنچائیے۔ اور تبلیغ قرآن کا بھی اجر پائیے۔

عہ میں بلا خانشدہ مجلد چرمی

ہے۔ لیکن جو بھائی خانشدہ لینا چاہیں وہ دو آنے (۲ر) زائد دے کر خانشدہ ارغوانی بھی لے سکتے ہیں۔ خانشدہ عہ۲ر

مزید رعایت

اگر درجن قرآن شریف کیجا طلب فرمائیں تو خانشدہ مجلد صرف پندرہ روپے (۱۵) میں۔ ایک جلد پر محصول بارہ آنے (۱۲ر) تین جلدوں پر ایک روپیہ گیارہ آنے (۱۱/۱) اس سے زائد ریل کے ذریعہ منگائیے

ملنے کا پتہ

منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

مجھے آنحضرت ... علیہ ... حضرت ... کے ... عاقل ... دفن ... عالم ... ذکر کیا ... [illegible]

تصرفاتِ باطن

ایک خط اور اُس کا جواب

مکرم و مخدوم جناب مامون صاحب دامت برکاتہٗ

السلام علیکم۔ چند روز ہوئے ریاست بہاول پور مقام سے سلسلہ نقشبندیہ کے ایک بزرگ یہاں وارد ہوئے دو روز ان کا قیام رہا۔ صرف ایک شخص نے ان سے بیعت کی حاضرین میں سے ایک شخص نے بیعت کی کیفیت اس طرح سے بیان کی کہ بیعت ہوتے ہی مرید بسمل کی طرح سے زمین پر لوٹنے لگا اور اس کے اندر سے ذات کا ذکر ایسی آواز کے ساتھ نکلتا تھا کہ جیسی آواز دیگ کے پکنے کی ہوتی ہے۔ پیر صاحب باہر آ گئے اور اپنے ایک خادم سے کہا جاؤ اسے سنبھالو۔ مگر وہ بھی اندر پہنچ کر بسمل بن گیا ہے اور پیر صاحب خود اندر آ گئے اور دونوں کے بدن پر ہاتھ پھیر کر ٹھیک کر دیا۔ دو روز کے بعد میں نے خود اس مرید کو ٹٹول کر دیکھا اور اس کے سینے سے اسی قسم کی آواز کو سنا چونکہ میں اس کوچے سے بالکل ناواقف ہوں۔ اس لیے آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ کیا اس قسم کی نشانیاں مرشد کامل سے ظاہر ہوتی ہیں یا جو شخص اس راہ میں رہبری کی قابلیت نہ رکھتا ہو وہ بھی اس قسم کی کیفیت پیدا کر سکتا ہے۔ مفصل جواب سے ممنون فرمائیں۔ (مولوی) محمد فضل نور پوری ظفر ندوی ٹیچر

جواب ۔ عزیز مسلمہ اللہ تعالیٰ۔ علیکم السلام۔ کوئی بھی مذکورہ قسم کے احوال و کیفیات طاری کر دینے کو تصرف کہتے ہیں بشرطیکہ اس میں واقعیت ہو۔ بعض اوقات نزدیک خلاف واقع صرف نمائشی تماشے دکھا دیتے ہیں جن کے مختلف طریقے آج کل مکار لوگوں نے ایجاد کر رکھے ہیں۔ مگر چونکہ آپ لوگوں کو ذاتی واقفیت کی بنا پر شاید اطمینان ہوگا کہ وہ واقعہ تصنع اور بناوٹ سے خالی تھا۔ لہذا کہہ سکتے ہیں کیفیت فی الواقع صحیح تھی۔ اس طرح کوئی کیفیت طاری کر دینے کو تصرف کہتے ہیں۔

تصرف سے متعلق ایک اور ضروری بات جو فی الحقیقت ... نہیں یعنی بعض اوقات کوئی شیخ ناقص تو ہوتا ہے لیکن وظیفہ بتاتا ہے تو مرید کی خود اپنی استعداد مظہر عجائبات بن جاتی ہے۔ پیر کا اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا۔ ہمارے قصبہ دسنولہ میں ایک جاہل فقیر موجود ہے جو جہل مرکب کا نمونہ تصرف کی ابجد تک سے نابلد مصحفۂ اکبر عقائد و اعمال کا یا ب اور کنویں تک کا جھوٹا چیٹ کر جانے والا ہے وہ اپنے مریدوں کو ذکر نفی و اثبات بتایا کرتا ہے اور بعض مریدوں پر عجیب حالات طاری ہو جاتے ہیں۔ ایک مرید کا واقعہ میرے سامنے گذرا ہے کہ وہ اس کے بتائے ہوئے ذکر کے جذبہ سے بے خود ہو کر جنگلوں میں نکل گیا اور کئی سال تک مستانہ رہ کر بے خواب و خور اسی کیفیت میں مستانہ وار پھرتا رہا تماشا یہ کہ اب وہی مرید اپنے پیر سے برگشتہ ہے

تصرف کوئی دلیل کمال نہیں۔ اس کا ظہور اہل حق اور اہل باطل دونوں سے ہو سکتا ہے۔ یہ مجاہدہ و ریاضت کا ثمرہ ہے جو چاہے حاصل کر سکتا ہے۔ مشہور قول ہے کہ اللہ اللہ کرو یا رام رام جپو بہرحال کیفیت کا ظہور ہو گا حاشیہ الابریز میں لکھا ہے اما الکرامۃ بمعنی امر خارق فلا عبرۃ بہ عند المحققین من اولیاء اللہ تعالیٰ لظہورہ من الکفرۃ المرتاضین وغیرھم من اھل الریاضۃ مع فساد العمل والاعتقاد وسبب ذالک علی ما ذکرہ بعض المدققین ان اللہ تعالیٰ قد وضع اسبابا و ان بھا مسببات واجری عادتہ انہ لایتخلف مسبب عن سببہ کالاحتراق عند النار ومن جملۃ ذالک الریاضۃ فانہ تعالیٰ جعلھا سببا لتصفیۃ القلوب وانا طھا بحیث یوصل بھا الی الکشف ونحوہ من الخوارق ولا یدل ذالک علی رضاہ تعالیٰ الخ

(**ترجمہ**) لیکن کرامت بمعنی خارق عادت سو محققین اولیاء اللہ کے نزدیک اس کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ اس کا ظہور ریاضت کرنے والے کافروں وغیرہ سے بھی ہو سکتا ہے باوجودیکہ ان کا عمل اور اعتقاد خراب ہوتا ہے اور اس کا سبب جو بعض نکتہ شناس حضرات نے بیان کیا ہے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض اسباب پیدا کیے ہیں اور ان کے ساتھ ان کے مسببات کو متعلق کیا ہے اور اپنی یہ سنت جاری فرمائی ہے کہ کوئی مسبب اپنے سبب سے متخلف نہ ہو جیسے جلانا آگ کے ساتھ لازم ہے اور ریاضت اسی قبیل سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو تصفیہ قلب کا سبب بنایا ہے اور اس کے ساتھ اس طرح متعلق کیا ہے کہ اس سے کشف وغیرہ خوارق تک رسائی ہو سکتی ہے۔ مگر پھر کشف وغیرہ کے حصول سے

یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ریاضت اللہ تعالیٰ کی رضا کے موجب بھی ہے

مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرہ میں خود ان کا بیان درج ہے۔ کہ شاہ عبدالعزیز رح کے زمانہ میں دہلی کے اندر ریاست الور کے رسول شاہی فقیروں کا سلسلہ چلا تھا۔ جن کے صدہا مُرید تھے، فدا حسین توکل حسین وغیرہ اس سلسلے کے پیشوا گذرے ہیں، جو بے نماز منکر احکام اور مخدوش تھے چار ابرو کا صفایا انہی کی ایجاد ہے کئی طالبان سلوک اور محصلین علوم ان کے شکار ہوگئے۔ شاہ عبدالعزیز کی اجازت سے ان کا نہایت طباع ذہین شاگرد مولوی عبداللہ نام ان سے بحث کرنے گیا تو توکل حسین کی توجہ سے بیتاب ہوگیا اور اسی وقت ملحد فقیر کا مرید بن کر چار ابرو کا صفایا کرا بیٹھا۔ پھر اسی عبداللہ کے اندر جامہ الحاد زیب تن کرنے کے بعد تصرف کی وہ طاقت پیدا ہوگئی تھی کہ جس شخص کے سینے سے اپنا سینہ ملا دیتا اس کے اندر ایک آگ لگا دیتا۔ مولانا رشید احمد رح اپنی طالب علمی کے زمانہ کا ذکر فرماتے ہیں کہ دہلی میں جس مقام پر ان فقراء کا ڈیرا تھا۔ کوئی صالح مسلمان مارے خوف کے ادھر سڑک پر بھی نہیں گزرتا تھا۔ پس کمال کا صحیح معیار تصرفات نہیں ہیں بلکہ یہ ہے کہ شیخ متبع شرع ہو اور اس کا طریق زیست سنت نبویہ علی صاحبہا السلام والتحیۃ کا آئینہ ہو۔ پھر تصرفات و تاثیرات اور احوال و مواجید کی ضرورت نہیں کہ یہ رنگ ملاحدہ میں بھی پایا جاتا ہے۔

امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں احوال و مواجید کہ اسباب نامشروعہ مترتب شوند نزد فقیر از قبیل استدراجات ست چہ اہل استدراج را نیز احوال و ذوق دست میدہد و کشف توحید و مکاشفہ و معاینہ در مرایا ر عالم بظہور می آید۔ حکمائے یونان و جوگیہ و براہمہ ہند درین شریک اند علامت صدق احوال موافقت علوم شرعیہ است یا اجتناب از امور محرمہ مشتبہ

بے شک اہل حق سے بھی تصرفات کا ظہور ہوتا ہے جو ان کے مجاہدات مشروعہ اور ریاضات محمودہ کا ثمرہ ہے۔ مگر وہ بھی دلیل کمال نہیں۔ بلکہ کمال کی علامت یہ ہے کہ پیر کا تصرف اور تاثیر انبیاء کی طرح تدریجاً اور غیر محسوس طور پر واقع ہو۔ کسی نبی کے حالات میں مروی نہیں کہ اس نے کسی کو توجہ دے کر بے ہوش کردیا ہو، یا کسی منکر کو بزور تصرف مسلمان بنانے کے لئے باطنی قوتوں سے کام لیا ہو۔ بلکہ انبیاء کی سنت یہی ہے کہ لوگ ان کے مواعظ و نصائح سے متاثر ہوکر ان کے فیضانِ صحبت سے مستفید ہوکر ان کے رنگ میں رنگے گئے۔ بے شک ان سے معجزات کا ظہور ہوا ہے مگر وہ صرف اظہار نبوت اور سند ماموریت کے لئے ہوا ہے یہی شان اولیاء کاملین کی ہوتی ہے کہ وہ اپنے اندر تصرفات کی گوناگوں طاقتوں کے موجود ہوتے ہوئے بھی ان سے کبھی کام نہیں لیتے۔ الا ماشاء اللہ۔ بلکہ وہ اپنے ہر طالب مسترشد کو موقع دیتے ہیں، کہ اپنی استعداد و صلاحیت کے مطابق بتدریج مرشد کے فیضان باطن سے اقتباس انوار کرے اور سنت اللہ ہی اختیار کو اضطرار پر ترجیح دیتی ہے کہ اس میں ایک شان امتحان ہے وما جعلنا القبلۃ التی کنت علیہا الا لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علی عقبیہ۔ علاوہ ازیں اولیاء کے لئے اخفاء کمال ایک دلیل کمال ہے نہ کہ اظہار کمال۔ اور اظہار تصرفات خلاف اخفا ہے لہٰذا یہ دلیل نقص و خامی ہے۔

امام ربانی رضی اللہ فرماتے ہیں "ظہور خوارق شرط نبوت ست۔ نہ شرط ولایت چہ اظہار نبوت واجب ست۔ نہ اظہار ولایت بلکہ ستر و اخفاء درین مرتبہ اولیٰ ست زیرا کہ آنجا دعوت خلق است واینجا قرب حق جل شانہ۔ معلوم ست کہ دعوت را اظہار لازم ست و قرب را استتار مناسب۔ کثرت ظہور خوارق از ولی دلالت بر افضلیت او بر دیگران کہ آنکہ خوارق از ایشان بظہور زیادہ است ندارد۔ بلکہ روا ست کہ ولی باشد کہ اصلاً خوارق از وے بظہور نیامدہ افضل باشد از اولیائے کہ اظہار خوارق نمودہ اند"

عزیز! آپ کے سوال کا خلاصہ جواب یہ ہے کہ جو شخص اس راہ میں رہبری کی قابلیت نہ رکھتا ہو وہ بھی اس قسم کی کیفیت پیدا کرسکتا ہے اور یہ کوئی دلیل کمال نہیں بلکہ دلیل کمال یہ ہے کہ پیر متشرع اور پابند سنت ہو۔ اور اس کے احوال طریقہ نبویہ سے پوری مناسبت رکھتے ہوں۔ فقط

خاکسار حکیم عرشی دہلوی

کیا تم نے نماز پڑھنی چھوڑ دی؟

واقعی رمضان میں نماز کا بڑا لطف ہوتا ہے

چونکہ گھر۔ محلہ۔ شہر بلکہ سارے ملک اور ساری دُنیا کے سامان رمضان کے لئے کم از کم روزہ نماز کے جذبہ میں متحد ہو جاتے ہیں۔ ہمارے اندر ایک برقی لہر دوڑنے لگتی ہے اور ہر چھوٹے بڑے مرد عورت کا جی چاہتا ہے کہ وہ خدا کی عبادت کرے۔ **یہی رمضان کی بہار** مستقل ہو سکتی ہے اگر تمام مسلمان اس کا فیصلہ کر لیں کہ ہم میاں بیوی۔ بھائی بہن اور لڑکے لڑکیاں تو ہمیشہ نماز کے پابند رہیں گے۔ دوسروں کے فیصلہ کا انتظار کئے بغیر تم اپنے گھر سے یہ عمل شروع کرو۔ تمہارے گھر میں کوئی بے نمازی نہ رہے۔ تمہارے گھر کو دیکھکر تمہارے آس پاس کے گھر ضرور متاثر ہوں گے اور پھر ممکن ہے کہ یہ سلسلہ بڑھتے بڑھتے تمام مسلمانوں میں پھیل جائے اور تمہیں اپنی اور اپنے گھر کی نماز کے ساتھ دوسروں سے نماز پڑھوانے کا ثواب بھی مل جائے کیونکہ تم اور تمہارا گھر نماز کی پابندی شروع کر کے دوسروں کے واسطے نمونہ قائم کرے گا۔ لیکن نماز پھر بھی پورے لطف کی نہ ہو گی۔ جب تک تم نماز میں جو کچھ پڑھو اُسے سمجھو نہیں۔ اس کی بابت میں تم کو مشورہ دیتا ہوں کہ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کی عام فہم تفسیر القرآن کا پارہ عم یتساءلون اپنے شہر کے کسی کتب فروش سے منگوا لو۔ اس پارہ میں جتنی صورتیں ہیں وہی عموماً نمازوں میں تلاوت کی جاتی ہیں۔ جس وقت نماز میں کوئی صورت تلاوت کی جائے گی اور اُس کا مطلب سمجھ میں آجائیگا تو خود خیال کرو نماز کے لطف کا کچھ ٹھکانا نہ رہیگا۔ عام فہم تفسیر پارہ **عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ** کا ہدیہ آٹھ آنے ہے۔

حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب نے پورے قرآن مجید کی عام فہم تفسیر لکھی ہے جو الگ الگ پاروں کی شکل میں بھی ملتی ہے اور مکمل بھی۔ اُردو میں ایسی عام فہم۔ ایسی مختصر اور ایسی دلچسپ تفسیر اور کوئی نہیں ہے۔ کوئی سا ایک پارہ منگا کر آپ خود اس بات کی تصدیق کر سکتے ہیں۔ اس تفسیر کو تین جلدوں میں تقسیم کیا گیا ہے یعنی دس دس پاروں کی تین جلدیں بندھوائی ہیں۔ **ہدیہ** دس پاروں مجلد کا پانچ روپے ہے۔ لیکن جو حضرات تینوں جلدیں ایک ساتھ منگائیں گے اُن سے تینوں جلدوں کی مجموعی قیمت بارہ ۱۲ روپے لیجائیگی۔ گویا ایک روپیہ فی جلد رعایت کی جائے گی۔ اور جو علیحدہ علیحدہ متفرق پارے طلب کریں گے۔ اُن سے بدستور آٹھ آنے (۸/) فی پارہ کے حساب سے وصول کیا جائیگا۔ تیسوں پارے غیر مجلد دس روپے دو آنے (۱۰/۲) میں ملیں گے۔ محصول بہر صورت خریدار صاحبان کے ذمہ ہو گا +

ملنے کا پتہ

منیجر نظام المشائخ۔ دہلی

تصنیفات مصورِ غم علامہ راشد الخیری

شام زندگی۔ اس کتاب سے زیادہ آخری اٹھارہ سال میں اردو کی کوئی کتاب مقبول نہیں ہوئی ابتک ۲۰ ہزار بک چکی ہے اور مانگ کا وہی حال ہے جو شروع میں تھا بوہر دوجاتے ہیں کہ ان کی بیویاں ان کے مزاج کے موافق ہوجائیں وہ شام زندگی کو انھیں پڑھواتے ہیں اور جو عورتیں آرزو رکھتی ہیں کہ ان کا گھر رشک جنت بنجائے وہ شام زندگی کو پڑھتی ہیں اور اس کی مدد سے اپنے خاوند کا دل موہ لیتی ہیں جن کو اولاد کی تربیت کا خیال ہے ان کے نزدیک تو اس کام کیلئے شام زندگی سے بہتر اتالیق نہیں ہے شام زندگی میں قصے کے طور پر ایک لڑکی کا حال لکھا گیا ہے کہ اس نے شادی سے لیکر مرنے کے وقت تک کیونکر زندگی بسر کی زندگی کے کسی شعبہ اور حیات کے کسی مرحلہ کو جس سے انسان ہوکر گزرتا ہے نظر انداز نہیں کیا گیا پھر پیرایہ بیان اس قدر دلچسپ ہے کہ چند صفحے دیکھکر کتاب ہاتھ سے چھوڑ دیجئے تو ہم قیمت مع محصول دینے کو تیار ہیں اور پُر تاثیر اس قدر کہ لوگوں نے اس کی وجہ سے مصنف کو مصور غم کا خطاب دیا ہے ہر سطر آنکھوں کو پرنم کردیتی ہے غرض کہ شام زندگی بڑے کام کی کتاب ہے کسی اعتبار سے کوئی عیب اس میں نہیں ملتا سب محاسن ہی محاسن ہیں ایک جلد طلب فرمایئے آپ کے تمام خاندان اور احباب میں پہنچ جائیگی عورت اور مرد سب اس پر شیدا ہوجائینگے میں تمہارے دکھ کا علاج تمہارے درد کی دوا تمہارے دل کا بہلاوا۔ تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک شام زندگی اور صرف شام زندگی میں ہے شام زندگی نے سیکڑوں جانوروں کو انسانیت سکھادی لا مذہبوں میں مذہبیت پیدا کردی اور گم گشتہ راہوں کو راہ پر لگادیا۔ جو شخص شام زندگی سے محروم ہے اور شام زندگی سے فائدہ حاصل نہ کرے اس کی تقدیر ہے، ورنہ شام زندگی نے دین و دنیا کی درستی کا سامان پیش کیا ہے ضخامت قریباً ۱۵۰ صفحے لکھائی چھپائی دیدہ زیب قیمت ایک روپیہ (عہ)

صبح زندگی یہ شام زندگی کا پہلا حصہ ہے شام زندگی میں نسیمہ بیگم کی شادی سے موت تک کے حالات پڑھنے سے پہلے ذرا ان کا کنوار پتہ بھی دیکھ لیجئے اس سے آپ کو پتہ چلیگا کہ ہماری لڑکی کی پیدائش سے شادی تک کیونکر تعلیم و تربیت کرنی چاہئے علامہ موصوف اس قسم کے مضامین کو دلچسپ بنانے میں جو ملکہ رکھتے ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ یہ تمہاری بچیوں کی اتالیق ہے تمہاری بیویوں کی سیرت اور خود تمہاری ذات کیلئے لٹریچر کا بیش بہا خزانہ ہے۔ انمول تحفہ ہے اس سے کام لو اور نصیحت پکڑو اور لطف اٹھاؤ صبح زندگی کا حال میں سولھواں ایڈیشن چھپا ہے قیمت عہ

منازل السائرہ جسے پہلی اور دوسری دفعہ آنریبل سر عبدالقادر صاحب ممبر انڈیا کونسل لندن نے شائع کیا تھا جواب ان کی عدیم الفرصتی کے سبب مدتوں سے تیار نہ ہوسکی تھی ہم نے حصول اجازت کے بعد اور مولانا سے نظر ثانی کراکے اس کو چھاپ لیا ہے منازل السائرہ میں سائرہ کی زندگی کے مختلف حالات نہایت دلچسپ اور نصیحت آمیز طریق سے بیان کئے گئے ہیں علاوہ طرز تحریر کا ایک لاثانی نمونہ ہے اخبارات اس پر اچھی رائیں ظاہر کرچکے ہیں اور اس کی مقبولیت کا اندازہ یوں ہوسکتا ہے جب تیسرے ایڈیشن کیلئے اس کا نسخہ مانگا تو نہ مصنف کے پاس تھا اور نہ پبلشر کے آخر صرف کثیر کرکے اور شخص سے لیا۔ تیسرے ایڈیشن میں کاغذ لکھائی چھپائی سب عمدہ ہے۔ قیمت حصہ اول عہ۔ حصہ دوم عہ

سراب مغرب یہ وہ تصنیف ہے جسکا دنیائے نسواں کو مدتوں انتظار تھا اور آج دولٹریچر جس کی واسطے بےچین تھا تعلیم نسواں کے مسئلہ میں اس فیصلہ کی اشد ضرورت تھی غیر مسلم ذرائع سے مستفید ہونا کہاں تک جائز ہے حضرت مصنف کا یہ فیصلہ قابل دید ہے قصہ اس قدر درد انگیز ہے کہ ہر ہر لفظ کلیجے کے پار ہوجاتا ہے، اور آنکھیں روتے روتے طوفان بپا کردیتی ہیں سراب مغرب کتاب نہیں ایک جادو ہے جسکو پڑھکر ہر ناظر ساکت ہوجاتا ہے۔ اگر آپ کے ہاتھوں آبروئے سادات کا انجام نئی جدید کے نتائج یا رشتہ کا حشر دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے قیمت ۸ علاوہ محصول

بنت الوقت

دور جدید کے کرشمے مسٹری بلینڈ ینگ کی حیرت خیز تبلیغ مغربی تہذیب کی دلدادہ مس فرخندہ کی شرمناک لائف وحید کا اپنے بڑے بھائی مجید کو محروم الارث نہیں جائداد کے حاصل کرنے کیلئے باغیوں میں گرفتار کرانا اور بالآخر مجید کی موت پھر یہ پیاری کہانی اور مولانا کی زبانی بنت الوقت بتلائیگی کہ یورپ کی کورانہ تقلید اور نئے تمدن کی اندھا دھند پیروی کس طرح گھروں کو تباہ کرتی ہے قیمت ۸ ملنے کا پتہ :- منیجر نظام المشائخ۔ دہلی

سات روحوں کے اعمالنامے

عالم ارواح کی سیر کرنی ہو یا پردۂ موت کو ہٹا کر کچھ دیکھنا ہو تو سات روحوں کے اعمالنامے ملاحظہ فرمایئے یہ مولانا کا وہ معرکۃ الآرا مضمون ہے جس کو پڑھکر ہر ناظر کی ادھر ہچکی بندھ گئی اور ادھر مارے ہنسی کے پیٹ میں بل پڑگئے راز دنیا کے سچے جلوے عشق و محبت کے کرشمے اور خانہ داری کے مناظر غرض انسانی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس سے سات روحوں کے اعمالنامے محروم ہوں اس مبحث پر جناب مصنف نے ایسے لطیف و پرمغز نظارے دکھائے ہیں کہ حیات و ممات دونوں کی سچی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے قیمت آٹھ آنے (۸/)

شب زندگی یہ صبح زندگی کا تیسرا حصہ ہے صبح زندگی میں نسیمہ کے بچپن اور جوانی کو دکھایا گیا ہے اور شام زندگی میں اسے آخری منزل تک پہنچایا ہے شب زندگی میں موت کے بعد کی سرگذشت پڑھو اور اپنے بیوی بچوں کے سامنے نسیمہ کا پاک نمونہ پیش کرکے انھیں ایسی جیسا بناؤ تاکہ وہ یہاں بھی اچھے بیچ رہیں اور وہاں بھی اچھے پھل کھائیں۔ **صبح زندگی** اور شام زندگی مفید ہونے کے ساتھ جیسی موثر اور درد انگیز کتابیں ہیں آپ کو ان کا علم ہے پھر شب زندگی جو ستم ڈھا دے کم ہے علامہ راشد الخیری کی ہر سطر جادو کا کام کرتی ہے اور شب زندگی ان کا شاہکار میں ہے۔ شب زندگی چونکہ ذرا زیادہ طویل ہوگئی تھی اس لئے اس کے الگ دو حصے کردیئے ہیں قیمت حصہ اول ایک روپیہ۔ حصہ دوم ایک روپیہ

ملنے کا پتہ :- **منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی**

پیچیدہ امراض کا علاج

جن حضرات کو صرف ایک یا دو شکایتیں ہوں وہ ہماری مشہورہ دواؤں میں سے کوئی دوا اپنے لئے خود انتخاب کر سکتے ہیں۔ جیسے صرف جریان ہو تو اکسیر جریان منگالیں یا صرف ضعف ہو تو معجون مار دگاد غدود کی فرمایش بھیجدیں۔ لیکن ایک دو سے زیادہ شکایتوں کی صورت میں اور دوا کا خود انتخاب نہ کر سکنے کی حالت میں انہیں اپنی مفصل حالت لکھدینی چاہیئے۔ ہم نے ایک حاذق طبیب سے (جو مسیح الملک حکیم اجمل خاں صاحب مرحوم کے مدتوں طبی سکرٹری رہ چکے ہیں اور اب دہلی کے بہترین طبیب مانے جاتے ہیں اور جنہیں مرض کی تہ تک پہنچنے میں خاص امتیاز حاصل ہے) یہہ طے کر لیا ہے کہ وہ ہمارے ہاں کے آئے ہوئے خطوط کو پڑھ کر مرض کی تشخیص اور دوا کی تجویز کریں گے۔ ذیل میں کچھ سوالات درج ہیں مفصل حالات کے ساتھ ان کا جواب لکھنا بھی ضروری ہے۔

حالاتِ مریض لکھنے کا طریقہ

یعنی

فارم تشخیص امراض

( ) مریض مرد ہے یا عورت؟ ( ) عمر کیا ہے؟ ( ) پیدایش کس جگہ کی ہے؟ کیا کام کرتے ہیں؟ ( ) اب جس جگہ قیام ہے وہاں کتنے عرصہ سے ہیں؟ ( ) شکایت کتنے عرصہ سے ہے؟ ( ) ابتدا کس طرح ہوئی؟ ( ) پیشاب کا رنگ کیسا ہوتا ہے؟ ( ) پیشاب کتنی مقدار میں اور کتنی دفعہ ہوتا ہے؟ ( ) پاخانہ صاف ہوتا ہے یا نہیں؟ ( ) (الف) اگر مریض عورت ہے تو شادی ہوگئی یا نہیں؟ (ب) ایام ماہواری بغیر کسی تکلیف کے ٹھیک وقت پر ہوتے ہیں یا نہیں؟ (ج) گود میں شیرخوار بچہ اگر ہو تو اسکی عمر لکھی جائے (د) اگر حمل ہو تو اس کی مدت لکھی جائے۔

اس کے بعد موجودہ تکالیف تحریر کیجئے کہ آپ کو کیا شکایات ہیں جن کا علاج کرانا چاہتے ہیں۔

باقاعدہ علاج کرانے والوں کی خط و کتابت کا فائل ہمارے دفتر میں رہیگا۔ تاکہ بار بار انہیں اپنی حالت نہ لکھنی پڑے۔ لیکن یہ خط و کتابت حکیم صاحب کے سوا اور کسی کی نظر سے نہیں گزر سکے گی۔ یعنی پوشیدہ اور محفوظ رکھی جائے گی۔

اس قسم کے خطوط پر پتہ لبس اتنا ہونا چاہیئے۔

حکیم صاحب معرفت دفتر نظام المشائخ۔ دہلی

تاریخ مکہ معظمہ

یہ وہ بے نظیر کتاب ہے جس سے جزیرۃ العرب کے تمام و کمال حالات معلوم ہو جاتے ہیں۔ وادی غیر ذی زرع کی مکمل تاریخ ہے جو امت مرحومہ کے باپ حضرت ابراہیم کا آباد کیا ہوا ہے یہ اس خطہ مطہرہ کی تاریخ ہے جہاں اس کے مٹانے والے لوگوں کو ابابیلوں نے مٹا دیا، ہر مسلمان جو قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا ہے اس کو قبلہ کی حقیقت سے واقف ہونا ضروری ہے اس کتاب میں تاریخ حج و مناسک کی بھی پوری تفصیل ہے اور خانہ کعبہ و زائرین صفا و مروہ و منیٰ اور چاہ زمزم ابواب مکہ اور ضروری مقامات کے فوٹو بھی ہیں، قیمت ایک روپیہ چار آنے۔ (۱؍۴)

تاریخ مدینہ منورہ

عاشقان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک نادر کتاب ہے مع فوٹو شہر مدینہ و روضۂ اقدس و نقشہ مسجد نبوی وہ کون سا مسلمان ہے جسے آقائے نامدار کے شہر مقدس مدینہ کے حالات پڑھنے کا شوق نہ ہو یقیناً ہر مسلمان جس کو حضورؐ سے محبت ہے اسے شہر مدینہ کے تاریخی پڑھنے کا شوق ہوگا لہذا ہم نے صدہا تاریخ کی مستند کتابوں سے مدینہ منورہ کے حالات اخذ کر کے یہ کتاب تیار کرائی ہے حضور اقدس کے عہد مبارک سے لیکر موجودہ سلطان حجاز تک کے تمام حالات کا مجموعہ ہے، بہت مقبول کتاب ہے قیمت عہ علاوہ محصول۔

کنز الآخرت

معروف بہ

شریعت نامہ کلاں

یہ مکمل کتاب جملہ مسائل شرعی دینی و دنیاوی پر مشتمل ہے جس کو مولانا عبد الحمید خان صاحب نے نہایت سلیس اردو نظم میں تحریر فرمایا ہے اور تمام ان مسائل کے اہم ترین نکات کو ساتھ ہی ساتھ حاشیہ دیکر بخوبی ذہن نشین کر دیا ہے اس کتاب میں طہارت وضو، واجبات، سنن، نجاسات، نماز حج وغیرہ کا بیان نہایت شرح و بسط کے ساتھ درج ہے جن کی تحریر و ترتیب میں شرح وقایہ، درمختار، کتاب الطہارت، کتاب الفرائض، سراجی، شریفی، وغیرہ جیسی مستند کتابوں سے مدد لی گئی ہے آج تک مسائل کی کوئی کتاب نظم میں موجود نہیں تھی لیکن اب اس کتاب کے دیکھنے والے کہتے ہیں کہ واقعی دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے، اس مبارک کتاب میں جملہ احکام اور مسائل شرعی موجود ہیں جس بارہ میں کوئی مسئلہ فتویٰ درکار ہو کتاب کھولیے اور دیکھ لیجیے کسی عالم اور مفتی کے پاس جانے کی ضرورت نہیں، یہ کتاب بڑی تقطیع کے ۲۵۲ صفحوں پر چھاپی گئی ہے مستورات اور بچے تک بہ آسانی پڑھ سکتے ہیں۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

خطبات حیات

جمعے کے مؤثر حنفی خطبے،

عربی، اردو، نظم و نثر

حالات حاضرہ کے مطابق ہم نے حال ہی میں شائع کئے ہیں، اور علمائے اسلام اس پر متفق ہو گئے ہیں کہ خطبات کا طرز نگارش علماء کے اختلاف کے متعلق اردو خطبات سے بالاتر ہے کیونکہ ہر خطبہ کی ابتداء میں عربی تحمید اور قرآن پاک کی آیات ہیں جن کی تفسیر اردو خطبہ میں ہے۔ خدا نے چاہا تو اس خطبہ کے افادہ سے لوگ محسوس کر لیں گے کہ خطبات حیات مسلمانوں کیلئے ایک نعمت ہے کیونکہ جمعہ کی نماز میں شریک ہونے والے جم غفیر ان خطبات کو سن کر اپنے میں ایک نئی زندگی محسوس کرے گا اور یہی نہیں بلکہ وہ عملی مسلمان ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ ۲۰۰ صفحے کی ضخیم کتاب ہے۔ اور قیمت صرف ایک روپیہ عہ

محبت کی ایک نگاہ

ایک انسان کی زندگی میں کیسے کیسے انقلاب پیدا کر سکتی ہے اور خونخوار وحشی درندوں کو کس آسانی سے رام کر سکتی ہے اگر دیکھنا منظور ہے تو ڈاکٹر سعید احمد صاحب کا عجیب اور دلکش افسانہ **بچھڑے سہرا** ملاحظہ فرمایئے جو اپنی ادبی خوبیوں کے لحاظ سے علمی معدن اردو کا ایک درخشندہ ہیرا ہے یہ سچی تبلیغی قصہ آپ کو بتائے گا کہ اس دنیائے انسانی میں ایک عورت کی سچی ہمدردی، محبت بھری گفتگو کیا کچھ جادو کر سکتی ہے، یہ قصہ آپ کو اس بات کا بھی یقین دلا دیگا کہ بچوں کی صحیح تربیت کا طریقہ کیا ہے، قصہ اس قدر دلآویز ہے کہ کتاب شروع کرنے کے بعد ختم کئے بغیر چھوڑنے کو کسی طرح دل نہیں چاہتا ضخامت ۱۱۲ صفحے قیمت چودہ آنے

سب کتابوں کے ملنے کا پتہ:-

مینیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

جس رفتار سے معجز نما متوسط قرآن شریف ہدیہ ہو رہا ہے اس سے یہ اندازہ کرنا بیحد مشکل معلوم ہوتا ہے کہ

شوال تک یہ پانچواں ایڈیشن ضرور ہی مل سکے گا

درحقیقت ایسی رعایت کا وہم و گمان بھی نہ تھا کہ مولوی نور محمد صاحب کے معجز نما قرآن شریف کا

نمونہ صفحہ ۳۹ پر ملاحظہ ہو

کبھی بھی نصف ہدیہ ہو جائے گا

یہی وجہ تھی کہ جوق درجوق خریداروں کا ٹھٹ لگ گیا۔ اسی سے گمان ہے کہ رمضان شریف کے ساتھ ہی یہ ایڈیشن ختم ہو جاویگا۔ پانچواں ایڈیشن محرم میں دس ہزار ہی چھپ سکا تھا۔ ہر شخص جانتا ہے کہ پانچ روپے سے کم میں معجز نما قرآن شریف ہدیہ ہی نہیں ہوا۔ ابتک ایک لاکھ ساٹھ ہزار کا ہدیہ ہوا۔ اب ڈھائی روپیہ میں جتنا بھی ہدیہ ہو کم ہے۔

ڈھائی روپے میں اس وقت کوئی بھی اچھا ترجمہ والا قرآن نہیں ملتا چہ جائیکہ دو ترجمہ والا اور اتنی بڑی تفسیر والا

اس قرآن شریف کی ضخامت ایک ہزار صفحات ہیں اور تقطیع نظام المشائخ کی برابر ہے کاغذ سفید ولایتی ۱۰ روپے کا۔ خاص ۱۵ ریزانی ہے۔ جلد نہایت مضبوط اور خوبصورت بندھی ہوئی ہے۔ پہلا ترجمہ حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب کا تحت اللفظ لفظی ہے۔ دوسرا ترجمہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب کا بامحاورہ ہے۔ حاشیہ پر تفسیر کامل ہے جو نادر تفاسیر کا عطر ہے مثل ابن کثیر۔ ابن جریر۔ درمنثور۔ خازن۔ ابن کبیر۔ مدارک۔ موضح القرآن۔ ضحاک۔ مسند حاکم۔ ابن مردویہ۔ ابن ابی حاتم۔ مسند بزاز۔ مسند امام احمد [illegible] اسباب و شان نزول از جلال الدین سیوطی اور تمام کتب احادیث اور جس میں تمام احکام قرآن و مسائل قصص۔ تاریخ۔ حکایات۔ ظاہری و باطنی اشارات غرضکہ تفاسیر کی جو مابہ الامتیاز خصوصیات ہوسکتی ہیں وہ حسب اسکے حاشیہ پر موجود ہیں۔ نیز اسکے شروع میں ایک طویل مقدمہ ہے جس کے پانچ حصے ہیں۔ اول حضرت آدم سے لیکر تمام پیغمبروں کی سوانح عمریاں اور انکی امتوں کے حال۔ اسلام سے قبل عرب کی تمام قدیم قوموں کی تاریخ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے لیکر وفات تک [illegible] اور ان تمام لڑائیوں کی تفصیل جو کفار عرب نے آپ کے خلاف انجام دی تھی اور آپ کے وہ تمام خطوط مع ترجمہ درج ہیں جو آپ نے اس زمانہ کے [illegible] کے نام برائے دعوت اسلام روانہ فرمائے۔ بعد میں خلفائے راشدین کے کامل حالات ہیں۔ حصہ دوم میں فضائل قرآن اور اسرار۔ حصہ سوم میں تمام خاندانوں [illegible] بیسیوں اعمال قرآنی و تعویذات۔ ہدیہ مجلد صرف ڈھائی روپے۔ محصولڈاک ایک روپیہ لگیگا۔ ملنے کا پتہ:۔ منیجر رسالہ نظام المشائخ

حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب مدظلہ کی پسند کردہ مجرب عملیات کی پانچ کتابیں

مجموعہ اعمال مجربہ سورہ فاتحہ یعنی الحمد شریف کے اُن نایاب کمیاب سینہ بسینہ عملیات کا مجموعہ جو امام الصوفیہ حضرت محی الدین ابن عربی مصنف فتوحات مکی اور علامہ بونی مصنف شمس المعارف و حضرت حفی الشاذلی مصنف خزینۃ الاسرار حضرت مقاتل وغیرہ وغیرہ کے مجرب و مقبول ہیں جو تاثیر میں تیر بہدف ہیں۔ ترقی رزق۔ ادائے قرض صحت تندرستی۔ مقہوری دشمن اور حب تسخیر کمالات ظاہر باطن اور تمام مقاصد دین کے واسطے اسمیں اعمال درج ہیں۔ قیمت ۴

مجموعہ اعمال مجربہ آیۃ الکرسی مع اسناد و خواص اعمال عجیب۔ نادر و نایاب کتاب ہے۔ جیسا اسکا عامل فائز المرام رہا۔ آیۃ الکرسی کے صد ہا عمل اس میں درج ہیں اور خدا کے فضل سے سب تیر بہدف۔ ائمہ کرام بزرگان سلف کے مختلف طریقوں سے مجرب ہیں۔ مشکل بھی ہیں اور آسان بھی۔ ایسی بیش بہا کتاب اور قیمت ۴

مجموعہ اعمال مجربہ سورہ مزمل مع موکل و طریقہ ہائے زکوٰۃ۔ جس میں اعمال سورہ مزمل شریف کے عجیب و غریب عمل ہیں۔ آپ حیرت کرینگے کہ اعمال سورہ مزمل میں باری تعالےٰ نے کیا کیا وصف رکھے ہیں۔ اس کتاب میں سورہ واقعہ کے بارہ عمل بھی ہیں۔ محبت۔ عداوت کشایش رزق۔ ترقی درجات۔ حصول روزگار۔ حل مشکلات۔ قیمت چھ آنے (۶؍)۔

مجموعہ اعمال مجربہ سورہ یاسین نو ترمیم با موکل مع طریقہ زکوٰۃ۔ فقراء کے پاس اگر کوئی ایک عمل بھی ہوتا ہے تو لوگ جنگلوں میں مارے مارے پھرتے ہیں۔ پھر بھی کوئی اٹکل پچو کسی سے کوئی عمل ہاتھ آگیا تو گویا بادشاہت مل گئی۔ اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ لوگ علم سے نامانوس ہیں۔ ورنہ کتابوں میں کیا کچھ نہیں۔ یہ مجموعہ اعمال سورہ یاسین ہی منگا کر تجربہ کیجئے۔ جدید ایڈیشن قیمت ۵؍۔ ملنے کا پتہ:۔ منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

مقام اشاعت کوچہ چیلان دہلی

رجسٹرڈ نمبر ایل ۲۱۷

چندہ کچھ نہیں صرف آپ نظام المشائخ کو پڑھ لیں یہی اس کا چندہ ہے

سرپرست حضرت خواجہ حسن نظامی

نظام المشائخ

ایڈیٹر واحدی

اگست ۱۹۳۶ء — روحانی تسلی و تسکین کا ماہوار پیام — جلد ۵۶ نمبر ۲

نظام المشائخ بالکل مفت۔ محصول بھی دینے کی ضرورت نہیں

اٹھائیس برس تک نظام المشائخ کا چندہ سالانہ ڈھائی روپے رہا۔ مارچ ۱۹۳۵ء سے میں نے اسے بغیر چندہ دینا شروع کر دیا۔ صرف تین آنے محصول سالانہ بارہ رسالوں کے محصول کے لئے لیتا تھا۔ اب دسمبر ۱۹۳۵ء سے برابر اعلان کر رہا ہوں کہ تین آنے محصول بھی بھیجنے کی ضرورت نہیں۔ ہندوستان۔ غریب۔ امیر جو بھائی اسلامی مضامین پڑھنے چاہیں اپنا پتہ مجھے لکھ دیں۔ میں بغیر چندہ اور بغیر محصول نظام المشائخ اُن کی خدمت میں جاری کر دوں گا۔ الحمد للہ کتابوں اور دواؤں کی بکری سے اتنی آمدنی ہو جاتی ہے کہ نظام المشائخ کا مفت دینا زیادہ پریشان نہیں کرتا۔

آمدنی کم ہوتی ہے، رسالہ کی ضخامت اور رسالہ کی تعداد کم رہ جاتی ہے۔ آمدنی بڑھتی ہے، رسالہ کی ضخامت اور رسالہ کی تعداد بڑھ جاتی ہے۔ مارچ کا نظام المشائخ صرف ایک ہزار چھپا تھا۔ اپریل کا چھپ ہی نہ سکا۔ مئی کا تین ہزار شائع ہوا۔ جون کا پانچ ہزار۔ جولائی اور اگست کے پرچے اللہ کے فضل سے پندرہ پندرہ ہزار تیار ہوئے۔

مارچ ۱۹۳۵ء میں جنہوں نے تین آنے بھیجے تھے۔ اُن کے میرے ذمہ فقط تین پیسے باقی ہیں۔ اپریل سے خریدار ہونے والوں کے چار پیسے۔ اسی حساب سے نومبر والوں کے دس پیسے۔ یہ سب حضرات الگ الگ جب کبھی کوئی کتاب یا دوا طلب فرمائیں تو لکھ دیا کریں کہ اتنے پیسے ہمارے باقی ہیں۔ وہ کتاب یا دوا کی قیمت میں وضع کر دیئے جائیں گے۔ الگ الگ کا لفظ میں نے اس لئے لکھا ہے کہ پیسوں کی ادائیگی تو میں کر سکتا ہوں لیکن کئی صاحب مل کر ایک وی۔ پی میں اکٹھی رقم کٹوانی چاہیں گے تو اس کا مجھ پر بار پڑ جائیگا۔ میرے ہمدرد بھائیوں کو یہ بات خیال میں رکھنی چاہئے۔

واحدی۔ ایڈیٹر رسالہ نظام المشائخ۔ پوسٹ بکس۔ دہلی

مُنھ میں سانپ

اگر تمہارے مسوڑھوں سے پیپ نکلتی ہے تو تمہارے مسوڑھے اب مسوڑھے نہیں ہیں بلکہ تم نے اپنے منھ میں سانپ پال رکھے ہیں۔ مسوڑھوں کی پیپ کو سانپ کے زہر سے کم نہ سمجھو یہ پیپ کھانے اور پینے کی ہر چیز کے ساتھ معدہ میں اُترتی ہے اور معدہ کو خراب کر دیتی ہے۔ اور تم نے جاہل دیہاتیوں تک سے سنا ہوگا کہ معدہ کی خرابی تمام بیماریوں کی جڑ ہے۔ مگر باخبر لوگ جانتے ہیں کہ حقیقۃً دانتوں کی خرابی تمام بیماریوں کی جڑ ہے کیونکہ معدہ خود عموماً دانتوں کی خرابی سے خراب ہوا کرتا ہے۔

واحدی صاحب کا منجن اکسیر دنداں

اس سانپ کے زہر کا تریاق ہے۔ اللہ کے فضل سے یہ منجن دانتوں کی ہر ہر خرابی کو دور کر دیتا ہے۔ مسوڑھوں سے پیپ نکلنے سے بڑھکر تو کوئی خرابی نہیں۔ پیپ نکلتے نکلتے دانت ہلنے بھی اگر ہوں تو انشاءاللہ واحدی صاحب کا منجن اکسیر دنداں اُنہیں جوڑ دیگا۔ منجن اکسیر دنداں کا نسخہ واحدی صاحب کو حضرت مسیح الملک حکیم محمد اجمل خاں رحمۃ اللہ علیہ نے دیا تھا جبکہ واحدی صاحب اخبار طبیب کے ایڈیٹر تھے۔

جو لوگ پائیریا یعنی دانتوں سے پیپ نکلنے کے مریض ہوں وہ واحدی صاحب کا منجن اکسیر دنداں تھوڑا سا ہر وقت پاس رکھیں اور جب کھانا یا پھل یا پان وغیرہ کھانے لگیں تو پہلے اُسے مل کر دانتوں اور مسوڑھوں کو صاف کرلیں۔ اس طرح شاید دن میں پانچ چھ دفعہ انہیں منجن استعمال کرنے کی زحمت اُٹھانی پڑیگی۔ لیکن یہ زحمت اُنکی اپنی بے پرواہی کا نتیجہ ہے اور اسے اُنہیں برداشت کرنا چاہئے۔ اس برداشت کا فائدہ وہ محسوس کرینگے۔ ورنہ مزید بے پرواہی اس سے بڑی بڑی زحمتوں میں مبتلا کر دیگی۔ کھانے کے بعد منجن ملنا ضروری نہیں ہے ویسے ہی اُنگلی اور پانی سے صفائی کر لینا کافی ہوگا۔ جن لوگوں کو ابھی پائیریا نہیں ہوا ہے یا جن کے دانتوں سے پیپ نہیں نکلتی البتہ خون نکلتا ہے تو اُن کے لئے واحدی صاحب کا منجن اکسیر دنداں صرف صبح بیدار ہو کر اور شام کو سوتے وقت ملنا ضروری ہے۔ باقاعدہ وہ دونوں وقت منجن نہیں ملیں گے تو پھر پانچ چھ وقت ملنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ جنہیں اتفاقیہ کوئی شکایت ہو جاتی ہے مثلاً بادی سے مسوڑھے پھول گئے ہوں۔ دانتوں میں درد رہنے لگا ہو تو وہ حسب ضرورت جتنی دفعہ چاہیں اس منجن کو استعمال کر سکتے ہیں۔ اور جنہیں ابھی کوئی خفیف سی تکلیف بھی دانتوں کی نہیں ہے وہ ایک دفعہ صبح اس منجن کو مل لیا کریں۔ اللہ سے اُمید ہے کہ کبھی اُنہیں دانتوں کی کوئی تکلیف ہوگی ہی نہیں۔ ایک احتیاط واحدی صاحب کا منجن اکسیر دنداں استعمال کرنے والے لازمی طور سے کریں خواہ وہ مریض ہوں یا تندرست کہ پان یا پھل کھا کر بھی ہمیشہ پانی اور انگلی سے دانتوں اور مسوڑھوں کو صاف کرتے رہیں جسطرح کھانا کھا کر کرتے ہیں۔ دانتوں اور مسوڑھوں کو غلاظت کسی قسم کی زیادہ دیر تک لگی رہنی اچھی نہیں۔ پان کو ڈاکٹر مُضر بتایا کرتے ہیں۔ حقیقۃً تمباکو کے سوا پان کا کوئی جزو بھی مُضر نہیں ہے۔ ہاں پان ہر وقت چبانے سے لعاب دہن ضائع ہوتا ہے۔ یہ بڑی نقصان رساں بات ہے۔ دوسرے پان کھا کر لوگ دانت صاف نہیں کرتے اور ہر وقت پان کھانے والے بھلا کیسے دانت صاف رکھ سکتے ہیں تو پان کی کثرت سے پرہیز رکھنا چاہئے۔ مفصل ترکیب استعمال منجن کے ساتھ عرض کی جائیگی۔ واحدی صاحب کا منجن اکسیر دنداں شیشی میں بھیجا جاتا ہے۔ ایک شیشی کی قیمت سات آنے ہے۔ محصول ایک شیشی پر پانچ آنے لگتا ہے۔ دو اور تین شیشیوں پر سات آنے محصول لگتا ہے۔ ٹین کے ڈبہ میں چار شیشیوں تک منجن ۵ر محصول میں چلا جاتا ہے۔

مِلنے کا پتہ: منیجر نظام المشائخ پوسٹ بکس ۱۳ دہلی

واحدی صاحب کے منجن کی تعریفیں

جناب نواب ضیاء الدین خاں صاحب بیلس خورشید جاہ حیدرآباد دکن

لکھتے ہیں:۔ واحدی صاحب کے ایجاد کردہ منجن اکسیر دنداں نے مجھے بہت فائدہ بخشا۔ درحقیقت تمام منجنوں میں یہ ایک نادر تحفہ ہے۔ اس منجن کے استعمال سے میرے دانتوں کی شکایت رفع ہوگئی جو چار سال سے تکلیف دے رہی تھی۔ اس منجن کی ایجاد پر میں واحدی صاحب کا دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ براہ مہربانی چھ عدد شیشیاں اور روانہ فرمائیے۔

(قیمت منجن فی شیشی سات آنے۔ محصول ۵ر)

مِلنے کا پتہ:۔ منیجر رسالہ نظام المشائخ۔ پوسٹ بکس ۱۳ دہلی

جناب نوابزادہ سردار محمد حبیب الرحمن خاں صاحب شہر پشاور سے

لکھتے ہیں:۔ واحدی صاحب کا منجن پہنچ گیا اور استعمال سے نہایت مفید معلوم ہوا۔ مہربانی فرما کر ڈیڑھ روپیہ کا منجن واحدی صاحب کا روانہ فرمائیں مگر کسی ایسے طریقہ سے بھیجدیں کہ خرچ تھوڑا آئے۔

جناب نثار احمد صاحب ڈپٹی کلکٹر امرتسر سے

لکھتے ہیں:۔ براہ مہربانی ایک شیشی منجن اکسیر دنداں واحدی صاحب روانہ فرما کر مشکور فرمادیں۔ مجھکو کسی قدر فائدہ معلوم ہوتا ہے مگر دو تین روز سے میرے دانتوں سے خون پھر آگیا اس لئے پوری رائے ابھی قائم نہیں کر سکتا۔

اگر محمد رسول اللہ اس زمانہ میں ہوتے

مولانا احمد اللہ صاحب (مدرسہ حبیبیہ کے فارغ التحصیل عالم) ایک دفعہ میرے ساتھ سینما دیکھ کر آ رہے تھے۔ راستہ میں اُنہوں نے مجھ سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آجکل ہوتے تو سینما کے متعلق کیا رائے رکھتے۔ میں نے جواب دیا کہ مشینری کی تعریف فرماتے اور اس سے جو کام لیا جاتا ہے اُسے کاموں کی نوعیت پر چھوڑتے۔

عیاشی کے فلموں کی مذمت کرتے اور دوسری قومیں اپنے مقاصد کے لئے جس طرح اس مشینری کو استعمال میں لاتی ہیں اس کی بابت حضورؐ کا ارشاد ہوتا کہ یہ عقل و حکمت کی بات ہے اور مومن کی کھوئی ہوئی میراث ہے اسے ہر مومن کو اختیار کر لینا چاہئے۔ میرا خیال ممکن ہے درست نہ ہو۔ لیکن بہرحال میرا خیال یہی ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر چھاپنے کی مشین پر فحش اور مقدس دونوں قسم کی کتابیں چھپ سکتی ہیں تو سینما کی مشینری نے کیا قصور کیا ہے کہ مقدس امور کی تبلیغ کے لئے اسے استعمال نہ کیا جائے۔ صرف اس وجہ سے کہ اس کے ذریعہ فحش چیزیں بھی دکھائی جاتی ہیں۔ عیسائی قوموں نے اس مشینری سے جیسا فائدہ اُٹھایا ہے اُس کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ ہندو بھی اس معاملے میں کہیں سے کہیں پہنچ چکے ہیں۔ کسی بات کو جتنا مؤثر اور دلچسپ بنا کر آپ پیش کرینگے اتنی ہی وہ مقبول ہوگی اور جتنا خشک بنائیں گے اتنی ہی اس سے نفرت بڑھیگی۔ میں جب کوئی کتاب شائع کرتا ہوں تو اس تجربہ کو سامنے رکھتا ہوں اور جہاں مجھے اس کے معقول اور مستند ہونے کا دھیان رہتا ہے وہاں یہ بھی میں لازمی سمجھتا ہوں کہ وہ خواہ کیسے ہی خشک مضمون پر لکھی گئی ہو اسے سینما نہیں تو کم از کم حصہ کی برابر ضرور دلچسپی سے دیکھا جا سکے۔

حقیقۃً مضمون کوئی خشک نہیں ہوتا اُسے خشک بنا دیا جاتا ہے اور محض تحریر کی خشکی کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ دو چار سطریں پڑھنے کے بعد لوگ کتاب کو بس طاقوں اور الماریوں میں خوبصورتی سے سجا دیتے ہیں۔ میری شائع کردہ کتابیں الحمد للہ شروع کر دینے کے بعد ختم ہوئے بغیر ہاتھ سے نہیں چھوٹتیں۔ مثال کے طور پر میں اپنی شائع شدہ کتابوں میں "صبح زندگی" اور "شام زندگی" کو پیش کرتا ہوں جنہوں نے انہیں پڑھا ہے وہی ان کی کیفیت جانتے ہیں۔ تیرہ ہزار اور اٹھائیسواں اڈیشن ان کتابوں کے نکل چکے ہیں۔ خیر یہ تو کہانی ہی افسانہ کے طرز پر گئی ہیں۔ دوسری دو کتابوں کو منگا کر دیکھئے۔ ایک کا نام "اسلام اور عورت" ہے اور دوسری کا "اسلام اور عبادت" نام سے آپ کا ذہن ادھر ہرگز منتقل نہ ہوگا کہ یہ کتابیں بھی دلچسپ ہو سکتی ہیں۔ مذہب کے ساتھ خشکی ایسی چپکا دی گئی ہے کہ دلچسپی کا تصور بھی اس میں ممکن نہیں سمجھا جاتا۔ لیکن "اسلام اور عبادت"[1] تو مہینہ بھر بعد مل سکے گی "اسلام اور عورت" شائع ہو گئی ہے اور میرے دعوے کی تصدیق کر سکتی ہے۔ واقعی اگر شروع کر دینے کے بعد یہ کتاب ہاتھ سے چھُٹ جائے تو کہئے گا اور کہئے گا کیا واپس کر دیجئے گا۔ اور اپنے دام منگا لیجئے گا۔ اور یہ عرض کر دوں کہ قرآن اور حدیث کے سوا اس کتاب میں اور کچھ نہیں ہے۔ لیکن قرآن اور حدیث کے مضامین کو ایسے دلکش پیرایہ سے مرتب کیا ہے کہ دیکھنے ہی سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کتاب کو بھی چھوڑئیے خود حدیث کو لیجئے۔

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کی "تشریح بخاری" کے آٹھ پارے تیار ہیں انہیں طلب فرما کر اندازہ کیجئے۔ حضرت خواجہ صاحب کی ادبی تحریروں اور ادبی کتابوں کی دلچسپی اور دلکشی تو کچھ چھپی اور ڈھکی شے نہیں ہے حضرت کی "عام فہم تفسیر القرآن" اور "عام فہم تشریح بخاری" بھی بیحد دلچسپ ہیں اور حضرت کی تاریخی کتابوں کا بھی یہی حال ہے۔ کیا آپ نے محرم نامہ میلاد نامہ۔ دہلی کی جانکنی وغیرہ کتابیں نہیں پڑھیں۔ کرشن بیتی نہیں دیکھی۔ خواجہ صاحب کی کونسی کتاب دلکشی سے خالی ہے۔ میں اس وقت کوئی مضمون نہیں لکھ رہا ہوں۔ میرا مقصود اپنی شائع شدہ کتابوں کا اشتہار دینا ہے۔ چنانچہ میں اشتہارات کے صفحوں میں بھی اسے شائع کر دونگا۔ لیکن یہ اشتہار بہت سے مضمونوں سے سچا ضرور ہے جتنی باتیں اس اشتہار میں درج کیگئی ہیں حرف بحرف صحیح ہیں۔ صرف مولانا احمد اللہ صاحب اور مدرسہ حبیبیہ اصلی نام نہیں ہیں۔ میں نے بدل دیئے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ گناہ تو ایسے ایسے کر لیتے ہیں جنہیں ہم گنہگار بھی گناہ سمجھتے ہیں لیکن چھپ کر کرتے ہیں۔ کیوں کسی کا پردہ فاش کروں کہ باوجود کامل نااہل ہونے کے سینما اور تھیٹر دیکھتے ہیں۔

صبح زندگی کی قیمت ؎ شام زندگی کی ؎ اسلام اور عورت کی ؎ اسلام اور عبادت کی ؎ اسلام اور مدنیت کی ؎۔ عام فہم تشریح البخاری کے آٹھ پاروں کی ؎ محرم نامہ کی ؎ میلاد نامہ کی ؎ دہلی کی جانکنی کی ؎ کرشن بیتی کی ؎ عام فہم تفسیر القرآن مکمل غیر مجلد ہدیہ دس روپے دو آنے اور مجلد (تین جلدوں میں) ہدیہ ؎ اور فی پارہ ؎ تشریح بخاری کے پارے بھی ایک ایک روپیہ میں الگ الگ مل سکتے ہیں۔

واحدی ایڈیٹر رسالہ نظام المشائخ۔ پوسٹ بکس ۸۳۔ دہلی

دس روپے کا نوٹ ساڑھے سات روپے میں

میری شائع کردہ کتابوں پر جو قیمتیں چھاپی جاتی ہیں اُن میں آج تک کبھی کمی نہیں کی گئی گویا ہر کتاب کرنسی نوٹ ہے جو جتنے روپے کا ہوتا ہے اتنے ہی روپے میں چلتا ہے۔ لیکن اس مہینہ میں میں اُن کتابوں کو چار آنے فی روپیہ رعایت سے دونگا۔ شائقین اس موقع اور رعایت سے جلد از جلد فائدہ اُٹھائیں۔ اگلے مہینہ میں بلکہ غالباً آیندہ کبھی یہ رعایت نہ مل سکے گی۔

یاد رہے کہ صرف اپنی چھاپی ہوئی کتابوں کے متعلق یہ اعلان کر رہا ہوں کہ ایک روپے کی ہوگی تو ایک مہینہ کے اندر اندر بارہ آنے میں دونگا اور کتابوں کے متعلق یہ اعلان نہیں ہے۔ اس صفحہ میں تین چار کتابیں ایسی ہیں جو تھوڑی باقی ہیں۔ ان کے نام حاشیہ پر الگ لکھ دیئے ہیں وہ پوری ہی قیمت سے دی جائیں گی۔ باقی سب ۴ر فی روپیہ رعایت سے ملیں گی۔

واحدی۔ دفتر رسالہ نظام المشائخ۔ پوسٹ بکس ۸۳۔ دہلی

---

[1] شائع ہو گئی ہے۔ قیمت ؎ اسی سلسلہ کی ایک اور کتاب "اسلام اور مدنیت" بھی چھپ گئی ہے۔ قیمت ؎۔

دس روپے کا نوٹ ساڑھے سات روپے میں

میری شائع کردہ کتابوں پر جو قیمتیں چھاپی جاتی ہیں ان میں آج تک کبھی کمی نہیں کی گئی۔ گویا ہر کتاب کرنسی نوٹ ہے۔ جو جتنے روپے کا ہوتا ہے اتنے ہی میں چلتا ہے۔ لیکن اس مہینہ میں میں ان کتابوں کو چار آنے فی روپیہ رعایت سے دوں گا۔

شائقین اس موقع اور اس رعایت سے جلد از جلد فائدہ اٹھائیں۔ اگلے مہینہ میں بلکہ غالباً آیندہ کبھی یہ رعایت نہ مل سکے گی۔

یاد رہے کہ صرف اپنی چھاپی ہوئی کتابوں کے متعلق یہ اعلان کر رہا ہوں کہ ایک روپیہ کی ہوگی تو ایک مہینے کے اندر اندر ۱۲ؔ میں دونگا اور کتابوں کے متعلق یہ اعلان نہیں ہے۔ اس صفحہ میں سب میری چھاپی ہوئی کتابوں کے اشتہار ہیں۔ یہ ۴ؔ فی روپیہ رعایت سے ملیں گی۔

واحدی ۔ دفتر رسالہ نظام المشائخ ۔ پوسٹ بکس [illegible] ۔ دہلی

آپ کے لڑکے ہندوؤں کے مدرسوں میں پڑھتے ہیں آپ کی لڑکیاں مشن اسکولوں میں جاتی ہیں

مسلمانوں کے پاس اپنے مدرسے اور اسکول نہوں تو ایسے سوا چارہ ہی کیا ہے جب آپ کو دوسروں کی طرح الزام نہیں دیتا۔ لیکن ان معصوموں کی مذہبی تربیت سے بالکل بے خبر اور بے پروا نہ بیٹھئے۔ گھر پر انکے عقائد اور اعمال کو درست رکھنے کا انتظام کیجئے۔ ان کے خیالات دین سے برگشتہ نہ ہونے دیجئے اور اسلام کی پاک اور عاقلانہ تعلیمات انہیں سناتے رہئے۔ اس کے لئے میں نے زمانہ کی رفتار اور نوجوانوں کی طبیعت کا لحاظ رکھ کر ایک سلسلۂ کتب شائع کرنا شروع کیا ہے جو اسکولوں اور کالجوں میں خصوصیت کے ساتھ مقبول ہو رہا ہے۔ اس سلسلہ کی تین کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ ایک کا نام "اسلام اور عبادت" ہے۔ دوسری کا نام "اسلام اور عورت" ہے۔ تیسری کا نام "اسلام اور مدنیت" ہے۔ کتاب "اسلام اور عبادت" کی اصلی قیمت ۸ؔ ہے اور رعایتی ۶ؔ۔ کتاب "اسلام اور عورت" کی قیمت اصلی ۱۰ؔ ہے اور رعایتی ۷ؔ۔ کتاب "اسلام اور مدنیت" کی اصلی قیمت ۱۴ؔ ہے اور رعایتی ۱۵ؔ

راقم واحدی ایڈیٹر رسالہ نظام المشائخ ۔ پوسٹ بکس [illegible] ۔ دہلی

عبد اور معبود کے تعلقات

اپنے مالک اور خالق کے حضور میں انتہائی عاجزی کے ساتھ گڑگڑانا بھی کیسے سکون قلب کا باعث ہوتا ہے۔ لیکن اگر یہ معلوم ہو جائے کہ اس طرح گڑگڑانے کی اصلیت اور حقیقت کیا ہے۔ اس میں کیا کیا عجیب و غریب حکمتیں پوشیدہ ہیں تو ظاہر ہے کہ عبادتوں کا لطف دس گنا بڑھ جائیگا۔ طوطے کی طرح چند الفاظ رٹ کر زبان سے ادا کر دینے میں بھی اگرچہ ایک راحت اور لذت ہے لیکن عبادتوں کا اصلی مقصد اور مفہوم بھی معلوم ہو تو یقیناً وہ بہت زیادہ پُر کیف اور مسرت بخش بن جائیں گی۔

اِسلام اور عبادت

کے نام سے جو کتاب مشہور و معروف مصنف جناب ڈاکٹر سعید احمد صاحب نے لکھی ہے۔ اس میں نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ کے اصلی مقاصد بتائے گئے ہیں اور بہت ہی مدلل طریقہ پر ثابت کیا گیا ہے کہ عبادت الٰہی کے ان سے بہتر طریقے اور کوئی نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ جہاں ان کے ذریعہ سے ایک طرف عبد و معبود اور خالق و مخلوق کے درمیان راز و نیاز کی باتیں ہوتی ہیں اور بندہ اپنے آقا کے حضور میں جا کھڑا ہوتا ہے۔ وہاں ساتھ ہی ساتھ ان سے عبادت کرنے والوں کو طرح طرح کے مادی فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کی دوسری کتابوں کی طرح اس کتاب میں بھی وہی خصوصیت موجود ہے کہ بالکل خشک اور پھیکے مضمون کو حد سے زیادہ دلچسپ بنا دیا گیا ہے۔ اس کتاب کو پڑھ لینے کے بعد ناممکن ہے کہ نماز اور روزے میں دوگنا اور چوگنا لطف نہ آنے لگے۔ قیمت اصلی ۸ؔ رعایتی ۶ؔ

بیکس و مظلوم عورت

کے حقوق کی حفاظت کا اگر کسی مذہب نے بیڑا اٹھایا ہے تو وہ اسلام ہے اور یہ زبانی دعوے نہیں بلکہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے جسے کلام الٰہی اور ارشادات رسالت پناہی کے ذریعہ سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔

اِسلام اور عورت

میں قرآن [illegible] احادیث نقل کرکے یہ بتایا گیا ہے کہ اسلام نے دنیائے انسانی میں عورت کا [illegible] درجہ کیا ہے۔ مرد پر عورت کے حقوق کیا کیا ہیں اور کس طرح وہ اخلاقی دنیا کی ملکہ [illegible] مرد کے برابر حصہ لیتی ہے۔ ضمناً یہ بات بھی معرض بیان میں آ گئی ہے کہ دوسرے مذاہب نے عورت کی کیا حیثیت مقرر کی ہے۔ نیز یہ کہ مذہب سے الگ ہو کر بھی جن قوموں نے عورت کی [illegible] بہتر بنانے کی کوشش کی ہے وہ بھی مردوں کی خود غرضی کی وجہ سے عورت کو اس بلندی تک نہ پہنچا سکے کہ جہاں اسلام نے اسے پہنچا دیا ہے۔ کتاب حد سے زیادہ دلچسپ ہے۔ اور فاضل مصنف نے انتہائی [illegible] اور جانفشانی سے کام لیکر ایک ایک آیت اور ایک ایک حدیث ڈھونڈی ہے اور پھر ان سب کو ایک بہت ہی دلفریب طریقہ پر یکجا کر دیا ہے۔ یہ طاقت خدا نے ڈاکٹر سعید احمد صاحب ہی کے قلم میں دی ہے کہ وہ خشک سے خشک مضامین کو بھی ایک ایسے اسلوب سے بیان کر جاتے ہیں کہ وہ روکھے پھیکے معلوم ہونے کی بجائے بیحد دلکش اور دلآویز ہو جاتے ہیں اور یہ کتاب ڈاکٹر صاحب موصوف کے شاہکاروں میں سے ہے۔ عورت کے متعلق اتنی عمدہ۔ اتنی مفید اور اتنی صحیح معلومات اور کسی کتاب میں آپ کو نہیں مل سکتیں۔ ہم ہر مسلم و غیر مسلم سے سفارش کرتے ہیں کہ وہ اس سے مستفید ہوں۔ قیمت اصلی ۱۰ؔ رعایتی ۷ؔ

سب کتابیں ملنے کا پتہ: منیجر رسالہ نظام المشائخ ۔ پوسٹ بکس [illegible] ۔ دہلی۔

اگر آپ مسلمان بننا چاہتے ہیں

تو کتاب اسلام اور مدنیت پڑھیئے

اسلام اور مدنیت میں مشہور عبادات نماز روزہ وغیرہ کے سوا وہ سب کچھ بتا دیا گیا ہے جسے ایک سچے اور صحیح مسلمان کو جاننا چاہیئے۔ نماز روزے عبادات وغیرہ کے متعلق ایک دوسری کتاب "اسلام اور عبادت" موجود ہے۔ جنہوں نے "اسلام اور عبادت" اور "اسلام اور عورت" نامی کتابیں دیکھی ہیں اُن سے تو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ "اسلام اور مدنیت" کس قدر دلچسپ کتاب ہے کیونکہ تینوں کتابیں ایک ہی مصنف جناب علامہ **ڈاکٹر سعید احمد صاحب** کی تصنیف ہیں۔ اسلام اور مدنیت اس قدر دلچسپ طریقہ سے لکھی گئی ہے کہ اس کا اندازہ بغیر پڑھے نہیں ہوسکتا۔ آپ جہاں تک بھی اس کے دلچسپ ہونے کا تصور کریں گے وہ پڑھنے کے بعد اس سے بڑھ کر ہی دلچسپ ثابت ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ ڈاکٹر سعید احمد صاحب ہی کو خدا نے یہ قدرت دی ہے کہ وہ ایسے خشک اور روکھے پھیکے عنوانوں پر جنکی فہرست ذیل میں درج ہے انتہائی دلچسپ مضامین لکھ لیتے ہیں اور لطف یہ ہے کہ قرآن و حدیث سے باہر نہیں جاتے۔ کتاب "اسلام اور مدنیت کے چند عنوان یہ ہیں۔

مدنیت کی دو قسمیں	قوم کے بچوں یعنی	
رشتہ داروں کے ساتھ برتاؤ	یتیموں کے ساتھ برتاؤ	
حقوق زوجین	تمام انبیاء کے ساتھ	
اولاد کے ساتھ برتاؤ	برتاؤ	
کنبے والوں کے ساتھ برتاؤ	ربوا یعنی سود	
پڑوسیوں کے ساتھ برتاؤ	چوری لوٹ مار	
لونڈی اور غلاموں کے ساتھ برتاؤ	اور رشوت	
مزدور کی پوری دینا	دشمنوں کے ساتھ صلح کرنا	اہل کتاب کے ساتھ برتاؤ
گداگری۔ دشمنوں کے ساتھ برتاؤ	دشمنوں کی عورتیں اور بچے	جانوروں کے ساتھ برتاؤ

کس کی سمجھ میں آسکتا ہے کہ ان عنوانوں پر جو کتاب لکھی گئی ہے وہ دلچسپ بھی ہوگی۔ مگر جب آپ اسلام اور مدنیت کو ملاحظہ فرمائیں گے تو آپ پر اس دعوے کی حقانیت ظاہر ہو جائے گی۔ کتاب کے دلچسپ ہونے کے علاوہ ہمیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسلام سے بہتر انسان کو دنیا میں رہنا کون سکھا سکتا ہے اور اس کتاب میں اسلام کی وہی تعلیمات بیان کی گئی ہیں جو اُس نے اپنے پیروؤں کو دنیا میں رہنے کے متعلق دی ہیں۔ ہر مذہب اور ہر قوم کے اندر ایسی تعلیمات موجود ہیں۔ لیکن اسلام کی تعلیمات اور منسوخ مذاہب یا گمراہ اقوام کی تعلیمات کا کیا مقابلہ۔ فاضل مصنف نے اسلام کی تعلیمات کی برتری اور فضیلت کو اس کتاب کے ذریعہ دلوں اور دماغوں میں اُتار دیا ہے۔ کاش مسلمان اپنے مذہب کی تعلیمات کے موافق دنیا میں رہنا سیکھیں۔ ہمارا کام تو اس تعلیم کو پہنچا دینا ہے ہم نے یہ کوشش بھی کرلی کہ وہ تعلیم ایسی شان سے آپ کے سامنے آئے کہ آپ اُسے پڑھنے پر مجبور ہو جائیں۔

قیمت اصلی ۱۲/ر رعایتی پندرہ آنہ (۱۵/ر)

ملنے کا پتہ: منیجر رسالہ نظام المشائخ۔ پوسٹ بکس نمبر ۱۰۲۔ دہلی

دس روپے کا نوٹ ساڑھے سات روپے میں

میری شائع شدہ کتابوں پر جو قیمتیں چھاپی جاتی ہیں اُن پر آج تک کبھی کمی نہیں کی گئی۔ گویا کتاب کرنسی نوٹ ہے جو جتنے روپے کا ہوتا ہے اُتنے ہی میں چلتا ہے۔ لیکن اس مہینہ میں ان کتابوں کو چار آنے فی روپیہ رعایت سے دوں گا۔

شائقین اس موقع اور اس رعایت سے جلد از جلد فائدہ اُٹھائیں۔ اگلے مہینہ میں بلکہ غالباً آئندہ کبھی یہ رعایت نہ مل سکے گی۔

یاد رہے کہ صرف اپنی چھاپی ہوئی کتابوں کے متعلق یہ اعلان کر رہا ہوں کہ ایک روپیہ کی ہوگی تو ایک مہینہ کے اندر اندر بارہ آنے میں دونگا۔ اور کتابوں کے متعلق یہ اعلان نہیں ہے۔ اس صفحہ میں سب میری چھاپی ہوئی کتابوں کے اشتہار ہیں۔ یہ چار آنے فی روپیہ رعایت سے ملیں گی۔

واحدی ۔ دفتر رسالہ نظام المشائخ۔ پوسٹ بکس نمبر ۱۰۲۔ دہلی

محبت کی ایک نگاہ

ایک انسان کی زندگی میں کیسے کیسے انقلاب پیدا کرسکتی ہے اور خونخوار وحشی درندوں کو کس آسانی سے رام کرسکتی ہے۔

اگر یہ دیکھنا منظور ہے

تو ڈاکٹر سعید احمد صاحب کا دلچسپ و دلکش افسانہ

پتھر سے ہیرا

ملاحظہ فرمائیے جو اپنی ادبی خوبیوں کے لحاظ سے بھی بعد میں اردو کا ایک درخشندہ ہیرا ہے۔ یہ سچا تبلیغی قصہ آپ کو بتائیگا کہ اس دنیائے انسانی میں ایک عورت کی سچی ہمدردی اور محبت بھری گفتگو کیا کچھ جادو کرسکتی ہے۔ یہ قصہ آپ کو اس بات کا بھی یقین دلا دے گا کہ بچوں کی صحیح تربیت کا طریقہ کیا ہے قصہ اس قدر دل آویز ہے کہ کتاب شروع کرنے کے بعد ختم کئے بغیر اسے چھوڑنے کو کسی طرح دل نہیں چاہتا۔ ضخامت ۱۱۲ صفحے۔ قیمت اصلی ۱۴/ر رعایتی ۱۱/ر

ترقی اسلام کے سلسلہ میں

ایک راز کی بات

مسلمانوں سے کہنی چاہتا ہوں

لیکن اُسکی عام تشہیر مناسب نہیں

کتاب **اَحسَنُ المقال** میں درج ہے اُسے منگائیے اور پڑھ لیجئے۔ ضخامت ۴۶ صفحے۔ قیمت آٹھ آنے۔

اَحسَنُ المقال نا پسند آئے یا یہ بیان آپ کے نزدیک جھوٹا نکلے تو آٹھ آنے کی بجائے ۱۲/ر واپس کردئے جائیں گے۔ قیمت اصلی ۸/ر رعایتی ۶/ر

چند متفرق کتابیں

رواۃ الامہات مولوی سید ظفر احسن صاحب علوی مرحوم نے وہ چالیس حدیثیں جمع کردی ہیں۔ جن کی روایت عورتوں سے شروع ہوئی یا جو عورتوں ہی کے متعلق ہیں اور اُن پر حاشیہ لکھا ہے۔ خواتین اسلام کے لئے نادر تحفہ ہے۔ ضخامت ۸۰ صفحے۔ قیمت اصلی ۶/ر رعایتی ۴/ر

اخلاق سلطانی علوی صاحب مرحوم نے اس میں علم الاخلاق کے مبادیات کو یکجا کردیا ہے۔ ضخامت ۵۶ صفحے۔ قیمت اصلی ۸/ر رعایتی ۶/ر

مشاہیر مشائخ ہند خاندانہائے عالیہ چشتیہ سہروردیہ کے بعض مشہور مشائخ کا تذکرہ ہے۔ مولانا محمد قاسم فرشتہ کی تاریخ ہند سے مولوی شفیع الدین خان صاحب مرحوم نے ترجمہ کیا تھا۔ قیمت اصلی ۶/ر رعایتی ۴/ر

مریخی سیاح کی ڈائری ایسی چیز آپ کی نظر سے کبھی نہ گزری ہوگی ضخامت ۵۶ صفحے۔ قیمت اصلی ۶/ر رعایتی ۴/ر

رجبی شریف یعنی حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی معراج کا پُر کیف بیان۔ قیمت اصلی ۴/ر رعایتی ۳/ر

ملنے کا پتہ: منیجر رسالہ نظام المشائخ۔ پوسٹ بکس نمبر ۱۰۲۔ دہلی

تصنیفات مصورِ غم علاّمہ راشد الخیری مرحوم

شام زندگی

اس کتاب سے زیادہ آخری پانچ سال میں اُردو کی کوئی کتاب مقبول نہیں ہوئی۔ ابتک بیس ہزار بک چکی ہے اور مانگ کا وہی حال ہے جو شروع میں تھا۔ جو مرد چاہتے ہیں کہ اُن کی بیویاں اُن کے مزاج کے موافق ہو جائیں وہ شام زندگی کو اُنہیں پڑھواتے ہیں اور جو عورتیں آرزو رکھتی ہیں کہ اُن کا گھر رشک جنت بن جائے وہ شام زندگی کو پڑھتی ہیں اور اس کی مدد سے اپنے خاوندوں کا دل موہ لیتی ہیں۔ جنہیں اولاد کی تربیت کا خیال ہے اُن کے نزدیک تو شام زندگی سے بہتر اتالیق نہیں ہے۔ شام زندگی میں قصہ کے طور پر ایک لڑکی کا حال لکھا گیا ہے کہ اس نے شادی سے لیکر مرنے کے وقت تک کیونکر زندگی بسر کی۔ زندگی کے کسی شعبہ اور حیات کے کسی مرحلہ کو جس سے انسان ہو کر گذرتا ہے نظر انداز نہیں کیا گیا پھر پیرایہ اس قدر دلچسپ ہے کہ جو ایک صفحہ دیکھکر کتاب ہاتھ سے چھوڑ دیجئے تو ہم قیمت مع محصول واپس دینے کو تیار ہیں اور موثر اتنی کہ لوگوں نے اسی کی وجہ سے مصنف کو "مصور غم" کا خطاب دیا ہے۔ ہر سطر آنکھوں کو پُرنم کر دیتی ہے۔ غرض شام زندگی بڑے کام کی کتاب ہے۔ کسی اعتبار سے کوئی عیب اس میں نہیں ملتا۔ محاسن ہی محاسن ہیں ایک جلد طلب فرمائیے آپکے تمام خاندان اور احباب میں پہنچ جائیگی۔ عورت اور مرد سب اس پر شیدا ہو جاتے ہیں۔ تمہارے دکھ کا علاج۔ تمہارے درد کی دوا۔ تمہارے دل کا بہلاوا۔ تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک شام زندگی اور صرف شام زندگی میں ہے۔ شام زندگی نے سینکڑوں جانوروں کو انسانیت سکھا دی۔ لامذہبوں میں مذہبیت پیدا کر دی۔ اور گم گشتہ راہوں کو راہ پر لگا دیا۔ جو شخص شام زندگی سے محروم رہے اور شام زندگی سے فائدہ حاصل نہ کرے اسکی تقدیر ہے۔ ورنہ شام زندگی نے دین و دنیا کی درستی کا سامان پیش کر دیا ہے۔ ضخامت قریباً ڈیڑھ سو صفحے۔ لکھائی چھپائی دیدہ زیب۔ قیمت اصلی عہ رعایتی ۱۲/

صبح زندگی

یہ شام زندگی کا پہلا حصہ ہے۔ شام زندگی میں نسیم بیگم کی شادی سے موت تک کے حالات پڑھنے سے پہلے ذرا ان کا گہوارہ بھی دیکھ لیجئے اس سے تم کو پتہ چلے گا کہ ایک لڑکی کی پیدائش سے شادی تک کیونکر تعلیم و تربیت کرنی چاہئے۔ علامۂ موصوف اس قسم کے مضامین کو دلچسپ بنا دینے میں جو ملکہ رکھتے ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ یہ تمہاری بیٹیوں کی اتالیق ہے۔ تمہاری بیویوں کی مشیر ہے اور خود تمہاری ذات کے لئے لٹریچر کا بیش بہا خزانہ ہے۔ افضل قصہ ہے۔ اس سے کام لو اور نصیحت پکڑو اور لطف اٹھاؤ۔ صبح زندگی کا حال میں سترہواں ایڈیشن چھپا ہے۔ قیمت اصلی ڈیڑھ روپیہ۔ رعایتی ۱/۸

منازل السائرہ

اس سے پہلے اور دوسری دفعہ آنریبل سر عبدالقادر صاحب بیرسٹر ایٹ لا ایڈوکیٹ پنجاب نے شائع کیا تھا۔ جو اب اُن کی عدیم الفرصتی کے سبب مدت سے تیار نہ ہو سکی تھی۔ ہم نے حصول اجازت کے بعد اور مولانا سے نظر ثانی کرا کے اس کو چھاپ لیا ہے۔ منازل السائرہ میں سائرہ کی زندگی کے مختلف حالات نہایت دلچسپ اور نصیحت آمیز طریق سے بیان کئے گئے ہیں۔ مولانا کی طرز تحریر کا یہ ایک لاثانی نمونہ ہے۔ اخبارات اس پر اچھی اچھی رائیں ظاہر کر چکے ہیں۔ اور اس کی مقبولیت کا اندازہ یوں ہو سکتا ہے کہ جب تیسرے ایڈیشن کے لئے اس کا نسخہ مانگا تو نہ مصنف کے پاس تھا اور نہ پبلشر کے۔ آخر صرف کثیر کرکے ایک اور شخص سے لیا۔ تیسرے ایڈیشن میں لکھائی چھپائی کاغذ سب عمدہ ہے۔ قیمت حصہ اوّل ایک روپیہ۔ رعایتی ۱۲/
قیمت حصہ دوم ایک روپیہ رعایتی ۱۲/

بنت الوقت

دور جدید کے کرشمے۔ مشنری لیڈیز کی حیرت خیز تبلیغ۔ مغربی تہذیب کی دلدادہ مس فرخندہ کی شرمناک لائف۔ دمیدہ کا اپنے بڑے بھائی مجید کو محروم الارث نہیں جائداد کے حاصل کرنے کے لئے بکھیڑوں میں گرفتار کرانا اور بالآخر مجید کی موت پھر یہ پیاری کہانی اور مولانا کی زبانی۔ بنت الوقت بتائے گی کہ یورپ کی کورانہ تقلید اور نئے تمدن کی اندھا دھند پیروی کس طرح گھروں کو تباہ کرتی ہے قیمت اصلی آٹھ آنے رعایتی چھ آنے (۶/)

سات روحوں کے اعمالنامے

عالم ارواح کی سیر کرنی ہو یا پردۂ موت کو ہٹا کر کچھ دیکھنا ہو تو سات روحوں کے اعمالنامے ملاحظہ فرمائیے۔ یہ مولانا کا وہ معرکۃ الآرا مضمون ہے جس کو پڑھ کر ہر ناظر کی ادھر ہچکی بندھ گئی اور آدھر مارے ہنسی کے پیٹ میں بل پڑ گئے۔ راز و نیاز کے چوچلے عشق و محبت کے کرشمے اور خانہ داری کے مناظر۔ غرض انسانی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس سے سات روحوں کے اعمال نامے محروم ہوں۔ اس سمت پر جناب مصنف نے ایسے لطیف و پُر مغز نظارے دکھائے ہیں کہ حیات و ممات دونوں کی سچی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے۔ قیمت اصلی ۸/ رعایتی ۶/

سب کتابوں کے ملنے کا پتہ

منیجر رسالہ نظام المشائخ۔ پوسٹ بکس نمبر ۸۳۔ دہلی

دس روپے کا نوٹ ساڑھے سات روپے میں

میری شائع کردہ کتابوں پر جو قیمتیں چھاپی جاتی ہیں اُن میں آج تک کبھی کمی نہیں کی گئی گویا کتاب کرنسی نوٹ ہے جو جتنے روپے کا ہوتا ہے اُتنے ہی میں چلتا ہے لیکن اس مہینہ میں میں ان کتابوں کو چار آنے فی روپیہ رعایت سے دوں گا۔

شائقین اس موقع اور رعایت سے جلد از جلد فائدہ اُٹھائیں۔ اگلے مہینہ میں بلکہ غالباً آیندہ کبھی یہ رعایت نہ مل سکے گی۔

یاد رہے کہ صرف اپنی چھاپی ہوئی کتابوں کے متعلق یہ اعلان کر رہا ہوں کہ اگر روپیہ کی ہو گی تو ایک مہینہ کے اندر اندر بارہ آنے میں دونگا۔ اور کتابوں کے متعلق یہ اعلان نہیں ہے۔ اس صفحہ میں سب میری چھاپی ہوئی کتابوں کے اشتہار ہیں۔ یہ ۴ر فی روپیہ رعایت سے ملیں گی۔

واحدی۔ دفتر رسالہ نظام المشائخ۔ پوسٹ بکس نمبر ۸۳۔ دہلی

واحدی صاحب کی معجون اکسیر بدن

واحدی صاحب نے اسوقت تک جتنی دواؤں کو اپنے نام کے ساتھ منسوب کیا ہے۔ سب خدا کے فضل سے کامیاب ہوئی ہیں۔ واحدی صاحب کا منجن۔ واحدی صاحب کا خضاب۔ واحدی صاحب کی دوائے درد۔ واحدی صاحب کا چورن وغیرہ وغیرہ۔ ایک ایک کی تعریف کے خطوط روزانہ آتے رہتے ہیں۔ لیکن واحدی صاحب کی معجون اکسیر بدن غالباً سب پر فوقیت لیجائے گی۔ یہہ حقیقۃً اکسیر بدن ہی ہے۔ تمام اعضاء رئیسہ کو قوت پہنچاتی ہے اور تمام بدن کو درست کرتی ہے۔ بے مثل ہاضم طعام ہے۔ جگر کی خاص طور سے اصلاح کرتی ہے۔ ریاحی تکلیفوں کو کھوتی ہے۔ قبض نہیں ہونے دیتی۔ آنتوں کو مضبوطی بخشتی ہے۔ بوئے دہن کو خوشگوار بناتی ہے۔ دافع درد سر اور درد معدہ ہے۔ مثانہ کی مصلح ہے۔ پتھری کیلئے مفید ہے۔ سردی کے سبب پیشاب زیادہ آنے لگے تو اُسے روکتی ہے۔ جریان کو فائدہ مند ہے۔ مقوی باہ ہے۔ کل امراض بلغمی سے بچاتی ہے۔ نسیان سے محفوظ رکھتی ہے۔ جنون۔ مرگی۔ بواسیر۔ نقرس۔ عرق النساء۔ غرض کس کس مرض کا نام لیا جائے جملہ امراض کا تریاق ہے۔ استعمال کرکے دیکھئے۔ اسے بے ضرورت بھی استعمال کیجئے۔ انشاء اللہ طبیعت میں بحالی محسوس ہوگی۔ ہاں ایک فائدہ اور قابل ذکر ہے۔ اس کے استعمال کرنے والوں کے بال وقت سے بہت بعد تک سیاہ رہتے ہیں۔ پھر لطف یہ کہ کسی قسم کے پرہیز کی ضرورت نہیں جو جی چاہے کھائیے ہضم ہوگا اور خون بنیگا۔ بیس روز کی معجون ہمارے کہنے سے منگا لیجئے۔

قیمت صرف دو آنے (۲؍) فی تولہ

خوراک چھ ماشہ۔ ۱۲ تولہ تک محصول وہی لگے گا جو ایک تولہ پر لگتا ہے۔ یعنی پانچ آنے (۵؍)

ملنے کا پتہ
منیجر رسالہ نظام المشائخ۔ پوسٹ بکس ۸ دہلی

واحدی صاحب کی دوائے درد

ہر درد کی دوا

سر سے لیکر پیر تک جسم کے کسی حصہ یا جوڑ میں درد ہو۔ واحدی صاحب کی دوائے درد کی ایک پڑیا کھلا دیجئے

کھاتے ہی اللہ کے فضل سے درد دور ہو جائے گا اور پھر نہیں ہوگا۔ یعنی واحدی صاحب کی دوائے درد کی ایک پڑیا درد کا دیرپا علاج ہے۔ اسے عارضی علاج نہ سمجھیئے۔ واحدی صاحب کی دوائے درد دوسری درد دور کرنے والی دواؤں کی طرح دل کو کمزور نہیں کرتی بلکہ دل کو فرحت دیتی ہے۔ یہ بغیر درد کے محض جونچال اور شگفتگی پیدا کرنے کے لئے بھی کھائی جاتی ہے۔ نزلہ میں جو طبیعت گری گری رہتی ہے اس کے لئے خاص طور سے مفید ہے۔ کم از کم ایک درجن پڑیاں واحدی صاحب کی دوائے درد کی منگا کر گھر میں رکھ لیجئے۔ کیونکہ درد کی تکلیف ایسی نہیں ہوتی کہ درد ہونے کے بعد دوا کی فرمائش بھیجی جائے۔ واحدی صاحب کی دوائے درد ہر گھر میں ہر وقت موجود رہنی چاہیے۔ جونہی کسی کو ضرورت پڑی۔ کھلا دی۔ اور کھلاتے ہی اللہ کے فضل سے آرام۔ آج ہی خط لکھکر ایک درجن پڑیاں واحدی صاحب کی دوائے درد کی طلب فرمالیجئے۔ لیکن درد نہ ہو یا نزلہ کی وجہ سے طبیعت گری گری نہ رہتی ہو تو خواہ مخواہ یہ پڑیا نہیں کھانی چاہیئے۔ قیمت ایکدرجن پڑیوں کی بارہ آنے (۱۲؍) علاوہ محصول۔

واحدی صاحب کی دوائے ذیابیطس

پیشاب بار بار اور زیادتی سے آتا ہو۔ شکر جاتی ہو تو اس دوا کا تماشا دیکھئے۔ ایسے مریض جو مرض ذیابیطس سے گھل گھل کر ختم ہوئے جاتے تھے۔ یہ دوا استعمال کر کے بفضلہ تعالیٰ تندرست ہو گئے۔ شفا پانے کی ذراسی صلاحیت بھی باقی ہے تو دیر نہ کیجئے فوراً اس دوا کو منگائیے۔ بڑی کوشش اور جستجو سے ہم نے اسے حاصل کیا ہے۔ قیمت بیس خوراک ایک روپیہ آٹھ آنے (۱۸؍) علاوہ محصول۔

واحدی صاحب کا شربت کھانسی

کیسی ہی سخت کھانسی ہو۔ اس شربت کی ایک خوراک ایسا اثر کرے گی جیسے آگ پر پانی ڈال دیا۔ دمہ تک کے لئے مفید ہے۔ دمہ کا دورہ جلد از جلد رک جاتا ہے۔ کھانسی کی شدت یا تکلیف کی وجہ سے نیند نہ آتی ہو تو نیند آجاتی ہے۔

بے حد مجرب چیز ہے۔

قیمت دس خوراک بارہ آنے (۱۲؍) علاوہ محصول

واحدی صاحب کا سرمہ

یہ سرمہ تمام امراض چشم۔ سرخی۔ جالا۔ آشوب۔ رو ہے کے لئے مفید ہے۔ بچوں کی ہیپک سے بگڑی ہوئی آنکھ۔ بامہنی چشم جس میں پلک جھڑ کر پپوٹوں کے کنارے سرخ ہو جاتے ہیں۔ اور دھند۔ خارش۔ ڈھلکہ۔ چیپ دار رطوبت نکلنا سب کے لئے اسم بامسمیٰ ہے۔ ذرا اندیشہ ہو کہ آنکھ دکھنے آرہی ہے یہ سرمہ لگا لیجئے۔ انشاء اللہ آنکھیں چنگی ہو جائینگی۔ لوگ کہا کرتے ہیں کچی آنکھ میں دوا نہیں ڈالنی چاہیے۔ مگر یہ سرمہ کچی آنکھ میں استعمال کر کے دیکھیئے۔ قیمت فی شیشی جسمیں ۲ ماشے سرمہ ہوتا ہے ۱۰؍ علاوہ محصول۔

دافع قبض گولیاں

قبض دائمی ہو یا عارضی چھوٹے کو ہو یا بڑے کو سب کے لئے نافع ہیں۔ اور قبض کی وجہ سے جو جو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ وہ سب ان دافع قبض گولیوں سے جاتی رہتی ہیں۔ سولہ گولیوں کی شیشی قیمت صرف تین آنے (۳؍) علاوہ محصول ڈاک۔

طلائے بے مثل

اس طلا کے لگانے سے سستی۔ لاغری۔ کوتاہی اور کجی وغیرہ سب نقائص جاتے رہتے ہیں اور تمام وہ خرابیاں دور ہو جاتی ہیں جو لڑکپن کی غلطیوں سے ظاہر ہوا کرتی ہیں۔ یہ طلا پسینہ کی شکل میں فاسدہ مادّہ کو رگوں اور پٹھوں کے اندر سے نکال دیتا ہے اور خون کی رفتار کو باقاعدہ کر دیتا ہے۔ چھ ماشے دوا کی قیمت (جو ایک آدمی کے لئے کافی ہوتی ہے) دو روپیہ ہے۔ علاوہ محصول۔

طلائے مقوی و ممسک

رگوں اور پٹھوں کو مضبوط اور مستحکم بناتا ہے۔ تقویت باہ کے لئے نہایت مجرب اور عجیب و غریب چیز ہے۔ وہ تمام باتیں پیدا کر دیتا ہے جو ایک صحیح مرد میں ہونی چاہئیں۔ قطعاً بے ضرر ہے۔ اور اعلےٰ درجہ کا ممسک اور ملذذ۔ قیمت فی شیشی عہ علاوہ محصول۔

تاخیر

اگر عیش عشرت کی گھڑیاں بڑھانی منظور ہوں تو اسکو ضرور منگوائیں۔ دل اور دماغ کو حد درجہ خوش کر دیتی ہے یعنی صرف ممسک ہی نہیں مفرح بھی ہے اور مقوی بھی تمام اعضاء رئیسہ پر اثر ڈالتی ہے۔ قیمت فی درجن ۱۲؍ علاوہ محصول۔

سب دوائیں ملنے کا پتہ:۔ منیجر رسالہ نظام المشائخ۔ پوسٹ بکس ۸۲ ۔ دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نظام المشائخ

ذکرِ خدا

عزیزو! بُرائی کا لُطف ابتدا میں آتا ہے۔ اور بھلائی کا انتہا میں۔ انسان چونکہ جلد باز ہے اس لئے وہ ایسے کام کی طرف راغب ہوتا ہے جس سے لذت بعجلت ملے اور نتیجہ پر پریشانی و پشیمانی اُٹھانی پڑے۔ خدا تعالےٰ جو حکیم مطلق ہے ہم کو اطمینان قلب کا نسخہ بتاتا ہے اور ہم ہیں کہ اُس کے استعمال سے پرہیز کرتے ہیں۔ وہ فرماتا ہے :-

"اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ"

(سُن رکھو خدا کی یاد سے دلوں کو تسلی ہوا کرتی ہے۔) لیکن ہم تعمیل ارشاد میں تامل کرتے ہیں اس لئے کہ ذکرِ خدا کی لذت سے واقف نہیں ہیں۔ کوئی کام کیوں نہ ہو۔ جب تک اُس کی عادت نہ پڑے اس کی طرف رغبت ہوتی ہے نہ اس میں لطف آتا ہے۔ دیکھو جب کسی کو جُوا کھیلنے یا کوئی نشہ کرنے کی عادت پڑتی ہے اور عادت کی وجہ سے اُس کو لذت ملتی ہے تو وہ فعلِ بد کو ترک نہیں کرتا۔ خواہ عزیز و اقارب، دوست احباب کتنی ہی ملامت و نفرین کریں۔ خواہ مذہب کیسے ہی عذاب الیم سے ڈرائے۔ خواہ قانونِ دنیا اُس کو کیسی ہی سزا دے۔ غور کرو کہ بُرے افعال کی عادت سے بدکار کو اس قدر لذت ملتی ہے کہ وہ طرح طرح کی ذلتیں اُٹھا کر، ایذائیں سہہ کر بھی بُرائیوں سے باز نہیں آتا تو نیکیوں کی عادت سے ہم کیا کچھ لطف نہ اُٹھائیں گے پس ذکرِ خدا میں بھی نہایت لذت ملتی ہے مگر ہم اُس سے ناواقف اور غافل ہیں۔ اور غافل کی مثال اُس اندھے کی سی ہے جس کے سامنے حسن و جمال کی تعریف کرو تو وہ کوئی لطف نہیں اُٹھا سکتا۔ چونکہ ہمارا دل بھی جرائم و معاصی سے زنگ آلود ہو گیا ہے اس لئے ہم کو اس آئینہ میں محبوب حقیقی کا جمال نظر نہیں آتا۔ مگر یہ زنگ دور ہو گا تو ذکرِ خدا ہی سے۔ عزیزو! افسوس ہے کہ تم نے ذکرِ خدا کا مزہ چکھا ہی نہیں۔ کیا تم نہیں جانتے کہ ملائک مقرب بارگاہِ الٰہی ہیں تو کس وجہ سے؟ عارف ولی اللہ ہیں تو کس سبب سے؟ ذکر و شغل سے۔ پھر تم یادِ خدا سے غافل کیوں ہو۔ اس غفلت سے باز آؤ اُس کی لو لگاؤ۔ دیکھو کیسی لذت ملتی ہے۔

ایک دفعہ معرکۂ جنگ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے پائے مبارک میں ایک تیر آ لگا۔ لوگوں نے اُس کو نکالنا چاہا۔ آپ کو تکلیف ہونے لگی۔ فرمایا ذرا ٹھہر جاؤ۔ میں نماز میں مشغول ہوتا ہوں اُس وقت نکال لینا۔ اس طرح تیر نکالا گیا اور حضرت علیؓ کو پھر کوئی تکلیف محسوس نہ ہوئی۔

عزیزو! جب تم دُنیا کے کسی بادشاہ یا حاکم کو اپنا سرپرست و مربی بنا لیتے ہو تو اُس کے نام کے اثر سے تمہارا کس قدر کام نکلا کرتا ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ بعض الفاظ میں جادو سے بڑھ کر اثر ہوتا ہے۔ کیا خدا کے اسمائے حسنیٰ میں اثر نہیں۔ اثر ضرور ہے اور بہت بڑا اثر ہے۔ تم عبادت سے خدا کو اپنا طرفدار بنا لو تو پھر دیکھنا تمہاری زبان سے خدا کا نام نکل کر لوگوں کے قلوب پر کیسا اثر پیدا کرتا ہے۔

عزیزو! خدائے تعالےٰ اپنے بندوں پر بڑا ہی مہربان ہے۔ فرماتا ہے فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ (یعنی تم مجھے یاد کرو میں تم کو یاد کروں گا) ذاکر بندوں کی کیسی خوش قسمتی ہے کہ وہ خدا کو یاد کرتے ہیں تو خدا بھی

آن کو یاد کرتا ہے۔ مَنْ کَانَ لِلّٰہِ وَکَانَ اللّٰہُ لَہٗ - جو اُس کا رب اُس کا سب۔ سارے جہان کے بادشاہوں کا بادشاہ جس کا ہو جائے تو پھر اُسے کیا چاہیئے۔

عزیزو! خدائے تعالےٰ بے نیاز ہے۔ اُس کو ہمارے ذکر کی کچھ حاجت نہیں۔ اُس کے ذکر و تسبیح میں بے شمار مخلوق اور بے حساب ملائکہ مشغول ہیں۔ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَ لٰکِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ۔ خدائے تعالےٰ نے ہمارے فائدے کے لئے ہم کو ذکر کی ہدایت فرمائی ہے۔ اور وہ فائدہ کیا ہے۔ اطمینان قلب ؎

طاعت بشر کرے تو اسی کی ہے اس میں خیر
سب ہیں نیاز مند خدا بے نیاز ہے

عزیزو! جب اُس بے نیاز کے ذکر میں تمہارا ہی فائدہ ہے تو پھر اپنے فائدے کے کام میں کیوں تامل کرتے ہو۔ جب تمہارا پریشان دل ذکر خدا سے مطمئن ہو جاتا ہے تو کیوں اس کو تسلی نہیں دیتے۔ اُس کے ذکر کے باعث گناہوں سے بچ سکتے ہو اور عزت حاصل کر سکتے ہو تو پھر ذلت کے افعال سے اجتناب کیوں نہیں کرتے۔ جب ایک ذکر خدا سے ساری دنیا کی نعمتوں کی لذت مل سکتی ہے تو نعمت دنیا کی ہوس کر کے کیوں پریشان ہوتے ہو۔ یہ کیسی افسوسناک بات ہے کہ "مرغ تسبیح خوان و ما خاموش"!

(مولانا) ذہین حیدرآبادی (رحمۃ اللہ علیہ)

ذکر خدا کا نام سنکر عموماً لوگوں کے ذہن میں یہ خیال آتا ہے کہ ذکر خدا سے مراد لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی ضربیں لگانا ہے۔ یا زیادہ سے زیادہ نماز پڑھنا۔ روزے رکھنا۔ حج کرنا۔ زکوٰۃ دینا۔ پھر اگر سوچنے والے نئی وضع طرح کے انگریزی خوان اور انگریزی دان ہیں تو وہ سوچتے ہیں کہ ایسے ذکر خدا کے عادی لوگ کیا قابل قدر ہوتے ہیں۔ کیا انسانیت ان پر فخر کر سکتی ہے۔ اس کا جواب ایک تو یہ ہے کہ جس طبقہ کے لوگ اس ذکر خدا کے عادی رہ گئے ہیں اُن کا مقابلہ اسی طبقہ کے غیر پابند ذکر خدا افراد سے کیجئے۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ خود ذکر خدا شروع کر دیجئے اور پھر اپنی موجودہ حالت اور ذکر خدا کے بعد کی حالت کو دیکھئے۔ مگر ذکر خدا کرنے والوں کی جماعت میں شامل ہو کر اس بات کو نہ بھول جائیے گا کہ کلمہ۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ یقیناً ذکر خدا کے ذیل میں آتے ہیں۔ بلکہ ذکر خدا کی عمارتیں انہی پر اٹھتی ہیں۔ لیکن یہ خود عمارتیں نہیں ہیں۔ ذکر خدا کی تکمیل اسوقت ہوتی ہے کہ انسان خدا کے ہر ہر حکم کی تعمیل کرے۔ اپنے ہر عمل اور ہر حرکت میں یاد رکھے کہ میرا عمل اور میری حرکت خدا کے منشاء کے خلاف تو نہیں ہے۔ صرف کلمہ اور نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ ادا کر کے بھی اگر کسی کے اعمال نادرست ہیں تو وہ ذکر خدا نہیں کرتا۔ بلکہ یا تو دنیا کو دھوکہ دیتا ہے یا خود دھوکے میں ہے۔ میں نے عدالت انگریزی کے ایک بڑے نمازی چپراسی سے پوچھا کہ بھئی تمہاری اوپر کی آمدنی کتنی ہو جاتی ہے۔ اس نے بتلا دیا کہ اتنی۔ میں نے کہا۔ ہیں! تم رشوت لیتے ہو؟! اس نے برملا جواب دیا کہ صاحب صبح کی نماز کے بعد ظہر تک رشوت لینے کا جتنا گناہ کرتا ہوں وہ ظہر کی نماز ادا کرنے سے دُھل جاتا ہے۔ اور ظہر سے عصر تک کا عصر کی نماز سے۔ علیٰ ہٰذا عشاء تک کا حساب بتا دیا۔ اُس کے لہجہ سے معلوم ہوتا تھا کہ اس کا عقیدہ یہی تھا۔ خدا ہی جانتا ہے کس نے اسے یہ تعلیم دی تھی۔ اور کس نیت سے دی تھی۔ ایسے ذکر خدا سے ذکر خدا بھی دوسروں کی نظروں میں سبک ہو گیا ہے۔ ضرورت ہے کہ سمجھدار اور تعلیم یافتہ حضرات ذکر خدا کی طرف متوجہ ہوں اور ذکر خدا کی کھوئی ہوئی حیثیت کو دوبارہ قائم کریں۔ ذکر خدا کرنے والوں کی تعداد لسان العصر حضرت اکبر مرحوم کے اس مصرع کی مصداق ہے ع

"کونسل میں بہت سید مسجد میں فقط جمن"

جمنوں میں کوئی سید پہنچ جاتا ہے تو وہ بھی ان کی کثرت سے متاثر ہو کر انہی جیسا بن جاتا ہے۔ لہٰذا سیدوں کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں ذکر خدا کی طرف آنا چاہئے تاکہ جمنوں کو وہ اپنے سانچے میں ڈھال سکیں۔ اور ذکر خدا حقیقی معنوں میں ذکر خدا ہو جائے۔

واحدی

ایک ترجمہ والا معجز نما قرآن شریف چوتھائی ہدیہ میں

ابھی جنگ عظیم کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ ۱۹۱۶ء میں معجز نما ایک ترجمہ والا چھوٹی تقطیع کا قرآن شریف جب پہلی مرتبہ چھپا تھا تو چھ روپے ہدیہ تھا۔ خدا کے فضل سے اب بھی ہزاروں بھائی زندہ موجود ہیں جو اس کے شاہد ہیں۔ تدریجاً اسکا ہدیہ کم ہوتا گیا۔ یہ قرآن شریف وہی ہے اور اسی سال چھپکر آیا ہے۔ اسکی چند سطروں کا نمونہ نیچے موجود ہے۔ دیکھئے اور تعجب کیجئے۔ اب یہ قرآن شریف دفتر رسالہ نظام المشائخ دہلی سے مجلد صرف عہ میں ملتا ہے جو اصل ہدیہ کا تقریباً چوتھائی ہدیہ ہے۔ لاگت سے بھی کم ہدیہ ہے۔ موقع ہے لوٹ لیجئے۔ پھر یہ اس قیمت میں کہاں۔ دوستوں کو، اعزا کو، محلہ والوں کو بھی خبر کر دیجئے۔ یقین فرمایئے کہ یہ ہدیہ بار بار نہیں ہوگا۔ ذرا اس کی کتابت تفسیر و ترجمہ پر نظر ڈالئے اور حساب بھی کر لیجئے کہ ایک روپیہ آٹھ آنہ میں یہ قرآن شریف ملنا حیرت میں ڈالتا ہے۔ اسکی تفسیر بڑی تقطیع والے قرآنوں سے بھی زیادہ ہے جو بیس عربی

(نمونہ)

وما ابرئ ۱۳ — منزل ۳ — ۳۹۳ — یوسف ۱۲

فَلَمَّا دَخَلُوا عَلٰى يُوسُفَ اٰوٰى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَ

پھر جب یہ سب یوسف کے پاس پہنچے تو انہوں نے اپنے والدین کو اپنے پاس (تعظیماً) جگہ دی اور

قَالَ ادْخُلُوا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ؕ وَ

کہا اب مصر میں چلیے (اللہ) خدا کو منظور ہے تو (وہاں) امن چین سے رہیے اور

رَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ

اپنے والدین کو تخت (شاہی) پر اونچا بٹھایا اور سب یوسف کے آگے سجدے میں گر گئے اور یوسف نے کہا

ف جو اللہ کے احسان تھے سو ذکر کیے اور جو تکلیف تھی اس کو شیطان کی طرف منسوب کیا تاکہ بھائیوں کو صدمہ نہ ہو اور مجمل سنایا اگلے زمانہ میں سجدہ کرنا آپس کی تعظیم تھی فرشتوں نے آدم کو سجدہ کیا تھا اللہ نے وہ رواج اب موقوف کیا وان المساجد للہ الآیۃ (سجدوں کی کل حقوق خدا کیلئے محفوظ ہیں) اسوقت پہلے رواج پر چلنا ایسا ہے کہ کوئی بہن سے نکاح کرے کہ آدم کے وقت ہوا ہے ۱۲ موضح القرآن ف۲ یوسف کو سترہ برس کی عمر میں بھائیوں نے کنوئیں میں ڈالا اور چالیس س

تفاسیر کا عطر ہے۔ ترجمہ بامحاورہ سلیس حضرت علامہ اشرف علی صاحب محدث تھانوی کا ہے۔ چھپائی بہت صاف اور اعلیٰ ہے۔ ضخامت ۸۰۰ ہے۔ جلد نہایت مضبوط ہے۔ اکیاون صفحے سے زائد مضامین ہے۔ ابتدا میں ایک بسیط مقدمہ ہے جسکے پانچ حصے ہیں۔ (۱) حضرت آدم سے لیکر تمام پیغمبروں کی سوانح عمریاں اور انکی امتوں کا حال۔ اسلام سے قبل تمام قدیم قوموں کی تاریخ ہے اور رسول کریم کی پیدائش سے لیکر وفات تک کی مفصل سوانح عمری اور ان تمام لڑائیوں کی تفصیل جو کفار عرب نے رسول اللہ صلعم کے خلاف لڑیں۔ بعد میں خلفائے راشدین رض کے کامل حالات۔ حصہ دوم میں فضائل قرآن اور حصہ سوم میں تمام خاندانوں کے سینہ بسینہ اعمال درج ہیں۔ ھدیہ عہ محصول ۱۲؍ پیتہ:۔ منیجر نظام المشائخ پوسٹ بکس ۸ دہلی

دہلی کے نامور مولوی شمس العلماء ڈپٹی نذیر احمد مرحوم کے ترجمہ والا بہت مشہور قرآن مجید

جس کا ہدیہ کبھی کم بھی ہوا ہے تو پانچ روپے سے کم نہیں ہوا۔ اب ہمارے ہاں سے نصف ہدیہ یعنی ڈھائی روپے میں ملے گا۔

یونہی تعجب نہ کیجئے۔ بازار میں جایئے اور کسی تاجر سے دریافت کیجئے کہ مولوی نذیر احمد صاحب کے ترجمہ والا قرآن مجید کتنے کا ہے۔ اول تو ملے گا ہی دشواری سے۔ پھر دام پوچھئے تو کوئی آٹھ کہے گا کوئی دس۔ شاید ہی کوئی پانچ روپے بتائے۔ تب آپ کو صحیح تعجب ہوگا۔ چھوٹی تقطیع کا قرآن ہے جو آٹھ انچ لمبا ۵½ انچ چوڑا ہے۔ ترجمہ عام فہم اور شیریں زبان ہونے کی وجہ سے ۴۰ سال سے مقبول ہے۔ لیکن ہر گھر میں اس لئے نہیں پہنچ سکا کہ اس کا ہدیہ بہت تھا۔ اس میں ترجمہ کے علاوہ تفسیر بھی بہت بڑی اور عام فہم ہے۔ اب تو ہر شخص جو آسان اردو زبان میں قرآن شریف پڑھنا چاہتا ہے یہ قرآن مجید ہمارے دفتر سے منگائے۔

ھدیہ
فی جلد ڈھائی روپے (ع۸)
محصول ۱۲؍

بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۚ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا

خدا کے پیغمبروں میں سے کسی ایک کو بھی انہیں جھوٹا یعنی سب کو مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے تیرا ارشاد سنا اور تسلیم کیا

غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا

اے ہمارے پروردگار بس تیری ہی مغفرت درکار ہے اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اللہ کسی پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی قدر

ہم مسلمان صرف تین فرقوں کو اہل کتاب مانتے ہیں سب سے پہلے یہود کہ ان کے پیغمبر موسیٰ پر توریت شریف نازل ہوئی۔ یہود کے بعد عیسائی یا نصاریٰ کہ ان کے پیغمبر عیسیٰ پر انجیل نازل ہوئی پھر آخر میں ہم اہل اسلام کہ ہمارے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ملنے کا پتہ
منیجر رسالہ نظام المشائخ پوسٹ بکس نمبر ۸۔ دہلی

حفظانِ صحت سے ہماری غفلت

۳۰ جون ۱۹۳۶ء کو یہہ باتیں میں نے ریڈیو سُننے والوں سے کہی تھیں اور اب ڈائرکٹر صاحب آل انڈیا ریڈیو اسٹیشن کی اجازت حاصل کرکے ناظرین نظام المشائخ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

واحدی

ایک صاحب حال میں یورپ کا سفر کرکے آئے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ اٹلی پہلے کچھہ زیادہ صاف ستھرا ملک نہیں تھا لیکن مسولینی کی کوششوں سے اٹلی کے اندر جہاں اور انقلاب ہوئے ہیں وہاں صفائی ستھرائی بھی بہت بڑھ گئی ہے۔ ایک شہر کی انہوں نے کیفیت سنائی کہ اس کی سڑک پر کاغذ کا ٹکڑا پھینکدیا جائے تو پولیس پکڑ لیتی ہے۔ چنانچہ اُن کے سامنے کسی یورپین ملک ہی کے باشندہ سے یہ جرم سرزد ہوگیا تھا۔ وہ ٹرام سے اُترا اور ٹرام کا ٹکٹ سڑک پر پھینک کر چلنے لگا۔ پولیس نے اُسے روک لیا اور فوراً عدالت میں پیش کردیا۔ عدالت نے جرمانہ کیا اور رقم جرمانہ کی رسید حوالہ کی۔ اس نے جھنجھلا کر اس رسید کو بھی پھینک دیا۔ اس پر اُسے دوبارہ جرمانہ دینا پڑا۔

یہ واقعہ سن کر مجھے اپنے ایک دوست کا قول یاد آیا کہ کاش میری اولاد ہوتی اور وہ کاغذوں کو پھاڑ پھاڑ کر گھر بھر میں پھیلایا کرتی یہ درست ہے اولاد نہیں۔ خوب پڑھے لکھے آدمی ہیں اس لئے صرف کاغذوں کا کوڑا کرانے کا انہیں شوق ہوا۔ لیکن عام طور پر ہمارے گھروں میں کاغذوں ہی کا نہیں ہر قسم کا کوڑا موجود رہتا ہے۔ اور اسے فقط بچے نہیں پھیلاتے۔ بڑے بھی پھیلاتے ہیں۔

صحن میں دو دو گماں اینٹیں نہ رکھی جائیں تو بچے تو مقررہ جگہ جاکر اپنی حاجت رفع کرلے کے عادی بن سکتے ہیں۔ لیکن جب صحن تو صحن کمرے اور دالان تک میں قسم قسم کی گندگیاں جمع کی جائیں تو بچوں کا نام لینا فضول ہے۔ بچے تو جیسے اٹھائے جاتے ہیں ویسے اٹھتے ہیں۔

ذرا صحن ابھکر پر جھینے لگا۔ کئی دن کے سڑے ہوئے کھانے کا ڈھیر ۔ نے لگا رکھا ہے۔ کچھ کس نے پھیلائی ہے۔ غضب خدا کا بوڑھے بھولا بیٹھو کہہ رہے ہیں۔ چوکی پر میوں الگنی سے گرتا پاؤں والا سب ہا تہنا ہے۔ مگر کوئی اتنا نہیں جو پھر اٹھا کر الگنی پر ڈال دے۔ کیا ہے اس مکان میں اور ہمارے آپ کے مکان میں زیادہ بھی فرق ہے؟ اسیر اور اپنے مکان کو دیکھئے اور دوسرے مکانوں کو دیکھئے۔ ۷۵ فی صدی

میں چاندنی بچھی ہوگی۔ مگر زمین سے زیادہ میلی۔ قالین ضرور ملے گا لیکن خاک میں اٹا ہوا۔ دیواروں پر چونے کتھے کی انگلیاں پچھی ہوں گی۔ کمرے اور دالان میں کھیوں کی کثرت سے دم الٹ جائے گا۔ غسل خانہ اور پیخانہ کا ذکر فضول ہے۔ باورچی خانہ نورٌ علیٰ نور ہوگا۔ گندھا ہوا آٹا پہلے مرغیاں نہ چکھ لیں تو روٹی میں مزا کیسے آسکتا ہے۔ پانی میں جبتک بچے ہاتھ نہ کھنگو لیں اُس کا پینا ہی کیا۔

دسترخوان بڑھانا جہاں گناہ ہو وہاں بہو نے کیونکر تھیہ ہو سکتے ہیں۔ اب گھر سے باہر تشریف لائیے اور گھر کی موریوں اور پرنالوں کو ملاحظہ فرمائیے۔ موریوں پر گھونس کی حکومت لازمی ہے اور پرنالے اگر کھلے ہوئے ہیں تو اُن کا بُرا حال ہے اور ڈھکے ہوئے ہیں تو کھلے ہوؤں سے بدتر ہیں۔ ٹمین پوش پرنالے کا کوئی حصہ کھل جائے پھر اُس کا منظر قابل دید ہوجاتا ہے۔ گاؤں اور قصبوں میں تو گھر سے نکلنے کے بعد پانی کو آزادی مل جاتی ہے۔ جدھر چاہے بہے اور جس طرح چاہے بہے لیکن شہروں میں میونسپلٹی کی طرف سے نالیاں بنادی جاتی ہیں۔ ان نالیوں کے کنارے کنارے مشک کی دھار جس ہنرمندی کے ساتھ چلا کرتی ہے وہ خدا معلوم آپ نے دیکھی ہے یا نہیں۔ پھر ان نالیوں سے بچے قدمچوں کا کام لیتے ہیں اور گھر کا کوڑا کرکٹ پھینکنے کے لئے تو یہ نالیاں اور گلیاں ہوتی ہی ہیں۔

شہری گلیوں کی تنگی اور شہری مکانوں کے گھٹاؤ کو کم کرنے کی میونسپلٹیاں انتہائی کوشش کررہی ہیں لیکن شہر والے اسے ایک ظلم عظیم خیال کرتے ہیں۔ اُن کی سمجھہ ہی میں نہیں آتا کہ کھلی کھلی گلیوں اور کھلے کھلے مکانوں کی کیوں ضرورت ہے۔

اعلیٰ اعلیٰ تعلیم یافتہ حضرات گلی کو چوڑا کرنے کے لئے اپنے مکان کی دو ڈیڑھ فٹ چوڑائی کم کرنا خوشی سے گوارا نہیں کرتے اور چاہتے ہیں کہ چھوٹے سے قطعہ پر زیادہ سے زیادہ عمارت بنالیں۔ ہمیں نہ اپنی تندرستی عزیز ہے اور نہ اپنے پڑوسیوں کی۔ شہر کی کسی گلی میں گھُسئے۔ اونچی اونچی

دو منزلی، دو سہ منزلی پختہ حویلیاں کھڑی ہوں گی۔ گلی کے ایک رُخ کی حویلی کا چھجہ دوسرے رُخ کی حویلی کے چھجے سے مل رہا ہوگا۔ گلی میں گھستے ہی ایک بھبکا آئیگا۔ جس کو برداشت کرنا دشوار ہے جبتک بار بار اس بھبکے کو سونگھنے کی عادت نہ ڈال لی جائے۔ غریبوں اور جاہلوں کے بکمنزلے مکان جہاں ہیں وہ محلے ان امیروں اور بڑے لکھوں کے محلوں سے غنیمت ہیں۔ ان کی گندگی کو دھوپ اور ہوا کسی حد تک بے اثر کر دیتی ہے۔ لیکن امیر اور تعلیم یافتہ لوگ تو دھوپ اور ہوا کو اپنے گھروں میں گھسنے نہیں دیتے۔ کم از کم اُن کے مکانوں کی پہلی منزل میں دھوپ اور ہوا کا گزر ناممکن ہوتا ہے۔ حالانکہ اسی منزل میں یہ وقت کا بڑا حصہ گزارتے ہیں۔ اور اسی منزل میں کھانے پینے کا اور دوسرا تمام سامان۔ کہتے ہیں۔ اس منزل میں آنگن کے نام کی ایک جگہ ہوتی ہے لیکن اُس پر لوہے کا جال تان دیا جاتا ہے اور جال پر چھت کی چادر پڑی ہوتی ہیں تاکہ رہنے کی منزل میں دھوپ اور ہوا جھانک بھی نہ سکے۔ گلیوں سے نکل کر بازاروں میں آیئے۔ [illegible]

کرتا ہے۔ اس روپ کے دوست قصائیوں اور حلوائیوں کی دکانوں پر جایئے اور وہاں مکھی کی بہار لوٹیے۔ قصائیوں سے کبھی نہ کہیئے کہ جالیدار الماری بنواکر اس میں گوشت رکھو۔ کھانے والے جب لپیٹا گوشت کھانے کو تیار ہیں تو آپ کو کیا پڑی ہے کہ قصائی کی [illegible] حلوائی البتہ دوکان کی دیواروں پر چھوٹے چھوٹے چھینکے لٹکے دکھا دیں گے جن پر مٹی چڑھی ہوئی ہوگی اور جنہیں دھواں کھا چکا ہوگا۔ اور آپ اگر میونسپلٹی کے افسر ہیں تو حلوائی صاحب دودھ دہی اور مٹھائی کو ان چھینکوں سے ڈھانک دیں گے۔ لیکن ادھر آپ ہٹیں گے اور اُدھر وہ چھینکے پھر دیواروں کی زینت بن جائیں گے۔ دودھ اور دہی کی بالائی پر تو خاک کی تہہ نمایاں نظر آجاتی ہے۔ لیکن کیا مٹھائیوں کے اندر وہ پوشیدہ نہیں ہوتی۔ خاک اگر خالی ہو تو خیر قبول ہے لیکن خاک کے ساتھ ہزاروں قسم کی بیماریوں کے جرم اور مکروہ چیزوں کے ذرات بھی تو اُن کھانے پینے کی نعمتوں میں پہنچ جاتے ہیں۔ یہ پھر نعمتیں نہیں رہتیں بلکہ زحمتیں اپنے ساتھ لاتی ہیں۔ آپ ان کے مزہ کی تعریف کرتے ہیں اور وہ آپ پر ایک ہلکے زہر کا اثر کر رہی ہوتی ہیں۔ پھیری والوں کے مال کا دوکانداروں کے مال سے بدتر حال ہے۔ دوکانداروں میں قصائیوں اور حلوائیوں کو میں نے مثال کے طور پر لیا ہے ورنہ اشیائے خوردنی کے تمام تاجر اسی رنگ میں رنگے ہوئے ہیں۔ بنیئے کے گڑ اور کھانڈ اور کاچھی کے شلجم اور چقندر کس کس کا رونا رویئے۔

لیکن جیسا میں ابھی کہہ چکا ہوں یہ کھانے والے گندگی پسند ہیں

چیزوں کے کھانے میں بالکل خوش ہیں۔ جب تک اُن کی طبیعتوں میں صفائی اور ستھرائی کا احساس نہیں ہوگا۔ صفائی ستھرائی نابود رہے گی۔ ہمارے رہنے کی جانے۔ جن میں کھیتیں اور گائیں بندھتی ہیں۔ جن میں گھوڑے اور گدھے کھڑے ہوتے ہیں۔ کس کس کا رونا رویا جائے۔ وہی مثل ہے "اپنی ٹانگیں کھولئے اور آپ لاجوں مریئے"۔ کہنے کی ضرورت ہے مگر کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔ ہندوستان والوں کے علاوہ کوئی میری بات کو سمجھ رہا ہے۔ تو وہ ہمیں کیا کہتا ہوگا۔ اُس کی نگاہ میں ہماری کیا وقعت رہے گی۔

خیر یہ تو ہم بھی مانتے ہیں عجیب ہے۔ ہندوستانیوں کی وقعت کا سوال ہی کیا ہے۔ لیکن ہمیں آپس میں بھی تو ایک دوسرے سے شرم کرنی چاہیئے۔ مجھے تو صاحب اپنی گندگیاں بیان کرکے صرف شرمندگی نہیں بلکہ دکھ سا ہوا ہے۔ کیا آپ بھی اپنی جگہ کچھ محسوس کر رہے ہیں شاید یہ شرمندگی اور یہ دکھ کسی دن ان گندگیوں کا علاج ثابت ہو۔ سمجھدار سے سمجھدار بھائی بھی [illegible] گوارا نہیں کرتے کہ تھوکنا ہو تو گلی یا سڑک دونوں جانب جو نالی بہہ رہی ہے اس میں تھوک دیں۔ جہاں تھوکنے کی ضرورت ہوئی وہیں تھوک دیا۔ جہاں پیشاب لگا وہیں پیشاب کرنے بیٹھ گئے۔ مجھے اپنے شہر کی میونسپل کمیٹی سے مستقل گلہ ہے کہ شہر میں بے شمار ایسے چھوٹے بڑے میدان پڑے ہیں جنہیں پارک بنایا جا سکتا ہے لیکن میونسپل کمیٹی ایک ایک پارک کے لئے ایک ایک بڑے انسان کی موت کی منتظر رہتی ہے کہ وہ مرے تو اُس کی یادگار میں پارک بنائے گی۔ لیکن ہماری پبلک بھی ان میدانوں کا ایسا صحیح استعمال کرتی ہے کہ بے اختیار داد دینے کو جی چاہتا ہے کمیٹی وہاں پارک نہیں بناتی تو آپ اُسے اُس کی حالت میں تو رہنے دیجئے مگر نہیں آپ اُسے کوڑی اور ڈلاؤ بنا دیتے ہیں۔

جتنا آپ کو اپنی حفظانِ صحت کا خیال ہے اُس کے مقابلہ میں میونسپلٹیاں حفظانِ صحت کے لئے بہت زیادہ کام کرتی ہیں۔ آپ اپنے اندر یہ خیال اور جذبہ لائیں اور آپ کے گرد و پیش اور پڑوس میں جو لوگ ہوں انہیں محبت اور اخلاص کے ساتھ صفائی کے فائدے سمجھائیں اور اُنہیں صاف رہنا سکھائیں۔ پبلک اپنے گھروں کو اور اپنے گھروں کے سامنے کی گلیوں اور سڑکوں کو صاف رکھے تو ناممکن ہے کہ میونسپلٹیاں صفائی کی طرف سے غفلت کر سکیں لیکن ابھی تک ہماری حالت یہ ہے کہ انگلستان کی طرح ہندوستان میں [illegible] برسات [illegible] لگے تو ہندوستان کی آبادی بڑھنے کا غل جو کبھی کبھی سنا جاتا ہے وہ خود بخود دب جائے۔ ہندوستان کو خدا نے سونے [illegible] ایسی نعمت عطا کی ہے کہ صحت کے [illegible]

واحدی صاحب کا خضاب

سفید روئی کے گالا جیسے بالوں کو سیاہ کرلینا اور ضعیفی کی عمر میں بھی جوان بنے رہنا اچھا ہو یا بُرا۔ لیکن بہت سی مجبوریوں کی وجہ سے ایسا کرنا ہی پڑتا ہے۔ سرکاری ملازمتوں میں جوانوں کی قدر بوڑھوں کی بے وقعتی لاکھوں آدمیوں کو اس بات پر مجبور کر دیتی ہے کہ اگر ان کے قوائے اچھے ہوں تو خواہ مخواہ بھی صرف بالوں کے سفید ہو جانے کی وجہ سے حکام کی نظروں میں ذلیل نہ ہو جائیں۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ عین جوانی ہی میں کسی اتفاقی سبب سے بال سفید ہو جاتے ہیں اور چونکہ طبیعت میں عمر کے لحاظ سے اُمنگ اور جوش موجود ہوتا ہے اس لئے یہ سفید بال بہت ہی اوپری اوپری سے معلوم ہوتے ہیں اور حقیقۃً وبال جان ہو جاتے ہیں۔ ایسے حالات میں جب انسان خضاب کے استعمال پر مجبور ہو جاتا ہے تو اب اُسے یہ فکر لاحق ہوتی ہے کہ خضاب کی لاتعداد قسموں میں سے جن کے اشتہار رات دن اس کی نظر سے گزرتے رہتے ہیں کون سے خضاب کو اپنے لئے پسند کرے۔ کسی خضاب میں یہ عیب ہوتا ہے کہ بالوں پر قدرتی رنگ نہیں آتا۔ اور کچھ بال ابھی تک سفید نہیں ہوئے ہیں تو خضاب کی بدولت ان میں ایک بد رنگ سا پیوند لگ جاتا ہے۔ کسی خضاب کا لگانا صندل کے گھسنے اور لگانے کی طرح اچھا خاصا ایک دردِ سر ہوتا ہے اور اتوار کا ایک چھٹی کا دن پورا کا پورا اسی کی نذر ہو جاتا ہے۔ کسی خضاب کے اجزا کچھ ایسے خراش دار ہوتے ہیں کہ ادھر خضاب لگایا اور اُدھر تمام چہرہ اور سر سوج کر کُپّا ہو گیا اور نزلہ زکام نے ناک میں دم کر دیا وہ الگ۔ بعض خضاب بڑے خوش رنگ ہوتے ہیں۔ لیکن بالوں کے ساتھ ساتھ جلد کو بھی بالکل سیاہ کر دیتے ہیں۔ اور خضاب کا لگانا صحیح معنوں میں روسیاہی کا مترادف ہو جاتا ہے۔ غرضیکہ ایک ایسا خضاب جو ان تمام عیوب و نقائص سے پاک ہو ذرا مشکل ہی سے دستیاب ہوتا ہے اور مدتوں اُس کی تلاش میں انسان کو سرگرداں اور پریشان رہنا پڑتا ہے۔ واحدی صاحب کے خضاب کا نام تو لاجواب نہیں ہے لیکن حقیقۃً وہ فرد لاجواب فرد ہے۔ خضاب کی جن خرابیوں کا اوپر ذکر ہو چکا ہے وہ ان سب سے پاک ہے اور صرف پانچ منٹ میں انسان کی وجاہت اور صورت میں کامل انقلاب پیدا کر دیتا ہے۔ پیری اور عصا گیری کی صبح منٹوں میں جوانی کی رات سے بدل جاتی ہے۔ اور اگر لوگ پہلے آپ کے سفید بال نہ دیکھ چکے ہوں تو ہرگز ہرگز کبھی اور کسی حالت میں بھی انہیں یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ آپ کے بالوں کا رنگ اصلی نہیں ہے۔ واحدی صاحب کے خضاب کا رنگ عمدہ ہے۔ جلد کو اس سے نقصان نہیں پہنچتا۔ پانچ منٹ سے زیادہ وقت نہیں لیتا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس میں وہ سڑی ہوئی بدبو نہیں ہوتی جو بعض خضابوں کی امتیازی خصوصیت ہے۔ واحدی صاحب کا خضاب ایک شیشی میں دو ڈھائی مہینے کے لائق ہوتا ہے۔ قیمت فی شیشی ۱۲ محصول ۵

واحدی صاحب کے خضاب کے متعلق جناب مولوی محبوب علی صاحب بی۔ اے انسپکٹر آف اسکولز ریاست گوالیار کی رائے

واحدی صاحب۔ السلام علیکم۔ آپ کا خضاب میں نے استعمال کیا اس خضاب سے بالوں میں قدرتی سیاہی آجاتی ہے۔ یہ نہیں معلوم ہوتا کہ خضاب لگایا گیا ہے۔ وقت بھی بمقابلہ اور خضابوں کے کم صرف ہوتا ہے۔ البتہ جلد پر دھبہ[1] اگر احتیاط نہ کی جائے تو ضرور آجاتا ہے۔ یہ دھبہ بھی ایک دن میں جاتا رہتا ہے۔ مجھے اس خضاب نے کوئی نقصان نہیں دیا۔ محبوب علی۔

---

[1] کپڑے کی ایک صاف دھجی پانی میں بھگو کر اور اُسے صابن پر رگڑ کر جہاں دھبہ آئے وہاں دھبہ آتے ہی مل لیا کیجئے۔ دھبہ نہ آنا جاتا رہے گا۔ واحدی

ملنے کا پتہ: منیجر رسالہ نظام المشائخ۔ پوسٹ بکس نمبر ۸۰۔ دہلی

واحدی صاحب کے خضاب کی تعریفیں

حکیم غلام محی الدین خاں اینڈ کمپنی لاہور لکھتی ہیں کہ "ایک عدد خضاب واحدی صاحب بذریعہ وی۔ پی ارسال فرما کر ممنون [illegible] آپ کا خضاب واقعی فائدہ مند ثابت ہوا ہے۔

جناب تاج محمد صاحب [illegible]

واحدی صاحب کا خضاب اپنے ایک دوست کے ذریعہ منگا کر استعمال کیا۔ جب اس خضاب کو موجودہ جرمنی وغیرہ تمام خضاب جو فروخت ہو رہے ہیں ان تمام خضابوں سے بہتر خیال کرتا ہوں۔ اس خضاب میں کوئی نقص نہیں پایا گیا۔ اس لئے عرض ہے کہ براہ نوازش دو شیشی اور واحدی صاحب کا خضاب بذریعہ وی۔ پی ارسال فرمائیے مشکور ہوں گا۔

براہ کرم ہمارے پتہ میں پوسٹ بکس ۸۰ ضرور لکھئے ورنہ خط ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔ یہ پورا پتہ ہونا چاہئے۔ منیجر رسالہ نظام المشائخ۔ پوسٹ بکس نمبر ۸۰۔ دہلی

حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب مدظلہ کی پسند کردہ مجرب عملیات کی

پانچ کتابیں

مجموعۂ اعمال مجربہ سورۂ فاتحہ

یعنی الحمد شریف کے اُن نایاب کمیاب سینہ بسینہ عملیات کا مجموعہ جو امام الصوفیہ حضرت محی الدین ابن عربی مصنف فتوحات مکی اور علامہ بونی مصنف شمس المعارف و حضرت حقی الشاذلی مصنف خزینۃ الاسرار و حضرت مقاتل وغیرہ وغیرہ کے مجرب مقبول ہیں جو تاثیر میں تیر بہدف ہیں۔ ترقی رزق۔ ادائے قرض صحت و تندرستی۔ مقہوری دشمن اور حُب و تسخیر کمالات ظاہر و باطن اور تمام مقاصد دین کے واسطے اس میں اعمال درج ہیں۔ قیمت ۴ر

مجموعۂ اعمال مجربہ آیۃ الکرسی

مع اسناد و خواص اعمال عجیب۔ نادر و نایاب کتاب ہے۔ ہمیشہ اس کا عامل فائز المرام رہا۔ آیۃ الکرسی کے صدہا عمل اس میں درج ہیں اور خدا کے فضل سے سب تیر بہدف۔ ائمۂ کرام و بزرگان سلف کے مختلف طریقوں سے مجرب ہیں۔ مشکل بھی ہیں اور آسان بھی۔ ایسی بیش بہا کتاب اور قیمت ۴ر

مجموعۂ اعمال مجربہ سورۂ مزمل

مع موکل و طریقہ ہائے زکوٰۃ جس میں سورۂ مزمل شریف کے عجیب و غریب عمل ہیں۔ آپ حیرت کرینگے کہ اعمال سورۂ مزمل میں باری تعالیٰ نے کیا کیا وصف رکھے ہیں۔ اسی کتاب میں سورۂ واقعہ کے پانچ عمل بھی ہیں۔ محبت۔ عداوت۔ کشایش رزق۔ ترقی درجات۔ حصول روزگار۔ حل مشکلات۔ قیمت ۶ر

مجموعۂ اعمال مجربہ سورۂ یاسین

نو ترمیم با موکل مع طریقۂ زکوٰۃ۔ فقرا کے پاس اگر کوئی ایک عمل بھی ہوتا ہے تو لوگ جنگلوں میں مارے مارے پھرتے ہیں۔ پھر بھی کوئی اٹکل پچو کسی سے کوئی عمل ہاتھ آگیا تو گویا بادشاہت مل گئی۔ اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ لوگ علم سے نامانوس ہیں ورنہ کتابوں میں کیا کچھ نہیں۔ یہ مجموعۂ اعمال سورۂ یاسین ہی منگا کر تجربہ کیجئے۔ جدید ایڈیشن۔ قیمت ۵ر

مجموعۂ اعمال مجربہ سورۂ اخلاص

یعنی قُلْ ہُوَ اللہُ کے اعمال مجربہ۔ اَللّٰہُ الصَّمَدُ با موکل و طریقہ ہائے زکوٰۃ و خواص۔ ہر قسم مع طریقۂ زکوٰۃ۔ ہر کام کے واسطے۔ ترکیب صلوٰۃ التسبیح و نماز مغربی و اعمال چہل کاف شریف با موکل مع زکوٰۃ وغیرہ وغیرہ۔ ہر کام کے واسطے۔ از حضرت محبوب سبحانی عبد القادر جیلانی قدس سرہ العزیز درج ہیں۔ اس پر ہر عمل مجرب اور تیر بہدف ہے۔ بستہ کام اللہ کے فضل سے فوراً کھل جاتا ہے۔ قیمت بھی بہت ہی کم یعنی چار آنے (۴ر)۔

سب کتابیں ملنے کا پتہ:۔ منیجر رسالہ نظام المشائخ۔ پوسٹ بکس نمبر ۸۰۔ دھلی

آمنہ کا لال

اُردو زبان میں سب سے بہتر مولود شریف حضرت علامہ راشد الخیری مرحوم کی وہ لاجواب تصنیف جس کا برسوں ملک کو انتظار رہا۔ اب پڑھی لکھی عورتوں کی مجالس میلاد میں یہی کتاب پڑھی جاتی ہے۔ اور وہ اپنی غیر مسلم سہیلیوں کو بڑے ذوق سے یہ کتاب سناتی ہیں کیونکہ اس میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ہے جو خلاف عقل کہا جا سکے۔ اس لئے تعلیم یافتہ مرد بھی بہت ذوق سے اس کا مطالعہ کرتے ہیں۔ نثر کے ساتھ نظمیں بھی ہیں۔ آمنہ کے لال میں واقعات کا انتخاب بہت صحت سے ہوا ہے۔ قیمت ۱۰ر محصول ڈاک ۶ر

مُسدّس حالی

عالم اسلامیہ ہند میں تہلکہ ڈالدینے والی کتاب ہے۔ جس کے متعلق سر سید مرحوم نے کہا تھا کہ خدا کے سامنے صرف یہی کتاب لے کر جاؤں گا۔ یہ مسدس اسلام کی جوشیلی تاریخ ہے اور ورد جزو اسلام ہے۔ لاکھوں سے زائد چھپی اور فروخت ہوئی۔ زیر اشتہار ایڈیشن اعلےٰ کاغذ اور چھوٹی تقطیع کا ہے ابتدا میں ایک بڑا دیباچہ ہے جس میں گویا نثر مسدس ہے اور خواجہ الطاف حسین حالی کی سوانحعمری ہے۔ بچوں کو یہ مُسدّس یاد کرایا جائے تو اُن میں ابتدا سے جوش اسلامی پیدا ہوتا ہے۔ قیمت ۶ر۔ محصول ۶ر

مناجات مقبول

مترجمہ مولانا اشرف علی صاحب۔ دعاؤں کی مقبول کتاب ہے۔ اوّل سات دن کی اُردو نظم میں بہت ہی مؤثر مناجاتیں ہیں دعا مانگنے کے طریقے اور اولیا عظام کی قبولیت دعا کی حکایتیں پھر قرآن شریف سے سات دن کی اولیاء کرام کی مجربہ دعائیں جنکو حضرت مولانا اشرف علی صاحب نے جمع کیا ہے۔ پھر استعاذہ منزل پھر دعائے بعد استعاذہ شجرۂ امدادیہ نظم مترجم ورود شریف منظوم مترجمہ مولوی اشرف علی صاحب بڑی موثر انداز میں بیان کی گئی ہیں۔ لاکھوں مسلمانوں کے زیر عمل ہیں۔ قیمت فی جلد ۱۲ آنے۔ محصول ڈاک ۸ر کل ۱؎ ۴ر

الفاروق الاعظم رضؓ

خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروق رضؓ کی وہ معرکۃ الآرا تصنیف جو ملک کے مایۂ ناز مؤرخ علامہ شبلی رحؒ نے تصنیف فرمائی۔ یہ کتاب جہاں ایک مقدس سیرت ہے وہاں اسناد کے لحاظ سے بھی یکتا ہے۔ اسکے دو حصے ہیں۔ حصۂ اوّل میں آپکا نسب۔ اسلام لانا اور رسول اللہ کی مدد پر جان نثاری۔ خلافت اور تمام ان فتوحات کا ذکر ہے جو آپکے عہد میں ہوئیں اور دوسرے حصہ میں آپکی ذاتی قابلیت حسن انتظام اور شعبہ ہائے حکومت کا قیام اور آپکے نجی حالات ہیں۔ ضخامت ۴۸۰ صفحات قیمت ۱۲ر محصول ۷ر

مابعد حسین رضؓ

اُردو زبان میں اپنی نوع کی نئی کتاب جو صدہا مستند کتابوں سے ماخوذ ہے۔ آجتک کوئی کتاب اردو زبان میں اس موضوع پر نہیں۔ حالات شہادت امام سننے کے بعد جو کیفیت اہلبیت رسولؐ کی ہوتی ہے اس کی ہزاروں رونیوالی آنکھیں گواہ ہیں اور دل سے جو دعائیں نکلتے ہیں اسکی سوزش کم کرنے کیلئے یہ کتاب لکھی گئی ہے تاکہ قاتلان حسینؓ کا انجام پڑھکر کچھ تو حسینؓ کے رونے والوں کا کلیجہ ٹھنڈا ہو۔ اس کتاب کے لکھوانے میں بڑا صرف ہوا ہے اسلئے کہ قاتلان حسینؓ کے حالات بڑی مشکل سے فراہم ہوئے ہیں۔ ۴۲۶ صفحات قیمت ۱۰ر

فالنامۂ ناصری

ہر کام شروع کرنے سے پہلے احسن طریقہ یہ ہے کہ استخارہ کر لیا کریں تاکہ اسکا انجام اگر ٹھیک نہ ہو تو اس کو ترک کر دیا جائے اس میں حضرت شیخ محی الدین ابن عربی کی کتاب استخارہ قرآنیہ کا ترجمہ ہے اور اس کے علاوہ قرأۃ الانبیاء فالنامۂ پیغمبران فالنامۂ اولیائے کرام فالنامۂ غوث الاعظم فالنامۂ دیوان حافظ اور فالنامۂ مثنوی شریف شامل کر دیا ہے۔ یہ فالنامہ بہت مقبول ہے اب تک اس میں ایسے ٹھیک جواب ملتے ہیں جو شاید اور فالناموں میں نہ ہوں اس لئے بہت فروخت ہوتا ہے۔ قیمت ۸ر محصول ۶ر کل ۱۴ر

(پوسٹ بکس نمبر ۸۰ ضرور لکھئے ورنہ خط ضائع ہونے کا اندیشہ ہے)

مصوّرِ غم کی خوش طبعی

یہ مضمون میں نے رسالہ عصمت دہلی کے "راشد الخیری نمبر" کے لئے لکھا تھا اور اس میں شائع ہو چکا ہے۔ اڈیٹر صاحب عصمت کی اجازت سے اسے یہاں بھی درج کرتا ہوں۔ واحدی

مصورِ غم علامہ راشد الخیری کی تصنیفات پڑھنے کے بعد غالباً اس کا یقین مشکل سے آسکتا ہے کہ مولانا خوش طبع بھی ہوں گے۔ اور جنہیں کبھی رواروی میں مولانا سے ایک آدھ مرتبہ ملاقات کا موقع ملا ہے وہ تو انہیں خوش طبع کیا بد خوش اخلاق ماننے میں بھی تامل کرینگے۔ مولانا نے دو تین کتابیں مذاحیہ لکھی ہیں۔ مگر اُن کا امتیاز خصوصی حزن نویسی تھا۔ تو جس کی ساری عمر اوروں کو رُلانے میں گزری ہو وہ خود کیسے ہنس سکتا ہے۔ اور جو ملنے جُلنے سے اتنا بیزار ہو کہ بڑے بڑے آدمیوں کو اُس کی صحبت میں دو منٹ بیٹھنے کی آرزو ہی رہے اُسے مذاق کی کیا سوجھ سکتی ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ مولانا سے زیادہ زندہ دل، مولانا سے زیادہ شگفتہ مزاج اور مولانا سے زیادہ خوش طبع انسان کم از کم دہلی میں مجھے اب کوئی نظر نہیں آتا۔ ہاں کبھی تھے تو وہ مولانا ہی کے ہم عصر تھے یا مولانا سے پہلے کے لوگ۔

میں ایسے تین شخصوں کو جانتا ہوں جو مولانا کے لڑکپن سے بڑھاپے تک دوست رہے۔ ایک مرزا محمد اشرف صاحب گورگانی۔ بی۔ اے۔ دوسرے مولوی اشرف حسین صاحب بی۔ اے۔ تیسرے قاری سرفراز حسین صاحب عزمی۔ تینوں مولانا کے سامنے ہی اللہ کے ہاں سدھار چکے۔ یہ ایک جماعت تھی جو علم و فضل اور ذہانت و طباعی کے اعتبار سے دہلی کی آخری شمع تھی۔ اور زندہ دلی میں بھی اپنا ثانی نہیں رکھتی تھی۔ ان دوستوں میں کس حد تک مذاق ہوتا تھا اس کی دو درمیانی اور معتدل مثالیں سُناتا ہوں۔

مولانا طرزِ تحریر میں شمس العلما مولوی نذیر احمد صاحب یعنی اپنے پھوپھا کے پیرو تھے۔ میں نے ایک دفعہ مولانا کو "جانشین مولوی نذیر احمد صاحب" لکھ دیا۔ مولوی نذیر احمد صاحب کے فرزند مولوی بشیر الدین صاحب مرحوم بھی بیسیوں کتابوں کے مصنف تھے اور عمر میں مولانا سے بڑے تھے۔ اُنہیں کسی نے جا لگایا کہ بیٹے کے ہوتے بھتیجے کو جانشین بتایا جاتا ہے۔ مولوی بشیر الدین صاحب نے اس کی پرواہ نہیں کی۔ مگر قاری سرفراز حسین صاحب نے اس کا خاصا لطیفہ بنا دیا۔ کوئی شادی تھی جس میں ہم سب جمع تھے۔ مولانا نے ایک بہت ڈھیلی ڈھالی ٹخنوں سے ذرا اونچی پُرانی سی اونی شیروانی پہن رکھی تھی۔ قاری صاحب مولوی بشیر الدین صاحب سے مخاطب ہو کر بولے۔ "واحدی نے راشد کو جانشین مولوی نذیر احمد غلط نہیں لکھا۔ قسم ہے پیدا کرنے والے کی، میں نے اپنی ان دونوں آنکھوں سے مولوی نذیر احمد کے پاس یہ شیروانی دیکھی ہے۔ جو آج راشد کے جسم پر ہے۔"

ایک دفعہ اڈورڈ پارک میں یہی مجمع تھا کوئی بڈھا۔ سفید ڈاڑھی۔ خمیدہ کمر بھیک مانگتا اس مجمع کے اندر آ کھڑا ہوا۔ مولانا نے بے ساختہ کہا۔ "آؤ میاں۔ قاری برکت اللہ! بڑی مدت میں دکھائی دیئے۔ تمہارے دیدار کو تو آنکھیں ترس گئیں۔" قاری برکت اللہ صاحب قاری سرفراز حسین صاحب کے والد کا نام تھا۔ اور یہ گفتگو اُن کے انتقال کے پچاس برس بعد کی ہے۔

دو پھبتیاں بھی یاد آگئیں۔ مولانا نے کبھی خضاب نہیں کیا۔ آخر وقت میں سر، ڈاڑھی، اور بھویں بالکل بگلا تھیں۔ اور سر کے بال خوب بڑھے ہوئے اور اُلجھے سے تھے۔ ایک دن مولانا ننگے سر کھڑے تھے کہ قاری صاحب آ پہنچے۔ اور فرمایا "حضرت مولانا روئی نے بیچ میں کام شروع کر دیا ہے۔" قاری صاحب خضاب استعمال کرتے تھے ایک روز ڈھاٹا باندھے تھے۔ اور ڈھاٹے میں سے روئی زیادہ باہر نکل آئی تھی۔ تو مولانا نے کہا "واہ قاری صاحب صرف دُم کی کسر ہے یعنی دُم لگا لو تو لنگور معلوم دوگے۔"

کبھی "حضرت مولانا" اور "قاری صاحب" سے خطاب ہوتا تھا اور کبھی ابے تبے پر اُتر آتے تھے۔ اور کبھی گالیوں تک نوبت پہنچ جاتی تھی۔ کاش مجھ میں اتنی زندگی ہوتی کہ وہ ابے تبے اور ویسی گالیاں میں جمع کر سکتا تو ایک ادبی تبرک سمجھے جانے کے قابل کتاب بن جاتی۔

اٹھارہ بیس سال سے مولانا کی اکثر میرے ہاں نشست رہتی تھی اور مولانا کے آخری دور کے ہم تین ساتھی تھے۔ میں۔ خواجہ فضل احمد خاں صاحب شیدا۔ اور مولانا عارف ہسوی۔ ہم چاروں قریباً روز ملتے تھے اور دن میں کئی کئی دفعہ ملتے تھے۔ مولانا عارف اور علامہ راشد کے تعلق کی بابت تو میں یہ کہوں تو مبالغہ نہیں ہو گا کہ دونوں نے مرنے میں بھی ساتھ دیدیا۔ دونوں کی موت میں پندرہ سولہ دن کا آگلیچھا تھا۔ اور ہم دو یعنی میں اور خواجہ فضل احمد اب فقط مولانا عارف اور علامہ راشد کا نوحہ کرنے کے لئے دُنیا میں باقی ہیں۔ ہم چاروں ساتھ اُٹھتے بیٹھتے تھے۔ ساتھ کھاتے پیتے تھے۔ ساتھ سیروں کو جاتے تھے۔ اور ہماری صحبت میں کوئی پانچواں شریک نہیں ہو سکتا تھا۔ اور ہم میں سے ایک کے سوا کسی نے دوسروں کی تفریحوں میں شاید ایک آدھ بار ہی حصّہ لیا ہو گا۔ شہر کی سیرگاہوں کا چپّہ چپّہ اس بات کا گواہ ہے۔ کہ جب تک چاروں زندہ تھے میں کم از کم کبھی کسی اور کے ہمراہ سیر کو نہیں گیا۔ میرے گھر کی ایک ایک چیز مجھے مولانا عارف اور مولانا راشد کی یاد دلاتی ہے۔ اس لئے شاید میرے لئے عصمت کے ناظرین اور ناظرات کی فرمائش ہے کہ میں مولانا کی خوش طبعی پر لکھوں۔ میں اس مضمون کو کیونکر کامیاب بنا سکتا ہوں۔ مگر بہر حال تعمیل حکم کرنی ضروری ہے۔ اور مولانا کی زندگی کے اس پہلو کو بھی پیش کر دینا مولانا کی سوانح عمری کی تکمیل کے لئے لازمی معلوم ہوتا ہے۔ میں اپنے چاروں دوستوں کی جماعت میں نسبتہً مردہ دل تھا۔ اس واسطے بے تکلفی مولانا کی حقیقتہً خواجہ فضل احمد صاحب اور مولانا عارف سے تھی۔ خصوصاً خواجہ فضل احمد صاحب سے۔ لیکن مولانا چوکتے مجھ سے بھی نہیں تھے۔ مولانا عارف صاحب اور خواجہ فضل احمد صاحب کو تو کہتے تھے تو تم تک مجھے بھی کہہ لیتے تھے۔ اور میں بھی اس قدر گستاخی کر لیتا تھا کہ شام زندگی لکھنے کا جب فیصلہ ہوا تو مولانا مہینوں اُڑان گھائیاں دیا کئے۔ مولانا نے بے شمار کتابیں تیار کر ڈالیں لیکن مجبور ہوئے بغیر قلم ہاتھ میں نہیں پکڑا کرتے تھے۔ اپنی طبیعت سے مجبور ہو جائیں یا جوں اور دوستوں کی خواہش سے دب جائیں بہرکیف لکھتے تھے زبردستی ہونے سے۔ اور لکھتے تھے تو دس منٹ سے گیارہواں منٹ لکھنے پر صرف نہیں کرتے تھے۔ دس منٹ لکھا اور باہر آ گئے۔ میرے ہاں تشریف لے آئے کسی تانگے والے کے پاس جا کھڑے ہوئے۔ کسی دکاندار سے باتیں کرنے لگے۔ اور پھر جا کر لکھنا شروع کر دیا۔ اور پھر دس منٹ بعد کرسی کاٹنے لگی۔ یہی سلسلہ تمام دن جاری رہتا تھا۔ میں نے شام زندگی لکھنے کے فیصلے میں جب رخنہ پڑتے دیکھا۔ تو ایک بہت چھوٹی سی کوٹھری میں میز کرسی بچھوا دی جس میں لیٹنے کی گنجائش نہ تھی۔ اور مولانا کی آمد کا انتظار کرنے لگا اور مولانا جب آئے تو اُن سے کہا کہ "چلو اس کوٹھری میں" اور اُن کے کوٹھری میں گھستے ہی کنڈی لگا دی اور سُنا دیا کہ چاہے لکھو چاہے نہ لکھو دو گھنٹے سے پہلے کنڈی نہیں کھلے گی وہ کوٹھری اس وقت میرے سامنے ہے اور کیا عرض کروں کہ میرا کیا حال ہے۔ میں نے مولانا کو کتنی تکلیف دی تھی اور کتنا ستایا تھا اس کا خیال کر کے مجھے دُکھ ہوتا ہے۔ اور جی چاہتا ہے کہ مولانا کی قبر پر چلوں اور اُن کی پائینتوں سر جھکا کر معافی مانگوں۔ لیکن میں نے تنہا نہیں۔ اُن کے بے تکلف مگر قدر دان دوست مولانا عارف نے بھی سر جھکایا نہیں تھا بلکہ سر قدموں میں رکھ دیا تھا۔ جب مولانا دو گھنٹے لکھ کر پسینوں میں ڈوبے مُسکراتے ہوئے کوٹھری سے نکلے اور شام زندگی کے ابتدائی صفحات اُن کی زبان سے ہمارے کانوں میں پہنچے تو ایک صف ماتم بچھ گئی۔ مولانا عارف خود اعلیٰ پایہ کے ادیب تھے۔ مگر بے تکلفی اور اپنی لیڈری وغیرہ سب بھول گئے اور مولانا کے پاؤں میں لوٹنے لگے۔ بیس دن میں شام زندگی ختم ہوئی تھی۔ بیس دن برابر میرے ہاں یہی ڈراما ہوتا رہا۔

گرمی کا موسم تھا۔ اور کوٹھری میں پنکھا نہیں تھا۔ ہم ظالم روز اس کے اندر مولانا کو بند کر دیتے تھے اور دو گھنٹے کے حبس بیجا کے بعد مولانا خوش خوش ہمیں مسودہ سُناتے اور ہم اُنہیں سجدے کرتے تھے۔ مولانا نے ایک دفعہ عارف صاحب سے فرمایا تھا کہ "اب تجھے خدا نے کانگریس کی محبت اس لئے دی ہے کہ تو بار بار جیل جائے اور میرے حبس بیجا کا بدلہ اُترے۔ اچھا ہے یہیں بھگت لے ورنہ خدا کے ہاں کی بیدیں کھانی پڑتیں"۔

شام زندگی چھپنے پر اوکھلے نہر کے کنارے ایک دعوت ہوئی جس میں ہم کسی نوکر کو نہیں لے گئے تھے۔ یہ دعوت صبح سے شام تک رہی اور سب کام ہم سب اپنے آپ کرتے رہے میری اور عارف صاحب کی عمر اس زمانہ میں پچیس چھبیس برس کی ہوگی اور خواجہ فضل احمد صاحب کی تینتیس چونتیس برس کی اور مولانا پچاس کے لگ بھگ تھے۔ مگر وہ بالکل ہماری طرح لطف لے رہے تھے۔

مولانا کے بڑے فرزند مسٹر رازق الخیری کی شادی تھی اور آگرہ جانا تھا۔ مولانا زیادہ خرچ کرنا نہیں چاہتے تھے۔ مولانا نے نہایت دلچسپ طریقے سے ہمیں اور ہمارے پردہ میں اور اکثر صاحبوں کو روک دیا۔ یہ صاحبان ایسے تھے کہ مولانا کی اس حرکت کا اُنہوں نے لطف لیا۔ بُرا کوئی نہیں۔ اس کا۔ بدائی میں مولانا کا فقط پندرہ روپے کا نقصان ہوا۔ مولانا نے ہم سے کہا کہ آپ لوگ ریل میں کیا چلیں گے۔ میں نے ایک نہایت عمدہ لاری کا انتظام کر دیا ہے وہ دو بجے آ جائے گی اور یہ پندرہ روپے رکھئے۔ لاری والے کو پیشگی دیدیجئے گا۔ باقی میں ادا کر دوں گا۔

لاری والے براتی دو بجے اکٹھے ہو گئے اور لاری بھی سچ مچ کی آ گئی۔ مگر وہ اینٹیں ڈھونے کی لاری تھی۔ آدمی ڈھونے کی لاری نہیں تھی۔ خیر مولانا کا مذاق ہماری سمجھ میں آ گیا اور وہ پندرہ روپے اُسی وقت مال مفت دلِ بے رحم کے حکم کے مطابق چُھو کر کے اُڑا دیئے گئے۔

مولانا کو کھانا پکوانے اور غرباء کو کھلانے کا بے حد شوق تھا۔ مہینہ میں ایک دو بار دیگیں نہ کھنکیں تو وہ پژمردہ ہو جاتے تھے۔ مجھے بھی دیگ کا سالن بہت بھاتا ہے۔ لہٰذا جب دیگ چڑھتی تھی مولانا کہہ دیتے کہ "مُلا جی شام کو پیالہ بھیجدینا" اور میں پیالہ بھیجتا تھا۔ ایک دن اس خاص کھانے کی اطلاع کئے بغیر خواجہ فضل احمد صاحب کی مولانا نے دعوت کر دی۔ مغرب کی نماز کے بعد وہ پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں (خواجہ فضل احمد صاحب کی زبان میں ہی عرض کر دوں) کہ "بیسیوں حبشی رنبی اور رُلانے۔ پٹھان۔ بنگالی اور بہاری کھڑے ہیں اور سب کے ہاتھ میں پیالے ہیں۔ میرے آگ لگ گئی۔ لیکن مولانا نے یہ کہہ کر ٹھنڈا کر دیا کہ" فضلو تیرا پیالہ کہاں ہے۔ ارے بے پیالے ہی کے آ گیا۔ چل بھاگ یہاں سے۔ میں سالن بھی دوں اور پیالہ بھی دوں۔" پھر قریب پہنچکر ہاتھ پکڑا اور چُمکار کر فرمایا" نواب صاحب یہ کھانا انہی لوگوں کے لئے پکوایا کرتا ہوں۔ آپ نے عقل سے کیوں کام نہیں لیا۔ میں حضور کی دعوت کرتا تو تنہا حضور کی نہ کرتا (اتنے میں عارف صاحب بھی آ گئے۔ اُن کی طرف اشارہ کرکے کہا) اس عرفو کی بھی تو کرتا۔ اور بھئی ان لوگوں کے ساتھ کھانا ہے تو کچھ ان میں سے اوپر کھا رہے ہیں۔ جاؤ تم دونوں بھی کھا لو۔"

ایک دفعہ مولانا نے اور خواجہ فضل احمد صاحب نے اور میں نے ایک ساتھ شملہ کا سفر کیا۔ میں اور مولانا ایک درجہ میں تھے اور خواجہ فضل احمد صاحب دوسرے درجہ میں۔ مولانا کا بیٹھے بیٹھے چھیڑ کرنے کو جی چاہا۔ ہمارے درجے کے آگے سے ایک بہت معقول سے آدمی گزر رہے تھے۔ مولانا نے اُن سے کہا کہ "حضرت معاف کیجئے گا۔ ذرا زحمت تو ہو گی یہ تیسرے سے جو تھا ڈبہ جو ہے اس میں ہمارا ملازم ہے۔ فضلو کہہ کر آواز دیدیجئے گا اور کہدیجئے گا کہ مولوی صاحب بُلا رہے ہیں۔" انہوں نے ایسا ہی کیا۔ خیر اُنہیں تو "فضلو" کیا مل سکتے تھے۔ لیکن خواجہ فضل احمد صاحب نے تھوڑی بعد آ کر مولوی صاحب کو سینکڑوں صلواتیں سُنا دیں۔

اسی سفر کا واقعہ ہے واپس دلّی آ رہے تھے کہ انبالہ اسٹیشن پر خواجہ فضل احمد صاحب اُترے۔ "فضلو" والا تجربہ ہو جانے کے بعد خواجہ فضل احمد صاحب نے یہی مناسب سمجھا تھا کہ ساتھ ایک درجہ میں بیٹھیں۔ خواجہ فضل احمد صاحب سودا بہت ہوشیاری سے خریدتے ہیں۔ وہ اسٹیشن پر اُترے اور کھانے پینے کی چیزیں خرید کر لانے لگے۔ ایک ایک چیز لے کر آتے ہیں اور درجہ میں رکھ جاتے ہیں اور مولانا اُسے پیٹ میں رکھ لیتے ہیں اور میں بھی اُن کی تقلید کر رہا ہوں۔ یہاں تک کہ اپنے خیال میں جب خواجہ فضل احمد صاحب تینوں کے لائق پورا کھانا جمع کر چکے تو اطمینان سے درجہ میں داخل ہوئے۔ اور انجن نے بھی سیٹی دیدی۔ اب جو دیکھتے ہیں تو کھانا دانا کچھ نہیں ہے۔ صرف پتے ہیں۔ مولانا نے دلّی کے دوکانداروں کے طرز میں صدا لگائی "پتے کو بھی چاٹ" اور پھر کھڑکی سے منھ باہر کر لیا۔ اور دیر تک خواجہ فضل احمد صاحب کے بگڑنے کا مزہ لیتے رہے۔ مزے کے لفظ سے ایک اور قصہ تازہ ہو گیا۔ خواجہ فضل احمد صاحب کا حافظہ غضب کا ہے۔ نثر کی عبارتیں کی عبارتیں اُنہیں طوطے کی طرح یاد ہیں لیکن شعر کبھی یاد نہیں رہتا۔ ایک مصرعہ غالب کا پڑھتے ہیں تو دوسرا مصرع اسی بحر اور قافیہ ردیف کا داغ کا اُس کے ساتھ ملا دیتے ہیں۔ اور پھر اُس میں اتنی اصلاح کرتے ہیں کہ نظم نثر کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ مولانا عارف اور مولانا راشد اس بات سے مزے لیا کرتے تھے۔ مولانا راشد الخیری صاحب کا کلام تو آپ نے پڑھا ہی ہوگا۔ مولانا عارف بھی شعر فہمی اور شعر گوئی میں یگانہ تھے۔ خیر جس واقعہ کا میں ذکر کر رہا ہوں اُس کا تعلق مولانا راشد الخیری صاحب سے ہے۔ خواجہ فضل احمد صاحب نے داغ کا شعر پڑھا اور خاصا صحیح پڑھا۔

خدا کی قسم اُس نے کھائی ہے آج
خدا کی قسم ہے مزا آ گیا

مولانا نے فرمایا "ارے کمبخت "قسم ہے خدا کی" کہہ۔ داغ کی روح کو کیوں تڑپا رہا ہے۔" زبان کا بہت باریک فرق ہے۔ دلّی والے بھی اب شاید اسے محسوس نہ کر سکیں گے۔" مولانا بالکل غلط اور بے جوڑ مصرعوں کو سُنکر بہت لطف اُٹھاتے تھے۔ مگر "قسم ہے خدا کی" کی جگہ "خدا کی قسم ہے" سُننا اُن سے برداشت نہ ہو سکا اور اُنہوں نے وہیں گرفت کی۔ خواجہ فضل احمد صاحب بھی دلّی کے گنے چنے زباندانوں میں سے ہیں۔ دلّی کی پُرانی باتیں۔ دلّی کی پُرانی رسمیں۔ دلّی کی پُرانی زبان خوب جانتے ہیں۔ مولانا کے کہنے سے غلطی کا احساس ہوا اور پھر مولانا بڑے لحن کے ساتھ مزے لے لیکر یہ شعر دُہراتے رہے۔

خدا کی قسم اُس نے کھائی ہے آج
قسم ہے خدا کی مزا آ گیا

مزا آ گیا۔ مزا آ گیا۔ مزا آ گیا۔ مزا آ گیا جی مزا آ گیا۔ قسم ہے خدا کی مزا آ گیا۔

یہ دل ہے حد سر آ گیا آ گیا
سمجھتا ہوں سب کچھ مگر دوستو
یہ دل ہے حد سر آ گیا آ گیا

مولانا کے گلے میں ستّر سال کی عمر تک کھٹکا تھا۔ مثنوی میر حسن ایسے مؤثر اور دردناک لہجہ میں پڑھتے تھے کہ ہمارے دل سوز و گداز سے بھر جاتے تھے۔ آج بھی اُن کی آواز میرے کانوں میں گونج رہی ہے اور میں یہہ شعر سُن رہا ہوں۔

کہا اگر کسی نے کہ کچھ کھائیے
کہا خیر بہتر ہے منگوائیے

اچھا خدا حافظ! باقی پھر کبھی سُناؤں گا۔ خوش طبعی کے سیکڑوں واقعے ہیں کہاں تک سُنیئے گا۔ مجھے اُن کی دوستی کی بابت بھی کہنا ہے غرباء کے ساتھ جو اُن کا برتاؤ تھا اُس پر لکھنا ہے۔ مسلمان بچیوں سے وہ جتنی محبت کرتے تھے۔ یہہ بھی ایک مستقل عنوان ہے۔

میں نے ابتداء میں کہا ہے کہ رواروی کے ملنے والے شاید اُنہیں خوش اخلاق سمجھتے ہوں گے۔ لیکن اُن کے اعلےٰ اخلاق کا افسانہ بھی میرے پیش نظر ہے تکلّف کا ملنا اُن کے لئے ایسا تھا۔ جیسے اُنہیں سولی پر چڑھا دیا۔ اُمراء۔ رؤسا اور حکّام کے درباروں سے دور بھاگتے تھے۔ اور اپنے دربار میں بھی اُنہیں دیکھنے کے خواہشمند نہ تھے۔ نیا ہر آدمی اُن کے لئے مصیبت ہوتا تھا۔ ہم اُن کے ساتھ یہہ شرارت کیا کرتے تھے کہ جہاں کوئی ممتاز آدمی آیا اور ہم اُسے لے کر مولانا کے دولتکدے پہنچے۔ اور مولانا سے اُس کا تعارف کرایا اور مولانا کی جان پر بن گئی۔ ہائے اب وہ جان ہی نہیں رہی! ان کے دروازے کے آگے سے روز گزرتا ہوں اور مولوی صاحب کے بعد کچھ کہنے کو جی چاہتا ہے۔ اور پھر دھیان آجاتا ہے کہ وہ موتی صاحب اب کہاں ہیں۔ ہمارا اور مولوی صاحب کا تو تعلق ہی کچھہ اور تھا۔ معمولی تعلق رکھنے والے بھی مولوی صاحب کی یاد میں بے چین ہیں۔ جن سے تکلف نہیں کرنا پڑتا تھا اُن سے وہ اتنی بے تکلفی سے ملتے تھے کہ گویا اُنہیں اپنے بلند مرتبہ کی خبر ہی نہیں ہے۔

واقعہ یہہ ہے کہ وہ اپنی حیثیت کو نہیں پہچانتے تھے اور ادنیٰ ادنےٰ شخصوں سے اس طرح پیش آتے تھے جیسے اُن کے برابر کے ہیں۔

چلتے چلتے ایک بات اور کہہ دوں مولانا کو سخت سے سخت پریشانی میں ہم نے ہشاش بشاش پایا۔ حتّٰے کہ جب سانس اُکھڑ گیا اور دنیا سے رخصت ہونے کا یقین ہو گیا۔ اُس وقت بھی مولانا نے خواجہ فضل احمد صاحب سے مذاق کیا۔ عارف صاحب کے انتقال کی خبر مولانا کو نہیں ہونے دی تھی۔ عارف صاحب مولانا کو پوچھتے پوچھتے مر گئے اور مولانا عارف صاحب کو مرتے مرتے پوچھتے رہے۔

آخری دنوں میں کسی نے کہا کہ عارف صاحب اب اچھے ہیں تو مولانا نے فرمایا "کیوں مجھے بناتے ہو وہ بھلا بچنے والا تھا وہ جا چکا لیکن وہ ایک آدھ کو ساتھ لے کر ضرور جائے گا۔ اکیلے اُس کا دل تھوڑا ہی لگ سکتا ہے"۔

انتقال سے چار روز پہلے شہنشاہ جارج کی رحلت کا ذکر کوئی صاحب کر رہے تھے۔ ایک بزرگ بولے کیوں جی اب بادشاہ کا بیٹا تخت پر بیٹھے گا۔ مولانا کی نقاہت کی وجہ سے آنکھیں بند تھیں۔ یہ دلچسپ سوال سُن کر بے اختیار آنکھیں کھول دیں اور زبان پر برجستہ فقرہ آیا "نہیں، جناب کے لئے وصیت کر گئے ہیں"۔

واحدی

تین ولی

کفرستان ہند کے مبلغ یعنی سوانحات حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری خواجہ فریدالدین گنج شکرؒ اور خواجہ علی احمد صابر رحمہم اللہ تعالےٰ جنہوں نے کفرستان ہند میں دین کا ڈنکہ بجایا۔ اور کفرستان میں اسلام کا جھنڈا نصب کیا۔ صدہا مستند کتابوں کا عطر۔ مولفہ مولوی شریف احمد صاحب مرادآبادی۔ ضخامت ۱۴۴ صفحات۔ قیمت صرف آٹھ آنے (۸ر) محصول ۶ر کل چودہ آنے (۱۴ر)

نماز کے پورے مسائل

آپ کو ایک ہی جگہ کسی کتاب میں مل سکتے ہیں تو وہ صرف مسائل دین ہے جسکے پڑہنے سے ذرہ ذرہ نماز کی کیفیت معلوم ہوجاتی ہے اور کوئی چھوٹے سے چھوٹا مسئلہ بھی ایسا نہیں ہے جسکا حال اس کتاب میں نہو غرضکہ نماز پڑہنی ہو تو یہ کتاب بھی منگالیجئے ایک مرتبہ پڑہ لینے کے بعد آپ نماز کے بڑے چھوٹے مسئلے سے واقف ہوجائینگے کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اس سے کیجئے کہ ہرسال دس ہزار چھپتی ہے اور فروخت ہوجاتی ہے۔ ۲۵۰ صفحات قیمت مجلد ۱ر۔ محصول ۶ر۔ کل ۱۲ر۔

نماز کی پانچ کتابیں

یہ کتابیں زمانہ ہذا کی ذہنیت اور مذہبی بیگانگی کو مدنظر رکھکر لکھوائی گئی ہیں اور اسقدر مقبول ہوئی ہیں کہ سال بھر میں دو ایڈیشن نکل جاتے ہیں۔ ۱۔ نماز کی حقیقت و فلسفہ عجیب غریب کتاب ہے۔ ۲۔ ترغیب نماز اس میں نمازیوں اور بےنمازیوں کی جزائیں اور سزائیں ہیں۔ ۳۔ نمازوں کی کتاب۔ اسمیں نماز پڑہنے کی تمام ترکیبیں اور دعائیں ہیں۔ ۴۔ نمازیوں کی کہانیاں۔ یہ کتاب پڑہکر نماز پڑہنے کی خوب ترغیب ہوتی ہے۔ ۵۔ نماز و مسائل جمعہ۔ اسمیں جمعہ کے تمام مسائل و ترتیب وغیرہ ہیں۔ پانچوں کی قیمت ایک روپیہ ہے محصول ۷ر

اندلس کی شہزادی

جب مسلمانوں کی خانہ جنگیوں نے اندلس کی حکومت کو ان سے چھینوایا اور عیسائیوں نے چھالیا اسوقت بھی انکا کیرکٹر یہ تھا کہ وہ اپنے دشمن سے دغا نہیں کرتے تھے اور جبکہ ایک دوسری عیسائی سلطنت نے اسپر حملہ کیا تو انہوں نے وطن عزیز کی خاطر ملکہ پر جان قربان کردی جہاں عیسائی سپہ سالار دم چرا تے تھے وہاں ایک جرولے نے ملکہ اندلس کی جان بچائی۔ تاریخی افسانہ ہے دلچسپ لٹریچر ہے کیونکہ مولانا راشد الخیری مرحوم کی بہترین تصنیف ہے۔ قیمت صرف ۸ر۔ محصول ڈاک ۲ر۔ کل ۱۲ر

قاعدۂ یسرنا القرآن

قرآن شریف پڑہانے کا وہ مقبول عام اور بہترین قاعدہ جو ہرسال میں تین چار لاکھ چھپتا ہے اور جو مدارس اسکی خوبی سے واقف ہیں وہ اسی کو منگاتے ہیں بہت ہی آسان قاعدہ ہے اسمیں سب سے بڑکر کتابت کی خوبی ہے یعنی نقطے۔ زیر۔ زبر۔ پیش اور حروف مرکبات کی پہچان لینے کے بعد پھر قرآن شریف پڑہ لینے میں ذرا بھی دقت نہیں ہوتی مصنف کا دعویٰ ہے کہ یہ قاعدہ پڑہ لینے کے بعد صرف چند مہینے میں بغیر استاد کی مدد کے بچہ پورا قرآن شریف پڑہ لیتا ہے۔ ۴۸ صفحات۔ فی جلد ۳ر۔ ایکروپیہ کے آٹھ عدد۔ علاوہ محصول۔

شرح مثنوی مولانا روم

مثنوی شریف کی جلالت شان محتاج بیان نہیں یہی وہ کتاب ہے جو آج عالم تصوف کی جان ہے یہی کتاب ہے جو تشنہ کامان طریقت کو جام معرفت پلاتی ہے۔ یہی وہ کتاب ہے جس سے دنیا تصوف مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک سیراب ہو رہی ہے کوئی صوفی صافی ایسا نہیں جو اس کتاب سے مستغنی ہو صوفیوں کو اسکی ضرورت، فاضلوں لیکچراروں اور فقیروں اور لیڈروں کو اسکی ضرورت غرض ہر قسم کے لوگوں کو ہر گھڑی اس کی ضرورت ہے۔ ضخامت ۵۰۰ صفحے۔ قیمت مجلد رعایتی ۔۔۔۔ محصول ۱۲ر۔

زیارت رسولؐ

تاجدار مدینہ کی موہنی صورت دیکھنے کو کون ایسا ہے جو شیدانہ ہوگا۔ پھر بہت کم لوگ ہیں جو سعادت زیارت حبیبؐ سے مشرف ہوچکے ہونگے خوش نصیب ہے طالع حضرت مولانا مولوی احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند کو خدا اجر خاص عطا فرمائے کہ انہوں نے زیارت رسول کریم کا طریقہ عام کردیا اور درود شریف کے وہ وہ اوراد اور وظائف بتلائے ہیں جن سے زیارت رسولؐ یقینی ہوجاتی ہے چنانچہ اسی نام سے حضرت ممدوح کی ایک کتاب شائع ہوئی ہے جس میں درود شریف کے برکات و فضائل ہیں۔ قیمت آٹھ آنے۔

کریم اللغات

فارسی زبان کے ۱۰ ہزار الفاظ کے لغات کی سستی کتاب۔ آپکو خبر بھی نہیں ہوتی اور روزمرہ بول چال میں کتنے الفاظ ایسے ہیں جو باوجود روزمرہ کے بولنے کے بھی انکے معنوں سے واقف نہیں اور بعض مرتبہ انکا محل استعمال غلط ہوتا ہے اور پڑہے لکھے لوگوں میں جب اسکی وجہ سے خفت ہوتی ہے تو بڑا غصہ آتا ہے اتنی بڑی بات کے لئے ذرا سی تکلیف گوارا کیجئے۔ جدید کریم اللغات منگاکر اپنے مطالعہ میں رکھیئے دو چار مہینوں میں آپ کی بول چال تقریر نہایت موزوں و برجستہ ہوجائیگی۔ ۲۰۰ صفحات۔ قیمت ۱۰ر محصول ۲ر

تذکرۂ اولیائے ہند کامل

کفرستان ہند میں اولیاء کرام تو ایسے مدفون ہیں جنکا حال اس کتاب میں ہے۔ یہ ایک تیموریہ خاندان کے چشم و چراغ کی لکھی ہوئی کتاب ہے اور اس میں حالات و کرامات کیساتھ اقوال اولیاء کا وہ خزانہ بھی موجود ہے جو شاید کہیں ملے۔ یہ کتاب اپنی جگہ خود تعریف ہے کیونکہ ایک ہندو پریس نے اسکو پہلی بار چھاپا ہے اور اس کتاب کے ذریعہ سے ۔۔۔۔ بیگانہ اگر یہ کتاب مسلمانوں کے مطالعہ سے گزر جائیگی تو انکے دماغ جھکڑ ۔۔۔۔ جائینگے اصلی قیمت ۔۔۔۔ رعایتی ۔۔۔۔ محصول ۱۳ر

دلیوں کے حالات

مولوی عبدالرحمن صاحب شوق امرتسری کی لکھی ہوئی کتاب بچوں اور عورتوں کیلئے ۱۲۸ صفحات بہت اچھی چھپی ہوئی ہے اس میں حسب ذیل دلیوں کے حالات ہیں۔ غوث پاک۔ اویس قرنی حضرت خواجہ معین الدین چشتی۔ خواجہ علاء الدین صابر۔ خواجہ حسن بصری۔ مالک بن دینار۔ خواجہ فریدالدین۔ خواجہ امیر خسرو۔ خواجہ محبوب الٰہی۔ شیخ بو علی قلندر۔ بایزید بسطامی۔ جنید بغدادی۔ ابراہیم ادہم۔ مسلم۔ بخاری۔ ابوداؤد۔ ابن ماجہ وغیرہ۔ مجلد کتاب ہے۔ ۱۲۸ صفحات قیمت ۲ر محصول ۶ر

چھپانوے اولیاء کرام

کے حالات انکی کرامات انکے خوارق انکی تعلیمات انکی والہانہ تبلیغ اسلام ان کے اسرار باطنیہ انکی ہوحق کا انکشاف اس کتاب سے ہوتا ہے اسکا نام ہی تذکرہ اولیاء ہے یہی وہ کتاب ہے جسمیں کاملہ اولیاء اللہ کے حالات ہیں اسمیں ہندوستان کے بھی ہیں اور ایران کے بھی۔ عراق کے بھی ہیں اور شام کے بھی۔ حجاز کے بھی ہیں اور یمن کے بھی۔ مشرق قریب کے بھی ہیں اور بعید کے بھی۔ یہ کتاب خدا رسیدہ لوگوں کا جیتا آئینہ ہے۔ بڑی تقطیع کے ۴۰۰ صفحات۔ قیمت مجلد ۔۔۔۔ محصول ڈاک ۱۱ر۔ کل ۔۔۔۔

عورتوں کے میلاد نامے

میلاد اکبر بڑا مشہور میلاد نامہ جسکی والہانہ نظمیں زبان زد خلائق ہیں۔ انداز بیان بہت ہی دلچسپ ہے جلی قلم ہے عورتوں کے پرشوق مطالعہ کی کتاب ہے۔ قیمت ۶ر۔ زیور ایمان۔ یہ خالص عورتوں کی بامحاورہ بہت دلچسپ انداز ہے۔ صاف لکھائی چھپائی ہے موٹا قلم ہے نظمیں نعتیہ غزلیں بہت زوردار ہیں۔ عورتوں کے لئے صدہا نصیحتیں ہیں۔ یہ میلاد عورتوں کی مجالس میں بہت ذوق شوق سے پڑہا جاتا ہے۔ قیمت ۶ر دونوں یکجا مجلد ہیں اور دونوں کی قیمت ۱۰ر۔ محصول ۸ر۔

شذرات

ازواحدی

تکلیف سے تکلیف نہیں ہوتی - کیونکہ اگر تکلیف سے تکلیف ہوتی تو دیکھو تکلیف کیا شئے ہے ؟ "دخل ناجنس و نامناسب" تو بیر میں کبھی ہلکا سا ذرہ بجری کا چبھ جاتا ہے، ہم اُس کی پروا بھی نہیں کرتے - حالانکہ تکلیف کی تعریف سے بجری کے ذرہ کا چبھ جانا خارج نہیں ہے - اچھا مان لو ہاتھ کے کاٹنے سے تکلیف ہوگی - لیکن اگر ہاتھ کا کاٹنے والا کہے کہ دو تجویزیں ہیں - یا گلا کٹواؤ یا ہاتھ - کہو کون سی منظور ہے - تو ہاتھ کا کٹوانا بخوشی منظور ہوگا - اور گلا کٹنے سے بچنے کی خوشی ہاتھ کے کٹنے کی تکلیف پر غالب آجائے گی - لہٰذا نتیجہ یہ نکلا کہ تکلیف* فقط موت میں ہے - اور موت میں بھی نہیں جسم و روح کی علیحدگی میں -

اللہ تعالےٰ نے روح کو جسم کی عارضی محبت دی ہے اور وہ عارضی محبت مرتے وقت روح کو پریشان کرتی ہے تو اصل تکلیف فراق محبوب میں ہے - دنیا کی ہر تکلیف جسے تم تکلیف کہتے ہو اسی لئے تکلیف وہ ہے کہ اس کا موصل الی الموت ہو جانا ممکن ہے - بخار چڑھا - سر پھٹا - ہڈی ٹوٹی سب سے اسی لئے تکلیف ہوتی ہے کہ کہیں آخر کار یہ جسم و روح کو الگ الگ نہ کرا دیں - پھر سوچو تو سہی کہ مجازی محبوب کی جدائی اس قدر ناگوار ہے تو حقیقی محبوب یعنی اللہ تعالےٰ کی جدائی کس قدر شاق ہونی چاہئے - موت یہاں کی تکلیفوں کی انتہا ہے لیکن وہاں کی تکلیفوں کی ابتدا - فتدبرّ -

---

تمہارا بچہ بیٹھے بیٹھے لڑک گیا اور دیوار سے اُس کا سر ٹکرایا - میں قریب تھا - میں نے فوراً اُسے اُٹھا لیا - اور بسورتی ہوئی شکل کو ہنستی کلی بنا دیا - یعنی میرے بہلانے سے اُس کی تکلیف راحت سے بدل گئی - گویا تکلیف و راحت توجہ پر منحصر ہے - اگر چوٹ لگنے کے بعد بچہ کا دھیان چوٹ کی طرف رہتا تو وہ بہت روتا بہت چلّاتا لیکن دھیان بٹانے سے بٹ گیا - اب اسے چوٹ کی کچھ پروا نہیں - پھر اے محسوسات و مشاہدات کے غلام تجھے حضرت علیؓ کے اس واقعہ پر کیوں تعجب ہے کہ حضور کے پاؤں میں کوئی ایسا کانٹا چبھ گیا تھا کہ اُس کی نکالنے کی کوشش سے حضور کی بے چینی زیادہ بڑھ جاتی تھی - آخر حضور نے نماز کی نیت باندھ لی اور اللہ کی عبادت میں مشغول ہو گئے اور جب سجدہ میں گئے تو لوگوں نے وہ کانٹا کھینچ لیا - اور حضور کو خبر بھی نہ ہوئی - پس جو حضرات اپنا دل اللہ سے لگا لیتے ہیں اُنہیں یہاں کی کسی شئے کا خوف نہیں رہتا - اَلآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ -

---

تمہارے دسترخوان پر دو چیزیں رکھی ہوئی ہیں لیکن تم ایک ہی کو کھائے جاتے ہو - اور اسی کے مزہ کی تعریفیں کرنے میں منہمک ہو - ذرا دوسری کو بھی تو دیکھو - اُسے بھی تو چکھو شاید وہ اتنی لذیذ ہو کہ پھر یہ پہلی ہیچ نظر آنے لگے - یہی حال تمہارا دنیا اور دین کے ساتھ ہے کہ دُنیا پر مٹ رہے ہو اور نہیں جانتے کہ دین سے تعلق کرنے میں کیا لطف ہے -

---

دنیا کی نہ کسی راحت کو قیام ہے نہ تکلیف کو - دنیا کی راحت اور تکلیف تو صرف اس لئے ہے کہ عقبےٰ کی راحت اور تکلیف کا اُس سے اندازہ کیا جا سکے - یہاں جس وقت کوئی محبوب شئے تمہیں حاصل ہو جاتی ہے - تم اپنے اندر ایک کیفیت محسوس کرنے لگتے ہو - لیکن کچھ دیر بعد وہ کیفیت نہیں رہتی - عقبےٰ میں اس کو دوام ہوگا - اسی طرح دنیا میں اتفاقاً تمہارا ہاتھ دہکتے ہوئے انگارہ پر پڑ جاتا ہے - اور تم اُسے دبا کر بیٹھ جاتے ہو - لیکن چند منٹ میں یا چند دن میں وہ اچھا ہو جاتا ہے - وہاں یہ تکلیف مُدام رہے گی - گویا یہاں کی راحت و تکلیف کو وہاں کی راحت و تکلیف کا سیمپل (نمونہ) کہنا چاہئے - پھر کس قدر نادان ہیں وہ لوگ جو سیمپل پر اکتفا کئے ہوئے ہیں اور پوری اور اصل چیز کی جانب التفات نہیں کرتے -

---

اَلسَّعْیُ مِنَّا وَالْاِتْمَامُ مِنَ اللّٰهِ - سعی ہم کریں اور اتمام اللہ تعالےٰ - مگر تو سعی سے پہلے - بلکہ سعی کے بغیر اتمام کی فکر میں ہو - حالانکہ وہ تو سعی کے بعد بھی تیرے قبضہ سے باہر ہے - تو اپنا کام پورا نہیں کرتا اور خدا کا کام ہاتھ میں لینا چاہتا ہے - یہی تیری تکلیف کا اصلی سبب اور تیری پریشانیوں کا صحیح باعث ہے - جو اپنے فرائض کی ادائیگی میں معروف رہتے ہیں اور خدا کی خدائی خدا ہی کے لئے چھوڑے رکھتے ہیں وہی کامیاب ہیں -

---

انسان میں دو چیزیں شامل ہیں - ایک فانی اور ایک باقی - یعنی ایک جسم اور ایک روح - جسم جن جن اجزاء سے مرکب ہوتا ہے وہ

ہرآن بدلتے رہتے ہیں یہاں تک کہ اگر عمر طبعی کو پہنچکر موت آئے تو اُس جسم کا جسے لے کر ہم پیدا ہوئے تھے نام و نشان بھی نہ ملے گا۔ یہہ بات فرضی نہیں بلکہ طبّی اور علمی طور پر ثابت کی جاچکی ہے۔ خود بھی غور فرمائیے جب بڑھے ہوئے ناخن کو آج آپ نے کتر کر پھینک دیا وہی تو پہلے اصلی ناخن کہلاتا تھا۔ اب جو شخص مرنے سے اس لئے ڈرتا ہے کہ اندھیری گور میں جانا پڑے گا۔ یہ ہاتھ پاؤں۔ قد قامت۔ صورت شکل ایسی ناز و نعم۔ عیش و نشاط اور قدر و منزلت کی عادی کیسی خاک میں مل جائے گی۔ اسے سمجھنا چاہیے کہ ان کی تو بس اتنی ہستی ہے۔ ؎

هفت صد هفتاد قالب دیده ام

همچو سبزه بارها روئیده ام

جسم روح کا ملازم ہے۔ ملازم کب کسی کے ہاں ہمیشہ ٹھہرے ہیں۔ فکر روح کی کیجئے۔ مالک رہے گا تو ملازم بہتیرے۔

پھر کس قدر ٹوٹے میں ہیں وہ لوگ جو آقا کو چھوڑ کر نوکر کے۔ باقی کو چھوڑ کر فانی کے اور روح کو چھوڑ کر جسم کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝

دنیا دار العمل ہے۔ یہاں کا مہمل سے مہمل فعل بھی بے نتیجہ نہیں رہتا۔ تم اپنے بچے کو تنبیہہ کروگے اس کی اصلاح ہوگی۔ پتھر کو مارو گے تمہارے ضرب آئے گی۔ اب فیصلہ تمہارے ہاتھ ہے خواہ معقول عمل اختیار کرو خواہ نامعقول۔

ذرا دیکھو تو دو شخصوں کی آنکھیں تمہارے سامنے ہیں۔ دونوں میں سفیدی بھی موجود ہے اور سیاہی بھی۔ دونوں بڑی بڑی بھی ہیں اور چہرے اور جسم کے مناسب بھی۔ دونوں کی ہیئت میں ذرہ برابر فرق نہیں۔ لیکن ایک کی طرف دل کھنچا جاتا ہے اور دوسری کا خیال تک نہیں آتا۔

کیا چیز ہے جس نے ایک کو دوسری پر فائق کر دیا۔ کیا یہاں کسی اور کا پتہ ملتا ہے؟

سست خچر کی طرح ذرا سی رکاوٹ سے رُک کر کھڑے نہ رہ جاؤ۔ اسپ تیز گام بنو اور اونچی نیچی زمین روندتے اصل منزل تک پہنچو۔ اعلیٰ خیال کے لوگ ادنیٰ جنجال میں نہیں پھنستے۔

مکان جب تک بالکل ڈھے نہیں جاتا، مالک اُس کی لیپا پوتی ہی کرتا رہتا ہے۔ جس عمارت کو خوبصورت، شاندار اور نیا نیا بنا پاؤ سمجھو کہ یہاں یا تو پہلے چٹیل میدان تھا۔ یا پچھلی عمارت میں آگ لگی یا پچھلی عمارت بوسیدہ ہوتے ہوتے گر پڑی۔

اب تم اسلام کی حالت سوچو اس کی عمارت کس رنگ میں ہے۔ کیا زمین پر آگئی۔ کیا نذر آتش ہوچکی۔ اگر ایسا ہے تو بے شک پھر بلند و بالا ہوا چاہتی ہے۔ ضرور اسلام کے عروج کے دن قریب ہیں۔

آپ کل جنگل میں ٹہلنے گئے تھے اور آج پلنگ پر خاموش لیٹے ہیں۔ کئی ہفتوں تک خیال رہا کہ بازار کے غل شور اور گھر کی ہم چخ سے جس روز نجات ملیگی بیٹے کی شادی کا عقدہ حل کروں گا۔ لیکن ایسا ہوتا نظر نہیں آتا۔ کیونکہ جنگل کے سناٹے میں اگرچہ کوئی آپ کے ساتھ نہ تھا اور پلنگ کی تنہائی بھی کامل ہے۔ تاہم آپکا دماغ صرف اس ایک مسئلہ کے لئے پانچ منٹ کو بھی خالی نہیں ہوا۔ بیٹے کی شادی سے سوچنا ضرور شروع کیا جاتا ہے مگر فوراً ہی مکان بنوانے کی فکر سامنے آکھڑی ہوتی ہے۔ پھر جھٹ خیال دکان کی خبر لانے لگتا ہے۔ اور اسکے بعد دوبارہ بیٹے کی شادی سوجھتی ہے۔ یہی دَور دماغ کو مختل کئے ہوئے ہے اور قوت فیصلہ کو کام نہیں کرنے دیتا۔ اس حالت کا نام ہے انتشار اور اسی کی ضد کو یکسوئی کہتے ہیں۔

یکسوئی مبدأ راحت ہے۔ یکسوئی جملہ دردوں کی دوا اور کل مشکلوں کا حل ہے۔ ہر کمال کی بنیاد اور ہر کامیابی کا راز۔

بدکاروں کی معراج یہ ہے کہ آخر کار طوائفوں کے ہاں کی جلبیں بھریں۔ اگر بدکار یکسو نہیں ہے۔ بار بار اسے بزرگوں کی عزت اور روپے کی بربادی کا دھیان ستاتا ہے تو کمال معلوم اور کامیابی ظاہر۔ وہ قطعی راستہ میں اٹکے گا اور ہرگز ہرگز منزل نہ لے سکیگا۔ نیک دل لوگ خدا کی خوشنودی چاہتے ہیں یا جنّت کے متلاشی رہتے ہیں۔ پر یہ کیسے ممکن ہے تاآنکہ وہ اپنی خوشی کو خدا کی خوشی کے تابع نہ کردیں اور اپنا آرام جنت کی خاطر نہ تج دیں۔

دنیا کے کاموں کو آسان کرنا چاہتے ہو تو انہیں اتنی توجہ سے تو کرو جتنی بیت الخلا جاتے وقت ہوتی ہے۔ اور دین کی فلاح مدنظر ہے تو اسمیں ایسے تو محو ہو جیسے قوالی سننے میں ہوتے ہو۔ آپ کسی کام کو لیجئے خواہ اسکا تعلق جسم سے ہو خواہ عقل و روح سے۔ جیسی جیسی یکسوئی بڑھیگی ویسی ویسی اسکی گتھیاں سلجھتی جائیں گی۔

ابوبکرؓ (بعد انبیا) سب نیکوں کے امام ہیں تو اسی یکسوئی کی وجہ سے اور ابوجہل (بعد شیاطین) تمام بدوں کا سردار ہے تو اسی یکسوئی کے طفیل

تصنیفات مصورِ غم علامہ راشد الخیری مرحوم

مصورِ غم علامہ راشد الخیری مرحوم ملک کے اُن باکمال انشاپردازوں میں تھے جنکی اگر دو سطریں بھی مل جائیں تو اہلِ نظر آنکھوں سے لگاتے ہیں۔ کوثر کی دُھلی ہوئی خالص ٹکسالی زبان کا جاننے والا اور لکھنے والا افسوس اب کوئی نہیں رہا۔ مولانا جب قلم اُٹھاتے تھے تو سدابہار پھولوں کا مینہ برسا دیتے تھے۔ وہ پھول جن کی عطر بیزی مشامِ جان کو معطر کرتی ہے اور روحِ ادب کی کیف پروری کا باعث ہوتی ہے۔ یوں تو اُردو لٹریچر کے ہر صنف میں آپ کی تحریریں سلکِ مروارید اور جواہر پارے کہلانے کی مستحق ہیں جن کی آب و تاب اُسے ہمیشہ منور رکھے گی۔ لیکن مولانا کا امتیازِ خصوصی ٹریجیڈی ہے اور جیسی داستانِ غم مولانا لکھ گئے ہیں ہماری زبان میں اُس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ حقیقت یہ ہے کہ ٹریجیڈی کے مولانا بادشاہ ہی نہیں شہنشاہ تھے۔ ان کی تحریر کا ایک ایک لفظ درد و اثر اور سوز و گداز میں ڈوبا ہوا ہے۔ اور نا ممکن ہے کہ سنگین سا سنگین دل بھی پڑھے اور رو نہ دے۔ چھوٹے چھوٹے فقرے، شیریں و خوشگوار بندشیں، غمگینی، تڑپ اور بیقراری لئے ہوئے ایسے ہیں کہ پڑھتے ہی تیر و نشتر کی طرح دل میں اُتر جاتے ہیں۔ نمونہ کے طور پر آپ کی ایک کتاب صبحِ زندگی سے چند سطریں نقل کرتا ہوں:-

رات سدا رہنے والی نہ تھی آئی بھی اور نکل بھی گئی۔ البتہ وہ بات باقی ہے اور کچھ روز تک باقی رہے گی۔ چار روز کی زندگی کے واسطے انسان جو چاہے کرے۔ خدا کی لاٹھی اور بے آواز۔ دیر ہے اندھیر نہیں۔ آج کے سینچے آج ہی نہیں جلتے۔ پاپ کی ناؤ آج نہیں کل اور کل نہیں تو پرسوں ایک دن ڈوبے اور ڈوبے۔ کال ختم ہوا اور چوتھے سال تو اللہ کی کچھ ایسی مہربانی ہوئی کہ جیٹھ دھڑی کے گیہوں بک گئے۔ سستا سماں ہوتے ہی وہ تکلیف اور پریشانی سب بھول بسر گئے۔ ہاں تکاتر کا ستم اور نسیمہ کا کرم دل پر نقش تھا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ محلہ والوں نے ملنا جلنا بات چیت تکاتر سے قطعی بند کر دی۔ اس خود غرضی اور نفس پروری کا نتیجہ یہ ہوا کہ کنبے والوں نے جیتے ہی جی اُسے مردہ سمجھ لیا۔ دن بھر بیٹھی مکھیاں مارتی اور کوئی آکر جھانکتا تک نہیں۔ آدمی کچھ کھو کر سیکھتا ہے۔ چاہئے تھا کہ تکاتر اب تو اپنی حرکتوں سے باز آتی۔ مطلق نہیں۔

یتیم خانہ کی وہ لڑکی معصومن جو قبضہ میں تھی بندر کی بلا طویلے کے سر۔ محلہ بھر کا غصہ اس غریب پر تھا۔ دوپہر کے وقت ایک روز لڑکی کو بخار چڑھا۔ جاڑوں کے دن تھے۔ دھوپ میں بیٹھی کپکپا رہی تھی۔ تکاتر نے پٹاری منگوائی۔ زبردست کھبرے ہیں۔ اٹھی اور لائی۔ چھ سات برس کی جان۔ بخار میں پھنکتی۔ بجائے پان سیر انبا ہاتھ میں۔ پاؤں پھسلا اور دھڑام سے گری۔ بیمار لڑکی کا گرنا تھا کہ تکاتر جل اُٹھی۔ پٹاری کو تو وہیں چھوڑا اور معصومن کا ہاتھ پکڑ کے بے دردی سے گھسیٹتی ہوئی لائی۔ بخار زدہ معصومن کی حسرت آمیز نظریں تکاتر جلاد سے رحم کی ملتجی تھیں اور بے گناہی کا اظہار کر رہی تھیں۔ مار پڑنی شروع ہوئی۔ جب طاقت ضبط نہ رہی تو رو کر کہنے لگی کہ بیگم صاحب اب معاف کر دیجئے۔ پھر کبھی نہیں گراؤنگی۔ یہ تو کہنا ہی فضول ہے کہ بے بس لڑکی کی منت و زاری کا تکاتر پر کیا اثر ہوا۔ جتنا مار سکتی تھی مارا اور مار چکی تو ایک ایسا دھکا دیا کہ اوندھے منہ جا کر تخت پر گری کنپٹی میں کیل چُبھی۔ خون کی تلی بندھی۔ سارا چہرہ لہو لہان ہو گیا۔

معصومن سے زیادہ بدنصیب اور کون ہوگا۔ پہلی مصیبت تو یہ آئی کہ ماں چھوٹی ماں کا بچھونا چھوٹا۔ دوسری آفت تقدیر نے یہ ڈھائی کہ پہنچی ایک کٹنی کے پاس جس کے دل میں رحم کا نام تک نہیں اور پھنسی ایسے ظالم کے پھندے میں جس کو خدا سے غرض نہ رسول سے واسطہ۔ بچاری بخار پہ مار، مار پہ چوٹ۔ اولاد والی ہوتی تو کلیجہ پکڑ کر بیٹھ جاتی۔ مگر اس کے بچار ہی بھی نہیں۔ معصومن میلی کچیلی اوڑھنی سے آنسو پونچھ پانچھ کونہ میں جا لیٹی۔ غنیمت تھا کہ تکاتر اسی پر بس کرتی۔ نہیں بیٹی کو اٹھوا کر مسالہ پسوایا۔ برتن دُھلوائے اور کھانا کھانے بیٹھی۔ بُرا ہو یا بھلا تکلیف کا احساس تو ہوتا ہی ہے۔ معصومن کچھ دیر تک تو باورچی خانہ میں پیڑھے پر سر رکھے ہوئے ہوئے ہائے اللہ ہائے اللہ کرتی رہی اور پھر اپنی مری ہوئی ماں یاد آ گئی۔ بخار کی گھبراہٹ۔ چوٹ کی تکلیف۔ خون کی کثرت اس پر ماں کی شفقت کا یاد آنا تھا کہ ننھا سا دل بھر آیا۔ روئی اور رو کر باہر آئی۔ نگاہ اُٹھا کر دیکھا تو آسمان چھوٹے چھوٹے تاروں کو اپنی گود میں لئے کھڑا تھا۔ کچھ دیر تک ٹکٹکی باندھے کھڑی سوچتی رہی اور پھر کہنے لگی: "بس اللہ میاں میرے اماں باوا تمہیں ہو۔ میرا بخار اُتار دو۔ میرا خون تھما دو۔ اور مجھ کو یہاں سے نکلوا دو۔ دیکھو سر میں کیسا درد ہو رہا ہے۔ اللہ میاں اللہ کی قسم بھیجا نکلا پڑتا ہے!"

آدمی غور کرے تو آسانی سے معلوم ہو سکتا ہے جس طرح ایک یا دو یا چند گردش کے مارے زمانہ کے ستائے ہمارے ماتحت ہیں اور ہم اُن پر حاکم ہیں۔ اسی طرح ایک زبردست طاقت ہمارے اوپر بھی حاکم ہے۔ جس وقت تکاتر معصومن کا ہاتھ پکڑ کر لائی ہے اور معصومن نے نگاہِ یاس سے تکاتر کو دیکھا ہے گو اس کی نظر اور وہ خود دونوں مجبور و لاچار تھے۔ مگر اس کا دل یہ ضرور کہہ رہا تھا: "اے تھوڑی سی دیر کی حاکم میرا تیرا فیصلہ اور انصاف وہ حقیقی مالک کرے گا جو ہمیشہ ہمیشہ کے واسطے میرا اور تیرا دونوں کا حاکم ہے۔ میں اس وقت بے بس ہوں اور بے کس ہوں۔ ماں میرے ساتھ نہیں، باپ میرے پاس نہیں۔ لیکن میرا وارث اور حامی ابھی ایک موجود ہے۔ جو میری بے گناہی اور تیرے ظلم کو دیکھ رہا ہے!"

قبولیت کی گھڑی تمام آدمیوں کے واسطے کوئی خاص ہو تو ہو مظلوم کے واسطے تو حاکمِ حقیقی کا دروازہ ہر وقت کھلا ہوا ہے۔ معصومن کی التجا دکھے ہوئے دل کی آہ تھی۔ کلیجے سے نکلی۔ زبان پر آئی۔ زبان سے نکلنے کی دیر تھی۔ آسمان و زمین دونوں کانپ گئے۔ حاکموں کا حاکم۔ بادشاہوں کا بادشاہ۔ مظلوموں کا والی۔ معصومن کا وارث جس کے حضور میں اتنی گڑگڑائی اس فریاد کو سن رہا تھا۔

تکاتر کھانا کھا رہی تھی۔ کھا چکی تو آواز دی کہ برتن اُٹھا۔ معصومن سنتے ہی اُدھر چلی مگر چلا نہ گیا۔ خون بند ہو گیا تھا مگر بخار زوروں کا تھا۔ چکر آیا اور بے ساختہ ہی اندھیرے میں گری۔ مگر سنبھلی۔ اتنی دیر میں دو تین آوازیں اور تین چار گھرکیاں

بڑھتی گئیں۔ آرام بڑی بات ہے۔ دستر خوان لپیٹا۔ بدن اٹھائے ادھر پڑی رہی۔

تکاثر کی گردن میں گدی کے نیچے پھنسی نہ پھوڑا ایک یوں ہی سا دو دڑا دو تین دن سے تھا۔ صبح کو جو اٹھی تو ذرا جلن معلوم ہوئی۔ سمجھی گرمی دانہ پک گیا ہے۔ مگر جلن زیادہ ہوئی۔ کالے مرہم کا پھاہا لگایا۔ السی کی پلٹس باندھی۔ گھی لگا کر پان سینکا۔ کاسٹک کی پھریری پھیری مگر وہ باجرے برابر دانہ خدا معلوم کس وقت کا تھا کہ گھنٹوں اور گھڑیوں منٹوں اور پلوں بڑھ رہا تھا۔ دوپہر کو کہیں سہ پہر کو کہیں۔ شام کو تو کہیں کا کہیں پہنچا۔ آدھی رات تک تو کچھ سوئی اور کچھ جاگی مگر آدھی کے بعد تو پلک سے پلک جھپکانی حرام تھی۔ منہ اور گ . . .

ہوگئے۔ بڑی مشکلوں اور مصیبت . . . دونوں سوج کر کپٹا

. . . سے بیچ بیٹھ کر رات کاٹی۔ ناز دم خانہ
نانی کو . . .

. . . پپو پی کو ڈولی بھیجی۔ غرض جس نے دیکھا وہ دم بخود رہ گیا۔
ڈاکٹر۔ جراح۔ حکیم۔ طبیب سب ہی آئے اور گئے۔ مگر تسکین کی صورت نہ نکلی۔ ایک بیچ آسمان اور ایک زمین تھی۔ جس شخص نے کبھی پیسہ تو پیسہ سوکھی روٹی تک نہ دی ہو بھر بھر مٹھیاں روپے دے رہی تھی اور ایک ایک کی خوشامدیں کر رہی تھی۔ دنیا بھر کے جتن کر ڈالے مگر آرام اور افاقہ کیسا یہیں سے اتیس بھی نہ ہوا۔ کس قیامت کی کھولن اور غضب کی جلن تھی کہ کسی کروٹ بھی چین نہ پڑتا تھا۔ مچھلی کی طرح تڑپ رہی تھی۔ دن اسی آفت میں بسر ہوا۔ پھوپی اور چچی نے تو ڈولی ہی اُلٹی پھیری۔ البتہ خالہ اور نانی۔ وہ بھی سگی نہیں رشتہ کی آ پہنچی تھیں۔ شام کو وہ بھی چلی گئیں۔ جلد رات تو پہاڑ ہو گئی رات اس کی جان کو روتے تھے بلا واسطہ بے غرض تکلیف پہنچائی تھی۔ کچھ ایسا بغض للّٰہی تھا کہ جب تک دن بھر میں ایک آدھ کو سخت نقصان نہ پہنچا لے صبر ہی نہ آتا تھا۔ اتا تی بھی اگلے زمانہ کی عورت تکاثر کے ماں کے ساتھ کی کھیلی ہوئی یہ کیفیت سن کر آ گئیں مگر ٹھہر پڑ کر آئیں اور عصر جا کر گھر پڑ رہی۔ تیمار دار تھی یا خدمت گزار وہی لے دے کر ایک معصوم سو وہ غریب آپ ہی مر رہی تھی۔ مگر پھر بھی سر سے پٹی باندھ جتنا ہو سکا برابر لگی لپٹی رہی۔ دوسری رات پہلی سے بھی بدتر گزری۔ ایک زخم تھا جس پہ کوئی کچو کے دے رہا تھا۔ صبح جراح نے آ کر چیرا دیا۔ دوپہر کو بخار چڑھا۔ غفلت شروع ہوئی۔ گھڑی دو گھڑی بعد ہوش آ جاتا تھا تو ایسی بلبلاتی تھی کہ سننے والوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے۔ شام کو ذرا بخار ہلکا ہوا۔ مگر پھوڑے کی تکلیف بدستور تھی۔ پلنگ باہر بچھوا انگنائی میں آ کر لیٹی۔ یہ عمر بھر میں پہلا ہی دن ہو گا کہ تکاثر ارحم الراحمین کے رحم کی ملتجی تھی۔ اور اس کو یاد کر رہی تھی۔ عشاء کا وقت تھا کہ ایک فقیر نے دہلانہ پہ آ کر صدا لگائی۔

سب ٹھاٹھ پڑا رہ جائیگا جب لاد چلے گا بنجارا

بیماری کی حالت۔ رات کا وقت۔ مضمون درد انگیز۔ فقیر خوش الحان۔ دفعۃً تکاثر کو عاقبت کا خیال بندھا۔ سوچنے لگی کہ بس زندگی کے دن پورے ہوئے اور ایک آدھ روز یا دو چار گھڑی دنیا کی ہوا کھا رہی ہوں لے لیا جو لینا تھا اور کر چکی جو کرنا تھا۔

افسوس ہے اس دنیا پر جس کے واسطے آج کچھ کیا آخر ہو غافل بچہ بچہ پر ظلم کئے۔ بڈھوں بڑھوں کو دھوکا دیا۔ آج شہر بھر میں ایک متنفس ایسا نہیں جو مجھ سے خوش ہو گا اپنی بیویاں محلہ میں بھری پڑی ہیں مگر ایک اتنا نہیں کہ جھوٹ موٹ تو آ کر میری خیر صلاح پوچھتا۔ مگر کیوں پوچھتا اور کس لئے آتا۔ میں اچھوں ہی کس سے بھلی جو میرا خیال کسی کو ہو۔ میرا اگر برا بھی کر دیں تو بھی اُن کا احسان ورنہ میں اس کی بھی مستحق نہیں۔ افسوس افسوس۔ ناکام جی اور بدنام مری۔ یتیموں کے مال مارے۔ رانڈوں پر ستم کئے۔ معصوم جیسی بچی جس کی ماں نہ باپ میرے ہاتھ سے کیسی کیسی بے گناہ پٹی۔ وقت گزر گیا۔ دن نکل گئے۔ اب اس کی سر . . . رہا ہے۔ ان ہی خیالات میں غلطاں پیچاں تھی کہ

یکا یک ایسا معلوم ہوا کہ ایک عظیم الشان مکان میں شادی کا سامان ہے۔ ڈیوڑھی پر ڈولیاں اُتر رہی ہیں۔ مگر آنے والیاں کچھ ایسی سراسیمہ اور پریشان کہ باوجود ملاقات اور جان پہچان کے نہ کوئی کسی سے بولتا ہے نہ چالتا ہے۔ تکاثر نے ایک سے پوچھا کہ یہاں کیا ہو رہا ہے۔ اور یہ کس کا گھر ہے۔ مگر کسی نے جواب نہ دیا۔ دفعۃً اب کے ایک بڈھا سا شخص آیا اور تکاثر کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف گھسیٹے چلا۔ اس شخص کی صورت ظاہری تو چنداں خوفناک نہ تھی مگر آواز میں کچھ اس بلا کی دہشت تھی کہ کلیجہ بلیوں اچھل رہا تھا۔ ایک کوٹھری کے قریب لے جا کر اس شخص نے دھمکا کر کہا چل چل اپنی چل یا جو بویا وہ کاٹ کہا اور کچھ ایسا کڑک کر کہا کہ تکاثر کے ہاتھ پاؤں میں رعشہ پڑ گیا۔ کوٹھری کے کواڑ کھل گئے۔ اندھیرا گھپ تھا۔ یہ حالت دیکھ کر چاہتی تھی کہ اس شخص کے پاؤں پہ سر رکھ کر کچھ عرض کرے۔ کوٹھری کے اندر سے ایک سانپ نے ایسی پھنکار ماری کہ بالکل ہی دہل گئی۔ اتنے میں ایک آواز اس کے کان میں آئی جو یہ کہہ رہی تھی۔

کیوں تکاثر چار دن کی زندگی پہ ایسی پھولی کہ اگلے دن کا کبھی خیال نہ آیا۔ خود دن رات دیکھتی تھی کہ تیری بہنیں بھاگی دوڑی اس جگہ چلی آ رہی ہیں مگر تو نے کبھی یہ نہ سوچا کہ ایک روز مجھ کو بھی یہاں آنا ہے۔ دیکھ اس کا عذر کو دیکھ تیری ایک ایک گھڑی کا حال۔ ایک ایک پل کی کیفیت اس میں لکھی ہوئی ہے ہم نے تجھ کو لکھ کر اطلاع دی۔ زبانی پیغام بھیجے کہ نادان ابھی کچھ نہیں گیا۔ کچھ کرنا ہے تو اب بھی کر لے وہ نہ روئے گی اور پچھتائے گی مگر تیرے کان پر جوں بھی نہ چلی۔ ان خوشیوں میں جو پالی کے پلنگ کی طرح نہال دو ٹکڑے والی نصیبں تو ایسی گھسی کہ نکلنے کو جی نہ چاہا۔ وہ تیرے جھوٹے دوست اور خوشامد کرنے والے آج کہاں ہیں۔ اے نمک حرام ہم نے پکار پکار کر کہا کہ بے جی۔ چین سے رہ۔ خوشی سے رہ اور شوق سے رہ۔ مگر رہنے کو مستقل گھر بنا۔ آج تیرے پاس ہمارے لئے کیا کیا سوغاتیں ہیں۔ ہماری محبت پہ بھی تو نے غور کیا۔ تیری ناطاقتی نے سوائے دنیا کو گزار جانا۔ کام کاج کو دن دیا تو سونے کو رات دی۔ چالیس کے بعد گرمی دی گرمی کے بعد برسات دی۔ طرح طرح کے میوے۔ قسم قسم کے پھل۔ وضع وضع کی نعمتیں کس کے لئے۔ گریبان میں منہ ڈال کر دیکھ۔ ہماری عنایتیں اور مہربانیاں اسی قابل تھیں کہ تو ہم کو کبھی بھول کر بھی یاد نہ کرے۔ دیا ضرورت سے زیادہ۔ کافی سے بڑھ کر۔ بے روک ٹوک دیا۔ جتنا چاہے کھا۔ جتنا چاہے پی۔ جہاں ضرورت ہو جا۔ جدھر مرضی ہو پھر۔ پہن۔ اوڑھ۔ اٹھ بیٹھ۔ لیٹ۔ سو۔ کھا۔ پی۔ ماری جائیو کمبخت تکاثر۔ کبھی ہمارے احسان کو احسان نہ سمجھا

او احسان فراموش ناگنی ذرا تو سوچ اور غور کر تجھ جیسی بے وفا کو تینتیس چونتیس برس میں ایک وقت ہمارے روبرو سر نہ جھکایا۔ ہم نے اپنی نعمت سے محروم نہ رکھا۔ پیٹ بھرنے کو روٹی دی۔ پہننے کو کپڑا دیا۔ ہاتھ دیئے۔ پاؤں دیئے۔ کان دیئے۔ ناک دی۔ ہمیں مشکل نہ تھا کہ تجھکو اندھا کر دیتے۔ بہرا بنا دیتے۔ تیری جیسی عورتیں تیرے ہی آنکھوں کے سامنے آنکھوں سے اندھی۔ پاؤں سے لنگڑی۔ ہاتھوں سے لولی۔ کانوں سے بہری موجود تھیں۔ کبھی اُن کو دیکھ کر بھی تو نے ہماری قدر نہ کی۔ تجھے کبھی یہہ بھی نصیب ہوا کہ نیا کپڑا پہن کر ہمارا شکریہ ادا کرے۔ کبھی یہہ نیک توفیق ہوئی کہ اچھا کھا کر ہماری شفقت کو یاد کرے۔ سر اُٹھا۔ اور آنکھ ملا کر بات کر۔ ہم نے تجھکو کہاں کہاں بچایا۔ کس کس جگہ مدد دی۔ کیسے کیسے موقعوں پر تیرا ساتھ دیا۔ تیرے ہی کارن اے نمک حرام صرف تیری خاطر تیری پرورش کی خاطر ماں کو ممتا دی۔ باپ کو پیار دیا۔ بھولی بھولی صورت دی۔ میٹھی میٹھی باتیں دیں۔ کیوں کیا اسی لئے نہ کہ جب تو پل بڑھ کر بڑی ہو اور رینڈھ بڑھا کر جوان ہو تو ہم کو بالکل ہی بھول جائے۔ منتیں مان۔ چادریں چڑھا۔ قبروں پر جھک۔ پیروں کو پوج۔ اوّل سے آخر تک اپنے تمام حالات سُن اور تو ہی بتا اب ہم تیرے ساتھ کیا سلوک کریں۔ تجھ سے زیادہ ناعاقبت اندیش کون ہوگا۔ مسافر بن کر گئی۔ گھر والی بن کر بیٹھی۔ پردیس کو وطن سمجھا۔ سرائے میں ڈیرے ڈالے اور اس بات کا کبھی خیال بھی نہ آیا کہ جو کچھ کر رہی ہوں حرف بحرف لکھا جا رہا ہے۔ اور یہ دفتر ایک دن کھلنا ہے۔ کیوں کیا تو کال کے دن مٹھی بھر دانوں کے لالے اور تیرے ہی جیسے مظلوم و معصوم بندے دور سے آس لگا کر تیرے پاس آئیں اور تو منہ پھیرے۔ دُکھیاریاں مصیبت ماریاں بھوکی پیاسی تیرے در پر آ کر پڑیں اور تو اُن کا زیور تاکے۔ تیس تیس چالیس چالیس روپے کی رقمیں محنت کی بنا۔ مصیبت کی جوڑی دس دس پندرہ پندرہ روپئے میں ہتھیائیں اور کبھی رحم نہ آیا۔ یتیموں کے مال مارے۔ وقت پڑوں کے زیور چھینے۔ رانڈوں کے دل توڑے۔ بچوں پر ظلم کیا۔ کسی کا مکان دبایا کسی کی دکان اُڑائی۔ مگر او بے وقوف وہ سب وہیں تک کا تھا اور وہاں کا وہیں رہا۔ آج تیرے ساتھ اُن میں سے تو کچھ نہیں مگر ہاں مظلوموں کی آہیں اور دُکھے ہوئے دلوں کی بددعائیں تیرے ساتھ ضرور ہیں۔ کیا تو وہ ظلم و ستم اور غرور و تمکنت سانس ہی تک کا تھا۔ اب ختم ہوا۔ اب تو ہے اور ان کرتوتوں کا پھل۔ جو کیا وہ بھر۔ جو بویا وہ کاٹ۔ یاد ہے یا بھول گئی۔ آدھی رات کا وقت پانی کا طوفان اور وہ بن ماں باپ کی بچیاں رات کی رات تیرے گھر پر رہنا چاہیں منتیں کریں۔ خوشامدیں کریں اور تو اس کان سُن اور اس کان اُڑا دے۔ اُن کا کچھ نہیں گیا تو نے اپنی آخرت برباد کر لی۔ وہ دن اور رات کچھ بھی نہ رہا مگر تیرا عمل باقی رہ گیا۔ جس مکان پر اتنا گھمنڈ کیا وہ سدا رہنے والا نہ تھا۔ کیا تو آج اس گھر میں اُلو بول رہے ہیں اور کوئی اتنا نہیں کہ چراغ جلا کر بیٹھ جائے۔ کس بوتے پر تنا پانی کس بات پہ پھولی اور کیا سمجھ کر بھولی۔ جو کچھ کرتی اور جو کچھ دیتی وہ سب تیرا امانت ہوتا اور آج ہم تجھکو تیری امانت دگنی اور چگنی واپس کرتے دیتے اور اتنا دیتے کہ تو خوش ہو جاتی مگر تو تو ہمارے نام سے ایسی بیزار ہوئی کہ مر گئی اور ہم کو بھولوں یاد نہ کیا۔

کچھ معصوم کے برتاؤ کا دھیان ہے۔ آج ہم وہی برتاؤ تیرے ساتھ کریں گے۔ تو نے اس کو بیٹی کی طرح رکھنے کا وعدہ کیا تھا اور اس کا ننھا سا دل باغ باغ تھا۔ مگر اے سنگدل تو نے اُس کی بڑی مٹی پلید کی اور ذرا سے کلیجے پر بڑے بڑے داغ دیئے۔

اس ایک معمولی سی پھنسی پر تو نے محلہ کا محلہ سر پر اُٹھا لیا اور وہ بچاری بِلبِلاتی آفت زدہ بچی جو تیرے حکم پر پانسیر کا بوجھ اُٹھا کر لائی۔ صرف پاؤں پھسل جانے پر اس سزا کے قابل تھی کہ سر لہولہان ہو جائے۔ وہ بھی تو تیری طرح جان رکھتی تھی۔ صرف اتنا فرق تھا کہ تو زبردست تھی وہ کمزور۔ تو اختیار والی تھی وہ مجبور۔ مگر اس وقت تو ایسی عدالت میں موجود ہے جہاں کا حاکم تجھ سے زیادہ زبردست اور جس کا فیصلہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوگا۔ معصوم کا دل مجروح اس بارے میں تجھ سے زیادہ پیارا ہے اور یہہ اُسی سات برس کی لاوارث بچی اور تیری دست نگر لونڈی کی خاطر ہے کہ تو اس سخت عذاب میں پڑتی ہے۔ اُٹھ اور جو کیا اسکو بھگت۔

آنکھ کھلی تو جنگل تھا نہ میدان۔ خدا تھا نہ فرشتے۔ وہی اپنا گھر ٹوٹے پھوٹے چھلنگے اور آئے گئے آدمی۔ کلیجہ بَلیوں اُچھل رہا تھا۔ چاروں طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتی تھی۔ بہتیرا چاہتی تھی کہ سنبھلے مگر دل تھا کہ اندر سے بیٹھا جاتا تھا۔ بمشکل تمام رُک رُک کر اور تھم تھم کر معصوم کو آواز دی۔ پاس بٹھایا اور خواب کے حالات پر غور کرنے لگی۔ سوچتی ہے تو واقعی بیس پچیس برس میں مہینے اور مہینہ کا کوئی دن اور کوئی گھنٹہ بلکہ کوئی ساعت اور کوئی گھڑی ایسی نہ گزری کہ سچ مچ نہیں تو جھوٹ موٹ اور واقعی نہیں تو دکھاوے ہی کبھی تو خدا یاد آیا ہو یا خدا کے خوف سے کوئی کام کیا ہو۔ دو ڈھائی گھنٹے تک پڑی اپنی حالت سوچتی اور افسوس کرتی رہی۔ جس پہلو پر نظر ڈالتی تھی ندامت اور شرمندگی کے سوا کچھ نہ دکھائی دیتا تھا۔ آخر اس نتیجہ پر پہنچی کہ یہ خواب میرے واسطے غیبی ہدایت ہے۔ میں بہت خوش نصیب ہوں کہ ابھی تمام باتیں میرے اختیار میں ہیں۔ جو کہیں مر گئی ہوتی تو ہمیشہ اسی عذاب میں پڑی سڑا کرتی۔ اگلے پچھلے گناہوں کا دھیان۔ خدائے وحدہٗ لاشریک کی قدرت اور ہستی کا یقین ہوتا تھا کہ افسوس و ندامت کے ساتھ بیمار کے چہرہ پر مسکراہٹ آ گئی۔ اتنے میں دل نے اندر سے صدا دی کہ غافل یہی وقت توبہ کا ہے۔ منٹ منٹ اور پل پل کا بھروسہ نہیں۔ گو قوت سے اٹھی نہ گرا اٹھی۔ بیٹھے بیٹھے ہی وضو کیا۔ جانماز بچھائی اور سجدے میں گر گئی۔ یہ عمر بھر میں پہلا اتفاق تھا کہ تکاثر ارحم الرّاحمین کے حضور میں سچے دل سے پڑی گڑگڑا رہی تھی۔ گھنٹہ سوا گھنٹہ تک پڑی روتی رہی۔ رو چکی تو اٹھ کر پلنگ پر آئی معصوم کو بلا کر گلے لگایا۔ اپنا قصور معاف کروایا۔

خدا کی قدرت کہو یا اتفاق محض۔ رات کی تکلیف میں زمین آسمان کا فرق تھا صبح ہی اٹھ کر استانی جی کو بلایا۔ روتی ہوئی لپٹی اور جھکتی ہوئی ملی۔ ایک ہزار روپیہ کا نوٹ یتیم خانہ میں دیا۔

اُنیس بیس کا فرق تو رات ہی کو تھا۔ صبح کو بہتر دوسرے دن اور بہتر ایک ہفتہ ہی بھر میں پھوڑا ایسا ہو گیا کہ گویا تھا ہی نہیں۔ (باقی اصل کتاب میں ملاحظہ فرمایئے صبح زندگی کا حال میں بیسواں اڈیشن تیار ہوا ہے۔ قیمت عہ [illegible])

[illegible] ہونے کا اندیشہ ہے۔

مصورِ غم علامہ راشد الخیری مرحوم کی دیگر تصنیفات

شامِ زندگی

یہ صبح زندگی کا دوسرا حصّہ ہے۔ اس کتاب سے زیادہ آخری پانچ سال میں اُردو کی کوئی کتاب مقبول نہیں ہوئی۔ اب تک بیس ہزار بک چکی ہے اور مانگ کا وہی حال ہے جو شروع میں تھا۔ جو مرد چاہتے ہیں کہ اُن کی بیویاں اُن کے مزاج کے موافق ہوجائیں وہ شامِ زندگی کو انہیں پڑھوا لیتے ہیں۔ اور جو عورتیں آرزو رکھتی ہیں کہ اُن کا گھر رشکِ جنت بن جائے وہ شامِ زندگی کو پڑھتی ہیں اور اس کی مدد سے اپنے خاوندوں کا دل موہ لیتی ہیں۔ جنہیں اولاد کی تربیت کا خیال ہے اُن کے نزدیک تو اس کام کے لئے شامِ زندگی سے بہتر اتالیق نہیں ہے۔ شامِ زندگی میں قصّے کے طور پر ایک لڑکی کا حال لکھا ہے کہ اُس نے شادی سے لیکر مرنے کے وقت تک کیونکر زندگی بسر کی۔ زندگی کے کسی شعبہ اور حیات کے کسی مرحلے کو جس سے ہو کر انسان گزرتا ہے نظر انداز نہیں کیا گیا۔ پھر پیرایہ اس قدر دلچسپ ہے کہ چند صفحے دیکھ کر کتاب ہاتھ سے چھوڑ دیجئے تو ہم قیمت مع محصول واپس دینے کو تیار ہیں اور مؤثر اتنی کہ لوگوں نے اسی کی وجہ سے مصنف کو مصورِ غم کا خطاب دیا ہے۔ ہر سطر آنکھوں کو پُرنم کردیتی ہے۔ غرض شامِ زندگی بڑی ہی کامیاب کتاب ہے۔ کسی اعتبار سے کوئی عیب اس میں نہیں ملتا۔ محاسن ہی محاسن ہیں۔ ایک جلد طلب فرمایئے آپ کے تمام خاندان اور احباب میں پہنچ جائے گی۔ عورت اور مرد سب اس پر شیدا ہوجاتے ہیں۔ تمہارے دُکھ کا علاج۔ تمہارے درد کی دوا۔ تمہارے دل کا بہلاوا۔ تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک شامِ زندگی اور صرف شامِ زندگی ہے۔

شامِ زندگی نے سینکڑوں جانوروں کو انسانیت سکھلادی۔ لامذہبوں میں مذہبیت پیدا کردی۔ اور گم گشتہ راہوں کو راہ پر لگا دیا۔

جو شخص شامِ زندگی سے محروم رہے اور شامِ زندگی سے فائدہ نہ حاصل کرے اُس کی تقدیر ہے۔ ورنہ شامِ زندگی نے دین و دنیا کی درستی کا سامان پیش کردیا ہے۔ ضخامت قریباً دس جزو۔ اعلیٰ کاغذ۔ لکھائی چھپائی بہترین۔ قیمت ایک روپیہ (عمہ)۔

شبِ زندگی

یہ صبحِ زندگی کا تیسرا حصّہ ہے۔ صبحِ زندگی میں نسیمہ کے بچپن اور جوانی کو دکھایا گیا ہے۔ اور شامِ زندگی میں اُسے آخری منزل تک پہنچایا ہے۔ شبِ زندگی میں موت کے بعد کی سرگزشت بڑھوا کر اپنے بیوی بچوں کے سامنے نسیمہ کا پاک نمونہ پیش کرکے اُنہیں اُس جیسا بناؤ۔ تاکہ وہ یہاں بھی اچھے بیج بوئیں اور وہاں بھی اچھے پھل کھائیں۔

صبحِ زندگی اور شامِ زندگی مفید ہونے کے ساتھ جیسی مؤثر اور درد انگیز کتابیں ہیں۔ آپ کو اُن کا علم ہے۔ پھر شبِ زندگی جو ستم ڈھا رہی ہے کم ہے۔ علامہ راشد الخیری مرحوم کی ہر سطر جادو کا کام کرتی ہے۔ اور شبِ زندگی اُن کا ماسٹر پیس ہے۔ شبِ زندگی چونکہ ذرا زیادہ طویل ہوگئی تھی اس لئے اس کے الگ الگ دو حصّے کردیئے ہیں۔ قیمت حصّۂ اوّل ایک روپیہ۔ حصّۂ دوم ایک روپیہ۔

طوفانِ حیات

جس نے ایک دنیا میں دھوم مچادی تھی جس کی تعریف میں اخبارات رطب اللسان ہیں۔ جس کا استقبال اردو علم ادب نے نہایت شاندار کیا تھا۔ کئی سال سے ناپید تھی اور ہزاروں شائقین اسکے مطالعہ کے لئے بیچین تھے۔ اب عالم نسواں میں نہایت مسرت کے ساتھ سنا جائیگا کہ طوفانِ حیات پھر چھپکر تیار ہے۔ قبیح رسوم اور شرک و بدعت مسلمانوں کو گھن کی طرح اندر ہی اندر کھوکھلا کرچکے ہیں۔ مشکل سے کوئی گھر ہوگا جہاں ان لغویات کا گزر نہو۔ اس کتاب کی ہیروین مشرک کی زندگی اس قدر دلچسپ ہے کہ پڑھنے کے بعد گھر میں ایسی رسموں کا نشان باقی نہیں رہتا۔ شرک جو دنیائے نسواں پر عام طور سے قابض ہے طوفانِ حیات کے مطالعہ سے کوسوں دور بھاگتا ہے اور رسوم مروجہ خوفناک اژدہے کی صورت میں نظر آنے لگتی ہیں اور انسان خدائے واحد کی عظمت کے آگے سر جھکا دیتا ہے۔ قصہ کی دلچسپی اور زبان کی سلاست کے متعلق کچھ کہنا فضول ہوگا۔ واقعات اس قدر درد انگیز ہیں کہ ہچکی بندھ جاتی ہے۔ اعلیٰ کاغذ پر نہایت نفیس چھاپی گئی ہے۔ قیمت صرف ایک روپیہ۔

غدر کی ماری شہزادیاں یا بیلہ میں میلہ

وہ دل ہلادینے والی کہانیاں کہ بدن کے رونگٹے کھڑے ہوجائیں۔ تین چار رنگی کئی رنگ کی بلاک کی خوبصورت تصاویر زرکثیر خرچ کرکے لگائی گئی ہیں۔ قیمت صرف ۱۲/

شہنشاہ کا فیصلہ

عہدِ عباسی کے بغداد کا دلچسپ افسانہ۔ ایک شخص اپنی بیوی کی شادی کن اسباب کے تحت میں ایک دوسرے شخص سے کرتا ہے۔ ایک مصیبت زدہ ماں کا بے گناہ بچہ کس وجہ سے واجب القتل ٹھہرایا جاتا ہے اور ماں کی کیا کیفیت ہوتی ہے ملکہ اپنے حصولِ مقصد کے لئے کیا کیا کوششیں کرتی ہے اور آخر میں کس خوبی سے شہنشاہ کا فیصلہ دودھ کا دودھ پانی کا پانی الگ کردیتا ہے۔ یہ ایسے اسباب ہیں کہ پڑھنے ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ قیمت ۴/

سودائے نقد

ایک دل آویز سبق آموز مختصر افسانہ جسکی ۱۹۱۵ء میں شائع ہوکر دھوم مچ چکی ہے۔ اب مصنف نے نظرِ ثانی اور بہت کچھ اضافہ کرکے کتابی صورت میں شائع کیا گیا ہے۔ سودائے نقد سے معلوم ہوگا کہ مرد کا نکاحِ ثانی اور اسلام میں عورت کی حیثیت کیا ہے۔ یہ افسانہ بتائیگا کہ جوان بیٹی کی شادی نہ کرنا سوسائٹی کا ایک زبردست اخلاقی گناہ ہے۔ دو سگی بہنوں کی دلچسپ کوششیں۔ حقیقی ماں کے ہاتھوں جوان بیٹے کا قتل۔ محبت کا جواب۔ غرض نہایت دلچسپ پلاٹ ہے۔ قیمت صرف ۵/

حیاتِ صالحہ یا صالحات علامۂ مغفور کی سب سے پہلی تصنیف جس نے جادو نگار مصنف کے کمال افسانہ نگاری کا ہندوستان بھر میں ڈنکا بجا دیا تھا۔ اس میں ایک نیک لڑکی کی زندگی کے وہ تمام واقعات نہایت ہی مؤثر پیرایہ میں بیان کئے گئے ہیں جو اکثر ہندوستانی گھروں میں پیش آتے ہیں۔ صالحات سے معلوم ہوگا کہ وہی باپ جو کہ اولاد کا عاشق زار ہے۔ کس طرح بچوں کی جان کا دشمن اور خون کا پیاسا ہو جاتا ہے۔ صالحات بتائے گی کہ جاہل سوتیلی ماں کس طرح سوکن کے بچوں کی مٹی پلید کرتی ہے۔ صالحات سے معلوم ہوگا کہ نیک کوکھ کی لڑکیاں مصائب کا کیسے کیسے ایثار و قربانیوں سے مقابلہ کرکے دنیا کو حیرت میں ڈال دیتی ہیں۔ قصہ کے ضمن میں آج سے چالیس۴۰ سال پہلے کے گھرانوں کی معاشرت رسم و رواج وغیرہ نہایت دلچسپ طریقہ سے بیان کئے گئے ہیں۔ ہندوستانی زبانوں میں مستورات کے مطلب کے اس قدر بلند معاشرتی ناول بہت ہی کم لکھے گئے ہیں۔ عمدہ لکھائی اور چھپائی۔ اعلےٰ کاغذ۔ قیمت عہ

نوحۂ زندگی بیوہ کے نکاح ثانی کے متعلق مصورِ غم کی معرکۃ الآرا تصنیف۔ بے انتہا دلچسپ قصہ جس سے معلوم ہوگا کہ بیوہ اور اُس کی زندگی نے اسلام میں کیا صورت اختیار کی۔ آٹھ دفعہ چھپ چکی ہے۔ قیمت ۱۲ ر

جوہرِ قدامت دو بہنوں کی پُرلطف کہانی۔ دو لڑکیوں کی مفصل زندگی۔ دو عورتوں کی جگر خراش داستان۔ جن میں ایک دورِ قدیم کی درخشندہ تصویر ہے۔ دوسری طرزِ جدید کی دلدادہ۔ جوہرِ قدامت بتائے گی کہ عالمِ نسواں پچاس سال پہلے کیا جوہر رکھتا تھا۔ مسلمان گھرانوں میں اس وقت کیسے کیسے لعل گدڑیوں میں چمکتے تھے۔ اور مغربی رو کس سمت اُنہیں لے جا رہی ہے۔ یہ بھی مصورِ غم کی بہت مشہور کتاب ہے اور چھ مرتبہ چھپ چکی ہے۔ عمدہ کاغذ۔ ضخامت ۲۰۰ صفحے۔ قیمت عمہ

منازل السائرہ صالحات کی طرح اس میں بھی ایک لڑکی کی پیدائش سے لے کر موت تک کے واقعات اس قدر دلچسپ پیرایہ میں لکھے گئے ہیں کہ بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ یہ وہی کتاب ہے جو یونیورسٹی کی بڑی جماعت کے کورس میں داخل ہے۔ قیمت حصہ اول حصہ دوم ۔ چھ دفعہ شائع ہو چکی ہے۔

تمغۂ شیطانی حضرت علامہ راشد الخیری مرحوم نے اسلام کو جن سائنٹیفک اصولوں پر تحریر فرمایا ہے اُردو لٹریچر میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ جن مسلمانوں نے سمجھ کر علامہ مرحوم کی تصانیف کو پڑھ لیا صحیح اسلام اُن کے ذہن نشین ہو گیا اور ہزاروں گھر تباہی سے بچ گئے۔ تمغۂ شیطانی میں اُمتِ شیطانی کے آٹھ کیرکٹر دکھائے گئے ہیں۔ ان لوگوں کے جو نیک انسان سمجھے جاتے ہیں مگر صرف ایک فعل سے جو بظاہر بہت معمولی بات تھی حلقۂ شیطانی میں داخل ہوئے۔ جہاں ناک کٹے والی بہری۔ ملا جی۔ خاں صاحب کے حالات پڑھ کر ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جاتے ہیں وہاں شمس۔ بیرجی۔ شیرازی کے واقعات اس قدر درد انگیز ہیں کہ آنکھوں سے آنسو نکل پڑتے ہیں۔ سبق آموز عبرت انگیز افسانہ ہے۔ قیمت ۱۲ ر

سات روحوں کے اعمالنامے جسے تمغۂ شیطانی کی جوڑ کہا جاتا ہے۔ دنیا کی سات عجیب و غریب روحیں ایک شیطان کی مغفرت کے لئے پیش کی جاتی ہیں جن کے مطالعہ سے کہیں ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑیں۔ کہیں آنسو نکل آئیں۔ کنواری لڑکیاں نہ منگائیں۔ چھ دفعہ چھپی ہے۔ قیمت ۸ ر

ستونتی نہایت دلچسپ سبق آموز قصہ۔ جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ مرد کے لئے بیوی سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہو سکتی۔ اور شریف عورت شوہر کے لئے سب کچھ قربان کرکے اور وفا اور ایثار کے جوہر دکھا کے دنیا کو محوِ حیرت کر دیتی ہے۔ بار پنجم۔ قیمت ۷ ر

موؤدہ ہندوستان کے بعض صوبوں میں شرع اسلام کا فیصلہ پس پشت ڈال کر مسلمان لڑکیوں کو کلامِ الٰہی کے خلاف ترکۂ پدری سے محروم کرکے رواج کو ترجیح دیتے ہیں۔ علامہ محترم نے یہ قصہ اسی خرابی کے انسداد پر لکھا ہے اور حق یہ ہے کہ بہت خوب لکھا ہے اور ایسی درد اور سوز و گداز سے کہ پتھر سے پتھر دل بھی اس کو پڑھ کر موم ہو جاتے ہیں۔ پانچ دفعہ چھپی ہے۔ قیمت ۸ ر

تفسیرِ عصمت یہ وہی دل آویز افسانہ ہے جس نے رسالہ عصمت کے مشہور جوبلی نمبر میں چار چاند لگا دیئے تھے۔ عبدل کا کیرکٹر اس قدر پُرلطف ہے کہ ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جاتے ہیں۔ اور واقعات اس قدر درد انگیز کہ بے ساختہ آنسو نکل آتے ہیں۔ خلع اور ارتداد پر اس سے بہتر افسانہ آج تک اُردو زبان میں شائع نہیں ہوا۔ بار سوم۔ قیمت ۵ ر

انگوٹھی کا راز جدید اڈیشن۔ حضرت مصنف نے نظرِ ثانی اور بہت کچھ اضافہ کرکے شائع کیا ہے۔ یہ تین مختلف الخیال لڑکیوں کا سبق آموز افسانہ ہے۔ رابعہ کا حیرت انگیز انجام۔ اسلامی کی جگر خراش داستان اور صفیہ کی مشکلات۔ انگوٹھی کا راز بڑی خوبی سے حل کرتا ہے۔ پانچ دفعہ چھپی ہے۔ قیمت ۸ ر

ولایتی ننھی نانی عشو کی جوڑ کا نہایت پُرلطف اور باتصویر مشہور مزاحیہ افسانہ جس کے ہر ہر فقرے پر ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جاتے ہیں۔ بی ننھی نے بڑھاپے میں وہ سوانگ بھرے ہیں کہ بس پڑھنے ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ باتصویر۔ بار سوم۔ قیمت ۶ ر

سب کتابیں ملنے کا پتہ: مہتمم رسالہ نظام المشائخ۔ پوسٹ بکس ۔ دہلی۔ (پوسٹ بکس نمبر ضرور لکھئے ورنہ خط ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔)

منازلِ ترقی — اس عبرت انگیز افسانہ میں دکھایا گیا ہے کہ انسان ترقی کی دُھن اور لیڈری کے شوق اور دولت کے نشہ میں اخلاق۔ انسانیت اور مذہب کو تج کر غریب رشتہ داروں پر کیسے کیسے ظلم ڈھاتا ہے۔ بار سوم۔ قیمت ۴ر

بچہ کا کُرتہ — ایک عاشق زار بدنصیب ماں اپنے جوان بچہ کی بدولت وہ وہ مصیبتیں اُٹھاتی ہے کہ کلیجہ منھ کو آتا ہے۔ دنیا اس کی محبت اور ایثار کا وہ عبرت انگیز جواب دیتی ہے کہ آنکھ سے آنسو نکل پڑتے ہیں۔ بار سوم۔ قیمت ۴ر

وِڈیا کی سرگزشت — گمراہ ہوتی وہاں ابھی نہ تھا۔ فیشن و جدت کی دلدادہ ایک انگریز خاتون کی کہانی۔ اس کی زبانی مغربی معاشرت کا ایک نہایت کامیاب مرقع یورپین میاں بیوی کے تعلقات کا ہوبہو فوٹو۔ بار سوم۔ قیمت ۴ر

بنت الوقت — ہماری مستورات کی تعلیم و تربیت کا بے مثل مرقع وقت کا اندھا دُھند ساتھ دینے والی ایک ناعاقبت اندیش لڑکی کا عبرت انگیز انجام۔ چھ دفعہ چھپ چکی ہے۔ قیمت ۸ر

سرابِ مغرب — غیر مسلم مدارس میں لڑکیوں کا تعلیم پانا کہاں تک جائز ہے۔ اس بحث پر مشہور کتاب۔ تقلیدِ مغربی کے دردناک نتائج۔ پارٹیز کا حشر۔ ماں باپ کی ناعاقبت اندیشی اور لڑکی کی تباہی۔ چھ دفعہ چھپ چکی ہے۔ کنواری لڑکیاں نہ منگائیں۔ قیمت ۸ر

فسانہ سعید — بیوہ کا نکاح ثانی اسلام کا حکم ہے۔ مگر جس قابلیت سے حضرت مصوّرِ غم مغفور نے سعید کا نکاح بے سود ثابت کیا ہے وہ حق رکھتا ہے کہ ہر مسلمان اس کتاب کو پڑھے۔ سعید کی جگر خراش داستان دل ہلا دے گی۔ سو نیلے کا مشہور سلسلہ کی کتاب ہے۔ قیمت ۸ر

چہار عالم — ایک دردانگیز افسانے میں چار سبق آموز افسانے۔ حیاتِ انسانی پر پرندوں کی بحث۔ ہندوستانی معاشرت کا یہ افسانہ گویا مرقع ہے۔ چند نسوانی کمزوریوں کو دردناک پیرایہ میں بیان کیا ہے۔ قصہ کا پلاٹ بے حد دلچسپ ہے۔ پہلے یہ افسانہ گلدستہ عید کے ساتھ شائع ہوا تھا۔ اب علیحدہ شائع کیا گیا ہے اور کئی قلمی تصویریں بھی دی گئی ہیں۔ قیمت صرف ۴ر

جوہرِ عصمت — ۱۳ سبق آموز افسانے۔ (۱) مظلوم بیوی کا پاک جذبہ (۲) بھنور کی دُلہن (۳) اگلی محبتیں۔ (۴) افسانہ تعزیہ۔ (۵) بے گناہ کا قتل۔ (۶) بھاوج کا کینہ۔ (۷) ہارون رشید کا دربار اور ایک سچی عورت۔ (۸) عدل جہانگیری۔ (۹) بلبل کی شہادت (۱۰) ملکہ شہزادہ۔ (۱۱) برقع کی مستی۔ (۱۲) غلط فہمی۔ (۱۳) خاتمہ بالخیر ان تیرہ افسانوں کا مجموعہ جوہرِ عصمت ہر شریف مرد اور ہر شریف عورت کی نظر سے گزرنا چاہئے۔ بڑے ہی مؤثر اور دل آویز افسانے ہیں۔ یہ کتاب چھ مرتبہ چھپ چکی ہے۔ قیمت ۱۲ر

سیلابِ اشک — سات باتصویر۔ دردانگیز افسانے جن کے عنوانات یہ ہیں:۔ (۱) پرستارِ محبت۔ (۲) طوجین کے تین رنگ۔ (۳) طلاق کا سفید بال۔ (۴) حج اکبر۔ (۵) عدل گلبدن۔ (۶) بے قصور بچی۔ (۷) ثریا کا تخیل۔ ہر افسانے کے ساتھ فوٹو بلاک کی تصاویر ہیں۔ ہر افسانہ بے انتہا دل آویز اور مؤثر ہے۔ ناممکن ہے کہ انسان بغیر آنسو بہائے اس کتاب کو پڑھ سکے۔ ہر قصہ بے مثل ہے۔ کئی دفعہ چھپ چکی ہے۔ قیمت ۱۲ر

دلّی کے کھنڈروں سے ایک صدا

شاہجہان آباد اُجڑ چکا مگر اُس کے کھنڈرات اب تک مٹنے والوں کے کارنامے سُنا رہے ہیں اور شہر کے در و دیوار اس وقت بھی اپنے مہمانوں کا مرثیہ پڑھ رہے ہیں۔ آج سے ستر سال پہلے دلّی کیا تھی۔ بادشاہ کا جلوس۔ قلعہ معلّٰی کی بہاریں۔ شاہی جشن۔ میلے تماشوں کا رنگ۔ دربار کی کیفیت۔ قطب صاحب کے تفریح۔ سیر غیب۔ شاہ برج اور کوٹلہ کے جشن۔ شہری آبادی کی چہل پہل۔ ہندو مسلمانوں کی مساوات۔ رمضان۔ عید۔ سلونو۔ سالگرہ کے اہتمام۔ شادی بیاہ کی رسوم غرض دورِ گزشتہ کی بہاریں کھینچی ہیں۔

مصوّرِ غم حضرت علامہ راشد الخیری مرحوم کی معرکۃ الآرا تصنیف

نوبتِ پنج روزہ یعنی وداعِ ظفر

ملاحظہ فرمائیے جس میں آخری تاجدارِ مغلیہ کی پانچ نوبتیں اس قدر دردانگیز پیرایہ میں لکھی گئی ہیں کہ خون کے آنسو رُلوا دیگی۔ پانچویں نوبت وہ ہے جب دلّی نے بادشاہ کو وداع کیا۔ غدر ۱۸۵۷ء کے واقعات۔ مخبروں کا ظلم۔ مظلوموں کی حالتِ زار۔ مردوں کی بربادی۔ عورتوں کی تباہی اور بادشاہ کے پیہم مصائب۔ ناممکن ہو کہ آپ آنسو بہائے بغیر پڑھ سکیں۔ بادشاہ کی تصویر اور رنگین عکسی نادر تحریریں بھی دی گئی ہیں۔ ہزاروں جلدیں ہاتھوں ہاتھ نکل چکیں۔ یہ چوتھا ایڈیشن بھی قریب الختم ہے۔ قیمت صرف عہ۔ قسم خاص نہایت اعلیٰ درجہ کے چکنے ولایتی آرٹ کاغذ پر چھپی ہے۔ قیمت ۸ر۔ علاوہ محصولڈاک۔ اسکے ساتھ غدر کی ماری شہزادیاں بھی منگائیے۔ قیمت ۱۲ر

سب کتابیں ملنے کا پتہ:۔ منیجر رسالہ نظام المشائخ۔ پوسٹ بکس نمبر ۔ دہلی۔ (پوسٹ بکس نمبر ضرور لکھئے ورنہ خط ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔)

طوفانِ اشک یعنی رواج کی بھینٹ پر مظلوم عورتوں کی قربانیاں۔ وہ مؤثر سبق آموز کتاب جس میں یہ بارہ دل ہلا دینے والی کہانیاں ہیں:۔

(۱) رواج کی بھینٹ۔ (۲) محروم وراثت۔ (۳) اس ہاتھ دے اُس ہاتھ لے۔ (۴) میں نے کیا دیکھا۔ (۵) کلنک کا ٹیکہ۔ (۶) سوتیلی ماں کا آخری وقت۔ (۷) تقسیم عبادت۔ (۸) شہید معاشرت۔ (۹) بیوی کی تحکم۔ (۱۰) توصیف کا خواب۔ (۱۱) نئی دلہن۔ (۱۲) طوفانِ اشک۔ یہ بھی کئی بار چھپ چکی ہے۔ قیمت عہ۔

نانی عشو آپ کتنے ہی سنجیدہ کیوں نہ ہوں یہ ناممکن ہے کہ نانی عشو پڑھتے یا سنتے وقت آپ کے پیٹ میں مارے ہنسی کے بل نہ پڑ جائیں۔ نانی عشو عرب اور گلشن۔ رفاعی۔ سجدہ ندامت پڑھ کر ایک موقع پر آپ کی آنکھوں سے آنسو نکلیں گے تو دوسرے موقع پر ہنسی ضبط نہ ہو سکے گی۔ ڈیڑھ سال میں پانچ بار چھپی ہے۔ قیمت ۱۰ر۔

نسوانی زندگی یوں تو علامہ راشد الخیری مغفور نے اپنی ہر تصنیف میں عورت کی مختلف حیثیتیں دکھائی ہیں مگر اس کتاب میں خصوصیت سے ماں۔ بیوی۔ بیٹی۔ بہن۔ غرض ہر حیثیت میں عورت ایسا ایثار اور قربانیاں کر دکھاتی ہے کہ مرد حیرت میں رہ جاتا ہے۔ نسوانی زندگی کا ہر افسانہ بے انتہا دلچسپ ہے۔ قیمت ۸ر۔

رودادِ قفس حضرت علامہ مغفور کی درد و اثر میں ڈوبی ہوئی نظموں کا مجموعہ۔ مظلوم حسینہ۔ روضۂ اقدس پر۔ اسلم کا خط شوہر کے نام۔ ماں کا پیام۔ سہراب کا دمِ واپسیں۔ التجائے تیمور۔ بیٹوں کی فریاد۔ بچپن کی یاد۔ عید کا کرتہ۔ سہیلی کا خط۔ وغیرہ وغیرہ وہ نظمیں ہیں جنہیں پڑھ کر دل دردمند تڑپ اٹھیں گے۔ چھٹی مرتبہ چھپی ہے۔ قیمت ۱ار۔

گرفتارِ قفس رودادِ قفس کا دوسرا حصہ۔ یہ نظمیں بھی درد و اثر میں ڈوبی ہوئی ہیں۔ قیمت ۴ر۔

گلدستۂ عید عید کی دعا۔ عید کی خوشی۔ امام جعفرؓ کی عید۔ ترکن ماما کی عید۔ کنواری بچی کی عید۔ ایسے ایسے بارہ سبق آموز افسانے ہیں۔ یہ کتاب ہر وقت پڑھئے اور روزانہ زندگی میں بہت سے مفید نتائج اخذ کرنے کی چیز ہے۔ باتصویر ہے۔ قیمت ۸ر۔

سیّدہ کا لال مکمل تاریخ شہادت ہے۔ سرورِ کائنات صلعم کی رحلت سے یزید کی تخت نشینی تک کے تمام حالات۔ حضرت عمرؓ۔ حضرت عثمانؓ۔ حضرت علیؓ کی شہادتیں اور دردناک مرثیے۔ جنگ جمل۔ جنگ صفین کا مکمل بیان۔ امیر معاویہؓ کی سیاست۔ امام حسنؓ کی شہادت۔ یزید کی حکومت کی پوری کیفیت۔ غرض معرکہ کربلا سے پہلے کے تمام صحیح و مستند واقعات نہایت تفصیل کے ساتھ ہیں۔ دوسرا حصہ مرائی کربلا ہے۔ حضرت مسلمؓ اور ان کے بچوں اور حضرت بی بی زینبؓ کا میدانِ کربلا میں بے مثل ایثار۔ حضرت عباسؓ۔ حضرت قاسمؓ حضرت علی اکبرؓ کی شہادتیں۔ کربلا کا ننھا شہید۔ بیمار صغریٰ کا قاصد۔ سیدہؓ کے لال کی شہادت۔ خانماں برباد سیدانیاں۔ ابن زیاد اور یزید کے دربار۔ شیعہ سنی اختلافات پر تبصرہ۔ قاتلانِ حسینؓ کا انجام اور خدائی فیصلہ۔ یوں تو تمام کتاب دردانگیز ہے کہ بغیر آنسو بہائے نہیں پڑھی جا سکتی۔ مگر مرثیے جو مرثیے علامۂ مغفور نے لکھے ہیں ان کی ایک ایک سطر کلیجے کے پار ہو جاتی ہے۔ ادب لطیف کے علاوہ جو کتاب کی جان ہے شہادت کا اس قدر مفصل اور مکمل، دردانگیز اور مؤثر بیان کسی کتاب میں نہیں۔ تعلیم یافتہ عورتیں اور مرد شیعہ ہوں یا سنی شہادت کی یہی کتاب آپ پڑھتے یا مجلسوں میں پڑھواتے اور سنتے ہیں۔ ضخامت قریب ڈھائی سو صفحے۔ قیمت صرف عہ، چار سال میں ۵ دفعہ چھپی ہے۔

اُمّت کی مائیں رسول اکرم صلعم کی بیویوں کے مقدس حالاتِ زندگی۔ کثرتِ ازدواج پر اس قدر معقول بحث کہ غیر مسلم بھی تسلیم کئے بغیر نہ رہیں۔ یہ کتاب مسلمان عورتوں کو دین و دنیا کی کامیابی کا راستہ بتاتی ہے۔ قیمت ۱۲ر۔

الزّہراؓ اردو زبان میں جگر گوشۂ رسولؐ سیّدۃ النساء حضرت بی بی فاطمہؓ کی بہترین سوانح عمری جو بتاتی ہے کہ میاں بیوی کو کس طرح رہنا چاہئے۔ بچوں کی پرورش کس طرح کرنی چاہئے۔ دنیا کے ساتھ دین کس طرح میسر آتا ہے۔ واقعات اس قدر دردانگیز کہ ہچکی بندھ جائے۔ آخر میں واقعۂ کربلا کا مختصر بیان۔ آٹھ دفعہ چھپ چکی ہے۔ قیمت ۱۲ر۔

قلبِ حزیں چھوٹے چھوٹے ادبی مضامین کا دل آویز مجموعہ جذباتِ نسوانی کی دردانگیز ترجمانی۔ ان مضامین میں علامۂ مغفور نے شاعری کی ہے اور نظم نما نثر کی یہ بہترین کتاب ہے۔ طرزِ تحریر نہایت پیارا کہ بار بار پڑھئے اور جی نہ بھرے۔ بار سوم۔ قیمت صرف آٹھ آنے (۸ر)۔

وداعِ خاتون وہ دردانگیز مضامین جو جنّت مکانی محترمہ خاتون اکرم کی جوانمرگی پر لکھے گئے ہیں جو بتائیں گے کہ بہو کسے کہتے ہیں اور لڑکی شادی کے بعد کس طرح سسرال والوں کے دل فتح کر سکتی ہے۔ ناممکن ہے کہ اسے پڑھ کر آنسوؤں کی جھڑیاں نہ شروع ہو جائیں۔ سو کتابوں کے پڑھنے کا وہ اثر دل پر نہیں ہو سکتا ہے جو صرف اس کتاب کے پڑھنے کا کیونکہ یہ آپ بیتی ہے۔ بار سوم۔ قیمت ۵ر۔

امین کا دمِ واپسیں شہنشاہ ہارون الرشید اور ملکہ زبیدہ خاتون کے لختِ جگر شہزادہ امین الرشید کا دردناک قتل، قصّہ کے دلکش پیرایہ میں عبرت انگیز واقعات ہیں۔ بار سوم۔ قیمت چار آنے (۴ر)۔

مجبوبہ خداوند

طرابلس کا مقدس خداوند کا رتھیسٹ شمالی افریقہ کی حسینہ سفیر یہ پر فرضی دعووں میں کیا کیا کرتب رکھاتا ہے۔ اور مجبوبہ خداوند کس طرح اپنی عزت بچاتی ہے۔ حضرت عثمان رضؓ خلیفۂ سوم کے عہد میں مسلمانوں کی ایک قلیل جماعت عیسائیوں کی ٹڈی دل فوج کے مقابلہ میں کس طرح کامیاب ہوتی اور عیسائی لڑکی سفیریہ جس کا تمام افریقہ مخالف ہے کیونکر خداوند کے پنجہ سے چھوٹ کر ایک پاکباز مسلمان سے نکاح کرتی ہے۔ یہ وہ دلچسپ اور پُردرد داستان ہے جس کا ہر فقرہ کلیجے کے پار ہوتا ہے۔ چار دفعہ چھپ چکی ہے۔ قیمت ۱۲ ار۔

منظر طرابلس

تسخیر طرابلس کے لئے مسلمانوں کا جوش ایمانی حضرت زبیر بن عوام رضؓ کی بے مثل بہادری۔ ایثار و شجاعت۔ محبت کے آتش کدے میں بے گناہ لڑکی کی قربانی۔ حقیقی بہن کے ہاتھوں بھائی کا قتل۔ مذہبی پیشواؤں کی سیاہ کاریاں۔ علقیہ اور شہزادی لیبو کی کہانی اور فتح طرابلس کا آخری منظر۔ قیمت ۵ ر۔

یاسمین شام

امیر المومنین فاروق اعظم حضرت عمر رضؓ کے زمانہ کی اسلامی لڑائیاں۔ ہلال و صلیب۔ اسلام و عیسائیت کے معرکے۔ تسخیر اردن۔ بیسان۔ حمص۔ بعلبک۔ ارسنا۔ حلب۔ انطاکیہ۔ بیت المقدس۔ اور یرموک کے لئے مجاہدین اسلام کی سر فروشانہ قربانیاں۔ جنگ یرموک وہ اسلامی جنگ تھی جس میں ۳۶ ہزار مسلمانوں نے عیسائیوں کی متفقہ طاقت یعنی تین لاکھ کے لشکر عظیم پر فتح پائی۔ جس میں مسلمان عورتیں اس طرح لڑیں کہ دشمنوں کے دانت کھٹے کر دیئے حضرت ابو عبیدہ رضؓ خالد بن ولید رضؓ اور شرجبیل رضؓ کی تقریریں مسلمانوں کا جوش ایمانی۔ جرأت۔ جانبازی اور ایثار کے دل ہلا دینے والے مناظر یاسمین شام ہی میں نظر آئیں گے۔ اگر محبت کا دل آویز افسانہ دیکھنا ہو تو یاسمین شام کا مطالعہ کرو۔ جو سفاک و سنگدل باپ، ماں اور مظلوم بچی کی دل خراش داستان بھی ہے۔ حال میں جدید ایڈیشن خاص اہتمام کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ قیمت ۱؎ ر۔

عروس کربلا

علامہ مغفور کے تمام تاریخی ناولوں میں بلحاظ درد و اثر کے ممتاز ہے۔ کربلا کے تاریخی واقعات پہلے ہی سے کم درد انگیز نہیں اس پر مولانا کے قلم گوہر ریز نے قیامت ڈھا دی ہے۔ کئی جگہ ہچکی بندھ جاتی ہے۔ اس پر لطف یہ ہے کہ محبت کا دل آویز افسانہ ہے۔ یہ مشہور کتاب ہے۔ ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو چکی ہے اور آج بھی اسی دھڑا دھڑ نکل رہی ہے۔ عروس کربلا کی طرز پر کئی مصنفوں نے ناول لکھے۔ عروس کربلا عروس کربلا ہی ہے۔ حال میں چھٹی دفعہ شائع ہوئی ہے ضخامت ۱۵۲ صفحے۔ قیمت ۱؎ ر۔

دُرِّ شہوار

ایران کے خاندان سیستان کی ہولناک تباہی کا مرقع۔ بہرام کے شجاعانہ کارنامے اور ملکہ پر احسانات شہزادی سطورہ کی فراست اور بہادری۔ وزیر کی مکاری اور فریب بہت دلچسپ قصہ ہے۔ قیمت صرف ۸ ر۔

تاریخ مدینہ

غلامان محمدؐ کے لئے ایک نادر کتاب ہے معہ فوٹو شہر مدینہ و روضہ اقدس و نقشہ جات روضہ و مسجد نبوی۔ کونسا مسلمان ہے جسے آقائے نامدار کے شہر مقدس مدینہ کے حالات پڑھنے کا شوق نہ ہو۔

شہر مدینہ کے تاریخی حالات اخذ کر کے یہ کتاب تیار کرائی ہے۔ حضور اقدس کے عہد مبارک سے لیکر موجودہ سلطان حجاز تک کے تمام حالات کا اجتماع ہے۔ بہت مقبول کتاب ہے۔ قیمت صرف ایک روپیہ۔ محصول ۴ ر۔

تاریخ مکہ

یہ وہ بے نظیر کتاب ہے کہ جس سے جزیرۃ العرب کے تمام و کمال حالات معلوم ہوتے ہیں یہ اس وادی غیر ذی زرع کی مکمل تاریخ ہے جو امت مرحومہ کے .... باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آباد کیا ہوا ہے۔ اور اس خطۂ مطہرہ کی تاریخ ہے جہاں اسکے مٹانے والے اصحاب فیل کو ابابیلوں نے مٹا دیا۔ ہر مسلمان جو قبلہ کی طرف رخ کرکے نماز پڑھتا ہے اس کتاب میں تاریخ حج و مناسک وغیرہ کی بھی پوری تفصیل ہے اور نقشہ کعبہ فاران صفا مروہ منیٰ چاہ زمزم اور آب کہ اور ضروری مقامات کے فوٹو بھی ہیں۔ قیمت ۱؎ محصول ۴ ر۔

بیگمات شاہان مغلیہ

سلاطین شاہان ہند کی وہ نامور خواتین جنکا اعزاز ابتک تاریخ ہند میں ثبت ہے اس کتاب میں ہیں ۴۶ اُن شاہی بیگمات اور رانیوں کے حالات میں جو اپنی اپنی جگہ مخصوص شہرت کی مالک تھیں انمیں حسن ترمہ جبین بھی ہیں اور شاعرہ و ادیبہ بھی۔ جری و صف شکن بھی ہیں اور ناز و انداز کی پیکر بھی۔ مقتیہ بھی ہیں اور مطربہ بھی اور وہ ماہ پارہ بھی ہیں جنکی چاند سی صورت پر سلطنتیں اور راجدھانیاں قربان ہو گئیں۔ بڑی دلچسپ اور سرشار کتاب ہے۔ اور مرزا صاحب کی بیش بہا تالیف ہے۔ قیمت ۱۰ ر۔ محصول ۷ ر۔

بیگمات شاہان اودھ

مغلیہ خاندان کی عشرت زائیاں تو کمال پر تھیں لیکن شاہان اودھ نے بھی اس میں کوئی کسر نہیں کی۔ اس میں چند نازنینان لکھنؤ کے حالات ہیں جنہوں نے اپنے حسن صورت کی بدولت محلسرائے شاہی میں بار پایا اور اپنی چاند سی صورت کے بچاری شاہان اودھ کو اپنی زلف گرہ گیر کا اسیر کیا۔ اس کتاب کے ذریعہ محلات شاہی کی عشرت انگیزیاں عیاں ہوتی ہیں اور لکھنؤ کی قدیم معاشرت کا اندازہ ہوتا ہے۔ بہت دلچسپ کتاب ہے اور اسکا نام ہمجولی ہے۔ قیمت ۱۰ ر۔ محصول ۴ ر۔ کل ۱؎ ر۔

سب کتابیں ملنے کا پتہ:۔ منیجر رسالہ نظام المشائخ۔ پوسٹ بکس نمبر ۸۰۔ دہلی۔ (پوسٹ بکس نمبر ۸۰ ضرور لکھئے ورنہ خط ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔)

سو برس کے بڈھوں کی ضرورت ہے

لقمان الملک حکیم نابینا صاحب طبیب خاص سابق حضور نظام نے مُلّا واحدی صاحب ایڈیٹر نظام المشائخ کو جو ایک طلسمی نسخہ قوّت کا عطا کر رکھا ہے۔ اُس نسخہ کے نیچے یہہ عبارت درج ہے:-

"ایک ہفتہ کے استعمال سے پیر صد سالہ مثل جوان پانزدہ سالہ کے ہوئے تا دم مرگ طاقت جسمانی ہمہ عضو قائم و برقرار رہے۔ ہر روز ...... سے بیزاری ہوگی اور ایک وقت ...... کے طبیعت کو قرار نہ ہوگا۔ یہ نسخہ بسلسلہ خاندان حکیم سید عبداللہ خاں شاہی میرے عم بزرگوار مولانا مولوی حکیم سید فخر الدین مرحوم سے مجھ کمترین کو عطا ہوا۔ جو بطور یادگار پسماندگاں درج ہذا کیا۔ یہ نسخہ حقیقی و درست و صحیح میری اوائل عمر میں ایک وقت تیار ہوا تھا۔ راجگان ہندوستان سے میرے عم مرحوم کو ایک لاکھ اسّی ہزار روپیہ انعام نسخہ ہذا کی بدولت ملا تھا۔ اور نواب سالار جنگ اوّل نے بھی چار خوراک معجون ہذا استعمال فرما کے جاگیر و منصب ڈیڑھ سو روپیہ ماہانہ عطا فرمائے تھے۔ یہ تذکرہ بماہ جمادی الاوّل ۱۲۹۳ھ ہجری کا ہے پسماندگان کو اسکا پورا علم ہے۔"

اس نسخہ سے جو معجون تیار کی جاتی ہے اُس کا نام

معجون مددگار غدود

ہے۔ جوانوں اور ادھیڑوں کو معجون مددگار غدود کی سات خوراکیں چار روپے میں دیجاتی ہیں (علاوہ محصولڈاک) لیکن اگر کوئی سو برس کی عمر والے صاحب طلب فرمائینگے تو اُن سے سات خوراکوں کے صرف تین روپے لیے جائینگے۔ شرط فقط یہ ہے کہ سو برس کے ہونے کا وہ کسی طرح اطمینان دلا دیں۔ سو برس نہ سہی لگ بھگ ہی۔ معجون مددگار غدود بالکل معتدل دوا ہے۔ گرمی۔ جاڑہ۔ برسات ہر موسم میں کھائی جاتی ہے۔ قیمت سات خوراک للعہ (علاوہ محصول) محصول ایک شیشی پر پانچ آنے لگتا ہے اور دو پر سات آنے۔

نوٹ:- جن صاحبوں کو جریان ہو وہ اسے نہ منگائیں۔ اُن کے لئے واحدی صاحب کی دوائے جریان مفید ہوگی۔

ملنے کا پتہ:- منیجر نظام المشائخ۔ پوسٹ بکس ۳۰۰۰۔ دہلی

واحدی صاحب کی دوائے نسواں

یہ دوا عورتوں کی مخصوص بیماریوں کے لئے اکسیر ہے۔ ایام کا بیقاعدہ آنا۔ سخت درد کے ساتھ آنا۔ بند ہو جانا۔ زیادہ آنا۔ ہولوں کی تکلیف۔ بے کلی۔ ضعف رحم۔ ورم رحم۔ پانی آنا۔ سفیدی آنا۔ کمر اور پنڈلیوں کا درد۔ اسقاط کا ہوتے رہنا وغیرہ وغیرہ تمام مرضوں میں اس دوا سے فائدہ ہوتا ہے۔ ظاہری کا مرض نہ ہونے پر بھی بعض عورتیں کمزور نظر آنے لگتی ہیں وہ بھی اس دوا کو استعمال کریں۔ اور تندرست عورتوں کے حق میں یہ ٹانک یعنی طاقت دینے والی دوا کا کام کرتی ہے۔ اور وہ اکثر بیماریوں سے بچی رہتی ہیں۔ اُن کے حسن و شباب کی بھی یہ دوا محافظ ہے۔ اس سے اولاد تندرست اور حسین اور ذہین پیدا ہوتی ہے۔

قیمت چالیس خوراک کی شیشی کی ڈیڑھ روپیہ (علاوہ محصول) محصولڈاک ایک شیشی پر ۔۔ لگتا ہے اور دو پر گیارہ آنے۔

ملنے کا پتہ:- منیجر نظام المشائخ۔ پوسٹ بکس ۳۰۰۰۔ دہلی

واحدی صاحب کا چورن اکسیر معدہ

یہہ چورن اللہ کے فضل سے اُسی طرح کامیاب ہو رہا ہے جس طرح واحدی صاحب کا منجن اکسیر دندان کامیاب ہے۔ یہہ چورن امراض معدہ کے لئے واقعی اکسیر ہے۔ نہایت قیمتی دواؤں سے تیار کیا گیا ہے۔ معدہ اور جگر کے فعل کو درست کرتا ہے۔ تلی کو بڑھنے سے روکتا ہے۔ قبض کو دفع کرتا ہے۔ بدہضمی۔ قراقر۔ اپھارہ۔ درد شکم۔ باؤ گولہ وغیرہ تمام مرضوں کے لئے مفید ہے۔ متلی اور منہ میں پانی بھر آنے کو بھی فائدہ دیتا ہے۔ اور اصلی فائدہ تو جب آپ استعمال کریں گے اُسی وقت معلوم ہوگا۔

ایک شیشی میں سَو خوراک چورن ہوتا ہے۔

قیمت فی شیشی پانچ آنے (علاوہ محصول) محصولڈاک ایک شیشی پر پانچ آنے لگتا ہے اور دو پر سات آنے

ملنے کا پتہ:- منیجر نظام المشائخ۔ پوسٹ بکس ۳۰۰۰۔ دہلی

اس رسالہ کی ایک سے زیادہ کاپیاں پہنچیں تو وہ اپنے عزیزوں یا دوستوں کو دیدیجئے۔

مقام اشاعت۔ کوچہ چیلان دہلی

رجسٹرڈ نمبر ال ۲۱۰

چندہ کچھ نہیں صرف آپ نظام المشائخ کو پڑھیں یہی اس کا چندہ ہے

سرپرست
حضرت خواجہ حسن نظامی

نظام المشائخ

اڈیٹر
واحدی

جنوری ۱۹۳۷ء

روحانی تسلی و تسکین کا مہوار پیام

جلد ۵۵ نمبر ۱

حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب

(کی)

ذیقعدہ کے آخر تک

عام فہم تفسیر القرآن کے ابتدائی چھ پارے

یکجا مجلد صرف ڈیڑھ روپے میں ملیں گے۔ اب تک ان کا ہدیہ تین روپے تھا یعنی آٹھ آنے فی پارہ اور آئندہ بھی آٹھ آنے فی پارہ رہے گا۔ اور اس وقت جو صاحب پورے تیس پارے منگائیں گے اُن سے غیر مجلد کے دس روپے دو آنے (۱۰/۲) اور مجلد کے بارہ روپے (۱۲/-) ہی لئے جائیں گے۔ یہہ چھ پارے اتنی رعایت کے ساتھ اس لئے دیتا ہوں کہ انہیں پڑھ کر لوگوں کو باقی چوبیس پاروں کا شوق ہو جائے۔

باقی کے چوبیس ۲۴ پاروں پر رعایت نہیں دی جائے گی۔ دوسرے قرآن مجید اور حمائلیں جن کا اس رسالہ میں اشتہار ہے سب مشتہرہ قیمت لگا کر بھیجے جائیں گے۔ ان کے ہدیہ میں ایک پیسہ بھی کم کرنے کی گنجایش نہیں ہے۔ البتہ دوسری کتابوں پر آج کی تاریخ سے **آخر ذیقعدہ ۱۳۵۵ھ ہجری تک** چار آنے فی روپیہ یعنی پچیس روپے (۲۵) فی صدی رعایت ملے گی۔ بشرطیکہ آخر ذیقعدہ تک یہہ بچی رہیں۔ اسٹاک بہت زیادہ نہیں ہے۔ رعایت لینی ہو تو فرمایش بھیجنے میں جلدی کیجئے۔

دواؤں کی قیمت میں کوئی کمی نہیں ہو سکتی۔ اور محصول سب کا، ذمہ خریدار ہو گا۔

منیجر رسالہ نظام المشائخ۔ پوسٹ بکس نمبر ۸ دہلی

منھ میں سانپ

اگر تمہارے مسوڑھوں سے پیپ نکلتی ہے تو تمہارے مسوڑھے اب مسوڑھے نہیں رہے بلکہ تم نے اپنے منھ میں سانپ پال رکھے ہیں۔ مسوڑھوں کی پیپ کو سانپ کے زہر سے کم نہ سمجھو۔ یہ پیپ کھانے اور پینے کی ہر چیز کے ساتھ معدہ میں اترتی ہے اور معدہ کو خراب کر دیتی ہے۔ اور تم نے جاہل طبیبوں تک سے سنا ہوگا کہ معدہ کی خرابی تمام بیماریوں کی جڑ ہے مگر باخبر لوگ جانتے ہیں کہ حقیقۃً دانتوں کی خرابی تمام بیماریوں کی جڑ ہے کیونکہ معدہ خود عموماً دانتوں کی خرابی سے خراب ہوا کرتا ہے۔

واحدی صاحب کا منجن اکسیر دنداں

اس سانپ کے زہر کا تریاق ہے۔ اللہ کے فضل سے یہ منجن دانتوں کی ہر ہر خرابی کو دور کر دیتا ہے۔ مسوڑھوں سے پیپ نکلنے سے بڑھ کر تو کوئی خرابی نہیں ہے۔ پیپ نکلتے نکلتے دانت ہلنے بھی لگے ہوں تو انشاءاللہ واحدی صاحب کا منجن اکسیر دنداں انہیں جوڑ دیگا۔ منجن اکسیر دنداں کا نسخہ واحدی صاحب کو حضرت مسیح الملک حکیم محمد اجمل خاں رحمۃ اللہ علیہ نے دیا تھا جبکہ واحدی صاحب اخبار طبیب کے اڈیٹر تھے۔

جو لوگ پائیریا یعنی دانتوں سے پیپ نکلنے کے مریض ہوں وہ واحدی صاحب کا منجن اکسیر دنداں تھوڑا سا ہر وقت اپنے پاس رکھیں اور جب کھانا، پھل یا پان وغیرہ کھانے لگیں تو پہلے اُسے مل کر دانتوں اور مسوڑھوں کو صاف کر لیں اس طرح شاید دن میں پانچ چھ مرتبہ انہیں منجن استعمال کرنے کی زحمت اُٹھانی پڑے گی۔ لیکن یہ زحمت اُن کی اپنی بے پروائی کا نتیجہ ہے اور اسے انہیں برداشت کرنا چاہئے۔ اس برداشت کا فائدہ وہ محسوس کریں گے ورنہ مزید بے پروائی اس سے بڑی بڑی زحمتوں میں مبتلا کردیگی۔ کھانے کے بعد منجن ملنا ضروری نہیں ہے ویسے ہی انگلی اور پانی سے صفائی کر لینا کافی ہوگا۔ جن لوگوں کو ابھی پائیریا نہیں ہوا ہے یا جن کے دانتوں سے پیپ نہیں نکلتی البتہ خون نکلتا ہے تو اُن کے لئے واحدی صاحب کا منجن اکسیر دنداں صرف صبح بیدار ہو کر اور شام کو سوتے وقت ملنا ضروری ہے۔ باقاعدہ وہ دونوں وقت منجن نہیں ملیں گے تو پھر پانچ چھ وقت ملنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ جنہیں اتفاقیہ کوئی شکایت ہو جاتی ہے مثلاً بادی سے مسوڑھے پھول گئے ہوں، دانتوں میں درد رہنے لگا ہو تو وہ حسب ضرورت جتنی دفعہ چاہیں اس منجن کو استعمال کر سکتے ہیں اور جنہیں ابھی کوئی خفیف سی تکلیف بھی دانتوں کی نہیں ہے وہ ایک دفعہ صبح اس منجن کو مل لیا کریں۔ اللہ سے امید ہے کہ کبھی انہیں دانتوں کی کوئی تکلیف ہوگی ہی نہیں۔ ایک احتیاط واحدی صاحب کا منجن اکسیر دنداں استعمال کرنے والے لازمی طور سے کریں۔ خواہ وہ مریض ہوں یا تندرست۔ کہ پان یا پھل کھا کر بھی ہمیشہ پانی اور انگلی سے دانتوں اور مسوڑھوں کو صاف کرتے رہیں جس طرح کھانا کھا کر کرتے ہیں۔ دانتوں اور مسوڑھوں کو غلاظت کسی قسم کی زیادہ دیر تک لگی رہنی اچھی نہیں۔ پان کو ڈاکٹر مضر بتایا کرتے ہیں حقیقۃً تمباکو کے سوا پان کا کوئی جزو بھی مضر نہیں ہے۔ ہاں پان ہر وقت چبانے سے لعاب دہن ضائع ہوتا ہے۔ یہ بڑی نقصان رساں بات ہے۔ دوسرے پان کھا کر لوگ دانت صاف نہیں کرتے اور ہر وقت پان کھانے والے بھلا کیسے دانت صاف رکھ سکتے ہیں تو پان کی کثرت سے پرہیز رکھنا چاہیئے۔ مفصّل ترکیب استعمال منجن کے ساتھ عرض کی جائے گی۔ واحدی صاحب کا منجن اکسیر دنداں شیشی میں بھیجا جاتا ہے۔ ایک شیشی کی قیمت سات آنے (۷) ہے۔ محصول ایک شیشی پر پانچ آنے لگتا ہے۔ دو اور تین شیشیوں پر سات آنے (۷) محصول لگتا ہے۔ ٹین کے ڈبہ میں چار شیشیوں تک کا منجن پانچ آنے محصول میں چلا جاتا ہے۔

ملنے کا پتہ

منیجر رسالہ نظام المشائخ۔ پوسٹ بکس ۸۰۔ دہلی

واحدی صاحب کا منجن استعمال کرنیوالوں کے خطوط

جناب احمد علی صاحب عباسی رینج آفیسر رام گڈھ

ہزاری باغ لکھتے ہیں :- براہ مہربانی واحدی صاحب کا منجن بہار ڈبوں میں ایک درجن شیشی کا بھیجدیں۔ میں نے ماہ جنوری میں ایک درجن شیشیاں مذکور منگائی تھیں۔ میں نے اور میری اہلیہ نے جو مرض پایوریا میں مبتلا تھے بفضلہ شفا پائی۔ حالانکہ اس کے قبل کم از کم پانچ سو روپے علاج میں صرف کئے۔ اور بعد میں ڈاکٹروں کی تجویز ہوئی کہ دانت ہی نکلوا دئے جائیں۔ کہ آپ کا منجن استعمال کیا۔ میں نے اور بھی اپنے احبابوں کو استعمال کرایا۔ نتیجہ حسب خواہ پایا۔ واقعی ایک مفید چیز ہے۔ میں جناب واحدی صاحب کو اس منجن کے ایجاد کرنے کی مبارکباد دیتا ہوں جنہوں نے پبلک کیساتھ ہمدردی فرمائی۔ اور فائدہ ہوا۔

جناب محترم مہنت محمد عباس صاحب انصاری ڈپٹی کلکٹر

گورکھپور لکھتے ہیں :- میں نے عرصہ ہوا آپ سے واحدی صاحب کا منجن تین شیشیاں منگائی تھیں۔ اس منجن کو میں نے دانتوں کے امراض کے لئے بیحد مفید پایا۔ عرصہ سے مجھے دانتوں کے درد وغیرہ کی شکایت تھی لیکن جب سے واحدی صاحب کا منجن استعمال کرتی ہوں نکل جاتی رہی لہذا آپ میرے پتہ پر منجن کی چار شیشیاں بذریعہ وی پی روانہ کر دیجئے۔

جناب خلیق الحسن صاحب معرفت شیخ امیر حسن صاحب

ایڈوکیٹ سیتاپور لکھتے ہیں :- واحدی صاحب کا منجن استعمال کرنے سے مجھے فائدہ ہوا۔ برائے مہربانی دو شیشی منجن بھیجدیجئے۔ عین نوازش ہوگی۔ جلد بھیجنا آپ کا اخلاقی فرض ہے۔ بہت شکرگزار ہونگا۔ مکرر آنکہ دو شیشیوں کا منجن ایک ٹین کے بکس میں بھیجئے گا۔

جناب رحمت خاں صاحب پالیہ گجرات لکھتے ہیں :-

گزشتہ ایام میں خاکسار نے واحدی صاحب کے منجن کی چند شیشیاں چند احباب کی فرمائش کیمطابق طلب کیں جنہوں نے اپنا کمال جوہر دکھایا۔ سب نے استعمال کیا۔ نہایت کارآمد اور فائدہ بخش ثابت ہوا تب سب نے یہ رائے قائم کی کہ اگر آئندہ کسی کو ایسے دانتوں درد یا ہلنے کی شکایت ہوئی تو اسکو بھی واحدی صاحب کے منجن بتائیں گے۔ ناظرین نظام المشائخ کے لئے خاص تحفہ ہے۔

جناب نواب ضیاء الدین خاں صاحب پیلس خورشید جاہ

حیدرآباد دکن لکھتے ہیں :- واحدی صاحب کے ایجاد کردہ منجن نے مجھے فائدہ بخشا۔ درحقیقت تمام منجنوں میں ایک نادر تحفہ ہے۔ اس منجن کے استعمال سے میرے دانتوں کی شکایت رفع ہوگئی جو چار سال سے تکلیف دے رہی تھی۔ اس منجن کی ایجاد پر میں واحدی صاحب کا دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں براہ مہربانی چھ عدد شیشیاں اور روانہ فرمائیے۔

جناب مس کے زبیدہ عبدالکریم ناگمنگلہ لکھتی ہیں :- واحدی صاحب کا تیار کردہ منجن دانتوں کے لئے بہت مفید ہے۔ اس سے بیشتر بھی دو مرتبہ منگوا چکی ہوں۔ براہ مہربانی دو شیشی منجن ٹین کے ڈبہ میں بند کرکے میرے نام روانہ فرمائیے۔

جناب حافظ محمد ابراہیم صاحب کلکتہ لکھتے ہیں :- میں آپکا منجن بہت روز سے استعمال کرتا ہوں۔ بہت کچھ فائدہ ہے۔ دوران استعمال میں دانتوں میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی ہے۔ منہ کے ذائقہ اور صفائی کے لئے بہترین ثابت ہوا ہے۔

جناب حافظ صدیق محمد اسمٰعیل صاحب لکھتے ہیں :-

واحدی صاحب کا منجن ایک شیشی منگوایا تھا۔ میری والدہ صاحبہ کی تقریباً دو ڈھائی سال سے دانت میں درد رہتا تھا۔ گاہے خون بھی آتا تھا اور دانت سبکے سب ہلنے لگے تھے۔ واحدی صاحب کے منجن کے استعمال سے دو ہی چار روز کے اندر خون کا آنا بند ہوگیا اور اب تو دانت بھی نہیں ہلتا۔ لہذا تین شیشیوں کا منجن ڈبہ میں رکھ کر بذریعہ وی پی روانہ فرمائیے جناب سید ملا واحدی صاحب کا بیحد ممنون ہوں کہ ایسی ایسی دوائیں تیار کر کے خلق خدا کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ خدا جزائے خیر دے۔

قیمت منجن فی شیشی [illegible]

واحدی صاحب کی معجون اکسیر بدن

واحدی صاحب نے اس وقت تک جتنی دواؤں کو اپنے نام کیساتھ منسوب کیا ہے سب خدا کے فضل سے کامیاب ہوئی ہیں۔ واحدی صاحب کا منجن، واحدی صاحب کا خضاب، واحدی صاحب کی دوائے درد، واحدی صاحب کا چورن، وغیرہ وغیرہ۔ ایک ایک کی تعریف کے خطوط روزانہ آتے رہتے ہیں۔ لیکن واحدی صاحب کی معجون اکسیر بدن غالباً سب پر فوقیت لے جائے گی۔ یہ حقیقۃً اکسیر بدن ہی ہے۔ تمام اعضاء رئیسہ کو قوت پہنچاتی ہے اور تمام بدن کو درست کرتی ہے۔ بے مثل ہاضم طعام ہے جگر کی خاص طور سے اصلاح کرتی ہے۔ ریاحی تکلیفوں کو کھوتی ہے۔ قبض نہیں ہونے دیتی۔ آنتوں کو مضبوطی بخشتی ہے۔ بوئے دہن کو خوشگوار بناتی ہے۔ دافع درد سر اور درد معدہ ہے۔ مثانہ کی مصلح ہے۔ پتھری کے لئے مفید ہے۔ سردی کے سبب پیشاب زیادہ آنے لگے تو اُسے روکتی ہے۔ جریان کو فائدہ مند ہے۔ مقوی باہ ہے۔ کل امراض بلغمی سے بچاتی ہے۔ نسیان سے محفوظ رکھتی ہے۔ جنون۔ مرگی۔ بواسیر۔ نقرس۔ عرق النساء غرض کس کس مرض کا نام لیا جائے جملہ امراض کا تریاق ہے۔ استعمال کرکے دیکھئے۔ اسے بے ضرورت بھی استعمال کیجئے۔ انشاء اللہ طبیعت میں بحالی محسوس ہوگی۔ ہاں ایک فائدہ اور قابل ذکر ہے۔ اس کے استعمال کرنیوالوں کے بال وقت سے بہت بعد تک سیاہ رہتے ہیں۔ پھر لطف یہ کہ کسی قسم کے پرہیز کی ضرورت نہیں جو جی چاہے کھائیے ہضم ہوگا اور خون بنے گا بیس روز کی معجون ہمارے کہنے سے منگا لیجئے۔

قیمت صرف دو آنے (۲) فی تولہ

خوراک چھ ماشہ۔ ۱۲ تولے تک محصول وہی لگیگا جو ایک تولہ پر لگتا ہے یعنی پانچ آنہ (۵)

مِلنے کا پتہ

منیجر رسالہ نظام المشائخ پوسٹ بکس نمبر ۱ دہلی

طلائے بے مثل

اس طلا کے لگانے سے سستی - لاغری کوتاہی اور کجی وغیرہ سب نقائص جاتے رہتے ہیں اور تمام وہ خرابیاں دور ہو جاتی ہیں جو لڑکپن کی غلطیوں سے ظاہر ہوا کرتی ہیں۔

یہ طلا پسینہ کی شکل میں فاسدہ مادہ کو رگوں اور پٹھوں کے اندر سے نکال دیتا ہے اور خون کی رفتار کو باقاعدہ کر دیتا ہے۔ چھ ماشہ دوا کی قیمت ۲؎ جو ایک آدمی کیلئے کافی ہوتی ہے، دو روپے ۲؎ علاوہ محصول

طلائے مقوی و ممسک

رگوں اور پٹھوں کو مضبوط اور مستحکم بناتا ہے تقویت باہ کے لئے نہایت مجرّب اور عجیب و غریب چیز ہے۔ وہ تمام باتیں پیدا کر دیتا ہے جو ایک صحیح مرد میں ہونی چاہئیں۔ قطعاً بے ضرر ہے۔ اور اعلیٰ درجہ کا ممسک اور مُلذّذ۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ ۲؎ علاوہ محصول

تاخیر

اگر عیش و عشرت کی گھڑیاں بڑھانی منظور ہوں تو اس کو ضرور منگوائیے دل اور دماغ کو حد درجہ خوش کر دیتی ہے۔ یعنی صرف ممسک ہی نہیں مفرّح بھی ہے اور مقوّی بھی۔ تمام اعضاء رئیسہ پر اثر ڈالتی ہے۔

قیمت فی درجن ڈیڑھ روپیہ ۱؎

علاوہ محصول ڈاک

دوائے ذیابطیس

پیشاب بار بار اور زیادتی سے آتا ہو۔ شکر جاتی ہو تو اس دوا کا تماشا دیکھئے۔ ایسے مریض جو مرض ذیابطیس سے گھل گھل کر ختم ہو جاتے تھے۔ یہ دوا استعمال کر کے بفضلہ تعالیٰ تندرست ہو گئے۔ شفا پانے کی ذرا سی صلاحیت بھی باقی ہے تو دیر نہ کیجئے۔ فوراً اس دوا کو منگائیے۔ بڑی کوشش اور جستجو سے ہم نے اسے حاصل کیا ہے

قیمت بیس خوراک ۲؎ علاوہ محصول

عبد اور معبود کے تعلقات

اپنے مالک اور خالق حقیقی کے حضور میں انتہائی عاجزی کے ساتھ گڑگڑانا بھی کچھ نہ کچھ تسکین قلب کا باعث ہوتا ہے لیکن اگر معلوم ہوجائے کہ اس گڑگڑانے کی حقیقت اور اصلیت کیا ہے، اس میں کیا کیا عجیب و غریب حکمتیں پوشیدہ ہیں تو ظاہر ہے کہ عبادتوں کا لطف دس گنا بڑھ جائیگا۔ طوطے کی طرح چند الفاظ زبان سے ادا کردینے میں بھی اگرچہ ایک راحت اور لذت ہے لیکن عبادتوں کا اصلی مقصد اور مفہوم بھی معلوم ہو تو یقیناً وہ بہت زیادہ پُرکیف اور مسرت بخش بن جائیں گی۔

اسلام اور عبادت

کے نام سے جو کتاب مشہور و معروف مصنف جناب ڈاکٹر سعید احمد صاحب نے لکھی ہے اس میں نماز روزہ، حج زکوٰۃ کے اصلی مقصد بتلائے گئے ہیں اور بہت ہی مدلل طریقہ سے ثابت کیا گیا ہے کہ عبادت الٰہی کے ان سے بہتر طریقے اور کوئی نہیں ہوسکتے کیونکہ جہاں ان کے ذریعہ سے ایک طرف عبد و معبود اور خالق و مخلوق کے درمیان راز و نیاز کی باتیں ہوتی ہیں اور بندہ اپنے آقا کے حضور میں جاکھڑا ہوتا ہے وہاں ساتھ ہی ساتھ اس سے عبادت کرنے والوں کو طرح طرح کے مادّی فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کی دوسری کتابوں کی طرح اس کتاب میں بھی وہی خصوصیت موجود ہے کہ بالکل خشک اور پھیکے مضمون کو حد سے زیادہ دلچسپ بنادیا گیا ہے اس کتاب کے پڑھ لینے کے بعد ناممکن ہے کہ نماز اور روزہ میں دوگنا اور چوگنا لطف نہ آنے لگے۔ قیمت ۸ر

بیکس و مظلوم عورت

کے حقوق کی حفاظت کا اگر کسی مذہب نے بیڑا اٹھایا ہے تو وہ اسلام ہے اور یہ زبانی دعوےٰ نہیں ہے بلکہ بیّن اور واضح حقیقت ہے جسے کلام الٰہی اور ارشادات رسالت پناہی کے ذریعہ سے معلوم کیا جاسکتا ہے۔

اسلام اور عورت

میں مختلف آیات و احادیث نقل کرکے یہ بتایا گیا ہے کہ اسلام نے دنیائے انسانی میں عورت کا کیا درجہ رکھا ہے۔ مرد پر عورت کے حقوق کیا کیا ہیں اور کس طرح وہ انسانی دنیا کی تکمیل میں مرد کے برابر کا حصہ لیتی ہے ضمناً یہ بات بھی معرض بیان میں آگئی ہے کہ دوسرے مذاہب نے عورت کی کیا حیثیت مقرر کی ہے۔ نیز یہ کہ مذہب سے الگ ہوکر بھی جن قوموں نے عورت کی حالت کو بہتر بنانے کی کوشش کی وہ بھی مردوں کی خود غرضی کی وجہ سے عورت کو اس بلندی تک نہ پہنچا سکیں جہاں اسلام نے اسے پہنچا دیا ہے۔ کتاب حد سے زیادہ دلچسپ ہے اور فاضل مصنف نے انتہائی عرق ریزی اور جانفشانی سے کام لیکر ایک ایک آیت اور ایک ایک حدیث ڈھونڈی ہے اور پھر ان سب کو ایک بہت ہی دلفریب طریقے پر یکجا کردیا ہے۔ یہ بات خدا نے ڈاکٹر سعید احمد صاحب ہی کے قلم میں دی ہے کہ وہ خشک مضامین کو بھی ایک ایسے اسلوب سے بیان کرجاتے ہیں کہ وہ روکھے پھیکے معلوم ہونے کے بجائے نہایت دلکش اور دلآویز ہوجاتے ہیں۔ اور یہ کتاب ڈاکٹر صاحب موصوف کے شاہکاروں میں ہے عورتوں کے متعلق اتنی عمدہ اور مفید معلومات اور کسی کتاب میں آپ کو نہیں مل سکتیں ہم ہر مسلم و غیر مسلم سے سفارش کرتے ہیں کہ وہ اس سے مستفید ہوں۔ قیمت عہر

آپ پکا مسلمان بننا چاہتے ہیں

تو کتاب اسلام اور مدنیت پڑھیے

"اسلام اور مدنیت" میں مشہور عبادات نماز روزہ وغیرہ کے سوا وہ سب کچھ بتادیا گیا ہے جسے ایک پکے اور سچے مسلمان کو جاننا چاہیے۔ نماز روزہ عبادات کے متعلق ایک دوسری کتاب "اسلام اور عبادت" موجود ہے جنہوں نے "اسلام اور عبادت" اور "اسلام اور عورت" نامی کتابیں دیکھی ہیں اُن سے تو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ "اسلام اور مدنیت" کس قدر دلچسپ کتاب ہے۔ کیونکہ تینوں کتابیں ایک ہی مصنف جناب علامہ ڈاکٹر سعید احمد صاحب کی تصنیف ہیں۔ "اسلام اور مدنیت" اسقدر دلچسپ طریقہ سے لکھی گئی ہے کہ اس کا اندازہ بغیر پڑھے نہیں ہوسکتا۔ آپ جہاں تک بھی اس کے دلچسپ ہونے کا تصور کریں گے وہ پڑھنے کے بعد اس سے بڑھ کر ہی دلچسپ ثابت ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ ڈاکٹر سعید احمد صاحب ہی کو خدا نے یہ قدرت دی ہے کہ وہ ایسے خشک اور روکھے پھیکے عنوانوں پر جن کی فہرست ذیل میں درج ہے انتہائی دلچسپ مضامین لکھ لیتے ہیں اور پھر لطف یہ ہے کہ قرآن و حدیث سے باہر نہیں جاتے۔

کتاب اسلام اور مدنیت کے چند عنوان

مدنیت کی درسیں	کھیتے والوں کے ساتھ برتاؤ	عام اغیار کے ساتھ برتاؤ
رشتہ داروں کیساتھ برتاؤ	پڑوسیوں کے ساتھ برتاؤ	ربوٰ یعنی سود
حقوق زوجین	لونڈی اور غلاموں کے ساتھ برتاؤ	چوری لوٹ مار اور رشوت
اولاد کے ساتھ برتاؤ	قوم کے بچوں یعنی یتیموں کے ساتھ برتاؤ	ضروری یا دی دنیا
گداگری	دشمنوں کے ساتھ صلح کرنا	اہل کتاب کے ساتھ برتاؤ
دشمنوں کے ساتھ برتاؤ	دشمنوں کی عورتیں اور بچے	جانوروں کے ساتھ برتاؤ

کس کی سمجھ میں آسکتا ہے کہ ان عنوانوں پر جو کتاب لکھی گئی ہے وہ دلچسپ بھی ہوگی۔ مگر جب آپ "اسلام اور مدنیت" کو ملاحظہ فرمائیں گے تو آپ پر اس دعوے کی حقانیت ظاہر ہوجائیگی۔ کتاب کے دلچسپ ہونے کے علاوہ ہمیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے اسلام سے بہتر انسان کو دنیا میں رہنا کون سکھا سکتا ہے اور اس کتاب میں اسلام کی وہی تعلیمات بیان کی گئی ہیں جو اس نے اپنے پیروؤں کو دنیا میں رہنے کے متعلق دی ہیں۔ ہر مذہب اور ہر قوم کے اندر ایسی تعلیمات موجود ہیں لیکن اسلام کی تعلیمات اور منسوخ مذاہب یا گمراہ اقوام کی تعلیمات کا کیا مقابلہ۔ فاضل مصنف نے اسلام کی تعلیمات کی برتری اور افضلیت کو اس کتاب کے ذریعہ دلوں اور دماغوں میں اُتار دیا ہے۔ کاش مسلمان اپنے مذہب کی تعلیم کے موافق دنیا میں رہنا سیکھیں ہمارا کام تو اس تعلیم کو پہنچا دینا ہے۔ ہم نے یہ کوشش بھی کرلی کہ وہ تعلیم ایسی شان سے آپ کے سامنے آئے کہ آپ اُسے پڑھنے پر مجبور ہوجائیں۔ قیمت عہر

سب کتابیں ملنے کا پتہ

منیجر رسالہ نظام المشائخ پوسٹ بکس نمبر ۸ دہلی

انگریزی اور جرمنی کھانے	ترکی اور عربی کھانے	ایرانی اور افغانی کھانے	بنگالی اور بہاری کھانے	کشمیری اور مدراسی کھانے
گجراتی اور پنجابی کھانے	نفیس نفیس کھانے	لذیذ کھانے	عمدہ عمدہ کھانے	دلی اور لکھنؤ کے کھانے
حیدرآبادی اور بہاری کھانے				پشاوری اور سندھی کھانے ۔

سینکڑوں قسم کے کھانے تیار کرنیکی اردو زبان میں بے نظیر کتاب

عصمتی دسترخوان (حصہ اول)

جس کی ایک نمایاں خصوصیت جو اس موضوع کی اور کسی کتاب میں نہ نکلے گی یہ ہے کہ تمام ترکیبیں تجربہ کرنیکے بعد لکھی گئی ہیں اس لئے ترکیبیں بالکل صحیح ہیں اور وزن بالکل درست! ہندوستان بھر کے ہر حصہ کی تقریباً ۸۰ عصمتی بہنوں نے اس کتاب کی تیاری میں حصہ لیا ہے اور ایڈیٹر صاحب عصمت کی اہلیہ محترمہ آمنہ نازلی صاحبہ نے بڑی محنت سے کتاب مرتب فرمائی ہے باورچی خانہ کے انتظام اور کھانوں کے متعلق نہایت قیمتی ہدایات و مضامین درج کئے گئے ہیں ایک ایک چیز کئی کئی قسم کی تیار کرنے کے لئے بھی عصمتی دسترخوان سے بہتر کتاب ملنی ناممکن ہے مثال کے طور پر صرف دو کھانوں کی فہرست ملاحظہ فرمایئے۔

پڈنگ کی قسمیں		کبابوں کی قسمیں		
تیم پڈنگ	انجیر پڈنگ	ران کے کباب	کباب سفیدہ مرغ	تاش کباب
کھوئے کی پڈنگ	امنڈ پڈنگ	آلو کے کباب	گوشت کے میٹھے کباب	آنتوں کے کباب
نارنگی بھری پڈنگ	نمبے پڈنگ	کچے آلو کے کباب	گوشت کے تیکھے کباب	شامی کباب
جنجر پڈنگ	جلیبیوں کی پڈنگ	ناریل کے کباب	کباب مرغ مسلم	انگریزی کباب
روز پڈنگ	میوہ دار پڈنگ	مچھلی کے میٹھے کباب	سیخ کے چٹ پٹے کباب	اروی کے کباب
اناناس پڈنگ	کشمش پڈنگ	سیخ کے کباب	مچھلی کے شامی کباب	اور کئی قسم کے
کمزور بیماروں کیلئے	بالائی پڈنگ	پسندے کے کباب	دہی کے کباب	کباب

یہ صرف دو چیزوں کی فہرست ہے

اسی سے کتاب کا اندازہ کرلیجئے۔ چاول سلونے اور میٹھے، سویاں، کھیر، فیرنی۔ سادے اور ترکاری کے سالن، مچھلی، مرغ، یخنی، بسکٹ، کیک۔ دالیں، مٹھائیاں، حلوے، چٹنیاں، مربے، آچار، سموسے، بڑے، پوری، کچوریاں، پراٹھے، روٹی۔ غرض ہر قسم کے مشرقی و مغربی کھانوں کی بڑی بڑی اچھی ترکیبیں ہیں اور ہر چیز کی کئی کئی درجن صحیح ترکیبیں! اس کتاب کا ہر گھرانے میں ہونا ضروریات میں سے ہے ہندوستان بھر میں اس کی دھوم مچ گئی ہے۔ بہت سی عورتیں اس کتاب کی بدولت عمدہ عمدہ ذائقہ دار کھانے پکانے لگی ہیں۔ لڑکیوں کو یہ کتاب اشد ضروری سمجھ کر جہیز میں دی جاتی ہے، سینکڑوں خواتین نے اس کی تعریف میں خطوط بھیجے ہیں اور کتنے ہی مردوں نے اس کتاب کی اشاعت پر ہم کا شکریہ ادا کیا ہے حقیقت یہ ہے کہ کھانے پکانے کی اسقدر صحیح اور ایسی کارآمد کتاب ہندوستان کی کسی زبان میں آجتک نہیں چھپی اس کی تیاری پر پانی کی طرح روپیہ بہایا گیا ہے، پہلے ہی سال میں ہاتھوں ہاتھ تین ایڈیشن نکل گئے۔ اس کتاب پر اس قدر محنت کی گئی ہے کہ اگر پانچ روپے قیمت بھی ہوتی تو کم تھی لیکن اس لئے کہ ہر شخص اس سے فائدہ اٹھا سکے صرف دو روپے قیمت رکھی ہے

سب کتابیں ملنے کا پتہ:

منیجر رسالہ نظام المشائخ پوسٹ بکس نمبر ۳ دہلی

عصمتی دسترخوان کے اصول پر حصہ دوم ہی ایک حال

یہ کتابیں بھی شائع کی گئی ہیں!

اسی لئے ہاتھوں ہاتھ نکل رہی ہیں

عصمتی ہنڈکلیا | یہ کتاب بچیوں کے لئے ہے تاکہ وہ شادی سے قبل کھانے پکانے کے فن میں ماہر ہو جائیں اور ایک کنواری بچی کو جو کچھ جاننا چاہئے عملی طور پر اس سے واقف ہو جائے۔ سو سو کھانوں کی صحیح صحیح ترکیبیں بچیوں ہی کے مطلب کی درج کی گئی ہیں پھر خوبی یہ کہ کھانے پکانے کے متعلق نہایت مفید مضامین اور کارآمد ہدایتیں درج کی گئی ہیں جو ہر لڑکی کو ضرور جاننی چاہئیں، باتصویر ٹائیٹل قیمت صرف ۸/

ناشتہ | دوپہر اور رات کے کھانے سے قبل صبح اور تیسرے پہر کیا کیا ناشتہ کیا جاتا ہے۔ اس موضوع پر سب سے پہلی قابل قدر کتاب جس میں چاء، کوکو، شربت، لسی، فالودہ، آئس کریم، بسکٹ، کیک، توسٹ، کڑھائی وغیرہ وغیرہ نیز ہندوستان کے ہر صوبے اور ہر حصے کے مختلف قسم کے ناشتوں کی کئی کئی ترکیبیں ہیں گویا اس کتاب کی موجودگی میں جس حصہ ملک کا مہمان ہمارے ہاں آئے اسی کے مطلب کی چیز ہم ناشتے میں پیش کرکے خوش کرسکتے ہیں قیمت ۸/

بچوں کے کھانے | ننھے بچوں کو اصول صحت سے کس قسم کی غذا دینی چاہئے، کون سے کھانے مفید ہیں، اور وہ کس طرح تیار ہوتے ہیں اس موضوع پر بے نظیر کتاب جس میں بچوں کے صحت بخش اور مفید کھانوں کی کئی درجن تجربہ کی ہوئی صحیح ترکیبوں کے علاوہ کئی نہایت کارآمد مضامین بھی لکھے قابل قابل ڈاکٹروں اور تجربہ کاروں کے لکھے ہوئے ہیں۔ باتصویر قیمت صرف ۸/ آٹھ آنہ

بیماروں کے کھانے | بیماروں کے لئے جو کھانے بید مفید ہیں اس میں صرف انہی کی ترکیبیں ہیں۔ اور کئی قابل تجربہ کار ڈاکٹروں نے اس کی تیاری میں حصہ لیا ہے تمام ترکیبیں تجربہ کی ہوئی ہیں اور بید کارآمد ہیں مضامین بھی بے انتہا مفید و قابل قدر ہیں۔ ہر گھر میں اس کتاب کا ہونا ضروری ہے باتصویر قیمت ۱۰/

مذاقیہ کھانے | دو عالمانہ سے، تنبدنی سی، سیلوں سے مہذب مذاق کرنے کے نہایت دلچسپ کتاب جسکی ہر ترکیب صحیح ہے، بیہودہ تکلیف دہ عامیانہ مذاق کی جگہ اس کتاب سے

زنانہ دستکاری کی مفید کتابیں

جو اپنے اپنے موضوع پر بہترین تسلیم کی جا چکی ہیں

(۱) عصمتی کروشیا

کروشیا کی شوقین بہنوں کیلئے بہترین تحفہ۔ یہ کتاب فن کروشیا کی مشہور ماہر محترمہ فاطمہ انور علی بیگم صاحبہ نے ترکیبیں لکھکر مرتب کی ہے قیمت صرف ۱۲ / ڈیڑھ روپیہ

عصمت کی مشہور مضمون نگار محترمہ د-ا- صاحبہ کی رائے ہے۔ یہ خوبصورت اور کارآمد کتاب بہت محنت سے مرتب کی گئی ہے۔ محترمہ لطیف بیگم صاحبہ جن کے سلائیوں کے کام کے مضامین حلقہ عصمت میں خوب مقبول ہو چکے ہیں لکھتی ہیں۔ عصمتی کروشیا کے نقشے اسقدر صاف واضح اور آسان ہیں کہ سمجھنے میں بالکل دقت نہیں ہوتی محترمہ علیم بیگم صاحبہ مؤلفہ کروشیا کی رائے ہے کہ جو ہدایات دی گئی ہیں ان سے نمونے بنانے میں بہت سہولت ہو جاتی ہے۔ دوسرا ایڈیشن نہایت آب و تاب کے ساتھ بڑے سائز پر شائع ہوا ہے کاغذ دبیز قیمت ۱۲ / ڈیڑھ روپیہ

مختصر فہرست عصمتی کروشیا		
جگہ نما گاڑی	فارم ہاؤس	گنڈ نائٹ
ڈاک بنگلہ	مسجد کا دروازہ	امام حسین
آدمی مع مشک	مُرغ	شیر ببر
کلمہ طیبہ	تاج محل آگرہ	جامع مسجد
۵ نفیس انسرشن	۱۱ دلاویز جھاریاں	۲ خوبصورت کونے
خوش آمدید	عید مبارک	درخت نما ڈالی
چڑیا ڈالی پر	طرہ دان	پردار گھوڑے
گارڈ بلیں	راج ہنس	بچہ مع تیر کمان
ایک خاتون	بی کوزی	گلدستے
مع پنکھا	ٹرے	گلدان

(۵) موتیوں کا کام

موتیوں کے کام کا شوق لڑکیوں میں روز بروز ترقی کر رہا ہے مگر یہ کام ایسا ہے کہ جب تک بتانے والا نہ ہو سمجھ میں نہیں آتا اور جب اشارہ مل جائے تو باسانی کیا جا سکتا ہے۔ یہ کام بھی نہایت دلچسپ اور مفید ہے۔ غریبوں کے لئے روزی کا ذریعہ ہو سکتا ہے تو امیروں کے لئے دل بہلانے کا۔ ان ہی باتوں کو پیش نظر رکھ کر یہ مفید کتاب دستکاری کی ماہر ۲۷ عصمتی بہنوں نے تیار کی ہے اور دعوی کیا جا سکتا ہے کہ موتیوں کے کام کی ایسی مفید کتاب ہندوستان بھر میں نہیں چھپی۔ اس میں مندرجہ ذیل ۲۱۶ نمونے ہیں

۴۴ رضع کے پھول گلدستے	۲۷ قسم کی لیس	۲۶ جھالریں
۱۳ عمدہ عمدہ نرم	۱۱ انسرشن ڈوری وغیرہ	۳ جالیاں
۲۹ وضع وضع کی بیلیں	۸ نکلس ہار	۸ غلاف پوش
۵ حاشیہ کنارہ	۲ پنکھے	۳ منی بیگ
۵ سینڈ بیگ کے نمونے	۶ بروچ	گلاس پر نقش بیلے
متفرق چیزیں ٹی کوزی	ہولڈر۔ سپیپر	بیگ کے جھانڈ وغیرہ نمونے

مثال کے طور پر صرف دو چیزوں کی فہرست پیش ہے

بیلیں		لیسیں	
بلاؤز کی بیلیں ۲	گلاب کی بیل	مگدر نما لیس	گول نما ڈیزی
آسان بیل	عینک نما بیل	لچنے کی کنوروں کی لیس	دانی نما لیس
سادی بیل	لٹ دار بیل	کنگورے دار لیس	ہلال نما لیس
دوپٹہ کی بیل ۲	جوتری بیل	لکڑی دار لیس	بلاؤز کی لیس ۲
فراک کی بیل ۷	گلے کی آستین کی	سموسہ دار لیس	دوپٹہ کی لیس
ساڑی کی بیل ۴	دامن کی بیل	اوپر لڑیاں	لوز نما لیس
اوڑھنی کی بیل	حاشیہ کی بیل	پھول دار	سادہ لیس
قمیص کا گھیر	نفیس بیل	لاکٹ نما ڈیزیاں	دلکش لیس یان نما
—	—	سر ری	چندری لیس
—	—	—	حلالہ دار لیس

پہلے موتیوں کے کام کی ماہر ۲۷ بہنوں کے نہایت کارآمد مضامین و ہدایات درج ہیں پھر مفصل ترکیب اور ضروری ہدایات ہر نمونہ کی اسقدر آسان لکھی گئی ہیں کہ نو مشق بھی پورا فائدہ اٹھا سکتی ہیں چنانچہ بعض ترکیبیں ۲، ۳ اور ۴ سطروں میں ہیں جو کہ باسانی سمجھ میں آ جاتی ہیں تمام نمونے نہایت صاف اور خوبصورت ہیں کسی نمونے کو سمجھنے میں دقت نہیں ہوگی موتیوں کے کام کا شوق رکھنے اور یہ کام سیکھنے والی لڑکیوں کے لئے اس سے بہتر استانی نہیں ملیگی۔ کاغذ خوب دبیز لکھائی چھپائی نہایت اعلیٰ۔ ٹائٹل دو رنگ کا باتصویر خوبصورت۔

قیمت ڈیڑھ روپیہ

(۲) عصمتی کشیدہ

اس کتاب میں کشیدہ کاری کے نہایت اچھے اچھے نمونے دئے گئے ہیں ضروری اور کارآمد ہدایتیں اس قدر آسان پیرایہ میں لکھی گئی ہیں کہ چھوٹی چھوٹی بچیاں بھی سمجھ سکیں ہر نمونہ کی ضروری تشریح کی گئی ہے یعنی نمونہ کس کس چیز کے لئے موزوں ہو سکتا ہے اور کس کس رنگ میں ہونا چاہئے اور کیا کیا احتیاط ضروری ہے پھر نمونے شروع ہوتے ہیں، میز پوش، پلنگ پوش، رومال، کرسیوں کے گدوں، تکیوں کے غلاف پلنگ کی چادروں، پردوں وغیرہ وغیرہ کے وسط اور کونوں کے لئے مختلف قسم کے پھولوں، بوٹوں گلدستوں وغیرہ کے کئی درجن خوبصورت نمونے ہیں۔ ان کے بعد نئی وضع کی دلآویز بیلیں پھر مختلف قسم کی کروشیے کے عمدہ عمدہ نمونے ایک درجن سے زیادہ اس کے بعد پرندوں اور چند مشہور عمارات کے خاکے غرض بچیوں کے لئے یہ کتاب بہت کارآمد ہے اور انہیں ہنرمند بنا دے گی۔ پہلا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل گیا اب دوبارہ چھپی ہے۔ قیمت ۱۲ / ایک روپیہ

(۳) گلدستہ کشیدہ

عصمتی کشیدہ کا دوسرا حصہ

کشیدہ کاری کی اسقدر خوبصورت اور اتنی کارآمد کتاب آج تک نہیں چھپی اس کتاب کی تیاری میں ۲۸ دستکار بہنوں نے حصہ لیا ہے۔ اور کشیدہ کاری کی مشہور ماہر محترمہ غدیر فاطمہ بیگم صاحبہ آگرہ نے نہایت محنت و قابلیت سے کتاب کو مرتب فرمایا ہے۔ قیمت ۱۲

کتاب کے ۱۱ باب ہیں جن کی تفصیل یہ ہے

باب	مضمون	نمونے
باب ۱	خوبصورت فریم مثلاً یا محمد، تاج محل، عید کا تحفہ، نوٹو وغیرہ	۱۹ نمونے
باب ۲	مختلف قسم کے پھول کی کونوں والیوں کے	۶۲
باب ۳	مختلف وضع کے بڑے پھول	۳۳
باب ۴	میز پوش چادروں وغیرہ کے کونے	۱۹
باب ۵	غلاف تکیہ وغیرہ کے خوشنما مرکز	۱۸
باب ۶	مختلف وضع کے گول پھول	۱۱
باب ۷	ٹیبل کلاتھ، پلنگ کی چادریں ساری وغیرہ کی بیلیں	۱۷
باب ۸	انسرشن کی بوٹیاں وغیرہ	۸
باب ۹	قمیص کے کف	۳
باب ۱۰	قمیص کرتہ بلاوز کے گریبان	۴
باب ۱۱	متفرق مثلاً ٹی کوزی، بگ، لفافے، بٹوے، پاندان کا غلاف، بائیسکل کی گدی وغیرہ	

موتیوں کے کام کی طرح گلدستہ کشیدہ میں بھی پہلے نہایت کارآمد ہدایتیں ہیں پھر نمونہ کے مطابق کاڑھنے کی مفصل ترکیبیں اس میں بھی ہر چیز کا موزوں رنگ لکھدیا ہے پھر نمونے دئے گئے ہیں اور تمام نمونے نہایت صاف ہیں اکثر نمونے ایسے خوبصورت ہیں کہ آج تک کشیدہ کاری کی کتابوں میں نظر نہیں آئے ہونگے اور ترکیبیں تو اسقدر آسان ہیں کہ چھوٹی بچیاں بھی سمجھ سکتی ہیں۔ گلدستہ کشیدہ میں سب نمونے نئے ہیں یعنی جو عصمتی کشیدہ میں آ چکے ہیں وہ اس کتاب میں نہیں ہیں۔ کاغذ خوب موٹا دبیز نہایت اعلیٰ درجہ کی چھپائی۔ ٹائٹل رنگین ضخامت ۲۰۰ صفحے قیمت ۱۲

(۴) خواتین کی دستکاریاں

جو عورتیں مالی دقتوں سے پریشان ہیں جنہیں آمدنی کی کمی اور اخراجات کی زیادتی نے پریشان کر رکھا ہو وہ اگر ایک جلد منگا لیں تو گھر پر خودداری اور عزت کیساتھ زندگی گذار سکتی ہیں کیونکہ اس کتاب میں نادار اور غریب عورتوں کو نہایت ہی کارآمد اور بیش بہا مشورے دئے گئے ہیں اور بہت سے کاموں کی اسقدر تفصیل بیان کردی ہے کہ بعد [illegible] احسان اٹھائے صرف اس کتاب کی بدولت مالی پریشانی [illegible]

۶ عصمتی دستکاری - - - - - [illegible]

۷ سلمہ ستارہ کا کام - - - - - [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظامِ المشائخ

لبّیک

آج اُن تمام آلائشوں سے جنہوں نے برسوں معصیت کے چکر میں مبتلا رکھا۔ پاک ہونے کا دعوٰے کرکے تیرے آستانِ جلال پر مع اپنی کل عریانیوں کے موجود ہوں۔ اور اس مقدس دائرہ میں جس کے حدود اخلاق کو میرے ناپاک جذبات کی ناجائز تگ و دو نے اپنی بے رحم خود اختیاریوں سے پامال کر دیا تھا۔ گناہوں کی ظلمتوں کی گہری تاریکی سے نکل کر پھر داخل ہوتا ہوں۔

لبّیک۔ دور دراز کی مسافتوں کو طے کرکے تیری ربوبیت اور قدوسیت کے پاؤں میں سرِ نیاز کو جھکا کر نیازمندی کی زبان میں گزشتہ زندگی کی ناہمواریوں کا اعتراف کرتا ہوا نادم ہوں کہ میری ناجائز آرزوؤں کی ناجائز وسعتوں نے اس عہد و پیمان کو فراموش کر دیا جو ابتدائے آفرینش ہی میں میری گمراہ ہو جانیوالی روح نے کیا تھا۔

لبّیک۔ اُن تمام کمزوریوں نے جنہوں نے میری زندگی کی پاکیزگی کو ارتکاب گناہ کی بے پروائیوں سے آلودہ کر دیا تھا۔ اپنی گزری ہوئی تاریک زندگی کو تیری شانِ کریمی کے حوالے کرکے تائب ہوتا ہوں اور اپنی گمراہیوں پر اظہارِ تاسف کرتا ہوا شرمسار ہوں کہ میں نے تیری بخششوں کے ناجائز استعمال سے اپنی روح کی معصومیت کو صدمہ پہنچایا اور خوفِ عاقبت سے بے پروا ہو کر تیرے وضع کردہ قوانین کی بے دردانہ بے حرمتی کی۔

لبّیک۔ آج شیطان کی ہمہ گیر ناپاک قوتوں کے تعاقب سے تھک کر پاکیزگی کے واحد گوشہ میں پناہ لینے کے لئے آیا ہوں۔ اپنے ابلیسانہ کرتوتوں کو جنہوں نے مجھے انسانیت سے گرا کر نہ جانے کہاں پھینک دیا تھا۔ ترک کرنے کا مستقل ارادہ کرکے تیرے عفو و رحم کے دامن میں سر چھپاتا ہوں۔ اور اس پاک سرزمین پر جہاں ملّتِ بیضا کے اولین بانی نے تیری وحدت کی عالمگیر پرستش کے لئے واحد گھر بنایا تھا۔ اپنی جبینِ ندامت کو رگڑتا ہوا آئندہ کے لئے تجھ ہی سے مدد کا طالب ہوتا ہوں کہ میری آرزوئیں گمراہی سے محفوظ رہیں اور میرے جذبات اس راستہ پر نہ چلیں جسے جہنم کی آتش افشانیوں نے روشن کر رکھا ہے۔

فرعون کی فرعونیت کے وسیع دعووں کو برداشت کرنے والے موسٰی۔ سیدھے راستہ سے بھٹکی ہوئی ایک گمراہ روح مع اپنی تمام تاریکیوں کے تیرے انوارِ رحمت کی طلبگار ہے۔ ناپید اکنار صحراؤں کی ریتوں کو اپنی پرستش کی دلفریبیوں سے مالا مال کر دینے والے ہونے ایک انسانی روح جس نے تیری گراں قدر ودیعتوں کو شیطان کی گمراہیوں کے عوض فروخت کر دیا۔ اپنی تمام شرمساریوں کے ساتھ زمین کے مقدس ترین مقام میں حاضر ہے۔ اپنی رحمت کے پردوں کو حکم دے کہ اس کی عریانیوں کو ڈھانپ لیں۔ اس کی لرزشوں کو اطمینان اور سکون عطا کر۔ اور اس کی ظلمتوں کو ہدایت کے نور سے منور کر دے۔

امیر حسن ناز

طورِ سینا کی آواز

ادائے دلنوازی دیکھنے والے ذرا دیکھیں مری ہر سنگریزی میں ہے رسمِ نور افشانی
شرارِ جستہ کی صورت کسی کے نقشِ پا دیکھیں رہا ہے اک تماشائی کا مجھکو شرفِ مہمانی
کھنچی ہے ذرہ ذرہ پر مری تصویرِ نورانی
بنا تفسیرِ "کشف الساق" ہے میرا ہر اک دامن

رہا ہوں میں بھی سرمستِ خیالِ عیشِ طولانی نشاطِ جاودانی کی رہی ہے جستجو برسوں
کسی کے جلوۂ بیتاب کی تھی مجھکو دربانی رہی ہے کامیابِ مدعا یوں آرزو برسوں
نگاہِ برق ساماں سے رہا ہوں دوبدو برسوں
ہمہ تن بن گیا ہوں میں نشانِ سوختہ خرمن

رہی ہے طالب و مطلوب میں جو گفتگو برسوں وہ ابتک گونجتی پھرتی ہے، سرگرمِ ترنم ہے
رہا ہے نازفرما ایک نازِ رنگ و بو برسوں مری آغوش میں ابتک گلستانِ تکلم ہے
طرازِ خندۂ گل زیرِ عنوانِ تبسم ہے
بہار یاسمیں ہے روئدادِ رونقِ گلشن

ابھی تک ایک بحرِ نور مصروفِ تلاطم ہے دماغِ عشق پر دآجتک اک موجِ ساحل ہے
محبانِ صداقت کیش کی عقلِ رسا گم ہے نصیبِ دوستاں اب بھی وہی بندِ سلاسل ہے
مگر چشمِ تماشا کے لئے جو نقش باطل ہے
تمنائے کنارِ آب رکھتے ہیں خرد دشمن

حقیقت ناشناسِ عشق کے پہلو میں جو دل ہے کہ جس کو چاہئے تھا شِل شمعِ طور ہو جانا
اگر او جھل نگاہوں سے غبارِ راہِ محمل ہے تو ممکن منزلِ مقصود سے ہے دور ہو جانا
ضروری ہے جمالِ یار کا مستور ہو جانا
مناسب ہے رہے پوشیدہ یہ برقِ آفریں مسکن

قیصر بھوپالی

فریادِ اُمت

لاڈلی ہوں اُس پیا کی جو روٹھ گیا۔ تاجدار ہوں اُس تخت کی جو لُٹ گیا۔ حکمران ہوں اُس سلطنت کی جو چھن گئی۔

اک زلفوں والے پیا کی دلدادہ ہوں، جو میرا دلدا ہے۔ ایک محبوب کی چاہیتی ہوں، جو محبانِ حقیقی کا سردار ہے۔ وہ محبوبِ کبریائی جس نے وقتِ پیدائش مجھے پکارا۔ ایامِ جوانی میں مجھے سنوارا اور وقتِ رحلت بھی میری یاد دل میں لئے اس جہانِ فانی سے عالمِ جاودانی کو سدھار گیا۔

میں وہ ہوں جس کی ہیبت سے دُنیا لرزتی تھی۔ وہ ہوں جس کی عزت پر آسمان کی بلندی ترستی تھی۔ وہ ہوں کہ تمام طاقتیں اور تمام دنیاوی بادشاہ جس کے بس میں تھے۔ اس لئے کہ میرے بس میں وہ محبوب مالکِ کون و مکان تھا۔۔۔

۔۔۔۔۔۔ اور کیا کہہ دوں کہ اس کے ذریعہ سے وہ مالکِ دو جہان بھی میرے بس میں تھا۔

میں تیری فرمانبردار ۔۔۔۔۔۔۔۔ گزشتہ غلطیوں سے شرمسار۔ ہاں! اب زیادہ نہ آزما۔ دشمن ہنستے ہیں۔ تیرے محبوب کے گھر پر گولے برستے ہیں۔ اور کیا کہوں کیا ہے جو نہیں ہوا۔ کون سی آفت ہے جو نہیں آئی۔ کونسی مشکل ہے جو میں نے نہیں دیکھی۔

آج تیرے مقدس دربار میں اک التجا کے لئے آئی ہوں۔ میں وہی ہوں جس کی محبت کا دم بھرتے تھے۔

واسطہ اس محبت کا صدقہ اس الفت کا ۔۔۔۔۔۔
گناہوں کی فراموشی۔ خطاؤں سے چشم پوشی ۔۔۔۔۔۔
میں امیدوارِ شفاعت۔ طالبِ عنایت ۔۔۔۔۔۔
کون تیری چاہنے والی جماعت ۔۔۔۔۔۔

سلطان احمد نظامی

فغانِ مسلم

بر روضۂ سرورِ کائنات

اے شہنشاہِ زمن تیرا ثناخواں آیا   تیری سرکار میں اک داد کا خواہاں آیا
نیم جاں، آہ بلب، سوختہ ساماں آیا   ہند سے سوئے عرب ایک مسلماں آیا

شہسوارِ مدنی قوم کی حالت سن لے
مبتلا جس میں ہے اُمت وہ مصیبت سن لے

نہ رہے شاہ سوار اور وہ تازی نہ رہے   تھے جو مردانِ غزا آج وہ غازی نہ رہے
خود مساجد ہوئیں ساجد وہ نمازی نہ رہے   اب تو حجاج بھی اے میرِ حجازی نہ رہے

ولولہ نام کو اور جوش ذرا بھی نہ رہا
قافلہ دور گیا - شورِ درا بھی نہ رہا

وہ ارادے نہ رہے ہائے وہ اقبال نہ رہا   باغ ویران ہوا شورِ عنادل نہ رہا
جسکی لَو سب کو تھی وہ رونقِ محفل نہ رہا   کارواں جائے کدھر رہبرِ منزل نہ رہا

اے براقِ نبوی قوتِ پرواز دکھا
کبک و طاؤس کو طنازیِ رفتار سکھا

وہ بھی کیا وقت تھا جب خسروِ دوراں ہم تھے   انس و جاں تابعِ فرماں تھے سلیماں ہم تھے
جن پہ اسلام تھا نازاں وہ مسلماں ہم تھے   سجدہ کرتے تھے ملک جنکو وہ انساں ہم تھے

ہفت اقلیم پہ تھا سکہ ہمارا جاری
مثلِ خوں، رعب تھا ہر رگ میں ہمارا ساری

رایتِ اسلام کا اسپین میں گاڑا ہم نے   دشتِ قپچاق میں اعدا کو پچھاڑا ہم نے
جنگ سے پائے ثبات انکا اکھاڑا ہم نے   ہر جگہ جیت لیا جا کے اکھاڑا ہم نے

پیرس اپنا تھا، اتھنز اپنا تھا، روما اپنا
اوقیانوس کے ساحل پہ تھا قبضہ اپنا

ہر کہ و مہ کی زباں پر تھا فسانہ اپنا   عسقلان اور فلسطیں تھا نشانہ اپنا
تھا جو بیگانہ بنا تھا وہ یگانہ اپنا   شورِ تکبیر تھا میداں میں ترانہ اپنا

آج تک گونج رہی ہے وہ صدا کانوں میں
مست ہشیار اُچھل پڑتے ہیں میخانوں میں

ہم تھے نقارۂ توحید بجانے والے   شرک کا حرف زمانے سے مٹانے والے
ہبل و لات کو لا تیغ کرنے والے   کلمہ نت کو محمدؐ کا پڑھانے والے

کوہِ فاراں سے وہ [illegible]
[illegible]

بیٹھ جاتے تھے رگِ کفر میں نشتر بن کر   دل پہ کفار کے چل جاتے تھے خنجر بن کر
خانۂ شرک جلا دیتے تھے اخگر بن کر   سامری فن کو نگل جاتے تھے اژدر بن کر

جبل و دشت سے اب تک یہ صدا آتی ہے
فوجِ اسلام کی بن بن کے قضا آتی ہے

اب یہی ہم ہیں کہ مجبور ہیں نادار بھی ہیں   شرع سے دور ہیں قرآن سے بیزار بھی ہیں
سب سے جھوٹے بھی ریاکار بھی، مکار بھی ہیں   بدعمل بھی ہیں، ربوخوار بھی میخوار بھی ہیں

ہیں سیہ کار معابد میں الٰہی توبہ!
زشت کردار مساجد میں الٰہی توبہ!

راحت و عیش کے خرمن کو جلا دو اُٹھو   عمر ہے ریگِ رواں نقش جما دو اُٹھو
سکہ توحید کا ہر دل پہ بٹھا دو اُٹھو   وقت، دولت ہے نہ یوں مفت گنوا دو اُٹھو

نفس پہ کھینچ کے تلوار مجاہد ہو جاؤ
نہ کہ صیدِ خمِ فتراکِ معاند ہو جاؤ

اُٹھ کے اب پیرویِ سیدِ لولاک کرو   شعلۂ آتشِ سوزاں خس و خاشاک کرو
خس و خاشاک سے وحدت کا چمن پاک کرو   پاک کرنے کا محل بھی ہے یہ ادراک کرو

نصرتِ قوم میں ہاتھوں کو زرافشاں کر دو
حسنِ توحید کا خورشید درخشاں کر دو

مسلموں میں نہ اخوت ہے نہ یکتائی ہے   انکی تفریق کی ہر قوم تماشائی ہے
گلشنِ لطف و مودت میں خزاں آئی ہے   پھوٹ کی جھوٹ کی ہر سمت گھٹا چھائی ہے

چمک اے چاند اندھیرے میں اُجالا کر دے
آ کے منہ اس شبِ دیجور کا کالا کر دے

اُٹھ گئی دل سے مسلماں کے محبت تیری   مٹ گئی صفحۂ عالم سے شریعت تیری
چھپ گئی پردۂ باطل میں حقیقت تیری   غرق تا فرق معاصی میں ہے اُمت تیری

الغیاث اے رہِ دیں ہم کو بتانے والے
المدد! نوحؑ کی کشتی کو بچانے والے

جوشِ اسلام پھر اک بار دلوں میں بھر دے   جھلملاتی ہوئی اس شمع کو روشن کر دے
بغض و تفریق کے آنکھوں سے اُٹھا دے پردے   اوجِ اقبال پہ اُڑنے کیلئے شہپر دے

مرتے مرتے بھی ہم اسلام کی تائید کریں
جان ہو جائے جو قرباں تو ہم عید کریں

[illegible]

کیا میں اللہ کی صورت ہوں؟

اللہ نے خود فرمایا ہے۔ خلق اللہ آدم علی صورتہٖ اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔ تو کیا میں واقعی اللہ کی صورت ہوں۔ ہماری بولچال میں ہاتھ پاؤں کا نام صورت نہیں ہے۔ گردن سینہ۔ پیٹ وغیرہ کو بھی صورت نہیں کہتے۔ صورت تو فقط چہرہ کا نام ہے۔ ٹھوڑی ہونٹ۔ ناک۔ گلے۔ آنکھیں۔ بھویں۔ ماتھا ان تمام حصّوں کے مجموعہ کا نام صورت ہے تو کیا اللہ کی صورت انسانی چہرہ کے مطابق ہے۔ اور کیا ہم سب آدمیوں کی شکلوں میں اُن جناب عالی کی شکل نمایاں ہے۔

جب اُنہوں نے خود اپنے سچے رسولؐ کی زبانی (حدیث قدسی میں) فرمادیا ہے کہ اللہ نے آدمؑ کو اپنی صورت پر پیدا کیا تو اس میں شک شبہ کی کوئی وجہ نہیں ہوسکتی نہ اسکی ضرورت ہے کہ علمائے ظاہر کی طرح ہم اس صحیح حدیث قدسی کے معنوں کی تاویل کریں اور یہ کہیں کہ صورتہٖ کی ضمیر آدمؑ کی طرف پھرتی ہے کہ اللہ نے آدم کو خود آدم کی صورت پر پیدا کیا۔ کیونکہ صاف اور کھلی ہوئی بات میں تاویل کی گنجائش اور ضرورت نہیں ہوا کرتی۔

خدا کی کوئی شکل نہیں ہے اور خدا جب ہی خدا ہوتا ہے کہ وہ ہر شکل و صورت سے پاک و آزاد ہو۔ مگر اس حدیث سے خود یہی ثابت ہوتا ہے کہ خدا نے بطور تشبیہ کے فرمایا ہے۔ جیسے کہا کرتے ہیں فلاں آدمی شیر کا کلہ جبڑا رکھتا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ وہ آدمی حیوان ہوگیا ہے یا سچ مچ اُس کی صورت شیر کی ہوگئی ہے۔ اور اس کے چہرہ پر شیر کی سی تھوتنی پائی جاتی ہے بلکہ کلہ جبڑہ کی ہیئت اور مضبوطی کو شیر کے کلہ جبڑہ سے مشابہت دیجاتی ہے۔ اسی طرح خدا نے اپنے جمال بامعنی کو انسانی شکل سے مشابہ قرار دیکر انسان کی فوقیت اور عظمت کو ظاہر کیا ہے نہ یہ کہ اس کی صورت ہوتی ہے۔

میں اللہ کو کیونکر دیکھوں۔ میرا جی چاہتا ہے کہ جناب احدیت مآب کی صورت دیکھوں۔ تو جب خود میری صورت اُن کی صورت سے مشابہ ہے تو لاؤ اپنی صورت دیکھا کروں۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ اللہ میاں اپنی صورت کا اتنا پردہ کرنا چاہتے ہیں کہ انسان کو ہر چیز کے دیکھنے کی آنکھ دی۔ لیکن خود اپنے چہرہ کو دیکھنے کا موقع نہ دیا۔ انسان اپنے تمام جسم کو دیکھ سکتا ہے لیکن چہرہ اور پشت کو نہیں دیکھ سکتا۔ اس دید کے لئے اُس کو آئینہ کا محتاج بنایا ہے۔

معلوم ہوتا ہے چہرہ کو تو اس واسطے ہماری آنکھوں سے چھپا دیا کہ آدمی خدا کی صورت نہ دیکھ سکے اور پشت کو اس لئے مخفی رکھا کہ ہمیشہ آگے کے اور پیش نظر حالات و واقعات کا خیال کرے۔ گزشتہ اور پیٹھ پیچھے کی باتوں سے کچھ سروکار نہ رکھے۔

بہر حال جو کچھ بھی ہو۔ جب کہ اُس نے قرآن میں فرمایا "وفی انفسکم افلا تبصرون" تم اپنے آپے کو کیوں نہیں دیکھا کرتے۔ تو انسان سوال کرسکتا ہے۔ کہ تم ہمارے آپے کو دیکھنے کیوں نہیں دیتے۔ تم نے آنکھیں ایسی جگہ کیوں لگائی ہیں کہ ہم اپنے چہرہ کو جو ہمارے نفس و وجود کا نمونہ ہے دیکھ نہیں سکتے۔

ہم اور سب کو دیکھتے ہیں مگر اپنے آپ کو دیکھنے کی قدرت ہم میں نہیں ہے۔ دوسروں کو ہمارا آئینہ بنایا ہے کہ اُنکی شکلوں میں ہماری شکل دیکھو اور ہم کو دوسروں کا آئینہ بنایا ہے کہ وہ اپنی شکلیں ہم میں دیکھیں۔ کیا بھول بھلیاں بنائی ہیں۔ کیا گورکھ دھندے قائم کئے ہیں۔ واہ واہ واہ۔ بس جناب معلوم ہوگیا کہ آپ یقیناً میرے چہرے میں پوشیدہ ہیں۔ میں دوسروں کے چہروں میں آپ کو دیکھکر شرک کیونکر کروں۔ میں تو خود پرستی کرونگا۔ اور اپنے ہی چہرہ میں آپ کو دیکھوں گا۔ آنکھ اگر نہیں دی تو بغیر آنکھ کے دیکھوں گا۔ کہے دیتا ہوں بغیر آئینہ کے دیکھوں گا۔ آئینہ کی مجھے کیا ضرورت ہے آخر وہ بھی تو ایک غیر ہے اور غیر کی شرکت کو آپ سب سے بڑا گناہ قرار دیتے ہیں۔ میں تو بغیر آئینہ کے دیکھوں گا اور آپ کے حکم کی تعمیل کروں گا۔

مانا کہ آپ کا جمال کثرت کے بے شمار چہروں میں نظر آتا ہے۔ مگر کثرت میں کیوں جاؤں اپنے چہرہ کی وحدت ہی کو کیوں نہ دیکھوں۔

جب مجھے اپنا چہرہ دیکھنا آجائیگا تو کعبہ اور بتخانہ کے اختلافات سے مجھے کچھ سروکار نہ رہیگا۔ یہ دونوں تو اُنکے لئے ہیں جو دوسری شکلوں میں اُن کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ جب میں خود اپنے ہی اندر اُن کو دیکھنے لگونگا تو ہندو مسلمان۔ یورپین و ایشیائی۔ اعلےٰ و ادنےٰ وغیرہ کے امتیازات کی پابندی سے آزاد ہو جاؤں گا۔ اور یہی انسان کامل کو درکار ہے +

حسن نظامی

اگر میں کیڑا ہوتا

اگر میں کیڑا ہوتا اور اتنا چھوٹا کہ انسان کی آنکھ خوردبین کے بغیر مجکو نہ دیکھ سکتی تو بڑے بڑے مکانات بنانے اور دوسروں کا حق غصب کرنے کا گناہ مجھ سے نہوتا۔ میں اپنے جیسے ہزار کیڑوں کے ساتھ صرف ایک انچ قطعہ زمین پر گزارہ کرلیتا۔

اگر میں کیڑا ہوتا تو حکیم ڈاکٹر کے نسخے اور سیانے مُلّا کے تعویذ گنڈے کے بغیر ایک گھنٹہ کے اندر میرے سولہ بچے ہوتے اور پھر ان بچوں کے پالنے اور شادی کرنے کی ضرورت بھی نہوتی۔ خدا ان کو پیدا کرتے ہی اولاد دینی شروع کر دیتا اور تین دن کے اندر ایک کھرب بچوں کی تعداد میری ہو جاتی۔

انسان کو اپنی عقل اور کثرت تعداد پر بڑا گھمنڈ ہے۔ اگر میں کیڑا ہوتا تو اسکو اپنی قوم کی عقل اور تعداد کی کثرت کا مشاہدہ کراکر حیران کر دیتا۔ کہ دنیا کے ہر درخت اور اسکے ہر پھول پھل اور جہان کے ہر زندہ جانور اور دریا و سمندر کے ہر قطرۂ آب کے ہمراہ میرے لاکھوں بھائی نظر آتے اور اُنکی حکمتیں اور ہنرمندیاں انسان دیکھتا تو اپنی علمی و عقلی قابلیت کو ہیچ و ناچیز سمجھنے لگتا۔

اگر میں کیڑا ہوتا تو انسان سے کہتا کہ قرآن کو پڑھ اُس میں لکھا ہے کہ خدا نے کسی چیز کو بیکار اور فضول نہیں بنایا۔ ہر ہستی کی پیدائش کا ایک مقصد ہے اور اس کے وجود پر ایک ضرورت خاص کا انحصار ہے۔ ہم کیڑے کائنات میں نہوتے تو انسان کا کوئی کام نہ چل سکتا۔ نباتات اور حیوانات ہمارے دم سے سلامت ہیں۔ ہم نہ ہوں تو وہ سب ایک دم سے فنا ہو جائیں۔

انسان خیال کرتا ہے کہ زمین میں تخم ریزی ہوتی ہے پانی ہوا اور زمین کی قدرتی قوتیں مل جُلکر درخت اور پودے پیدا کرتی ہیں اور اُن سے انسان کو غذا میسر آتی ہے مگر اُسکو خبر نہیں کہ زمین کے ذرّہ ذرّہ میں ہماری برادری آباد ہے۔ ہم پوشیدہ قوتوں کو زمین سے نکالتے ہیں اور اُنکے مہیا کرنے میں ہماری جان جاتی رہتی ہے کیونکہ ہم کو ان زہریلی قوتوں کے شکم میں شگاف دینا پڑتا ہے اور ان کے اندر سے گندھک وغیرہ تیزاب کے مادے نکالنے پڑتے ہیں جن سے زمین میں پھولنے پھلنے کی طاقت آتی ہے مگر آہ اسوقت زمین کو سرسبزی کی نعمت میسر آتی ہے کہ ہماری برادری کی ایک پوری نسل جان دیکر فنا ہو جاتی ہے۔ اور ہماری لاشوں سے کے ڈھیر پر درختوں کی نشو و نما شروع ہوتی ہے اور ہمارے مُردہ جسم درختوں کی جڑوں کیلئے خوراک اور غذا بنجاتے ہیں۔ کاش میں انسان نہوتا اور یہ غفلت مجھ سے نہوتی کہ اپنے گروہ کے مردہ کو زمین میں دفن کرتا ہوں اور چند روز کے بعد مردہ کا جسم غائب دیکھکر خیال کرتا ہوں کہ وہ خود بخود خاک ہو گیا۔ یہ انسان ہونے کی بھول ہے۔ کیڑا ہوتا تو دیکھتا کہ جوں ہی انسان کا یا کسی حیوان کا یا کسی نباتی چیز کا مردہ پھینکا جاتا ہے تو میری قوم کے لاکھوں افراد بے تحاشا دوڑتے ہیں اور اس لاش کو چمٹ جاتے ہیں۔ اور تھوڑی مدت کے اندر لاش کے تمام عناصر کو وجود مرکب سے جدا کرکے اُنکے ذاتی مرکزوں میں بھیج دیتے ہیں۔ پانی اپنے مرکز میں چلا جاتا ہے ہوا اپنے مرکز میں آگ اپنے مرکز میں۔ خاک اپنے مرکز میں۔

انسان میری ان خدمات کو دیکھتا تو اسکو معلوم ہوتا کہ کیڑے خدا کی ذات سے کسقدر قرب رکھتے ہیں اور انکو غیب کا علم انسان سے کتنا زیادہ ہوتا ہے کہ مردہ چیز خواہ کیسے ہی پوشیدہ مقام پر ہو کیڑوں کو اسکا علم ہو جاتا ہے اور کیڑے خدا کے بہت ہی پیارے اور برگزیدہ بندے ہیں جنکے سامنے انسان اشرف المخلوقات ہونے کا دعوےٰ نہیں کر سکتا۔

انسانوں میں ڈاکٹر پیدا ہوئے ہیں جو کیڑوں کو بیماریوں کا باعث قرار دیتے ہیں اور انکی ہلاکت پر صحت انسانی کو منحصر خیال کرتے ہیں یہ اُنکی غلطی ہے۔ نہ سب کیڑے بیماریوں کا باعث ہیں نہ کسی انسان سے خدا کی اس بیشمار مخلوق کا ہلاک کرنا ممکن ہے۔

میں کیڑا ہوتا تو بتا دیتا کہ کیڑوں میں بھی انسانوں کی طرح نیک بد ہوتے ہیں نیک کیڑے اچھے اعمال کرتے ہیں اور بد کیڑے مخلوق کو ستانے کی سرشت رکھتے ہیں جب انسان کے جسم میں کوئی کھرنچ لگجاتی ہے تو چھلی ہوئی کھال اور زخم کے دروازے سے یہ بدذات اور گنہگار کیڑے جسم کے اندر گھستے اور انسان کو ستانے کے لئے ایک یورش عام کر دیتے ہیں اسکی خبر بدن کے اندر والے نیک اعمال کیڑوں کو فوراً ہو جاتی ہے اور وہ جسم کی رگ رگ میں اور خون کی بوند بوند میں اس حملہ کی خبر بھیجتے ہیں اور چند سکنڈ کے اندر قطرہ قطرہ کی چھاؤنی سے فوجیں اور بڑے بڑے آزمودہ کار جرنل زخم کے دروازہ پر آ جاتے ہیں اور بدکار دشمن کا ایسے زور شور سے مقابلہ ہوتا ہے کہ جنگ یورپ کی اس کے سامنے حقیقت نہیں رہتی ادھر بدکار کیڑوں کو چاروں طرف سے بدکار کیڑے کمک بھیجتے ہیں اُدھر جسم کے نیک کیڑوں کو بھی رگوں اور پٹھوں اور دماغ کی روحانی قوتوں سے کمسریٹ کے سامان اور ہتھیار مہیا ہوتے رہتے ہیں اور تھوڑی دیر کے بعد حریف بھاگ جاتا ہے۔ غرضکہ اس قسم کے بیشمار تماشے میں دیکھتا اور دکھاتا اگر کیڑا ہوتا۔ مگر افسوس کہ انسان ہوں اور مضمون لکھنے کے سوا کچھ نہیں آتا۔

حسن نظامی

میں کیا ہوتا

میں پھول ہوتا

کوئی پھول میں ہوتا ننھا سا   کسی باغ میں کاش لگا ہوتا
مری بو سے مہکتا سارا چمن   مرا آنکھوں میں رنگ کھبا ہوتا
مری شکل بھی ہوتی پیاری سی   مرا رنگ بھی ہوشربا ہوتا
مرے جوشِ شباب پہ مرتے سب   مرے حُسن پہ دہر فدا ہوتا
مجھے چھیڑتی آکے نسیم کبھی   مجھے گاہ صبا سے گِلا ہوتا
کبھی آبِ رواں سے ہنستا میں   کبھی سبزۂ تر پہ فدا ہوتا
اک شاخ پہ جھولا کرتا میں   اک فرش سا نیچے بچھا ہوتا

کبھی ہار میں بنتا پھولوں کا   کبھی سیج پہ اُن کے پڑا ہوتا
کبھی لطف اُٹھاتا جوبن کے   کبھی ناز و ادا پہ فدا ہوتا
کبھی چومتا خال و ابرو کو   کبھی مائلِ زلفِ رسا ہوتا
کوئی سینے سے لگتا ماہ جبیں   کوئی پہلو میں حور لقا ہوتا
مرے جی کے نکلتے ارماں سب   مرا اوج پہ بختِ رسا ہوتا
مری عیش میں کٹتی عمر سبھی   مجھے فکر نہ کوئی ذرا ہوتا

مری عمر مگر ہے تھوڑی سی   مجھے فکر یہی ہے سدا ہوتا
اک رات ہے ساری عمر مری   مجھے رنج ہے اس کا بڑا ہوتا
کہوں کس سے میں قصۂ دردِ نہاں   نہیں کوئی کسی کا ذرا ہوتا
مرا حال عجب کچھ ہوتا آہ   کسی قبر پہ میں جو چڑھا ہوتا
کبھی روتا میں اپنی قسمت کو   کبھی شکوہ دردِ بلا ہوتا
نہ تو ہوتا رفیق نہ یار کوئی   کسی کونے میں ہائے پڑا ہوتا
کوئی جانتا میری نہ خوبی کو   کسی دشت میں گر میں کھلا ہوتا
کبھی لُو سے جھلستا میرا بدن   کبھی سوکھ کے کانٹا بنا ہوتا
کبھی روشہ کرن کھاتا گوبے کم   کبھی خاک میں ہائے ملا ہوتا

اُف خوب ہی ہوتا رُسوا میں   صلہ خوب ہی بو کا ملا ہوتا
مری توبہ الٰہی توبہ مری   نہیں پھول کا ہونا بھلا ہوتا
کبھی کرتا نہ خواہش گل کی میں   مجھے کچھ بھی جو اس کا پتا ہوتا

نہیں پھول بھی اچھی چیز کوئی
پھر ہائے میں عالم کیا ہوتا

پھول نہیں بلبل ہوتا

میں کاش فضائے گلشن میں   کوئی بُلبلِ نغمہ سرا ہوتا
کبھی چہکتا جاکر پھولوں پر   کبھی شاخوں پہ نغمہ سرا ہوتا
کبھی چھیڑتا ہنس کر غنچوں کو   کبھی سینۂ گُل سے لگا ہوتا
کبھی شاخ پہ کرتا بسیرا میں   کسی باغ میں صبح و مسا ہوتا

مرے نغموں سے وجد میں آتے سبھی   مرے نالوں سے شور مچا ہوتا
کبھی لطف بہار اُٹھاتا میں   کبھی بیخود و مست بنا ہوتا
جی کھول کے کرتا پیار اُنہیں   مرے عشق کا چرچا مچا ہوتا

مگر آہ یہ جی میں کھٹکا ہے   نہیں موسم گل یہ سدا ہوتا
کبھی بادِ خزاں کے جھونکوں سے   مرا ہائے چمن یہ لٹا ہوتا
نہ وہ جوش ہی ہوتا سینے میں   نہ وہ شوق ہی دل میں ذرا ہوتا
مرے گلشنِ عیش میں آتی خزاں   کسی کونے میں چھپ بیٹھا ہوتا

کر لیتا جو کوئی اسیر مجھے   کبھی آہ جو قید بلا ہوتا
کبھی کُنجِ قفس میں روتا میں   کبھی نالہ و آہ و بُکا ہوتا
مرے چھٹتے عزیز و رفیق سبھی   مرا عمر کا ساتھی جُدا ہوتا
مجھے رونا یہ آتا ہے قسمت پر   نہ میں اب سے قید پڑا ہوتا

کچھ شے نہیں ایسی بلبل بھی
بچھڑائے میں عالم کیسا ہوتا

کسی نازنین کے ہاتھوں کی حنا ہوتا

کسی کھیت میں کوئی ننھا سا　　اے کاش میں برگ حنا ہوتا
ہوا آتی راس جو کھیتوں کی　　میں پھولتا، پھلتا، بڑا ہوتا
مرا رنگ بھی ہوتا اچھا سا　　مرا حسن بھی روح فزا ہوتا
مجھے توڑتے اپنے ہاتھوں سے　　مرے حال پہ لطف بڑا ہوتا
مجھے رکھتے خود اپنے آنچل میں　　مرا اوج پہ بخت رسا ہوتا
کبھی چومتا انکے ہاتھوں کو　　کبھی پاؤں پہ انکے فدا ہوتا

پر جینا ہے یہ بھی آہ کوئی　　نہیں اس سے تو اُن سے ملا ہوتا
گھر بار چھٹے سب یار چھٹے　　مجھے رنج ہو اس کا بڑا ہوتا
سہیں کتنی جفائیں انکے لئے　　نہیں خیال یہ اُن کو ذرا ہوتا
مجھے پیسا جو سل پہ ہائے ستم　　مجھے درد ہے اس کا بڑا ہوتا
ہے چاک جگر۔ دل خون مرا　　نہیں خوب یہ جور و جفا ہوتا
مجھے کر چکے جب پامال بہت　　مرا حشر تو دیکھو ہے کیا ہوتا
مجھے پھینکا اُتار کے دور پرے　　یہی حیف ہے عوض وفا ہوتا
مرا خون پہ لائیگا رنگ کوئی　　نہیں خوب یہ جور و جفا ہوتا

نہیں برگ حنا بھی اچھی شے
بچھڑائے میں عالم کیا ہوتا

پی کا پپیہا ہوتا

کسی دامن کوہ میں کاش کوئی　　میں کوئل شیریں نوا ہوتا
کہیں پھولوں کی ہوتیں قطاریں ہی　　کہیں سبزہ ہی سبزہ بچھا ہوتا
کہیں منظر آب رواں ہوتا　　کہیں چشمۂ شیریں بہا ہوتا
رُت آگئی ہوتی ساون کی　　اور ابر بھی آکے گھرا ہوتا

ملہار میں گاتا ہوتا کبھی　　مری پی ہو سے شور مچا ہوتا
کہیں کلیاں چٹکتیں کھل کھل کر　　کہیں نغمۂ موج صبا ہوتا
کہیں گاتا ہوتا بسنت کوئی　　کہیں جھولا کسی کا پڑا ہوتا
کہیں پہ یوں کا ہوتا جگمگٹ　　کہیں جلوۂ حسن و ادا ہوتا
مرے بخت پہ کرتے رشک سبھی　　مجھے عیش سے کام سدا ہوتا

مگر آہ یہ منظر فانی ہے　　نہیں موسم ابر سدا ہوتا
اک روز یہ عیش کا ساماں ہے　　پھر دیکھئے کل کو ہے کیا ہوتا
مجھے خون رُلائیگی یاد صنم　　مجھے رنج ہے اسکا بڑا ہوتا
نہیں کوئی بھی دُنیا میں اچھی شئے
جسے دیکھو ہے قید بلا ہوتا

پھر کیا ہوتا

اسی غم میں پڑا تھا عالم میں　　اور جی سے یہ کہتا تھا "کیا ہوتا"
آواز یہ غیب سے آئی مجھے　　یہ فکر عبث ہے کہ "کیا ہوتا"
آنکتۂ عیش بتا دوں تجھے　　آواز یہ سن لے کہ "کیا ہوتا"
تجھے فرش پہ عرش کا ملتا مزا　　تجھے صبر جو حق نے دیا ہوتا
تری خواہشیں ہوتیں تھوڑی سی　　تجھے خدشۂ روز جزا ہوتا
تجھے خواہش عیش و امن بھی گر　　تو نہ مائل دار فنا ہوتا
تجھے ہوتی قناعت تھوڑی سی　　تو ہر حال میں شاد سدا ہوتا

مجھے دُنیا میں پیدا کیا تھا گر　　مجھے صبر بھی کاش دیا ہوتا
نہیں خواہش عیش و نشاط مجھے　　نہیں جی میں یہ اب کہ "بڑا ہوتا"
مرے دل کو کچھ ہوتا قرار مگر　　یا قلب ہی اور دیا ہوتا

ہر حال میں صبر و قناعت رکھ　　مت سوچ یہ جی میں کہ کیا ہوتا

عالم علی عالم

منزلِ مقصود

(۱)

آہ آج تین سال گزر گئے یہی مکان ہی۔ یہی باغ ہی۔ یہی گنگا کا کنارہ۔ یہی سنگ مرمر کا حوض۔ یہی میں ہوں اور یہی در و دیوار۔ مگر اب ان کیفیات سے دل متاثر نہیں ہوتا۔ وہ نشہ جو گنگا کے لطف انگیز تلاطم اور ہوا کے دلفریب جھونکوں سے دل پر طاری ہو جاتا تھا۔ اس نشہ کے لئے اب جی ترس ترس کے رہ جاتا ہے۔ اب وہ دل نہیں رہا۔ وہ نازنین جس پر زندگی کا مدار تھا اب اس دنیا میں نہیں ہے۔

موہنی نے دلفریب صورت پائی تھی۔ اسکے حسن میں غضب کی تاثیر تھی۔ اُسے پیار کرنا مشکل تھا۔ وہ پرستش کرنے کے قابل تھی۔ اسکے چہرہ پر ہمیشہ ایک دلآویز روحانیت کا جلوہ رہتا تھا۔ اسکی آنکھیں جن میں شرم کی متانت اور پاکیزگی کا سرور تھا محبت کا سرچشمہ تھیں۔ اسکی ایک ایک نگاہ ایک ایک حرکت ایک ایک بات اسکے دل کی پاکیزگی اور خلوص کا اثر دل پر پیدا کرتی تھیں۔ جب وہ اپنی شرمگیں نگاہوں سے میری طرف دیکھتی تو اسکی کشش اور اس کی سرگرمی میرے دل میں مد و جزر کا عالم پیدا کر دیتی تھی۔ اُس کی آنکھوں سے روحانی جذبات کی شعاعیں نکلتی تھیں۔ مگر اُس کے لب کلمۂ محبت سے نا آشنا تھے۔ اُس نے کبھی کنایۃً بھی اس اتھاہ پریم کا اظہار نہیں کیا جس کی لہر دل میں وہ خود پرکاہ کی طرح بہی جاتی تھی۔ اُس کی محبت کی کوئی انتہا نہ تھی۔ وہ محبت جس کی منزل وصال ہے۔ محبت نہیں۔ نفس پرستی ہے۔ موہنی کی وہ محبت تھی جو وصال میں بھی ہجر کے مزے لیتی ہے مجھے خوب یاد ہے۔ ایک بار جب اس حوض کے کنارے چاندنی رات میں میری گرمجوشیوں سے مخمور ہو کر اُس نے کہا تھا۔ آہ! وہ آواز ابھی دل پر نقش ہے" وصال محبت کا آغاز ہے انجام نہیں"۔ مسئلہ الفت پر اُس سے زیادہ شاندار۔ اس سے زیادہ رفیع خیال کبھی میں نے نہیں سُنا۔ وہ محبت جو نگاہوں سے پیدا ہوتی ہے اور مفارقت سے شاداب ہوتی ہے۔ وہ ہوا کے ایک جھونکے کو بھی برداشت نہیں کر سکتی۔ ممکن ہے کہ یہ میری خود سرائی ہو۔ مگر وہ محبت جو باوجود میری کمزوریوں کے موہنی کو مجھ سے تھی۔ اُس کا ایک قطرہ بھی مجھے سرمست کرنے کے لئے کافی تھا میرے دل میں اتنی وسعت ہی نہ تھی۔ مجھے حیرت ہوتی تھی کہ مجھ میں یہ کون سا وصف تھا۔ جس نے موہنی کو جذبۂ الفت سے بیخود کر دیا تھا۔ جسامت۔ حُسن اخلاق۔ جوہر مردانگی یہی وہ اوصاف ہیں جن پر محبت نثار ہوتی ہے۔ مگر میں ان میں سے ایک پر بھی ناز نہیں کر سکتا۔ شاید میری کمزوریاں ہی اس سوزِ الفت کا باعث تھیں۔

موہنی میں وہ ادائیں نہ تھیں جن پر رنگیلی طبیعتیں فدا ہو جایا کرتی ہیں۔ ترچھی چتون۔ نگاہ ناز۔ دلآویز تبسم۔ زبان شوخ۔ اُن کا یہاں وجود نہ تھا۔ مگر جس طرح چاند کی مدھم خوشگوار روشنی میں کبھی کبھی پھواریں پڑنے لگتی ہیں۔ اُسی طرح عالم خلوص میں اس کے چہرہ پر ایک حسرت ناک مسکراہٹ جلوہ افروز ہوتی اور آنکھیں آبگوں ہو جاتیں۔ یہ ادا نہ تھی۔ جذباتِ صادق کی تصویر تھی جو میرے دل میں پاکیزہ اُلفت کا ہیجان پیدا کر دیتی تھی۔

(۲)

شام کا وقت تھا۔ دن اور رات باہم بغلگیر ہو رہے تھے۔ آسمان پر متوالی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں اور میں موہنی کے ساتھ اس حوض کے کنارے بیٹھا ہوا تھا۔ روح افزا ہوائیں اور مخمور گھٹائیں گوشۂ دل میں سونے والے جذبۂ الفت کو بیدار کر دیا کرتی ہیں۔ وہ مدہوش سرمستی جو اس وقت ہمارے دلوں پر چھائی ہوئی تھی۔ اُس پر میں ہزاروں بیداریوں کو قربان کر سکتا ہوں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس عالم بیخودی میں ہمارے دل بے تاب ہو کر آنکھوں سے ٹپک پڑیں گے۔ آج موہنی کی زبان بھی ضبط کی بیڑیوں سے آزاد ہو گئی تھی اور اُس کے جذبۂ لطیف میں ڈوبی ہوئی باتوں سے میری روح کو بالیدگی ہوتی تھی۔

یکایک موہنی نے چونک کر گنگا کی طرف دیکھا۔ ہمارے دلوں کی طرح اُس وقت گنگا بھی اُمڈی ہوئی تھیں۔

اس پُرخروش اور ناہموار سطح آب پر ایک چراغ بہتا ہوا چلا جاتا تھا۔ اور اس کا عکس گلستاں تھرکتا اور ناچتا ایک دُمدار ستارے کی طرح صفحۂ آب کو منور کر رہا تھا۔ آہ! اس ہستی موہوم کی کیا بساط تھی۔ کاغذ کے چند پُرزے۔ بانس کی چند تیلیاں مٹی کا ایک دیا گویا کسی نامراد کی آرزوؤں کی تربت تھی جس پر کسی غمخوار نے ترس کھا کر ایک دیا جلا دیا تھا۔ مگر وہ ہستی بےچوں

اس اتھاہ ساگر میں اُچھلتی ہوئی لہروں سے ٹکراتی، گرداہوں سے ہچکولے کھاتی۔ شور انگیز موجوں کو روندتی چلی جاتی تھی۔ شاید جل دیوی نے اس کی ضعیف ہستی پر ترس کھا کر اُسے اپنے آنچلوں میں چھپا لیا تھا۔

جب تک وہ چراغ جھلملاتا اور ٹمٹماتا۔ تھپیڑے والی لہروں سے جھکولے لیتا دکھائی دیا موہنی ٹکٹکی لگائے ایک اندازِ محویت کے ساتھ اُسکی طرف تاکتی رہی۔ جب وہ دائرہ نظر سے دور نکل گیا تو وہ ایک بیتابانہ جوش سے اُٹھ کھڑی ہوئی اور بولی "میں کنارے پر جا کر اس چراغ کو دیکھونگی۔"

جس طرح حلوائی کی صدائے خوشگوار سُن کر بچہ گھر سے نکل پڑتا ہے اور پُر اشتیاق نگاہوں سے دیکھتا اور بے صبر آوازوں سے پکارتا اس خوانِ نعمت کی طرف دوڑتا ہے اسی جوش اور اشتیاق کے ساتھ موہنی ندی کے کنارے چلی۔

باغ سے ندی تک سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔ ہم دونوں تیزی کے ساتھ نیچے اُترے اور کنارے پر پہنچتے ہی موہنی نے فرطِ مسرت سے اُچھل کر زور سے کہا "ابھی ہے۔ ابھی ہے۔ دیکھو وہ نکل گیا۔"

وہ معصومانہ جوش اور انتشار انگیز بے صبری جو موہنی کے چہرہ پر اس وقت نمایاں تھی۔ مجھے کبھی نہ بھولے گی۔ میرے دل میں سوال پیدا ہوا۔ اس چراغ سے اس قدر تعلقِ خاطر اس قدر جذبہ کیوں؟ مجھ جیسا شاعرانہ حس سے عاری شخص اس معمہ کو مطلق نہ سمجھ سکا۔

میرے دل میں وسوسے پیدا ہوئے۔ اندھیری رات ہے۔ گھٹائیں اُمڈی ہوئی۔ دریا طغیانی پر۔ ہوا تُند۔ یہاں اس وقت ٹھہرنا مصلحت نہیں۔ مگر موہنی! وہ پُرشوق بھولے پن کی تصویر۔ اسی چراغ کی طرف آنکھیں لگائے خاموش کھڑی تھی۔ اور وہ چراغ نامشادوں کا توں ہلتا جلتا چلا جاتا تھا۔ نہ جانے کہاں کس دیس کو۔

مگر تھوڑی دیر کے بعد وہ چراغ پھر نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ موہنی نے حسرتناک لہجہ میں پوچھا کیا بجھ گیا ہوگا۔

اور قبل اس کے کہ میں کچھ جواب دوں وہ اس کشتی کے قریب چلی گئی جس پر ہم بیٹھ کر کبھی کبھی دریا کی سیر کیا کرتے تھے۔ اور پیار سے میرے گلے لپٹ کر بولی۔ میں اس چراغ کو دیکھنے جاؤں گی۔ میں دیکھوں گی کہ وہ کہاں جا رہا ہے۔ کس دیس کو؟

یہہ کہتے کہتے موہنی نے کشتی کی رسّی کھول لی۔ جس طرح درختوں کی ڈالیاں طوفان کے جھونکوں سے جھکولے کھاتی ہیں۔ اسی طرح اس وقت یہ کشتی ڈانواں ڈول ہو رہی تھی! دریا کی وہ مہیب وسعت، موجوں کی وہ ڈراؤنی چھلانگیں پانی کی [illegible] اس ہولناک تاریکی میں اس کشتی کا [illegible] کیا اس نامراد کی تلاش میں یہہ کشتی بھی ڈوبے گی۔ مگر موہنی کا دل اس وقت اس کے بس میں نہ تھا۔ اس چراغ کی طرح اُس کا دل بھی جذبات کے وسیع۔ متلاطم۔ پُرشور دریا میں بہا جا رہا تھا۔

ہم کشتی میں بیٹھ گئے اور کشتی لہروں پر جھکولے کی طرح جھولتی چلی۔ آہ! کیسا ہولناک منظر تھا۔ متوالی گھٹائیں جھکتی چلی آتی تھیں گویا دریا سے گلے ملیں گی۔ اور وہ دریائے سیاہ یوں اُٹھتا تھا گویا بادلوں کو چھو لے گا۔ دہشت سے آنکھیں مندی جاتی تھیں۔ ہم تیزی کے ساتھ اُچھلتے۔ کراروں کے گرنے کی آوازیں سنتے۔ سیاہ درختوں کا جھومنا دیکھتے چلے جاتے تھے۔ آبادی پیچھے چھوٹ گئی تھی۔ دیوتاؤں کی بستی سے بھی آگے نکل گئے۔ یکایک موہنی چونک کر اُٹھ کھڑی ہوئی اور بولی "ابھی ہے۔ ابھی ہے! دیکھو بہا جا رہا ہے۔" آنکھ اُٹھا کر دیکھا وہ چراغ جوں کا توں ہلتا جلتا چلا جاتا تھا۔

(۳)

اس چراغ کو دیکھتے ہم بہت دور نکل گئے۔ موہنی نے یہہ راگ الاپنا شروع کیا:۔

(میں ساجن سے ملن چلی)

کیسا دل سوز نغمہ تھا۔ اور کیسی پُردرد رسیلی آواز۔ جذبہ اور رقّت میں ڈوبی ہوئی۔ نغمۂ دل کش میں تخیلات کو بیدار کرنے کی زبردست قوت ہوتی ہے۔ وہ انسان کو عالمِ موجودات سے اُٹھا کر عالمِ خیال میں پہنچا دیتا ہے۔ میری نگاہِ خیال میں اس وقت ندی کی پُرشور لہریں۔ لبِ ساحل کی جھومتی ہوئی ڈالیاں۔ سنسناتی ہوئی ہوا سب متشکل نظر آتی تھیں۔ اور سب کی سب تیزی سے قدم اُٹھائے چلی جاتی تھیں۔ اپنے ساجن سے ملنے کے لئے اشتیاق اور اُلفت سے جھومتی ہوئی ایک نازنین کی دُھندلی۔ خوابی تصویر، ہوا میں، لہروں میں، درختوں کے جھرمٹ میں محوِ خرام نظر آتی تھی۔ اور وہ جاتی تھی۔ ساجن سے ملنے کے لئے۔ اس نغمہ نے سارے منظر پر اشتیاق کا جادو پھونک دیا۔

(میں ساجن سے ملن چلی)

ساجن بَسَت کون سی نگری۔ میں بوری
نہ جانوں۔ نا مجھے آس ملن کی اس سے ایسی

بہت بھلی۔

(میں ساجن سے ملن چلی)

موہنی خاموش ہوئی تو چاروں طرف سناٹا چھایا ہوا تھا۔ اور اس سناٹے میں ایک بہت مدھم رسیلی، خواب انگیز آواز۔ افق کے اس پار سے۔ یا دریا کے نیچے سے۔ یا ہوا کے جھونکوں کے ساتھ آتی ہوئی گوشۂ خیال میں سنائی دیتی تھی۔

(میں ساجن سے ملن چلی)

میں اس نغمہ سے اس قدر متاثر ہوا کہ ذرا دیر کے لئے مجھے خیال نہ رہا کہ کہاں ہوں اور کہاں جا رہا ہوں۔ دل و دماغ میں وہی راگ گونج رہا تھا۔ دفعتًہ موہنی نے کہا " اس چراغ کو دیکھو" میں نے چراغ کی طرف دیکھا۔ اس کی روشنی ماند ہو گئی تھی اور اس کی زندگی ختم ہو چلا تھا۔ آخر وہ ایک دفعہ بھبکا اور گل ہو گیا۔ جس طرح پانی کی بوند دریا میں گر کر غائب ہو جاتی ہے۔ اسی طرح تاریکی کی وسعت میں اس چراغ کی ہستی غائب ہو گئی۔

موہنی نے آہستہ سے کہا:۔

" اب نہیں دکھائی دیتا۔ بجھ گیا۔"

یہہ کہکر اُس نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ جذباتِ درد اُٹھ آئے۔ رقت سے گلا پھنس گیا۔ زبان سے صرف اتنا نکلا:۔

" کیا یہی اس کا منزلِ مقصود تھا؟"

اور آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔

میری آنکھوں کے سامنے پردہ سا ہٹ گیا۔ موہنی کی بیچینی اور اشتیاق، بے صبری اور افسردگی کا راز سمجھ گیا۔ اور بے اختیار میری آنکھوں سے بھی آنسو کے چند قطرے ٹپک پڑے۔ کیا اس پُرشور، پُرخطر، طوفانی سفر کا یہی منزل مقصود تھا۔

(۴)

دوسرے دن موہنی اُٹھی تو اُس کا چہرہ زرد تھا۔ اُسے رات بھر نیند نہیں آئی تھی۔ وہ طبعًا شاعرانہ جذبات کی عورت تھی۔ رات کے اس واقعہ نے اُس کی دردمند، ذکی الحس طبیعت پر بہت اثر کیا تھا۔ ہنسی اُس کے ہونٹوں پر یوں ہی بہت کم آتی تھی، ہاں چہرہ شگفتہ رہتا تھا۔ آج سے وہ شگفتگی بھی رخصت ہو گئی۔ ہر دم چہرہ پر ایک حسرت سی چھائی رہتی اور باتیں جگر پاش رقت آمیز ہوتی تھیں۔ میں اس کے دل کو ان خیالات سے دور رکھنے کے لئے کئی بار ظرافت آمیز قصے لایا۔ مگر انہیں اُس نے کھول کر بھی نہ دیکھا۔ ہاں جب میں گھر پر نہ ہوتا تو وہ شاعری کی تصنیفیں دیکھا کرتی۔ مگر اس لئے نہیں کہ اس کے پڑھنے سے کوئی لطف حاصل ہوتا تھا۔ بلکہ اس لئے کہ اسے رونے کے لئے کوئی خیال مل جاتا تھا۔ اور وہ اشعار جو اس زمانے میں اس نے کہے سوز و گداز کے نغمے ہیں۔ کون ایسا بشر ہے جو انہیں پڑھکر اپنے آنسو روک لے گا۔ وہ کبھی کبھی اپنے اشعار مجھے سُناتی۔ اور جب میں لذتِ درد سے وجد میں آ کر داد دیتا تو مجھے اُس کی آنکھوں میں روحانی مسرت کا نقشہ نظر آتا تھا۔ ظرافت اور رنگینی ممکن ہے بعض طبیعتوں پر اثر پیدا نہ کر سکے۔ مگر وہ کون سا دل ہے جو سوز کے جذبات سے پگھل نہ جائیگا۔

ایک روز ہم دونوں اسی باغ کی سیر کر رہے تھے۔ شام کا وقت تھا اور چیت کا مہینہ۔ موہنی کی طبیعت آج شگفتہ تھی۔ بہت دنوں کے بعد آج اُس کے لبوں پر مسکراہٹ کی جھلک دکھائی دی تھی۔ جب شام ہو گئی اور پورن ماشی کا چاند گنگا کی گود سے نکل کر اوپر اُٹھا۔ تو ہم اسی حوض کے کنارے بیٹھ گئے۔ یہہ مولسریوں کی قطار اور یہہ حوض موہنی کی یادگاریں ہیں۔ چاندنی میں انبساط آئی۔ اور چہل پہل ہونے لگی۔ آج طبیعت کی فرحت نے اس کے حُسنِ صبیح کو چمکا دیا تھا۔ اور اُس کی دل آویز شرارتیں مجھے مخمور کئے دیتی تھیں۔ میں کئی بازیاں کھیلا اور ہر بار ہارا۔ ہارنے میں جو لطف تھا وہ جیتنے میں کہاں۔ سرخوش ہونے میں جو لطف ہے وہ چھکنے اور متوالے ہونے میں نہیں۔

چاندنی خوب چھٹکی ہوئی تھی۔ یکایک موہنی نے گنگا کی طرف دیکھا۔ اور مجھہ سے بولی " وہ اُس پار کیسی روشنی نظر آ رہی ہے۔" میں نے بھی نگاہ دوڑائی۔ چتا کی آگ روشن تھی۔ لیکن میں نے ٹال کر کہا۔ ملاح کھانا پکا رہے ہیں۔

موہنی کو یقین نہ آیا۔ اُس کے چہرے پر ایک حسرتناک مسکراہٹ دکھائی دی۔ اور آنکھیں آبگوں ہو گئیں۔ ایسے دل خراش نظارے اس کے ذکی الحس اور دردمند دل پر وہی اثر پیدا کرتے تھے جو لُو کی لپٹ پھولوں کے ساتھ کرتی ہے۔

تھوڑی دیر تک وہ خاموش بے حس و حرکت بیٹھی رہی۔ پھر غمناک لہجہ میں بولی:۔

" منزلِ مقصود پر پہنچ گیا!"

پریم چند

لذّت

انسان کی سب سے بڑی خواہش کیا ہے۔ سب سے بڑی نہیں تنہا خواہش۔ محض خواہش؟ لذّت کا حاصل کرنا۔ دین کا ہو یا دنیا کا ہر عمل لذت کے لئے ہوتا ہے۔ چھوٹے بڑے ادنیٰ اعلیٰ غرض ہمارے ایک ایک فعل کی بنیاد لذّت پر ہے۔ ایک ایک فعل میں یہ جذبہ کام کر رہا ہے۔ لذّت نہ ملے تو ماں بچہ کا پالنا چھوڑ دے۔ باپ اولاد کی خاطر روپیہ کمانے کی تکلیفیں کیوں اُٹھائے۔ تم کھانے سے ہاتھ کھینچ لو۔ جینا وبال نظر آنے لگے۔ نسلیں بڑھنی موقوف ہو جائیں۔

لذّت کی آج تک دو قسمیں ہم نے سنی ہیں۔ جسمانی اور روحانی۔ جسمانی کے دو ٹکڑے اور کر لو۔ یا روحانی کے سہی۔ یا جسمانی اور روحانی کے درمیان کی ایک اور شئے سمجھ لو۔ اور اس کا نام رکھو غلبہ۔ تو لذّت کی اب تین حالتیں ہو گئیں۔ ایک وہ جو کل انسانوں میں مشترک ہے۔ جیسے پیٹ بھرنے کی لذت۔ مس کرنے کی لذت۔ سونگھنے کی لذت۔ سُننے کی لذّت۔ دیکھنے کی لذّت۔ دوسرے غلبہ۔ غلبہ کی تلاش بھی درحقیقت اسی نسبت سے ہوتی ہے کہ اس کی مدد سے پیٹ بھرنے۔ مس کرنے وغیرہ کی لذتیں بہ آسانی مل سکتی ہیں۔ مثلاً بادشاہ یا امیر رئیس بننے کو اس واسطے جی چاہتا ہے کہ بہترین اغذیہ۔ حور وش نازنین۔ لطیف خوشبوئیں۔ سُریلی آوازیں۔ تزک و احتشام قبضہ میں آجائیں اور بے غل وغش اُن کے مزے لوٹو۔ مگر بعض اوقات غلبہ کی کیفیت مستقل ہو جاتی ہے اور صرف اسی میں اتنی محویت رہتی ہے کہ آراستہ دسترخوان۔ اور بنی سنوری عورتیں ہیچ دکھائی دیتی ہیں۔ تیسری لذّت روحانی ہے۔ حساب کے کسی مشکل سوال کا صحیح جواب نکال کر غور و فکر کے بعد اُس کا کوئی اچھا نتیجہ پا کر جو لطف میسر آتا ہے اگر وہ پائیدار اور دائمی ہو سکے تو ہفت اقلیم کی شہنشاہی اس کے سامنے کچھ بھی نہیں۔ محمد ابراہیم ذوقؔ نے ایک شعر کہا اس وقت وہ گرمی کے سبب فقط تہمد باندھے یا پائجامہ پہنے ہوئے تھے۔ انہیں اپنی اس ہیئت کذائی کا بالکل احساس نہ رہا اور اسی طرح بادشاہ بہادر شاہ کے سامنے پہنچ گئے۔ یہ کتنی خلاف آداب حرکت تھی۔ لیکن بادشاہ کے سامنے پہنچنے سے قبل ان پر ایسا حال طاری تھا کہ بادشاہ اور شہنشاہ کے تعلق کی لذت اس پر قربان کر دی۔ بادشاہ کے سامنے پہنچکر وہ ناقص حال ختم ہو جاتا اور خلعت دینے کے بجائے بادشاہ غضب ناک ہو کر قتل کا حکم بھی صادر فرما دیتے تو اس حال کی لذّت قتل کے حکم اور خود قتل سے بے پروا اور بے خبر رکھتی۔ .... مومن خاں کا بازاروں میں اپنا کلام پڑھتے گزرنا مشہور ہے۔ لوگوں نے انہیں "دیوانہ" سمجھا۔ مگر وہ اس لذّت کی منزل سے نکل چکے تھے جو "فرزانہ" بنکر پیدا ہوتی ہے۔ ایک صفحہ سیاہ کر کے ہم نے بس اس قدر بتایا کہ لذّت کی تمنا ہمارے رگ و پے میں طاری و ساری ہے اور ایک لذّت دوسری لذّت پر غالب آسکتی ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ لذّت غلبہ ہی لذّت حیوانی پر یا لذّت روحانی ہی لذّت غلبہ پر غالب آئے۔ بلکہ اکثر و بیشتر اس کے برعکس تجربہ ہوتا ہے۔ روحانی لذتوں کی خاطر غلبہ کی لذّت کو کم لوگوں نے لات ماری ہے اور حیوانی لذّتوں کا انہماک تو لذائذ روحانی اور غلبہ دونوں کی طرف نہیں چلنے دیتا۔

پھر وہ کون سی صورت ہے جس سے لذّت لذّت میں فرق محسوس ہو اور اعلیٰ لذّت کو ادنیٰ لذّت کی وجہ سے برباد کرنے کی بجائے ادنیٰ لذّت کو اعلیٰ لذّت پر نثار کیا جائے اور نثار کی ہوئی لذّت بھی ہاتھ سے نہ چھوٹے۔ وہ بھی آخر کار اعلیٰ لذّت کا جزو قرار پائے۔ اس کے لئے درستی طبیعت درکار ہے۔ وہ چیز چاہئے جسے فراست مومن بولتے ہیں۔ دیکھو عام حیوانی لذّتوں کا کیا رنگ ہے۔ ایک حبشی یورپ کی حسینہ کو پسند نہیں کرتا۔ تم مسی ملے دانتوں اور پان سے سرخ ہونٹوں پر جان دے رہے ہو۔ کسی انگریز سے شامی رنگ کی بابت پوچھو۔ ہندو قسائی کی دکان کے پاس جاتے ڈرتا ہے۔ ہم گوبری کی ہوئی زمین پر کھانے کے برتن نہیں ٹکاتے۔ رندوں سے دریافت کرو کہ شراب میں کیا لطف ہے۔ معنی یہ ہوئے کہ لذّت مناسبت طبع پر منحصر ہے۔ ہاتھ لگلگی جگہ نہیں پڑنا چاہتا۔ اور نہ سخت پتھر کے مساس سے خوش ہوتا ہے۔ اس تو اسکی تنگ وہ ہے جو اسکے مناسب ہے۔ معدہ کا مرغوب غذا سے عمدہ مٹھائی پہنچے گی بخار میں جی ساغر و ساقی سے بھی جا لگتا ہے۔ تم چین میں جا بسو تو اسی ناک سے نفرت ہو جائیگی۔ گانڈ ہی کی

محبوب بنانے سے پہلے گاندھی کیسا ذلیل تھا۔ تہذیب یورپ کا اثر دل سے ہٹتے تو شعائر اسلامی کی قدر ہو۔ جذا سے خیال نے ڈاڑھی کو چہرے سے نمودار کر دیا۔ اونچے کوٹ انگرکھوں اور جبّوں سے بدل گئے۔ دیسی اونٹوں کے نصیب جاگ اُٹھے۔ تم امر حق کے جاننے کا ارادہ کرو امر حق آگے آ کھڑا ہوگا۔ لذّت الذّت میں تمیز کرنے لگو گے اور اُن سب کو ترتیب وار پا سکو گے۔ کبھی کبھی امر حق تمہیں اپنی جانب متوجہ کرتا ہے افسوس تم غیر حق کی مانند اُسکے پیچھے نہیں ہو لیتے۔ اگر تم غیر حق کی طرح اُسکا پیچھا کبھی پکڑو تو وہ کبھی غیر حق کی طرح جھٹ کر رہ جائے۔ تمہاری بدبختی ہے کہ جب نیکی کا خیال تمہارے ذہن میں آتا ہے چونکہ بدیوں میں گھرے ہوئے ہو کوئی نہ کوئی بدی درمیان میں حائل ہو جاتی ہے نیکی کے خیال کو عملی جامہ نہیں پہننے دیتی۔ ایک دفعہ مصمّم اور پختہ ارادہ کر لو اور اتنے نہیں جتنے بدی میں اُٹھائے ہیں بلکہ صرف ایک قدم اُدھر اُٹھاؤ۔ خدا کے دس قدم تمہاری سمت بڑھیں گے اور تمہیں نیکی کرنے کی دس گنی طاقت دیجائیگی۔ دوسرے پر بیس گنی تیسرے پر تیس گنی ایک بار کا صحیح انکشاف کافی ہے اس کے بعد پردے اُٹھتے ہی جاتے ہیں۔ جو ایک علم میں کامل ہو گیا اُسپر دوسرے علم بھی سہل ہونگے۔

(۲)

یہ بات اوپر بتائی جا چکی ہے کہ لذّت کے لئے جن اسباب کی ضرورت ہے اُن میں ایک "مناسبت" ہے۔ اب ہم دوسرے سببوں کا ذکر کریں گے۔

مناسب طبع اشیاء کے ساتھ انسان کا کیا معاملہ ہوتا ہے؟

انسان اُنکا قرب چاہتا ہے اور اُنکی سعی میں لگ جاتا ہے۔

گویا لذّت کے تین درجے ہیں۔ "مناسبت"۔ "طلب"۔ "وصال"۔ جو ان سب کو طے کر گیا اُس نے مقصود کو پا لیا۔

ہمیں بھوک معلوم دیتی ہے کھانا شروع کر دیتے ہیں اور سیر ہو جاتے ہیں۔ بھوک پیٹ اور غذا کی مناسبت کا نام ہے۔ کھانا کھانا "طلب" اور سیر ہونا "وصال"۔ اسی طرح دنیا کی تمام چیزوں پر غور کر ڈالئے۔ باغ کی سیر کو جی اُٹھتا ہے۔ یہ "باغ کی سیر" اور "جی" کی مناسبت ہوئی۔ گھر سے باغ تک چلے اسے طلب کہئے۔ باغ پہنچے باغ سے وصال ہو گیا۔ اب جتنی مناسبت جیسی طلب اور جس حد کا وصال ہے اُسی قدر راحت۔ لطف، لذّت کا سامنا ہوگا۔ ادنے ہے تو ادنے اعلےٰ ہے تو اعلےٰ۔

روح کے دو متعلق ہیں (۱) اللہ۔ (۲) بدن۔

روح کا بدن سے ایسا ہی تعلق ہے جیسا دیوار کا لپائی اور قلعی سے۔ جسطرح لپائی اور قلعی دیوار کی تکمیل ہے اسیطرح روح کا ذریعہ تکمیل بدن کو بنایا گیا ہے۔ اور روح اور اللہ میں وہ نسبت ہے جو دیوار اور معمار میں ہوتی ہے۔ یعنی روح بدن کی محتاج بہ لحاظ افعال ہے اور اللہ کی باعتبار بقا۔ بدن کی احتیاج بالفعل بھی اللہ کے امر اور اللہ کے منشا سے ہے۔

اب سوچو کہ زید کا باپ زید کی خدمت کے واسطے کوئی نوکر مقرر کرتا ہے۔ زید کو ایک نسبت تو باپ سے ہے اور ایک نوکر سے۔ باپ کے تقرر کی وجہ سے نوکر کا وجود بغرض آرام رہا۔ زید اُسے رکھتا ہے۔ آدمیت سے رکھتا ہے۔ آرام سے رکھتا ہے لیکن اتنی اہمیت کبھی نہیں دیتا کہ باپ کو اُس کی خاطر بھول جائے۔ لہٰذا لذّت حقیقی تو اللہ سے مناسبت پیدا کرنے۔ اُس کی طلب میں گام زن ہونے اور اُسی سے وصال ہو جانے میں ہے کہ وہ بمنزلہ باپ کے ہے اور معمولی لذّتیں بدن سے بھی لی جا سکتی ہیں۔ پر بدن کی حیثیت نوکر کی سی ہے کہ باپ جس وقت ناراض ہوگا اُسے تم سے چھین لیگا۔

پھر ذرا دیکھو تو کہ جو لوگ اللہ کے ہوتے ہیں انہی کو تو دنیا کی لذّتیں بھی میسّر آتی ہیں۔ اور اللہ کا ہونا کچھ نہیں ہے۔ مگر اللہ کی سچّے دل سے اطاعت کرنا۔ اس نے جسے جائز کیا ہے اُسے اختیار کیجئے۔ اور جس سے منع کر دیا ہے اُس سے باز رہئے۔ نکاح۔ غذا۔ لباس۔ مکان۔ دولت۔ حشمت سب شرعاً حلال ہیں۔ ان سے کون روکتا ہے۔ لیکن ہاں تعمیل احکام میں حاکم سے غافل نہ ہونا چاہئے۔ غفلت ہوتے ہی ہر ہر شئے حرام ہو جاتی ہے۔ اور حرام کی بے لطفی جب کُھلے گی جب حلال کا لطف جان جاؤگے۔ گنہگار کا باطن ہرگز ہرگز مطمئن نہیں ہوتا اور لذّت ثمرۂ اطمینان ہے۔ یورپ کا بڑے سے بڑا کافر (گزشتہ زمانہ سے بحث نہیں) چودھویں صدی کے چھوٹے سے نیک مسلمان کے برابر بشاش نہ ملے گا۔ ہاں تم اللہ سے بھی باغی رہو اور بدن کو بھی بیکار کر لو تو بے شک دونوں جگہ گھاٹا ہے خسر الدنیا والاٰخرۃ۔ خر خوش نہ خدا وند خوش۔ افسوس کہ ڈیڑھ دو سو برس سے اسلام کے حاملین کی کثیر تعداد اسی مثل کی مصداق ہے۔ اسلام کا ارشاد تھا کہ دُنیا کو ترک نہ کرنا۔ اُنہوں نے سرے سے دنیا کو بھی ترک کر دیا اور دین کو بھی۔ وہ دونوں جہان کی لذّتوں سے محروم ہیں۔

ہم کہاں سے کہاں نکل آئے۔ سمجھانا یہ تھا کہ لذّت کی ابتدا مناسبت سے ہوتی ہے اور طلب اُسے بڑھاتی ہے اور وصال حاصل لذّت ہے۔ خیر اگلے مہینے سہی۔ انشاء اللہ۔

واحدی

اُردو ہماری زبان

مندرجۂ بالا عنوان سے جناب پنڈت برجموہن دتاتریہ کیفی دہلوی نے جو مقالہ ۱۴ر اکتوبر کی شام کو "یونین ہال" میں پڑھا وہ نہایت مفید معلومات پر مشتمل ہے۔ اس لئے ناظرین کی دلچسپی کے لئے ذیل میں شائع کیا جاتا ہے۔

اللہ بخشے خواجہ میر درد دو مصرعوں میں کتنی گہری نفسیاتی حقیقت بیان کر گئے ہیں۔ فرمایا ہے ؎

اے درد کہوں کس سے بتا راز محبت   عالم میں سخن چینی ہے یا طعنہ زنی ہے!

لیکن حضرات! آج سخن چینی اور طعنہ زنی کے خوف کو ادنیٰ سے طاق پر رکھکر آپ سے دو چار باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ وہ باتیں روکھی پھیکی سہی لیکن دل سے نکلی ہوئی ہیں اور دل سے سننی چاہئیں۔

یہ کھلی بات ہے کہ کچھ مدت سے اُردو ہندی کا معاملہ ایک ہنگامہ خیز معرکہ بن رہا ہے۔ اسوقت اس سے بحث نہیں کہ ایسا کیوں ہوا؟ بحث اس سے ہے کہ اس بارے میں ادبی اور تواریخی واقعات کن امور پر روشنی ڈالتے ہیں؟ سب سے پہلے میں اس سوال پر کچھ تاریخی کوائف اور چند ادبی اور لسانیاتی حقیقتیں آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔

لوگ ہماری زبان کے نام پر اکثر بے موقع طبع آزمائی اور غیر ضروری طوالت سے کام لیتے ہیں۔ میں اس مسئلہ کو چند جملوں میں ختم کر دونگا۔ کہا جاتا ہے کہ جان گلکرسٹ نے صرف ہندوستانی کا لفظ استعمال کیا ہے۔ یہ مانا۔ اگر میرا حافظہ ستم ظریفی نہیں کرتا تو شاید انسائکلو پیڈیا برٹینیکا میں بھی ہندوستانی ہی آیا ہے اور تذکرہ ہے اردو کا۔ ڈنکن فاربس اپنی اردو کی قواعد کا نام ہندوستانی گرمیر رکھتے ہیں لیکن اسی کتاب میں ایک مقام ایسا آیا ہے جو اس امر کو صاف کر دیتا ہے کہ اردو اور ہندوستانی دو زبانیں نہیں۔ یہی صاحب اس گرمر کے حواشی کے صفحہ ۱۴۴ پر لکھتے ہیں "ہندوستانی یا اُردو یا زبان ریختہ" یعنی ہندوستانی اور اردو اور ریختہ مترادف الفاظ ہیں۔ اس کتاب میں تمام قواعد زبان اُردو پر حاوی ہیں۔ رسم پرستی سے کتاب کے نام میں ہندوستانی لکھدیا۔ جان گلکرسٹ کا نام نامی ابھی مذکور ہوا اس نام کا جو تعلق فورٹ ولیم کے کالج اور مطبع سے تھا اسکی صراحت کی ضرورت نہیں۔ ان ہی صاحب کی تحریک سے میر امن مرحوم نے باغ و بہار لکھی جو فورٹ ولیم کے تاریخی مطبع نے چھاپی اور شائع کی۔ اسکے مقدمہ میں میر امن اردو کا ذکر کچھ تفصیل سے کرتے ہیں اور اپنی کتاب کی زبان کو اردو ہی بتلاتے ہیں۔ ایک امر اور قابل ذکر ہے کہ مسلمان اور ہندو مصنف بھی اب سے ایک صدی پہلے اور اس کے بعد تک بھی اُردو کو ہندی کہا کرتے تھے۔ شاہ عالم بادشاہ کے عہد میں ایک صاحب منشی منو لال دہلوی نے ایک کتاب تالیف کی جس میں موضوع کی پابندی سے مختلف شعرا کے اشعار جمع کئے گلستان مسرت اسکے بعد اور اسکو سامنے رکھکر مرتب ہوئی ہے اس کتاب کے دیباچہ میں منشی صاحب موصوف لکھتے ہیں "... انتخاب یا معین اشعار ہندی کہ خالی از آب حیرنگ لطافت محبت ... وابواب کی تفصیل میں فرماتے ہیں "گلدستۂ ہفتم مشتمل بر ہشت گل۔ گل اوّل در میان افراد و قطعات در باعیات ہندی ....." حقیقت یہ ہے کہ اس کتاب میں ہندی کا کوئی چھند ایک دوہا تک نہیں ہے۔ تمام و کمال کلام فارسی ہے یا اُردو۔ اُردو میں میر مصحفی انشا اور معروف تک کا کلام ہے۔ یہ کتاب قدیم نستعلیق ٹائپ میں مسٹر ہنری پرنسپ کی سرپرستی میں چھپی۔ اس ضخیم کتاب کا نام گلدستۂ نشاط ہے۔ بڑی تقطیع کے ۴۰۰ سے زیادہ صفحوں کی ہے اور کتبخانہ میں موجود ہے۔ یہ بھی مطبع فورٹ ولیم سے شائع ہوئی۔

اب یہ قضیہ صاف ہو گیا کہ ناموں کی گڑبڑ سے استدلال فضول ہے ہندوستانی ریختہ اور اُردو وغیرہ ایک ہی زبان کے نام ہیں۔ امپیریل گزٹیئر آف انڈیا مطبوعہ ۱۹۰۷ء میں صرف اُردو کا لفظ ہی استعمال ہوا ہے۔ مختصر یہ کہ وہ سید انشا کی تاریخی تصنیف رانی کیتکی کی کہانی ہو یا جناب آرزو لکھنوی کی فارسی عربی الفاظ سے معصوم غزلیں یہ سب اُردو ہیں۔ ہماری اصطلاح میں ایسی انشاپردازی کو نکھار اردو کا نام دیا گیا ہے —— نام کی نسبت اسی قدر کہنا کافی ہے۔ اب اس پر سرسری نظر ڈالنی ہے کہ اُردو کیونکر بنی اور کون لوگ اسکے بنانے کے زیادہ تر ذمہ دار ہیں؟ یہ بحث بہت طوالت اور تفصیل چاہتی ہے۔ یہاں صرف اتنا کہا جائیگا کہ ہندوستان میں اسلامی حملوں اور فتوحات سے بیشتر اُردو کی داغ بیل پڑجانا قرین قیاس ہے۔ ایک صدی کے قریب زمانہ گزرا کہ منشی قمر الدین نے ایک کتاب مسمیٰ تحقیق اللسان تصنیف کی اس میں لکھا ہے کہ "پیش از سلطنت اسلام نیز رایان و راجگان ہند با سریرآرایان ایران و افغانستان نامہ ہا و مکاتیب بہ زبان پارسی مینوشتند و میخواہند بہ زبان سفیر پارسی می گزاشتند" اسکے ساتھ ہی یہ امر تنقیح بھی نظر میں رکھنا ہے کہ البیرونی نے جو ہندوستان میں پنڈتوں سے سنسکرت پڑھی تو درس تدریس کی زبان کیا تھی؟ کوئی مشترک زبان ضرور ہوگی ورنہ استاد و شاگرد کو درس کے معنی اور مطلب کسطرح سمجھا سکتا۔ اُس زمانہ میں کنڈر گارٹن تو نکلا ہی نہ تھا کہ چرخے اور گھوڑے کی تصویر دکھا کر استاد شاگرد کو سمجھا دیتا کہ یہ ہے چرخا اور یہ ہے گھوڑا اور شاگرد اپنی زبان کا مناسب لفظ اسکے لئے قرار دیدیتا۔ اوپر کا فارسی اقتباس یہ قیاس نہیں یقین دلاتا ہے کہ ہندوستان کے رایوں اور راجوں کے دربار سے جو فارسی مراسلے اور خریطے اسلامی ملکوں کو جاتے تھے وہ ضرور ہندو پرشین سکرٹریوں کے لکھے ہوئے ہونگے کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ ان مراسلوں کی نوعیت سیاسی ہوگی اور انداز تحریر مدبرانہ ہوگا۔ یہ اہم ذمہ داری وہ ہندو دربار غیر ملک کے لوگوں کے سپرد نہیں کر سکتے تھے لابد ہے کہ وہ پرشین سکرٹری ہندو ہی ہونگے اور جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ملک جو محمود غزنوی کے زمانہ میں ہوا ہے فارسی بہت اچھی جانتا تھا تو کچھ ابھی کہا گیا تھا اس کی حد سے بہت آگے پہنچ جاتا ہے۔ ثابت یہ ہوا کہ ہندوستان میں اسلامی تسلط سے پہلے فارسی کا علم کم و بیش تو ضرور تھا بھی تو چند گوئی کی نظموں میں فارسی الفاظ اور

کہیں کہیں فارسی مرکبات ملتے ہیں جو بعض محققوں کو چونکاتے ہیں۔

یہ تو ہوئیں پرانی باتیں جو عہد حاضر کے فقیہ لسانیہ سے مبادیات کا تعلق رکھتی ہیں۔ ہماری اُردو ہندوؤں اور مسلمانوں کے مشترکہ مساعی اور اتحاد کا نتیجہ ہے اسکی تنظیم و تدوین میں ان دونوں فرقوں کی شرکت ہے۔ یہ تنظیم سلطان اور رعایا، حاکمی اور محکومی، افسری اور ماتحتی کی غم سے مبرا ہے۔ وہ ایک مبارک تخم تھا ادبی کل برکتوں اور طوبی کے پیوند کا جو قدرت نے ہندوستان کی سرزمین پر چھینٹے۔ یہاں معاشرت نے انہیں پیوند کیا۔ رواداری نے اسکو تہذیب و تمدن کے امرت سے سینچا اور شائستگی نے اسکی صورت و شاخ تراشی کی۔ حسن سلیقہ اور شعور نفسیاتی نے موافق نشو و نما بہم پہنچائی تب یہ قلمی پودا پروان چڑھا اور پھولا پھلا۔ اب انہی باغبانوں کی نسلیں اگر اس سرسبز نونہال کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا چاہیں تو سمجھ لیجئے کہ یہ کیا بات ہے؟ اس سے آگے میں کچھ نہیں کہوں گا۔

حضرات! آپ قیاس کر سکتے ہیں کہ سب سے بڑا سماجی گناہ کیا ہے؟ وہ ہے سچ بولنا۔ سانچ کو آنچ ہو یا نہ ہو لیکن سادہ دن زندگی میں سب سے برا سچ بولنے والا سمجھا جاتا ہے۔ عربی کا مقولہ الحق مُرّ کبھی تو زیادہ آج درست بیٹھتا ہے مگر میں اس سے نہیں جھجکتا۔ ابھی یہ امر واقعہ پایۂ ثبوت کو پہنچایا گیا ہے کہ اسلامی تسلط کے قریب بلکہ اس سے پہلے ہندو فارسی سے واقفیت رکھتے تھے میں کہتا ہوں وہ ہندو، وہی تھے جنہوں نے مسلمانوں سے مل کر اُردو کی تدوین کی۔ غیر صرفی زبانوں میں مفرد لغات کا باہر سے لیکر داخل کر لینا ایک بات ہے وہ مصدر اور افعال ہیں جو ایک زبان کی صرفی نوعیت اور ادبی حیثیت پر مستقل اثر ڈالتے ہیں سب جانتے ہیں کہ مصدر کی علامت فارسی میں "تن" اور "دن" ہے اور پراکرت اور شورسینی اور اس سے ماخوذ اکثر اپ بھرنش بھاشاؤں میں "ن" اور اسکا ماقبل مفتوح مصدر کی علامت رہی ہے۔ اُردو میں یہ علامت "نا" قرار پائی جسے بعد میں ہندی نے اختیار کیا۔ اس اختراع کے بعد انہوں نے مصدر سے تمام افعال وضع کئے اور اس میں ملکی اور غیر ملکی مادوں کے ساتھ مساوات کا سلوک ہوا مثلاً بخشنا، خریدنا، بدلنا، فرمانا، وغیرہ مصادر جو فارسی اور عربی سے ماخوذ تھے انکو اس طرح اپنایا گیا کہ ان میں اور آنا، جانا، لینا، دینا کی حیثیت میں بال برابر بھی فرق نہ رہا۔ اُردو کا یہ اختراع ہندی کو بھی قبول ہوا گسائیں تلسی داس کا ارشاد ہے ؎ تو غریب کو نواز ہوا غریب تیرو۔

نواختن سے نوازنا مصدر بنا لیا اور اس سے نواز صیغہ امر مشتق ہوا۔ اسی کہتے ہیں لسانیاتی تصرف۔ یہ ہے ایک اجنبی لفظ کو اپنانا۔ لہجہ کے فرق کے ساتھ یہ مصرع لسانیاتی نقطۂ نظر سے آجکل کی اُردو زبان میں ہے۔ امر کا یہ صیغہ اور دوسرے عربی فارسی لفظ گسائیں جی کے کلام میں کہاں سے آئے اسکا ذکر آگے آئیگا۔ مصادر اور افعال اسم کے علاوہ بڑی تعداد میں باہر کی زبانوں سے لیے گئے تھے جو ہندو پرانی زبان میں سموئے ہوئے ہیں جسے آپ اُردو کہتے ہیں۔ یہ زبان دیوناگری حروف میں لکھی گئی تو ہندی کہلانے لگی۔ چنانچہ گسائیں جی کی رامائن میں نشان، فوج، نقیری، سہنائی وغیرہ الفاظ ہیں۔ ان سے پہلے کبیر داس اور گرو نانک کے کلام میں وہ اختراعی اور اجتہادی ترکیبیں اور الفاظ کثرت سے ملتے ہیں جو ابتدائی اُردو والوں نے پراکرت اور اپ بھرنش بھاشاؤں سے لیکر سودھے یا بنائے۔ جو فارسی اور عربی لفظ نئی زبان میں آسمائے وہ کام ہے زیادہ تر ان لوگوں کا جو اُدھر عربی اور فارسی جانتے تھے اور ادھر پراکرت اور اپ بھرنش سے واقف تھے ان میں ہندو اور مسلمان دونوں برابر کے حصہ دار ہیں۔

اب یہ سوال اٹھتا ہے کہ اُردو دو قوموں کی میل جول اور دیسی اور بدیسی بانوں کے اختلاط سے پیدا تو ہو گئی لیکن کیا بعد میں بھی ہندو اسکو اپنی زبان سمجھتے رہے اور اسکو استعمال کرتے رہے؟ حضرات! میں اس تنقیح کو جو نہایت اہم ہے گھیم میں رکھنا پسند نہیں کرتا۔ پہلے ہندوؤں میں تبلیغ مذہب تو عرصہ سے بند ہو چکی تھی۔ قریباً دو ہزار برس کے بعد اب پھر تازہ ہوئی ہے اس واقعہ کو نظر میں رکھکر دیکھنا ہے کہ ہندوؤں میں مذہب کی پرچار کے سلسلہ میں اُردو اختیار کی گئی یا نہیں؟ اگر تحقیق سے اسکا جواب اثبات میں ملے تو تسلیم کرنا پڑیگا کہ اُردو کو ہندوؤں نے اپنے ہندو بھائیوں کی دینی ہدایت کیلئے استعمال کیا جس طرح اسلامی تسلط کے ابتدائی عہد میں مسلمان صوفیوں نے نومسلموں کی ہدایت کیلئے اُردو کو برتا۔ انیسویں صدی عیسوی کے اوّل برسوں میں اچھوت اُدّھار اور شدھی جنوں کی تبلیغ یا شدھی کا نام تک کوئی نہ جانتا تھا۔ مگر ۱۸۱۹ء مطابق ۱۲۳۴ھ سمت ۱۸۷۶ بھاگوت کا دسواں اسکند یعنی باب اُردو کی ایک ضخیم مثنوی مسمّی آئینۂ دستور کی صورت میں الہام پذیر ہوتا ہے کئی سو صفحے کی قلمی کتاب میرے کتبخانہ میں موجود ہے۔ یہ مذہبی اور اعتقادی کتاب ایک ہندو اپنے ہندو بھائیوں کیلئے اچھی اُردو نظم میں تصنیف کرتا ہے۔ اس سے بدیہی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ ہندوؤں میں اُردو کہاں تک حاوی و ساری تھی۔ نمونہ کے طور پر ایک جگہ سے اسکے دو چار شعر سُننا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ کرشن مہاراج دوارکا سے اودھو جی کو متھرا بھیجتے ہیں کہ وہ برج باسیوں کو سمجھا دیں کہ وہ مہاراج کے لڑکپن کی لیلاؤں کو بھلا کر جنکی یاد نے انہیں دنیا سے بیزار کر دیا تھا اپنے اپنے کام میں لگیں۔ ملاحظہ ہو ؎

سُنا یہ گوپیوں نے ماجرا جب — تو ہو بیتاب طاقت یک بہ یک سب
چلیں جوں سیل سوئے قاصد یار — کہ تا راز نہاں سے ہوں خبردار
ہوئیں سر گرد اودھو اس روش جمع — کہ پروانہ ہو جوں پیرامن شمع
جو دیکھی سب نے وہ اودھو کی صورت — بہ آب چشم دھو گرد کدورت

مختصر یہ کہ سنسکرت اور ہندی بھاشاؤں کے ہوتے ساتے ہندوؤں نے اُردو کو اوراد و وظائف سے زیادہ احتیاط سے یہ کہئے کہ مذہبی اور ملی تقریبوں سے خارج نہیں کیا۔ شکت چالیسی ایک اُردو کی کتاب استوتر یعنی وظیفہ کی ہے۔ یہ اُردو کے مخمس ترجیع بند کی صنف سے ہے ہر بند کے چار مصرعے ٹھیٹ اُردو میں ہیں اور ترجیع کا مصرعہ "شمس تبریز" چار بار آتا ہے اسکو بیٹے پوجن کے سلسلہ میں وظیفہ یا منتر جاپ کی طرح پڑھتے ہوئے دیکھا ہے اور یہ وہ بیان میں رکھنے کی بات ہے کہ تلسی داس کی رامائن لکھے جانے سے پہلے اسکی کتھا برابر ہو رہی تھی۔ مہا بھارت اور بہت سے پُران اور دوسری مذہبی کتابیں ہندی میں منتقل ہو چکی تھیں لیکن ابتدائی ملت میں دھرم پرچار کی کمی محسوس ہوئی جبتک کہ اُردو سے کام نہ لیا گیا۔ اس ضمن میں منشی شنکر دیال فرحت، منشی رام سہائے تمنا اور رگھو تستر وغیرہم حضرات نہ صرف ہندوؤں کے بلکہ تمام اُردو دنیا کے شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے مہا بھارت، رامائن، گیتا، مہاتم، شو پران، گنیش پران اور جانکی بجو وغیرہ دھرم پستکیں اُردو میں تصنیف اور ترجمہ کیں۔ یہ کتابیں منشی نولکشور کے مشہور عالم مطبع سے چھپکر آجتک شائع ہو رہی ہیں اور ہندوؤں میں ان کو مذہب کی تلقین اور روایات ملّی کے زندہ رکھنے کا زبردست آلہ ہیں۔ ان نظم کی کتابوں کے علاوہ بہت سے اپنشد اور چھوٹے شاستر اور دھرم پال اُردو نثر میں منتقل ہو کر شائع ہوئیں اور آج تک انکی مانگ برابر جاری ہے۔ یہی حال آریہ سماج کے لٹریچر کا ہے یہ سوال بہت بر محل ہوگا کہ اگر اُردو کا ہندو دینیات یا الٰہیات پر کچھ اثر ہے تو اُردو کے معترضین بتائیں اور ثابت کریں کہ ان کتابوں سے ہندو دھرم یا جاتی کی ہانی ہوئی؟ ہندوؤں نے یہی نہیں کیا کہ اپنے دھرم کی کتابیں اُردو میں ترجمہ یا تالیف کیں بلکہ رواداری یہاں تک عمل پیرا ہوئی کہ دوسرے مذہب کے بانیوں اور بزرگ ہستیوں کی شان میں انہوں نے جو کچھ لکھا وہ دوسری جگہ بھی مقبول ہوا۔ منشی سرور جہان آبادی کی نعت اس وقت مولود شریف کی محفلوں میں نہایت خلوص سے پڑھی جاتی ہے اور اتنی ہی دلچسپی سے سنی جاتی ہے۔ یہ سب جانتے ہیں کہ سرور جہان آبادی ہندو تھے اور ہندو ہی مرے۔ جب نعت اور اتنی مقبول عام نعت اُردو میں لکھکر ایک ہندو ہندو دھرم پر قائم رہ سکتا تو پھر یہ خوف کہ اگر ہندو اُردو سے دل لگائیں گے تو ان کو دھرم اور مذہبی روایات کو صدمہ پہنچے گا ایک مریضانہ واہمہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا جس کا علاج نہ حکیم کے پاس ہے نہ لقمان کے ——— آپنے دیکھا کہ اُردو کی تعمیر و تدوین اور ترویج میں ہندوؤں کا کتنا نقد حصہ ہے۔ آپنے دیکھا کہ ہندوؤں کی مذہبی اور ملی کتابیں کس کثرت سے اُردو میں لکھی گئیں اور آپ دیکھتے ہیں کہ بھگوت گیتا کے ایک سے زیادہ منظوم ترجمے اور تفسیریں اُردو نظم و نثر میں ہر سال بلا ناغہ شائع ہوتے رہتے ہیں۔ آپنے یہ بھی دیکھا کہ نعتیہ کلام بھی ہندوؤں کو ہندومت سے برگشتہ نہ کر سکا۔ یہ واقعہ بھی ذہن میں رکھنا ہے کہ ہندوؤں کے اُردو اخباروں کے خصوصی نمبر یعنی کرشن نمبر، گنیش نمبر، دیوالی نمبر وغیرہ میں مسلمان انشا کی لکھی ہوئی چیزیں کتنی ہوتی ہیں۔ اگر کوئی ہندی والا میرے اس کلیہ سے کہ اُردو ہندی کا جھگڑا ... کا علمبردار اس وقت یہاں موجود ہے تو سامنے آکر بتائے کہ جو واقعات ابھی پیش کئے گئے ان میں کونسا

صداقت سے محروم ہے۔ مسلمانوں نے ہندی کی خدمت اور اعانت کی وہ ہندی ساہتیہ کی تاریخ میں عظیم الشان جگہ رکھتی ہے۔ یہی نہیں کہ خانخاناں رحیم اور ملک محمد جائسی اور رس خاں جیسے مستند شاعر اور صاحب تصنیف انہوں نے پیدا کئے بلکہ مسلمان بادشاہوں نے ہندی کی سرپرستی میں تنگدلی کا اظہار کبھی نہیں کیا۔ مثال کے لئے اکبر کے عہد کو جانے دیجئے۔ پکے مسلمان اورنگ زیب کے عہد اور دربار کا حال سنئے۔ کبتا کومدی کے فاضل مصنف نے اپنی کتاب میں جا بجا اردو شاعری کے متعلق انوکھی اور نرالی باتیں لکھی ہیں جو حقیقت سے کوسوں دور اور متعصبانہ حیثیت سے معصوم ہیں لیکن وہ بھی یہ کہے بغیر نہ رہ سکے کہ مشہور ہندی شاعر یعنی بیر رس کا بادشاہ بھوشن کوی کا بھائی چنتامنی کوی اورنگ زیب کے دامن دولت سے وابستہ تھا۔ اُسی کے توسل سے بھوشن کوی مغل دربار میں دہلی پہنچے اور وہیں رہے جب تک کہ دکن پہنچ کر سیوا جی کی خدمت میں باریاب نہ ہوئے (دیکھو کبتا کومدی جلد اول صفحہ ۲۰۰) صاحب کبتا کومدی نے تو صرف ہندی کے ان دو ہندو شاعروں کا ذکر کیا ہے جو اورنگ زیب کے دربار سے متعلق تھے لیکن مسٹر ایف۔ ای کیئی F. E. Keay M. A. اپنی ہسٹری آف ہندی لٹریچر میں لکھتے ہیں "سخت گیر اورنگ زیب جو ہنروروں کے آرٹ اور علوم کا دلدادہ نہ تھا لیکن ہندی کے ہندو شعراء دربار کی اعانت اور سرپرستی سے قطعاً محروم نہیں رہے اور بہت سے شاعر اورنگ زیب اور اسکے بیٹے بہادر شاہ (۱۷۰۷ء سے ۱۷۱۲ء تک) کے دربار سے وابستہ تھے" صفحہ ۴۴۔

جب اورنگ زیب کے دربار میں ہندی کے اور ہندو شاعروں کے لئے جگہ تھی تو اور مسلمان بادشاہوں اور چھوٹی سرکاروں کا تذکرہ اس ضمن میں غیر ضروری ہے۔ یہ تو ہوئی مسلمان بادشاہوں کی پرانے زمانہ کی بات اب عہد حاضر کی سنئے حضرت آرزو کا نام آگے ہی آچکا ہے۔ میرے مکرم جناب نیاز فتحپوری اپنے مغربی اور معرب اسلوب کے لئے بہت بدنام ہیں لیکن وہ بھی جذبات بھاشا کی ترتیب کے بغیر چین نہ پاسکے اور ابھی کچھ مہینے ہوئے ہندی شاعری کے مختلف موضوعوں سے متعلق جو انہوں نے ایک سالم نمبر اپنے رسالۂ نگار کا وقف کردیا۔ اس امر کی ساطع دلیل ہے کہ مسلمان ہندی سے نافر نہیں ہیں۔ عثمانیہ یونیورسٹی اس نزاع کے علمبرداروں کی آنکھ میں بہت کھٹکتی ہوگی مگر اسکا نصاب تعلیم دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ حیدرآباد میں جہاں اُردو ایک لازمی مضمون درس ہے وہاں اُردو کے ساتھ ہندی بھی بطور اس کے رکن اساسی کے موجود اور اس میں شامل ہے۔

دوسری طرف بھی یا پایا جاتا ہے کہ ہندی اور ہندی والوں نے سرد مہری اور بے اعتنائی کا سلوک ہرگز نہیں۔ منشی پریم چند جنکا ابھی سرگباش ہوا اور جنکی بے وقت وفات کا ہم سب کو بیحد افسوس ہے۔ اردو میں افسانہ نویسی کے موجد ہیں۔ انہوں نے نہ صرف یہ کیا کہ اُردو میں افسانہ کو ترقی دیکر رہے بلکہ ہندی کی صحافت کا بھی پایہ بلند کیا۔ میرے دوست جناب ساحر دہلوی اپنی بزم ادب کے عظیم الشان اُردو مشاعروں کیساتھ ہندی کوی سمیلن بھی منعقد کیا کرتے ہیں یہ واقعات بدیہی ثبوت ہیں اس امر کا کہ اُردو والے ہندو ہوں یا مسلمان انکا سلوک ہندی سے معاندانہ ہرگز نہیں لیکن دوسری طرف سے جو کچھ ہو رہا ہے بیان کا محتاج نہیں ؎

تو شعار یاری و رسم روا داری نمی دانی — ہمیں دل میتوانی برد و دلداری نمی دانی

اگر ہم اُردو ادب پر ایک اچٹتی ہوئی نظر بھی ڈالیں تو واضح ہوگا کہ اُردو کے شعراء نے خاص ملکی یعنی ہندوستانی میں کہونگا ہندوانی روایات اور تلازموں کو اُردو زبان اور ادب سے یہی نہیں کہ خارج نہیں کیا بلکہ انکو رواج دیا اور چمکایا۔ یہ ٹھیک ہے کہ دجلہ اور جیحوں۔ بدخشاں اور مستوں اور فرہاد و مجنوں بھی اردو میں داخل ہوگئے لیکن گھر کی مرغی مرغی ہی رہی اور گھر کا جوگی جوگڑا نہیں بنا گھر کا جوگی اور باہر کا سدھ دونوں یار بن گئے۔ اس ضمن میں سند کے طور پر اُردو کے چند مسلمان شعراء کے کلام سے استفادہ کیا جاتا ہے جو بے محل نہیں ؎

میر

ریگستان میں جاکے رہے یا سنگستان میں ہم جوگی — رات ہوئی جب جاگہ ہمکو ہم نے وہاں بسرام کیا

دل کی تہہ کی کہی نہیں جاتی نازک ہے اسرار بہت — انچھر تو ہیں عشق کے دو ہی لیکن ہے بستار بہت

مصحفی

چھوا آستگیا ہے نقشے بگڑ گئے ہیں — پھر ان دنوں تو میری جوگن سے جھڑ گئے ہیں

جرأت

شاید آجائے کبھی ہاتھ عروس گیتی — اسی امید پہ بیٹھے ہیں ہم آسن مارے

درد دل اس بت بیدرد سے کہیو تو کہے — جاکے یہ رام کہانی تو سنا اور کہیں

رنگین

ہے یہ گھر نکلا یہاں کون بادنگر سے کم — لیک ہے ایک تو بندی کی سہیلی تھہرے

نصیر

تیرے ہی نام کی سمرن ہے مجھکو اور تسبیح — تو ہی ہے ورد ہر اک صبح و شام عاشق کا

معروف

فقیر تخت کے دن آیا جو سفر سے — میں نے جانا کہ بس اب مجھ پہ سنیچر آیا

[illegible]

[illegible] کو — جو خریدار رس بھرے چل گئے اب پونجی رہ گئی ہے

اسیر

چاہئے قسم جو یار تو کیا کیا اٹھائیے — قرآن سر پہ آنکھ سے گنگا اٹھائیے

[illegible]

ہوا دھوپ میں بھی نہ کم حسن یار — کنہیا بنا وہ جو سنولا گیا

کچھ شعر ہم نے پاس کے آگے پڑھے نہیں — کس وقت ہماری پھول ہمیشہ خریدتی نہیں

اردو کیا ہے؟ دو مختلف معاشرتوں۔ دو مختلف مذہبوں۔ دو مختلف کلچروں کے شیر و شکر ہونے اور ارتباط کی یادگار زندہ ہے جو عرب کے مذہب اور ایران کی کلچر کا دنیا کی سب سے قدیم کلچر یعنی آرین تہذیب سے تصادم نہیں۔ اختلاط۔ یہ سب کچھ اپنے آپ ہوا جس وقت ہندوؤں نے فارسی پڑھنا اور اُردو کی نیو رکھنا شروع کیا تھا اسوقت اسلامی حکومت نے مسلمانے کے تاریخی منشا کا سا کوئی فرمان جاری نہیں کیا تھا بلکہ جو کچھ ہوا بالطبع ہوا نتیجہ یہ کہ فریقین اپنے اپنے اعتقاد پر قائم رہکر فروعی اختلافوں اور رسمی تفریقوں کو بھلا بیٹھے۔ تعصب اور عصبیت کی جگہ رواداری اور موالات نے لی۔ رہنا سہنا خوشی اور غمی کی تقریبوں میں شرکت۔ یہ باتیں معاشرت کا روزمرہ ہوگئیں۔ یہ سب اردو اور اردو کے کلاسیکل سکول کی برکت ہے۔ لٹریچر میں دیر و حرم پر وہ سخت دھاوے ہوئے کہ الامان سبحہ و زنار ہوا میں اڑ گئے۔ زہد و تقویٰ کا قتل ہوگیا غرضکہ کیا کچھ نہ ہوا۔ اس میں ہندو اور مسلمان شعراء کا پلہ برابر تھا۔ اور ہم اُردو والے خواہ کسی قوم اور مذہب کے ہوں اب تک اسی رستہ پر چلے جارہے ہیں۔ شعر سے اخلاق اور اخلاق سے کردار متاثر ہوا اور معاشرت نے وہ رنگ پکڑا اور ایک ایسی کلچر پیدا ہوگئی جسکی مثال روما اور یونان کا میل بھی پیش نہیں کرسکتا ——— وہ ہندو ہوں یا مسلمان۔ ہندی والے ہوں یا اُردو والے جو اس ھند سمان رواداری اور ھند ایرانی کلچر کو فنا کرنے کی فکر میں ہیں یقین جانیئے وطن کے بدخواہ اور خود اپنے دشمن ہیں کسی نے خوب کہا ہے۔

فرق کیا واعظ و عاشق میں بتائیں تم کو — اُسکی حجت نہ گئی اسکی محبت نہ گئی

اگر پوچھا جائے کہ پھر یہ گڑبڑ اور شورا شوری کاہے کیوں ہے؟ اسکا مختصر جواب تو یہ ہے کہ ؎

ہر رہ راست خلق از انحراف وضع کج فہمی — وگرنہ ہیچ کس را لغزش گامے نمی باشد

جو لوگ یہ سمجھے بیٹھے ہیں اور اس یقین کے ساتھ کہتے ہوئے ہیں کہ ہندو دھرم قائم نہیں رہ سکتا اگر ہندی لنگوا فرینکا نہ بنے یا جنکا عقیدہ یہ ہے کہ دین اسلام کو صدمہ پہنچیگا اگر اُردو کو ہندی پست کردے تو میں کھلے خزانے کہتا ہوں کہ وہ دونوں غلطی پر ہیں۔ میں ہندی اور ہندی والوں کو دیکھتا اور سنتا ہوں مگر اردو والوں کو سمجھتا ہوں اور بلا خوف اختلاف کہتا ہوں کہ اگر یہ ساٹھ برس میں نے اُردو کے پیچھے اور اُردو والوں میں بے فائدہ ضائع نہیں کئے تو میں جانتا ہوں اُردو والے جو واقعی اُردو کے کفیل اور وکیل ہیں انکو یہ ساف نہیں کہ اُردو کے ساتھ دین اسلام اور ملت بیضا پست ہوجائیں گے انکو اور مجھکو رونا ہے تو یہ کہ اُردو کی مخالفت جس جوش خروش کیساتھ اب شروع ہوئی ہے اور جو منافقانہ پراپیگنڈا کیا جارہا ہے اس کا زہریلا اثر وطنیت اور صدیوں کی بنائی ہوئی کلچر کو ملیامیٹ کردیگا اور ہمارے ہندوستانی تمدن اور معاشرت کی وجاہت کا خون اپنی گردن پر لیگا۔ جمہور کا حال جداگانہ ہے۔ جوش اور جذبہ۔ جوش اور جذبے کی تحریک کیا ہی کرتا ہے۔ دیکھنا تو یہ ہے کہ ثقات کا کیا رویہ ہے اور اب تک رہا ہے کشش بازگشتی یا ردعمل جیسا طبیعیات کا اٹل قانون ہے ویسا ہی اجتماعی نفسیات کا فطرت اور خودداری بیشک انسان کے شعار کا جوہر ہیں اور یہ کہنا بجا ہے ؎

جان ما تاب زہر زلف پریشاں نہ خورد — دل ما آب زہر چاہ زنخداں نہ خورد

حضرات! اُردو کچھ حلوائے بے دود نہیں جسے کوئی چپکے سے نگل جائے۔ اُردو کہئے یا ہندوستانی اسکی جڑیں دور تک پہنچی ہوئی ہیں۔ اس میں اصلاح اور ترمیم کی ضرورت ہے جو ہر زندہ زبان میں ہوا کرتی ہے اور یہ کام ہے ہمارا۔ ہندی کی ترقی سے اُردو والوں کو حسد نہیں لیکن وہ ہندی ہندی تو ہو۔ کانگریس کی مجلس عاملہ نے بہت دانائی کی جو مہاسبھائیوں کے مطالبہ کو رد کردیا۔ اس سلسلے میں مجھے سخت افسوس ہے کہ مہاتما گاندھی کا نام بھی زبان پر آئے بغیر نہیں رہتا۔ بھارتیہ ساہتیہ پریشد کے اجلاس میں جو کچھ موصوف کی ذات بابرکات سے ظہور پذیر ہوا سخت مایوس کرنے والا ہے آپ کی مقدس ہستی وہ ہے جس کی عزت اور محبت ہر ذی ہوش کے دل میں ہے۔ لیکن ؎ بے محبت نہیں اے ذوق شکایت کے مزے۔

وہ ہمارے بزرگ ہیں اسی سے تو یہ کہنا ہے کہ جب انہوں نے اپنی سابرمتی کے آشرم کی بھجناولی مرتب کرنیکا حکم دیا اُسوقت بھارتیہ ساہتیہ کا یہ [illegible] ہنگامہ آرا ہوا کہاں چلا گیا تھا؟ یہ معلوم کرنا دلچسپی کا موجب ہوگا کہ مہاتما جی کے مرحوم سابرمتی آشرم کے بھجنوں کے اس ہندی کے مجموعہ میں [illegible] ۲۰۳ [illegible] کو ہندوستانی زبان دیا گیا ہے۔ باقی [illegible]

ان ۱۰۲ ہندوستانی مجبنوں میں کئی غزلیں بھی ہیں۔ جیسے ؎

ہے بہار باغ دنیا چند روز دیکھ لو اس کا تماشا چند روز

یہ بھی ناگری ہندی میں چھپی ہے۔ اب اگر اُردو کے لفظ سے کسی وجہ سے بے اعتنائی ہو گئی تھی تو بھارتیہ ساہتیہ میں ہندوستانی ہی سے کام رکھتے۔ لیکن ہوا یہ کہ میرے حبیب لبیب مولوی عبدالحق کو یہ شعر پڑھتے ہوئے ناگپور سے واپس آنا پڑا ؎

آپ مجھ ناز ہم اہل نیاز کس طرح نبھتی ہو دیکھا چاہئے

ان سب باتوں کے باوجود ماننا پڑیگا کہ مہاتماجی ہر دل عزیزی کے ساتھ حق پسند ضرور ہیں۔ جب ناگپور کا شرارہ شعلہ بن کر بھڑکنے لگا تو آپ نے صاف فرما دیا کہ ہنگامی فضا کا تقاضا اور بات ہے ورنہ وہ اُردو کے مخالف نہیں اور زبان کے معاملہ میں اُنکا مذہب وہی ہے جو بیس برس پہلے تھا ؏

ہائے اُس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

ہندی نے پچھلے کئی برسوں میں بہت ترقی کی ہے اور ہم یہ دیکھ کر خوش ہیں لیکن اتنا کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ وہ ترقی ہندی کو اصلی تمول اور ادبی ارتقا کی طرف نہیں لیجا رہی ہے۔ یہ میری رائے نہیں بلکہ ان ہندی والوں کی رائے جو اس بارے میں قیادت اور استقاد کی شان رکھتے ہیں۔ میں اشارہ کرونگا اس صدارتی خطبہ کی طرف جو پنڈت پدم سنگھ شرما نے ہندی ساہتیہ سمیلن کے ایک سقت را جلاس میں فرمایا۔ کہ مدت سے کھڑی بولی اور برج بھاشا کے محاسن سے بحث چھڑی ہوئی تھی لوگ پنگل یعنی عروض کے قیود سے آزاد اور برج بھاشا کی جامعیت اور لغزیت سے منکر ہوتے جاتے تھے۔ سمیلن کے صدر شرما صاحب نے سند اور دلیل سے اُن کو معقول کرنا چاہا۔ لیکن لوگ اسی ڈہرے چل رہے ہیں جو انہوں نے اختیار کیا۔

جاننا چاہئے کہ یہ کھڑی بولی ہے کیا چیز؟ یہ کھڑی بولی اصل میں میرٹھ کے ضلع کی بولی ہے۔ یعنی جس زبان میں ولی کا دیوان مرتب ہوا۔ بنارس کی ناگری پرچارنی سبھا کے سکرٹری شیام سندر داس جی اپنی ہندی کتاب مسمّیٰ ہندی بھاشا کا وکاس میں لکھتے ہیں کہ مدتوں اس زبان میں ساہتیہ یعنی ادبی تصنیف کا نام و نشان تک نہ رہا اور وہ امیر خسرو کو اس زبان کا اولین شاعر قرار دیتے ہیں (دیکھو صفحہ ۵۷) اب اس میں سنسکرت کے لغت اور مرکبات بے تحاشا آملے ہیں اور کھڑی سے پڑی یا گڑبڑی بولی بن گئی ہے۔ مہاشہ پدم لال پنا لال شاستری نے اپنی کتاب ہندی ساہتیہ ومرش میں اس زبان کی موجودہ حالت پر منصفانہ روشنی ڈالی ہے ملاحظہ ہو صفحہ ۱۰۳ سے ساور ادھیاپک رام رتن جی اپنی مادھیمک ویاکرن میں یہ لکھتے ہیں:۔

"اُردو والے لکھنؤ اور دہلی کے پریوگتوں کو پرمانک سمجھتے ہیں اور ہندی والے دہلی اور آگرہ کے" (صفحہ ۳۵)

اب حیرانی ہو کہ ہندی سے کون سی زبان مراد لی جائے؟ آیا وہ میرٹھ کے ضلع کی بولی ہے یا وہ زبان جو دہلی اور آگرہ سے تعلق رکھتی ہے۔ آگرہ کی ہندی برج بھاشا ہے۔ اور دہلی کی ہندی بھی برج بھاشا ہے لیکن بانگرو اور شورسینی کا کچھ اصلی رنگ لئے ہوئے۔ بہرحال ساہتیہ جسے کہتے ہیں وہ ان دونوں مقاموں کا برج بھاشا ہی ہے۔ اس پیش کردہ زبان یعنی آجکل کی ہندی گد یعنی نثر کے متعلق عام شکایت سننے میں آتی ہے کہ وہ کس قدر سنسکرت آمیز ہو رہی ہے۔ ہندی پد یعنی نظم کی حالت گد یعنی نثر کی حالت سے بھی خراب بتائی گئی ہے یہانتک کہ ہندی ساہتیہ سمیلن کے اجلاس میں جو مظفرپور میں ہوا اس کے فاضل صدر کو اپنے خطبۂ صدارت میں یہ کہنا پڑا:۔

"ہمارے ہندی کے نوین کویوں کی مت گتی بالکل نرالی ہے۔ وہ کبتا کی کامنی کے وحیرے دھیرے بدل رہے ہیں۔ اپنے ادبھت جھگڑے میں نئے رنگ کی اور نرالی مورت کو ڈھونڈ رہے ہیں یہ ٹھیک نہیں ... کبتا کا

کتنی پر ساسے کبتا کا سنگھار نہیں سنگھار ہو رہا ہے"

صاحب صدر آگے چل کر اُردو سے استفادہ کا مشورہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"سنگھار اسی ڈھنگ سے ہونا چاہئے جس کا نمونہ مہاکوی حالی نے کیا ہے اور جس کے انوسار اُردو کے نوین کویوں نے اپنی کبتا کو سامیکتا کے منوہر سانچے میں ڈھال کر سپھلتا پراپت کی ہے"

آپکو معلوم ہوا جو حالت ہماری نثر اور نظم کی اسوقت ہے۔ یہ زبان کیونکر کل ملک کی زبان ہونے کا دعوے کرسکتی ہے۔ اور کوئی مذاق سلیم اور ادب میں شعور رکھنے والا اُردو کو چھوڑ کر اُسے کس طرح اختیار کرسکتا ہے۔ ہندی کے نقاد اور ادیبوں کی رایوں سے اقتباس اور اُن کے حوالے آگے کافی آچکے ہیں۔ اس بارے میں زیادہ بسط سے کام لینا محض طوالت ہے۔ ظاہر ہے کہ ہماری یعنی ہندوستانی معاشرت اور تمدن کا ہر ادارہ اسوقت معرض انقلاب میں ہے اور انقلاب یعنی پریورتن کوئی مستحکم چیز نہیں ہوا کرتا۔ نہ معلوم اونٹ کس کروٹ بیٹھے اور کل کو کیا صورت پیدا ہو۔ حسن عمل اس کا متقاضی تھا کہ ہندی والے پہلے اپنے گھر کے سدھارنے کی فکر کرتے پھر دوسروں کے گھروں پر شفقت کی نظر ڈالتے مگر افسوس کہ ایسا نہیں ہو رہا ہے۔ کتابوں کی تعداد بڑھانا ایک بات ہے اور زبان میں لسانیاتی قوت اور ادبی وجاہت پیدا کرنا دوسری بات۔ اگر ہمیں کسی زبان کو ہندی رسم الخط کا جامہ پہنانے میں کامیابی ہوگئی تو یہ اتنی بڑی بات نہیں کہ زمین پر پاؤں نہ رکھا جائے۔ سندھی اور بہت اردو رسم الخط میں لکھی جا رہی ہے۔ یہی حال نوے فی صدی پنجابی کا ہے۔ لیکن اردو والوں نے اس پر کبھی افتخار اور فتحیابی کا اظہار نہیں کیا بلکہ وہ ہر عہد میں اپنی زبان کی اصلاح اور ترقی میں لگے رہے۔ اور اب تک اسی میں مصروف ہیں۔ ہندی والے پہلے ان مشوروں پر کاربند ہوں جو اُنہی کے بزرگ ان کو دے رہے ہیں۔ پھر وہ ہندوستان کی کئی سو زبانوں اور بولیوں کی جگہ کا غذاور زبان سے چھین لیں۔ اگر چھین سکتے ہوں تب کہیں اُردو پر منہ آسکتے ہیں اور لنگوا فرینکا کے دعوے دار ہو سکتے ہیں۔

ہمارا لائحہ عمل ان ناگوار عوارض میں کیا ہو؟ اس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں یہ تفصیل بالاجمال مولوی عبدالحق کا نفرنس کے دعوت نامہ میں دے چکے ہیں یہاں کچھ اشارات اب سے پہلے آچکے ہیں اب یہ کہنا ہے کہ یہ دیکھ کر کہ ہندی والے جو ہندی میں سنسکرت کی اندھا دھند بھرمار کر رہے ہیں تو ہم بھی کیوں نہ اُردو میں فارسی اور عربی کی بھرتی کرتے جائیں۔ میں آپ سے اور اُن سے دونوں سے کہتا ہوں کہ ایسا کرنا کسی طرح بھی مستحسن نہیں یہی نہیں بلکہ لسانیاتی خودکشی کی حد تک پہنچتا ہے بلکہ جاننا چاہئے کہ جب ایک زبان کو لپکا پڑ جائے کہ ضرورت بے یا بے ضرورت اپنے لسانی ذخیرے میں تلاش اور پڑتال کی زحمت نہ اُٹھا کر غیر زبانوں سے (یعنی سنسکرت، عربی، فارسی وغیرہ) بلا تصرف الفاظ اور مرکبات لینے کی عادی ہو جائے تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ زبان اپنی تصریفی قوت اشتقاقی استعداد سے محروم ہو جاتی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم اپنی زبان کے سوا اور زبانوں کو اچھوت جان کر درگزر کریں۔ یہ رویہ ہمارے لئے اچھا نہ ہوگا۔ اُردو میں اختراع کے ساتھ تصرف اور تاریخ کی اہلیت اعلےٰ درجہ کی ہے اور اسی کی بدولت یہ زبان زبان بنی۔ اور آئندہ ترقی کرے گی۔ مختصر یہ کہ اپنی انفرادیت قائم رکھتے ہوئے کسب تصرف اور جلب منفعت جو اُردو میں اب تک مسلسل اور عادی اصول رہا ہے اسکے معرض تعطل میں ڈالنا بھی ویسا ہی غیر مفید ثابت ہوگا جیسا اندھا دھند اور بلا تصرف استعمال۔ کسی کا قول ہے ؎

پروانہ چراغ حرم و دیر نہ داند

لیکن وہ کہیں جگنو کو چراغ نہ سمجھ بیٹھے۔

آپ کی بہت سمع خراشی ہوئی۔ اب میں بھی تھک کر خاموش ہوتا ہوں لیکن ہمارا ... ہندی میری ... [illegible]

ایک ترجمہ والا معجزنما قرآن شریف چوتھائی ہدیہ میں

پہلی جنگ عظیم کو بہت عرصہ ہوا کہ ۱۹۱۹ء میں معجزنما ایک ترجمہ والا چھوٹی تقطیع کا قرآن شریف جب پہلی مرتبہ چھپا تھا تو چھ روپیہ ہدیہ تھا۔ خدا کے فضل سے اب بھی ہزاروں جلدیں موجود ہیں جو اس کے شاہد ہیں۔ تدریجاً اس کا ہدیہ کم ہوتا گیا۔ یہ قرآن شریف وہی ہے اور اسی سال چھپ کر آیا ہے۔ اس کے پورے صفحہ کا نمونہ نیچے موجود ہے۔ دیکھئے اور تعجب کیجئے کہ اب یہ قرآن شریف دفتر رسالہ نظام المشائخ سے مجلد صرف ایک روپیہ آٹھ آنہ میں ملتا ہے جو ایڈیشن اول کا چوتھائی ہدیہ ہے۔ لاگت سے کم ہدیہ ہے۔ موقع ہے لوٹ لیجئے۔ پھر یہ قیمت اس قیمت میں کہاں۔ دوستوں کو، اعزا کو، محلہ والوں کو بھی خبر کر دیجئے۔ یقین فرمائیے کہ یہ ہدیہ بار بار نہ ہوگا۔ ذرا اس کی کتابت۔ تفسیر۔ ترجمہ پر نظر ڈالئے اور حساب کر لیجئے کہ ایک روپیہ آٹھ آنے میں یہ قرآن شریف ملنا حیرت میں ڈالتا ہے یا نہیں۔ اس کی تفسیر بڑی تقطیع والے قرآنوں سے بھی زیادہ ہے جو بیس عربی اردو تفاسیر کا عطر ہے۔ ترجمہ بامحاورہ حضرت علامہ اشرف علی صاحب محدث تھانوی کا ہے۔ چھپائی بہت صاف اور اعلیٰ ہے۔ حنا شدہ ہے۔ مجلد ہے۔

وما ابرئ ۱۳ — منزل ۳ — ۳۹۳ — یوسف ۱۲

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَ
پھر جب یہ سب یوسف کے پاس پہنچے تو انہوں نے اپنے والدین کو اپنے پاس (تعظیماً) جگہ دی
قَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۝ وَ
اور کہا سب مصر میں چلئے (اور) خدا کو منظور ہے تو (وہاں) امن چین سے رہئے اور
رَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ
اپنے والدین کو تخت (شاہی) پر اونچا بٹھایا اور سب یوسف کے آگے سجدے میں گر گئے اور یوسف نے کہا
يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۫ قَدْ جَعَلَهَا
اے میرے باپ یہ ہے میرے خواب کی تعبیر جو پہلے زمانہ میں دیکھا تھا جس کو میرے رب نے
رَبِّيْ حَقًّا ۭ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ
سچا کر دیا اور خدا نے میرے ساتھ احسان کیا کہ ایک تو مجھ کو قید سے نکالا
وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ
اور دوسرے یہ کہ تم سب کو جنگل سے یہاں لایا (یہ سب کچھ) بعد اس کے ہوا کہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں
بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ ۭ
کے درمیان میں فساد ڈلوا دیا تھا بلاشبہ میرا رب جو چاہتا ہے اس کی عمدہ تدبیر کرتا ہے
اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ
بلاشبہ وہ بڑے علم اور حکمت والا ہے ف۱ اے میرے پروردگار تو نے مجھ کو سلطنت کا
الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ
حصہ دیا اور مجھ کو خوابوں کی تعبیر دینا تعلیم فرمایا [illegible] اے آسمانوں
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۣ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَ
اور زمین کے پیدا کرنے والے! تو میرا کارساز ہے دنیا میں بھی اور
الْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ۝
آخرت میں بھی [illegible] اور مجھ کو خاص نیک بندوں میں شامل کر دے ف۲

ف۱ جو اللہ کے احسان تھے ان کو ذکر کیا اور جو تکلیف تھی اس کو شیطان کی طرف منسوب کیا تاکہ بھائیوں کو صدمہ نہ ہو اور بھول سنایا اگلے مذہب میں سجدہ کرنا آپس کی تعظیم تھی فرشتوں نے آدم کو سجدہ کیا تھا اللہ نے وہ رواج اب موقوف کیا وان المسٰجد للّٰہ الآیۃ (سجدوں کو کل حقوق خدا کیلئے محفوظ ہیں) اس وقت پہلے رواج پر چلنا ایسا ہے کہ کوئی بہن سے نکاح کرے کہ آدم کے وقت ہوا تھا ۱۲ موضح القرآن ف۲ یوسف کو سترہ برس کی عمر میں بھائیوں نے کنوئیں میں ڈالا اور چالیس برس تک باپ سے بچھڑے رہے چوبیس برس تک حضرت یعقوب کیساتھ مصر میں رہے حضرت زلیخا سے نکاح ہوا جن سے دو لڑکے ایک لڑکی ہوئی یعقوب کی وفات کے بعد تیئیس برس زندہ رہے غرض کچھ اوپر سو برس کی عمر ہوئی جب دنیا کی تکلیف راحت بچھڑوں کو ملنا اور ماں باپ کا ملنا اور بہت سے دوستوں کے انتقال کے انقلابات آپ پر گذر چکے تو اب دنیا سے دل اٹھ گیا اور خدا سے دعا کی کہ تو نے مجھ کو حکومت دی بادشاہ مصر کا مختار کل بنایا خواب کی تعبیر کا علم دیا اور بہت کچھ احسان کئے اب تو مجھ کو ایمان کے ساتھ اٹھالے اور ان نیک لوگوں میں جن سے ملنے کی مجھ کو آرزو ہے ملادے اس کے چند روز بعد آپ کا انتقال ہو گیا حسن و عقیدت کی وجہ سے اہل مصر نے آپ کی نعش کو سنگ مرمر کے تابوت میں بند کر دریائے نیل کے وسط میں ایک ٹیلے پر دفن کیا تاکہ اس کی برکت سے نیل کے ذریعہ تمام مصر سیراب ہوتا رہے یوسف نے بنی اسرائیل کو ہدایت کی تھی کہ جب خدا کے وعدے کے مطابق تم مصر سے شام کو جاؤ تو میرے تابوت کو اپنے ساتھ لیجا کر یعقوب کے پاس دفن کرنا جب چار سو برس بعد موسیٰ مصر سے بنی اسرائیل کو لیکر چلے تو آپ کے تابوت کو بھی اپنے ساتھ لیتے گئے اور حضرت یعقوب کے پاس دفن کیا یعقوب کا بھی جب مصر میں وفات کا وقت آیا تھا [illegible] شام [illegible] ابراہیم کے پاس دفن کرنا چنانچہ یوسف نے ایسا ہی کیا [illegible] آپ کے بھائی حضرت

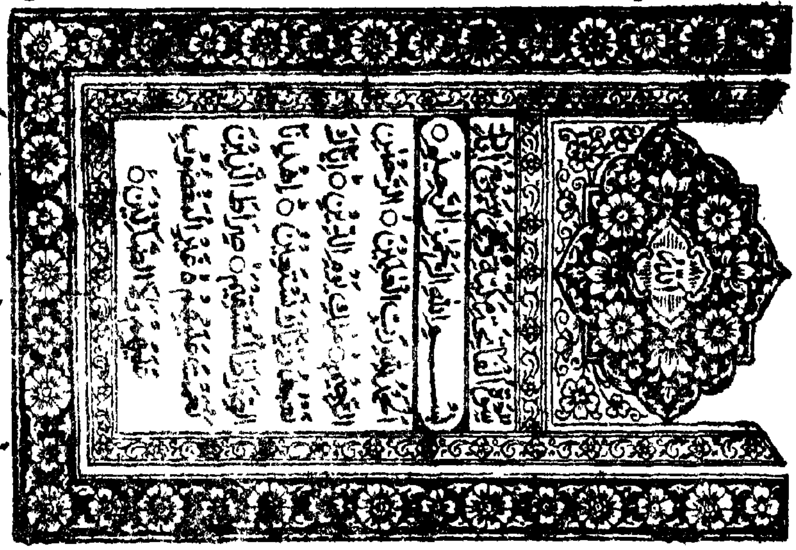
ایک ہزار صفحے سے زائد ضخامت ہے ابتدا میں ایک بسیط مقدمہ ہے جس کے پانچ حصے ہیں (۱) حضرت آدم سے لیکر تمام پیغمبروں کی سوانح عمریاں اور ان کی امتوں کے حال۔ اسلام سے قبل عرب کی تمام قدیم قوموں کی تاریخ ہے۔ اور رسول کریم صلعم کی پیدائش سے لیکر وفات تک کی مفصل سوانح عمری اور ان تمام لڑائیوں کی تفصیل جو کفار نے آپ کے خلاف لڑیں۔ بعد میں خلفائے راشدین کے کامل حالات۔

حصہ دوم میں فضائل قرآن اور حصہ سوم میں تمام خاندانوں کے سینہ بسینہ اعمال قرآنی درج ہیں۔

ہدیہ بلا جلد	ایک عدد	عہ/
[illegible] پشتہ	ایک عدد	[illegible]
مجلد چرمی کامل نقرئی کار		[illegible]
بلا جلد	۵ جلد	چھ روپے
مجلد چرمی پشتہ	۵ جلد	[illegible]
مجلد چرمی کامل	۵ جلد	[illegible]

اس سے زائد کی رعایت نہیں ۵۰ جلد ریل کے ذریعہ سے منگائیے اور قیمت مقررہ کے علاوہ آٹھ آنے خرچ پیکنگ رجسٹری زائد بھی ارسال کیجئے۔

۸ روپیہ میں فوٹو بلاک پرنٹ بے مثال کارڈ سائز حمائل شریف مجلد



بیگمات شاہان مغلیہ

مسلمان شاہان ہند کی وہ نامور خواتین جن کا اعزاز آج تک تاریخ ہند میں ثبت ہے۔ اس کتاب میں ۴۴ ان شاہی بیگمات اور رانیوں کے حالات ہیں جو اپنی جگہ مخصوص شہرت کی مالک تھیں ان میں حسین زہرہ جبین بھی ہیں شاعرہ اور ادیبہ بھی جری اصف شکن بھی ہیں اور نازو انداز کی پیکر بھی مغنیہ بھی ہیں اور مطربہ بھی اور وہ ماہ پارے بھی ہیں جن کی چاندنی صورت پر سلطنتیں اور راجدھانیاں بھی قربان ہوگئیں۔ بڑی دلچسپ اور شاندار کتاب ہے۔ اور مراد صاحب کی بیش بہا تالیف ہے۔ قیمت دس آنہ ۱۰؍ محصول ڈاک ۴؍

بیگمات شاہان اودھ

مغلیہ خاندان کی عشرت زائیاں تو کمال پر تھیں لیکن شاہان اودھ نے بھی اس سلسلہ میں کوئی کسر نہیں کی۔ اس میں چند نازنینان لکھنؤ کے حالات ہیں جنہوں نے اپنے حسن صورت کی بدولت محلسرائے شاہی میں بار پایا اور اپنی چاندنی مورت کے پجاری شاہان اودھ کو اپنی زلف گرہ گیر کا اسیر کیا۔ اس کتاب کے ذریعہ محلات شاہی کی عشرت انگیزیاں عیاں ہوتی ہیں اور لکھنؤ کی قدیم معاشرت کا اندازہ ہوتا ہے بہت دلچسپ کتاب ہے۔ اس کا دام معمولی ہے۔ قیمت دو روپیہ آنے ۱۰؍ محصول ڈاک ۲؍ کل ۱۰؍

بڑی سوانح غوث پاک

حضرت پیر دستگیر کی ایسی سوانحعمری کسی زبان میں آج تک شائع نہیں ہوئی۔ یہ مولانا شریف احمد صاحب مراد مارہروی کی مایہ ناز تالیف ہے جو مولانا نے سالہا سال کے مطالعہ کے بعد لکھی ہے اور واقعتاً اس قابل ہے کہ ہر قادری بھائی اسکو حرز جان بنائے ہم نے یہ خصوصیت اس کتاب میں رکھی ہے کہ اس کو تقریباً لاگت پر فروخت کرنیکا ارادہ کرلیا ہے۔ بشرطیکہ عقیدتمندان غوث پاک حوصلہ افزائی فرمائیں اور زیادہ سے زیادہ اس کی اشاعت کریں کاغذ چھپائی کتابت بہت عمدہ۔ ضخامت ۴۰۰ صفحات قیمت مجلد ۱۲؍ محصول ڈاک ۱۰؍ کل ۱۴؍

صابر بیبیاں

مؤلفہ آثار سعید حضرت مولانا مولوی احمد سعید صاحب کی تازہ تصنیف ہے مؤلف ممدوح نے اس کتاب کو لکھکر عورتوں پر بڑا احسان کیا ہے آجکل کی عورتیں بہت بے صبر ہیں اور اسوجہ سے ان کی خانگی زندگی بہت بے چینی گزرتی ہے۔ اس میں حضرت آسیہ حضرت مریم اور ام المومنین کے علاوہ صدہا دیگر خواتین کے صبر کے حالات ہیں اس سے نہ صرف حکایتوں کا لطف ملتا ہے بلکہ ہزارہا مسائل عورتوں کو معلوم ہو جاتے ہیں۔ ہر مرد اپنی بیوی کو یہ کتاب پڑھادے یا سنادے تو اس کے گھر کی بہت سی خامیاں دور ہوجائیں ۲۶۰ صفحات۔ قیمت بارہ آنہ ۱۲؍

کائنات بیتی (حصہ اول)

اس میں چاند۔ سورج۔ آسمان۔ فضا۔ خاک۔ بڑکے بیج۔ خالی آبخورا۔ لوٹا۔ تلوار۔ تیروتبر۔ برچھی۔ خنجر۔ زرہ۔ ڈھال۔ بندوق۔ پستول۔ قلم۔ چھاپنے کی مشین۔ کپڑا سینے کی مشین۔ ریل کی سڑک۔ سگنل۔ ریل کا گولہ ٹکٹ چھاپنے کی مشین۔ ترازو۔ خطرہ کی زنجیر۔ لفٹ۔ ٹھیلہ۔ ٹیلیفون۔ تاربرقی۔ ٹریم۔ موٹرکار کا انجن۔ کدال۔ پھاوڑہ۔ بسولی۔ کرنی۔ آری۔ بیڑی۔ رندہ۔ گراموفون۔ کیس۔ نل۔ ٹنکی۔ ڈول۔ سوئی۔ قینچی۔ گھاس کی قینچی۔ ہل کی پھالی۔ کھرپا۔ استرہ۔ سن کے بیلن۔ کپڑا کاٹنے کی مشین۔ ورانتی۔ موچی کے اوزار۔ مچھلی کے شکار کے کانٹے وغیرہ وغیرہ غرضکہ کل کائنات کی بیتی نہایت دلچسپ اور عارفانہ مضامین ہیں۔ مصنفہ مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب مدظلہ۔ قیمت چودہ آنہ ۱۴؍ علاوہ محصولڈاک

دھلی کے نامور مولوی شمس العلماء ڈپٹی نذیر احمد مرحوم کے ترجمہ والا بجید مشہور قرآن مجید

جس کا ہدیہ کبھی کم بھی ہوا ہے تو پانچ روپے سے کم نہیں ہوا۔ اب ہمارے ہاں سے نصف ہدیہ یعنی ڈھائی روپے میں ملیگا

یوں ہی تعجب نہ کیجئے بازار میں جائیے اور کسی تاجر سے دریافت کیجئے کہ مولوی نذیر احمد صاحب کے ترجمہ والا قرآن مجید کتنے کا ہے۔ اول تو ملے گا ہی دشواری سے۔ پھر دام پوچھئے تو کوئی آٹھ کہے گا۔ کوئی دس۔ شاید ہی کوئی پانچ روپے بتائے۔ تب آپ کو صحیح تعجب ہوگا۔ چھوٹی تقطیع کا قرآن ہے جو آٹھ انچ لمبا۔ ۵½ انچ چوڑا ہے

ترجمہ عام فہم اور شیریں زبان ہونے کی وجہ سے ۴۸ سال سے مقبول ہے۔ لیکن ہر گھر میں اس لئے نہیں پہنچ سکا کہ اس کا ہدیہ بہت تھا۔ اس میں ترجمہ کے علاوہ تفسیر بھی بہت بڑی اور عام فہم ہے۔ اب تو ہر شخص جو آسان اردو زبان میں قرآن شریف پڑھنا چاہتا ہے۔ یہ قرآن مجید ہمارے دفتر سے منگائے۔

ھدیہ
فی جلد
ڈھائی روپے (۲/۸) محصول ۱۲/

بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۚ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا	ہم مسلمان صرف تین فرقوں کو اہل کتاب مانتے ہیں سب سے پہلے یہود کو کہ ان کے پیغمبر موسٰی پر توریت شریف نازل ہوئی۔ یہود کے بعد عیسائی یا نصاریٰ کہ ان کے پیغمبر عیسٰی پر انجیل نازل ہوئی۔ پھر آخر میں ہم اہل اسلام کہ ہمارے پیغمبر حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم
خدا کے پیغمبروں میں سے کسی ایک کو بھی جدا نہیں سمجھتے یعنی سب کو مانتے ہیں اور کہہ اٹھتے ہیں کہ اے پروردگار ہم نے تیرا ارشاد سنا اور تسلیم کیا	
غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا	
اے ہمارے پروردگار بس تیری مغفرت درکار ہے اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اللہ کسی پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اسی قدر	

ملنے کا پتہ: منیجر رسالہ نظام المشائخ۔ پوسٹ بکس ۹۰۔ دہلی

حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب مدظلہ کی پسند کردہ مجرّب عملیات کی پانچ کتابیں

مجموعہ اعمال مجربہ سورہ فاتحہ یعنی الحمد شریف کے ان نایاب کمیاب سینہ بہ سینہ عملیات کا مجموعہ جو امام القرونیہ حضرت محی الدین ابن عربی مصنف فتوحات کی اور علامہ بونی مصنف شمس المعارف وحضرت حقی الشاذلی مصنف خزینۃ الاسرار وحضرت مقاتل وغیرہ وغیرہ کے مجرب مقبول ہیں۔ جو تاثیر میں تیر بہدف ہیں۔ ترقی رزق۔ ادائے قرض۔ صحت وتندرستی۔ مقہوری دشمن اور حب تسخیر کمالات ظاہر وباطن اور تمام مقاصد دین کے واسطے اس میں اعمال درج ہیں۔ قیمت ۴/

مجموعہ اعمال مجربہ آیۃ الکرسی مع اسناد وخواص اعمال عجیب نادر ونایاب کتاب ہے۔ ہمیشہ اس کا عامل فائز المرام رہا۔ آیۃ الکرسی کے صد اعمال اس میں درج ہیں۔ خدا کے فضل سے سب تیر بہدف۔ ائمہ کرام و بزرگان سلف کے مختلف طریقوں سے مجربہ ہیں۔ مشکل بھی اور آسان بھی۔ ایسی بیش بہا کتاب اور قیمت ۴/

مجموعہ اعمال مجربہ سورہ مزمل مع موکل وطریقہ ادائے زکوۃ جس میں اعمال سورہ مزمل شریف کے عجیب غریب ہیں۔ آپ حیرت کریں گے کہ اعمال سورہ مزمل شریف میں بزرگانِ دین نے کیا کیا وصف رکھا۔ اسی کتاب میں سورہ واقعہ کے عمل بھی ہیں۔ محبت۔ عداوت۔ کشائش رزق۔ ترقی درجات۔ حصول روزگار۔ حل مشکلات قیمت ۲/

مجموعہ اعمال مجربہ سورہ یاسین نو ترمیم با موکل مع طریقہ زکوۃ۔ فقراء کے پاس اگر کوئی ایک عمل بھی ہوتا ہے تو لوگ جنگلوں میں مارے مارے پھرتے ہیں۔ پھر بھی کوئی اگر کسی کے کوئی عمل ہاتھ آگیا تو گویا بادشاہت مل گئی۔ اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ لوگ علم سے نامانوس ہیں۔ ورنہ کتابوں میں کیا کچھ نہیں۔ یہ مجموعہ سورہ یاسین ہی منگا کر تجربہ کیجئے۔ جدید ایڈیشن۔ قیمت ۵/

مجموعہ اعمال مجربہ سورہ اخلاص باموکل وطریقہ ادائے زکوۃ وخواص۔ ہر قسم کے اعمال مجربہ اَللّٰهُ الصَّمَدُ مع طریقہ زکوۃ۔ وہر کام کے واسطے ترکیب صلوۃ التسبیح ونماز مغربی واعمال حصین کہف شریف با موکل مع زکوۃ وغیرہ وغیرہ ہر کام کے واسطے از حضرت محبوب سبحانی شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ العزیز درج ہیں۔ اس پر ہر عمل مجرب اور تیر بہدف ہے۔ بستہ کام اللہ کے فضل سے فوراً کھل جاتا ہے قیمت بھی بہت ہی کم یعنی چار آنے (۴/)

سب کتابیں ملنے کا پتہ:۔ منیجر رسالہ نظام المشائخ پوسٹ بکس ۹۰ دہلی

عورتوں کے میلاد نامے میلاد اکبر۔ کہ بڑا مشہور میلاد نامہ جس کی والہانہ نظمیں زبان زد خلائق ہیں۔ انداز بیان بہت ہی دلچسپ ہے۔ جا بجا [illegible] کے [illegible] مطالعہ کی کتاب ہے۔ قیمت ۶/ نور ایمان۔ یہ خاص عورتوں کی زبان میں ہے۔ بہت دلچسپ انداز ہے۔ [illegible] چھپائی ہے۔ موٹا قلم ہے۔ نظمیں۔ نعتیہ غزلیں بڑی زوردار ہیں۔ عورتوں کے لئے صد [illegible] ہیں۔ یہ میلاد عورتوں کی مجالس میں بہت ذوق وشوق سے [illegible] اور یکجا مجلد ہیں اور دونوں کی قیمت ۱/ محصول ۸/ ملنے کا پتہ:۔ منیجر رسالہ نظام المشائخ پوسٹ بکس نمبر ۹۰ دہلی

مکمل باورچی خانہ

کھانا پکانے کی سب سے بڑی کتاب ۲۰۰ صفحے کی ضخامت جس میں ۵۰ وضع کی روٹی ۴۰ وضع کے سالن ۲۰ وضع کے پلاؤ ہر قسم کی مٹھائی ۵۰ وضع کی ترکاریاں بیسیوں وضع کے آچار مربے چٹنیاں اور تقریباً ۲۰ وضع کے انگریزی کھانے۔ اس کے علاوہ اکثر ایسے اطریقل چٹنیاں نمک سلیمانی اور امرت دھارا وغیرہ جس کی ہر گھر میں ضرورت ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں بیماروں کے کھانے ہر مذہب کے سی طرح اس میں درج ہیں۔ قیمت مجلد صرف ۲/ محصول ڈاک ۹/

اُستاد مرغی خانہ

یہ جدید الطبع مرغیوں کی تجارت اور ان کی پرورش سکھانیوالی ۲۰۰ صفحہ کی کتاب ہے اور اس میں ۴۴ مضامین ہیں علاوہ مرغیوں کی پرورش کے کبوتر بطخوں کی پرورش و تجارت کی راہیں بھی اسی کتاب کے ذریعہ کھلتی ہیں یہ تمام پچھلی کتابوں سے بہتر کتاب ہے کیونکہ اس کا ہر بیان تجربہ کے بعد لکھا گیا ہے اس میں ان مرغیوں کے حالات بھی ہیں جو سنہ ۱۹۲۰ء سے اس وقت تک ہر نئی قسم کی ولایت سے آئی ہیں یا جدید مخلوط النسل ہیں۔ تمام بیماریوں کے علاج ہیں اور یہ ہر موسم وار ترتیب پرورش ہے۔ قیمت عہ/ محصول ۸/ کل ۱عہ/

کریم اللغات

فارسی زبان کے ۴ ہزار الفاظ کے لغات کی سستی کتاب۔ آپکو خبر بھی نہیں ہوتی اور روزمرہ بول چال میں کتنے الفاظ ایسے ہیں جو باوجود روزمرہ کے بولنے کے بھی انکے معنوں سے واقف نہیں اور بعض مرتبہ انکا محل استعمال غلط ہوتا ہے اور پڑھے لکھے لوگوں میں جب اسکی وجہ سے خفت ہوتی ہے تو بڑا غصہ آتا ہے اتنی بڑی بات کیلئے ذرا سی تکلیف گوارا کیجئے۔ جدید کریم اللغات منگا کر اپنے مطالعہ میں رکھئے۔ دو چار مہینوں میں آپ کی بول چال تقریر نہایت موزوں و برجستہ ہو جائیگی

۲۰۰ صفحات۔ قیمت ۱/ دس آنہ محصول ۶/ کل ۱عہ/

چھ سو اولیائے کرام

کے حالات ان کی کرامات ان کے خوارق ان کی تعلیمات ان کی والہانہ تبلیغ اسلام ان کے اسرار باطنیہ ان کی اہمیت کا انکشاف اس کتاب سے ہوتا ہے اس کا نام بھی تذکرۃ الاولیاء ہے۔ یہی وہ کتاب ہے جس میں اکابر اولیاء اللہ کے حالات ہیں جو اس میں ہندوستان کے بھی ہیں اور شام کے بھی حجاز کے بھی ہیں اور یمن کے بھی قریب کے بھی ہیں اور بعید کے بھی۔ یہ کتاب خدا رسیدہ لوگوں کا مجلّی آئینہ ہے۔ بڑی تقطیع کے ۸۰۰ صفحات۔ قیمت مجلد صرف ڈیڑھ روپیہ محصول ڈاک ۱۱/ کل دو روپے تین آنے

اندلس کی شہزادی

جب مسلمانوں کی خانہ جنگیوں نے اندلس کی حکومت کو ان سے چھنوایا اور عیسائیوں نے چھین لیا اس وقت بھی ان کا کیرکٹر یہ تھا کہ وہ اپنے وطن سے رفا نہیں کرتے تھے۔ جبکہ ایک دوسری عیسائی سلطنت نے اس پر حملہ کیا تو انہوں نے وطن عزیز کی خاطر ملکہ پر جان قربان کر دی جہاں عیسائی سپاہ چڑھے تھے وہاں ایک جرواہے نے ملکہ اندلس کی جان بچائی۔ تاریخی افسانہ ہے دلچسپ لٹریچر ہے کیونکہ مولانا راشد الخیری مرحوم کی بہترین تصنیف ہے قیمت آٹھ آنہ محصول چھ آنے

نماز کے پورے مسائل

ایک ہی جگہ سب کتابیں مل سکتے ہیں تو وہ رکن دین ہے جس کے پڑھنے سے نماز کی ذرہ ذرہ کیفیت معلوم ہو جاتی ہے اور کوئی چھوٹے سے چھوٹا مسئلہ بھی ایسا نہیں ہے جس کا ذکر اس کتاب میں نہ ہو غرض نماز پڑھتی ہے تو یہ کتاب بھی ضرور منگائیے ایک مرتبہ پڑھ لینے کے بعد آپ نماز کے ہر چھوٹے بڑے مسئلہ سے واقف ہو جائیں گے کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اس سے کیجئے کہ ہر سال دس ہزار چھپتی ہے۔

یہ ایڈیشن مصنف نے بعد نظرثانی خود چھپوایا ہے ۳۵۰ صفحات۔ قیمت مجلد ۱۰/

قاعدہ یسرنا القرآن

قرآن شریف پڑھانیکا وہ مقبول عام اور مشہور قاعدہ جو ہر سال میں تین چار لاکھ ہدیہ ہوتا ہے اور جو مدارس اسکی خوبیوں سے واقف ہیں وہ اسی کو منگاتے ہیں بہت ہی آسان قاعدہ ہے اس میں سب سے بڑھکر کتنا بڑی خوبی ہے یعنی نقطے زیر زبر پیش اور حروف مرکبات کے پہچان لینے کے بعد پھر قرآن شریف پڑھ لینے میں ذرا بھی دقت نہیں ہوتی مصنف کا دعویٰ ہے کہ یہ قاعدہ پڑھ لینے کے بعد صرف چھ مہینے میں بغیر استاد کی مدد کے بچہ پورا قرآن شریف پڑھ لیتا ہے ۴۴ صفحات فی جلد ۳/ فی درجن ایک روپیہ کے آٹھ

مناجات مقبول

۱۵۰ صفحے کی مجلد کتاب ہے مترجمہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب دعاؤں کی مقبول کتاب ہے۔ اول سات دن کی اردو و نظم میں بہت ہی موثر مناجاتیں ہیں دعا کی حکایتیں پھر قرآن شریف سے سات دن کی اولیاء کرام کی مجرب دعائیں ہیں جن کو مولانا اشرف علی صاحب نے جمع کیا ہے پھر استعاذہ منزل پھر دعائے بعد استعاذہ و شجرہ امدادیہ نظم مترجم درود شریف منظوم مترجمہ مولوی اشرف علی صاحب بہت موثر انداز میں بیان کی گئی ہیں۔ لاکھوں مسلمانوں کے زیر عمل ہیں۔ قیمت مجلد ۶/ محصول ۶/

چار تعلیم نسواں

عورتوں اور بچوں کے لئے بے نظیر اخلاقی و مذہبی سیٹ ۱۔ اصحاب پاک کی صفتیں یعنی پیغمبروں کے حالات مقدس عورتیں مشہور خواتین ۳۲ صفحات ۲۔ اللہ کے احسانات بہشتوں کے قصے مقدس عادات کا زمانے عورتوں کی خصوصیات مذہبی سوالات۔ اسلام۔ قرآن۔ موسم کے حالات زمین سو آگنے والی چیزیں اور اخلاقی سبق ۴۴ صفحے۔ ۴۔ تعلیم طریقہ زندگی۔ لباس۔ زیور۔ خانہ داری دیانت۔ صحابیات کا طریقہ زندگی۔ یہ چاروں کتابیں ۵۶ ۲ صفحات کی ہیں اور ایک جگہ مجلد ہیں۔ قیمت صرف ۱/ محصول ۶/

اُستاد انگریزی

مع ٹیبل رائٹنگ۔ از جناب پروفیسر سید احمد مندی ایم اے۔ بی۔ ٹی۔ ایس۔ سی۔ اس کتاب میں دس باب ہیں ب علم الصوت یعنی انگریزی حروف کیونکر بولے جاتے ہیں ب صرف و نحو یعنی فقرے کیونکر بنتے ہیں ب زمانہ متعلق فعل کی مشق کرائی جاتی ہے ب لغت پڑھانا ب فقرے بنانا اور سمجھنے کے اصول ب روزمرہ کی بول چال ب مثالیں اور مضمون ب ترجمہ کرنے کی صورت ۹ اُردو سے انگریزی بنانا ب خط و کتابت صرف اسی کتاب سے تھوڑے عرصہ میں انگریزی آجاتی ہے قیمت بارہ آنہ ۱۲/ محصول سات آنہ ۷/

آمنہ کا لال

اُردو زبان کا سب سے بہتر مولود شریف حضرت علامہ راشد الخیری مرحوم کی تصنیف جسکا کئی سال سے انتظار تھا۔ اب پڑھی لکھی عورتوں کی مجالس میلاد میں یہی کتاب پڑھی جاتی ہے اور وہ اپنی غیر مسلم سہیلیوں کو بڑے ذوق سے یہ کتاب سناتی ہیں کیونکہ ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ہے کہ جو خلاف عقل کہا جا سکے اسلئے تعلیم یافتہ مرد بھی بہت ذوق سے اسکا مطالعہ کرتے ہیں۔ نثر کیساتھ نظمیں بھی ہیں۔ آمنہ کے لال میں مولانا ممدوح کا بہترین لٹریچر ہے۔ آمنہ کے لال میں واقعات کا انتخاب بہت صحت سے ہوا ہے قیمت ایک روپیہ محصول ۶/ کل ۱عہ/

مسدس حالی

عالم اسلامیہ ہند میں تہلکہ ڈالدینے والی کتاب ہے جس کے متعلق سرسید مرحوم نے کہا تھا کہ خدا کے سامنے صرف یہی کتاب لے کر جاؤں گا یہ مسدس اسلام کی جوشیلی تاریخ ہے اور مدو جزر اسلام ہے لاکھوں سے زائد چھپی اور فروخت ہوئی زیر اشتہار ایڈیشن اعلیٰ کاغذ اور چھوٹی تقطیع کا ہے۔ ابتدا میں ایک بڑا دیباچہ ہے جس میں گویا شرح مسدس ہے اور خواجہ الطاف حسین حالی کی سوانح عمری ہے بچوں کو یہ مسدس یاد کرایا جائے تو ان میں ابتدا سے جوش اسلامی پیدا ہوتا ہے

ضخامت ۲۰۰ صفحات

قیمت مجلد ۱/ عہ آنہ

محصولڈاک ۲/ چھ آنہ

سب کتابیں ملنے کا پتہ:- منیجر رسالہ نظام المشائخ پوسٹ بکس ۵۲ دہلی

بہشتی زیور مدلل مکمل مجلد

نہایت اعلیٰ فقہ حنفیہ کا پورا نصاب ہے۔ اس میں گیارہ حصے ہیں حصہ اول۔ ا۔ ب۔ ت وغیرہ۔ حصہ ۲ وضو طہارت اور نماز کے مسائل حصہ ۳۔ زکوٰۃ۔ روزہ۔ حج۔ قربانی۔ حصہ ۴ طلاق نکاح۔ مہر۔ ولی۔ عدت حصہ ۵ معاملات حقوق۔ معاشرت زوجین حصہ ۶ اصلاح باطن تہذیب اخلاق۔ حصہ ۷۔ اصلاح رسوم مروجہ شادی و غمی حصہ ۸ نیک بیوماں اور حکایتیں حصہ ۹ ضروری اور مفید علاج حصہ ۱۰۔ دنیاوی ہدایتیں۔ حصہ ۱۱۔ مردوں کے لیے خاص خاص مسائل بمصنفہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی یکجا مجلد۔ ضخامت ۹۰۰ صفحات قیمت مجلد ۲ محصول ۱۴

تین مذہبی کتابیں

۱۔ چھبیس پیغمبروں کے حالات بہت آسان زبان میں تاکہ سب بچے۔ عورتیں۔ کم پڑھے لکھے مرد آسانی سے پیغمبران دین کے حالات سے مطلع ہو جائیں۔ ۹۰ صفحات۔ ۲ اقوال الرسول۔ بچوں اور عورتوں اور کم پڑھے لکھے مردوں کے لیے صحاح ستہ کی منتخب ترجمہ احادیث صحیح ترجمہ۔ فوائد و ذکر کی باتیں ۹۶ صفحات ۳ عقائد نسفی۔ حجۃ الاسلام امام محمد غزالی کی کتاب العقائد کا بہت آسان ترجمہ قابل مترجم نے بڑی فلسفی بحثوں کو ایسے آسان طریقہ سے ترجمہ کیا ہے کہ بچے اور لڑکے بھی سمجھ لیں۔ قیمت اصلی ہر سہ مجلد ایک روپیہ عمر رعایتی صرف دس آنے ۱۰ علاوہ محصول۔

اسلامی میاں بیوی

۳۱۲ صفحے کی عجیب و غریب کتاب ہے اور حسب ذیل ۱۴ باب ہیں جن کے ماتحت سوا دو سو مضامین ہیں جو اسلامی میاں بیوی کی زندگی کے متعلق ہیں۔ عورت کی حیثیت۔ عورت کی ملکیت۔ مذاہب عالم اور عورت حیات ازدواجی کی تعریف مختلف ممالک کی رسوم مناکحت شادی بیاہ کی مختلف انواع۔ عقد واحد کی تاریخ کثیر الازدواجی ایک مرد کیلئے ایک عورت۔ اسلام میں طلاق۔ پردہ اور عورت طریقہ انتخاب نکاح و شادی۔ عورت کی اہمیت اور زوجین کی نا اتفاقی۔ یہ بالکل نئی کتاب ہے۔ ناپسند ہونے پر فوراً واپس کر دیجئے۔ قیمت ۱۲ محصول ۶

محرم نامہ

حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب نے اس کتاب میں اپنے خاص انداز تحریر میں کربلا کے دلدوز واقعات کو لکھا ہے۔ جن کے پڑھنے سے کلیجہ منہ کو آتا اور آنکھیں بے اختیار اشکبار ہو جاتی ہیں۔ کتاب کے اندر حضرت امام حسینؑ کی زندگی کے مختصر حالات بھی لکھے گئے ہیں۔

قیمت ایک روپیہ عہ

علاوہ محصول ڈاک

یزید نامہ

از حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب مدظلہٗ (۵) صفحے کی کتاب ہے۔ لکھائی، چھپائی صاف۔ کاغذ اعلیٰ درجہ کا۔ اس میں حسب ذیل بیانات ہیں: بنی امیہ کی دنیاوی تلواریں دین کی گردن پر۔ انہوں نے جو کچھ مدینہ میں کیا۔ قاتلان حسینؓ سے انتقام اور مختار کی حکومت۔ ابن زیاد کا انجام۔ نسرط اللہ کیا چیز تھی۔ محمد حنفیہ کی حراست۔ مختار کی شہادت مصعب بن زبیرؓ کی شہادت۔ عہد بنی امیہ کی ندمسری تو اس حضرت زیدؓ کی شہادت۔ امیر معاویہؓ کا حال۔ یزید کا حال معاویہ بن یزید۔ مروان بن الحکم۔ عبد الملک۔ حضرت عمر بن عبد العزیز بن عبد الملک ہشام بن عبد الملک۔ ولید بن یزید۔ یزید بن ولید وغیرہ تمام شاہان بنی امیہ کا حال اور اموی سلطنت کا خاتمہ۔ قیمت عہ۔ علاوہ محصول

سعادت الکونین

واقعات کربلا کے پڑھنے سے پہلے اس کتاب کا مطالعہ ضروری ہے تاکہ آپ کو یہ معلوم ہو سکے کہ کربلا کے واقعات اتنی اہمیت کیوں رکھتے ہیں اور تاریخ اسلام میں کربلا کی داستان کیوں تاریخ کا جزو اعظم ہے۔ اس کتاب میں حضرات حسینؓ کے وہ فضائل درج ہیں جو صحیح احادیث اور صحابہؓ کے آثار میں پائے جاتے ہیں اور جن کو پڑھتے ہی ہر شخص بول اٹھے گا کہ کربلا کے میدان میں خاندان رسالت کا قتل حقیقت میں تاریخ اسلام کا ایک ایسا واقعہ ہے جس کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ اور جس کی ذمہ داری سے قاتلان حسینؓ کی جماعت کبھی بری الذمہ نہیں ہو سکتی۔ قیمت ایک روپیہ عہ

علاوہ محصول ڈاک

سیرۃ الحبیبؐ

یہ مولوی فاضل محمد عبد التواب صاحب کی تصنیف ہے۔ مولوی صاحب ممدوح نے قرآن شریف سیرۃ و تاریخ احادیث صحیحہ سے نہایت آسان اور سلیس اردو میں ترجمہ کرکے حضور پر نور کے واقعات زندگی کو سلف صالحین کے طریقہ عجیب دلکش پیرایہ میں مسلسل طور پر قلمبند کیا ہے احادیث و آیات کیا تو ہی بالمقابل تراجم و حوالے نقل کئے ہیں۔ بنوجہ علمائے کرام نے اس کے آسان عام فہم ہونے نیز صحیح و مستند ہونے کی بنا پر اس کی بہترین حد تک تعریف کی ہے اور نہایت عمدہ تقریظیں لکھی ہیں۔

قیمت بارہ آنے ۱۲

محصول ڈاک ۴ کل ۱

الفاروق الاعظمؓ

خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ کی وہ معتبر لائف جو ملک کے نامور مورخ علامہ شبلی نعمانی نے قلمبند کی ہے یہ کتاب جہاں ایک مقدس سیرت ہے وہاں اسناد کے لحاظ سے بھی یکتا ہے۔ اس کے دو حصے ہیں حصہ اول میں آپ کا نسب۔ اسلام لانا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد پر جاں نثاری فداکاری اور تمام ان فتوحات کا ذکر ہے جو آپ کے عہد میں ہوئیں۔ اور دوسرے حصہ میں آپ کی ذاتی قابلیت حسن انتظام اور قسمہا ئے حکومت کا قیام اور آپ کے نجی حالات ہیں۔ ضخامت ۴۰۴ صفحات

قیمت ۱۲ محصول ۶

مابعد حسینؓ

اردو زبان میں نئی نوع کی نئی کتاب جو صد ہا مستند کتابوں سے ماخوذ ہے آج تک کوئی کتاب اردو زبان میں اس موضوع پر نہیں لکھی گئی۔ حالات شہادت امام سننے کے بعد جو کیفیت اہل ایمان کے دلوں کی ہوتی ہے اس کی ہزاروں رونیوالی آنکھیں گواہ ہیں اور دل سے خود بخود نکلنے میں اس کی سوزش کم کرنے کے لئے یہ کتاب لکھی گئی ہے جس کو قاتلان حسینؓ کا انجام پڑھ کر کچھ تو تسکین جگر کرنے والوں کا کلیجہ ٹھنڈا ہو۔ اس کتاب کے لکھوانے میں بڑا صرف ہوا ہے اسلئے کہ قاتلان حسین کے حالات بڑی مشکل سے فراہم ہوسکے ہیں ۲۴۴ صفحات

قیمت عہ علاوہ محصول ڈاک

استاد عربی

اب تو اکثر مدارس میں داخل نصاب ہے اور متعدد اساتذہ نے نہ صرف اسکی تعریف کی ہے بلکہ اسکو بہترین کتاب بتایا ہے۔ اگر آپکو یہ شوق ہو کہ آپ اپنے رسول پاک کی زبان سے واقف ہو جائیں اور خدا کے سب سے مقدس فرمان قرآن کو اپنی مادری زبان کی طرح پڑھنے لگیں تو اس کتاب کو منگا کر رکھ لیجئے اور تھوڑا تھوڑا پڑھ لیجئے۔ انشاء اللہ چند ماہ میں آپ کو عربی پڑھنی آجائیگی۔ اور آپ محنت کریں صرف دو ماہ میں خاصی اچھی عربی جان جائیں۔

کتابیں ملنے کا پتہ — منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی [illegible]

اُستادِ تحریر

مدارس کے طلبہ اور اساتذہ کیلئے اور ان لوگوں کے لئے جو اپنی تحریروں میں زور پیدا کرنا چاہتے ہیں بہترین کتاب ہے اور اسقدر ہر دلعزیز مقبول ہوئی کہ اب اس کے کامیاب ہونے کے متعلق شبہ نہیں رہا۔ اس میں تحریر کے تمام پہلوؤں کو نمایاں کر کے مشاہیر اور فصیح اہل قلم کی تحریروں [illegible] ثابت کیا ہے اور [illegible] [illegible] کو تلمبند کیا ہے اور یقین ہے کہ اس کتاب کو ذہن نشین کر لینے کے بعد آپ کی تحریر میں وہ سب دلکشیاں پیدا ہو جائیں گی جو مشاہیر میں ہوتی ہیں۔ قیمت صرف ۶ر محصول ۶ر

اُستادِ تقریر

جادو بیانی وہ ہنر ہے جس نے لاکھوں بگڑی ہوئی لڑائیوں کے رخ پھیر دیئے۔ ٹھنڈے مجمع کو شعلہ بار اور بکھرے ہوئے تند لشکر کو برف کر ڈالا۔ جادو بیانی کوئی نعمت نہیں [illegible] آپ کے الفاظ [illegible] [illegible] بن سکتے ہیں اور ہر ایک [illegible] دل میں گھر کر سکتا ہے۔ کتاب جادو بیانی منگایئے اسکو پڑھئے۔ اس کی ہدایتوں پر عمل کیجئے اور دیکھئے کہ دنیا کے ساحر خطیبوں کا انداز بیان کیا تھا۔ تھوڑے دن میں متعلقہ دوستوں میں مشق کیجئے پھر میدان میں باہر نکلئے۔

یہ کتاب واقعی جادو ہے۔ قیمت ۶ر محصول ۶ر کل ۱۲ر

فالنامۂ ناصری

ہر کام شروع کرنے سے پہلے احسن طریقہ یہ ہے کہ استخارہ کر لیا کریں تاکہ اسکا انجام اگر تکلیف دہ ہو تو اسکو ترک کر دیا جائے۔ اس میں حضرت شیخ محی الدین ابن عربی کی کتاب استخارہ قرآنیہ کا ترجمہ ہے اور اس کے علاوہ قرأۃ الانبیاء، فالنامہ پیغمبران، فالنامہ اولیائے کرام، فالنامہ غوث الاعظم، فالنامہ دیوان حافظ اور فالنامہ مثنوی شریف شامل کر دیا ہے۔ یہ فالنامہ بہت مقبول ہے۔ اب تک اس میں ایسے ٹھیک جواب ملتے ہیں جو شاید اور فالناموں میں نہوں اسلئے بہت فروخت ہوتا ہے۔

قیمت ۸ر محصول ۶ر کل ۱۴ر

تاریخِ مدینہ

غلامانِ محمدؐ کے لئے ایک نادر کتاب ہے مع فوٹو شہر مدینہ و روضۂ اقدس و نقشۂ حالات مدینہ و مسجد نبویؐ کون مسلمان ہے جسے آقائے نامدار کے شہر مقدس مدینہ کے حالات پڑھنے کا شوق نہ ہو۔ شہر مدینہ کے حالات اخذ کر کے یہ کتاب تیار کرائی ہے حضور اقدس کے عہد مبارک سے لیکر موجودہ سلطان حجاز تک کے تمام حالات کا اجتماع ہے۔

بہت مقبول کتاب ہے قیمت صرف ایکروپیہ ۱عہ محصول ۴ر

تاریخِ مکّہ

یہ وہ بے نظیر کتاب ہے کہ جس سے جزیرۃ العرب کے تمام دکمال حالات معلوم ہو جاتے ہیں۔ یہ اس وادی غیر ذی زرع کی مکمل تاریخ ہے جو امت مرحومہ کے باپ حضرت ابراہیم کا آباد کیا ہوا ہے اور اس خطۂ مطہر مکہ کی تاریخ ہے جہاں اس کے مشائخ اصحاب فیل کو ابابیلوں نے مٹا دیا ہر مسلمان جو قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا ہے۔ اس کتاب میں تاریخ حج و مناسک۔ ذخیرہ کی بھی پوری تفصیل ہے اور خانہ کعبہ فاران۔ صفا۔ مروہ منیٰ۔ چاہ زمزم ابواب مکہ اور ضروری مقامات کے فوٹو بھی ہیں۔ قیمت ۱عہ محصول ۶ر

خطباتِ حیات

حالات حاضرہ کے مطابق ہم نے حال میں شائع کی ہیں اور علمائے اسلام اس پر متفق ہوئے ہیں کہ خطبات حیات کا طرز نگارش علماء کے اختلاف سے بہت بالا ہے کیونکہ ہر خطبہ کی ابتدا میں عربی حمد اور قرآن پاک کی آیات ہیں جن کی تفسیر اردو خطبہ میں ہے خدانے چاہا تو اس خطبہ کے افادہ سے لوگ محسوس کرینگے کہ خطبات حیات مسلمانوں کیلئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے کیونکہ جمعہ کی نماز میں شریک ہونیوالے ہر شخص اُن خطبات کو سنکر اپنے میں ایک نئی زندگی محسوس کریگا ہے اور یہ اسی لئے ہے کہ اس کتاب کا انداز بیان بہت ہی موثر اور دلنشین ہے اور تھوڑے عرصہ میں گیارہ سو زیادہ مسجدوں میں پہنچ چکا ہے قیمت مجلد ۱عہ محصول [illegible] ۹ ضخامت [illegible] صفحات

مقالاتِ غوث پاک

سیدنا غوث الاعظم کے ارشادات و مقالات کی اہمیت حضورؐ کے معتقدین کے لئے جسقدر اہم ہے اور جس قدر قابل تقلید ہے اسکا اقتضا یہ ہے کہ ان تعلیمات و ارشادات کو ہر مسلمان کے گھر تک پہنچا دیا جائے تاکہ حضورؐ کی شخصیت کا اندازہ ہو اس لئے حضرت غوث پاک کے مواعظ منگا کر پڑھئے یہ فتوح الغیب کا اردو ترجمہ ہے غوث الاعظم کے معتقدین کے لئے ہی نہیں بلکہ ہر مسلمان کے لئے سرمایۂ دینداری ہے اور جو شخص اپنے قلب کو علائق سے پاک کرنا چاہتا ہے وہ اس کتاب کو پڑھ کر اپنے میں فوری انقلاب دیکھ سکتا ہے۔ قیمت ۸ر

محصول ۶ر

تین ولی

کفرستانِ ہند کے مبلغ یعنی سوانحات حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری۔ خواجہ فرید الدین گنجشکرؒ اور خواجہ علی احمد صابر رحمہم اللہ تعالیٰ جنہوں نے کفرستان ہند میں دین کا ڈنکا بجایا اور کفرستان میں اسلام کا جھنڈا نصب کیا۔ صدہا مستند کتابوں کا عطر مؤلفہ مولوی شریف احمد صاحب مرآدآبادی

ضخامت ۱۶۴ صفحات۔ قیمت صرف آٹھ آنے محصول ۶ر کل ۱۴ر

نماز کی پانچ کتابیں

یہ کتابیں نماز کی اہمیت اور ہمیشگی کو مدنظر رکھکر لکھوائی گئی ہیں اور اسقدر مقبول ہوئی ہیں کہ سال بھر میں کئی ایڈیشن نکل جاتے ہیں۔ (۱) نماز کی حقیقت و فلسفہ عجیب غریب کتاب ہے (۲) [illegible] اس میں نمازیوں اور بے نمازیوں کی جزائیں اور سزائیں ہیں۔ (۳) نمازوں کی کتاب۔ اس میں نماز پڑھنے کی تمام ترکیب اور دعائیں ہیں۔ (۴) نمازیوں کی کہانیاں۔ یہ کتاب پڑھکر نماز پڑھنے کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔ (۵) نماز و مسائل مجموعہ۔ اس [illegible] تمام مسائل ترتیب وغیرہ ہیں۔ پانچوں [illegible]

زیارتِ رسولؐ

تاجدار مدینہ کی نورانی صورت دیکھنے کو کونسا امتی ہے جو شیدا نہیں مگر بہت کم لوگ ہیں جو سعادت زیارت حبیب سے مشرف ہو چکے ہوں گے خوش نصیب ہے طالع حضرت مولانا مولوی احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ علمائے ہند کہ [illegible] خاص الطاف فرمائے کہ انہوں نے زیارت رسول کریم کا طریقہ عام کر دیا اور درود شریف کے وہ وہ اوراد اور وظائف بتلائے ہیں جن سے زیارت رسولؐ یقینی ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اسی نام سے حضرت ممدوح کی ایک کتاب شائع ہوئی ہے جس میں درود شریف کے برکات و فضائل ہیں۔ قیمت آٹھ آنہ (۸ر)

تذکرۂ اولیائے ہند

کفرستان ہند میں اولیائے کرام تو ایسے مدفون ہیں جنکا حال اس کتاب میں ہے۔ یہ ایک تیموریہ خاندان کے چشم و چراغ کی لکھی ہوئی کتاب ہے اور اسمیں حالات و کرامات کیساتھ اقوال الاولیاء کا وہ خزانہ بھی موجود ہے جو شاید کہیں اور ملے یہ کتاب اپنی جگہ خود تعریف ہے کیونکہ ایک ستمدیریں نے پہلی بار اسکو چھاپا ہے۔ اور اس کتاب کے ذریعہ سے مالامال ہو گیا۔ اگر یہ کتاب مسلمانوں کے مطالعہ سے گزر جائیگی تو ان کے دماغ چمکدار ہیروں سے پر ہو جائیں گے۔

اصلی قیمت چار روپے۔ رعایتی ہے محصول تیرہ آنہ کل ۱۲ر

ولیوں کے حالات

مولوی عبد الرحمن صاحب شوق امرتسری کی لکھی ہوئی کتاب تجلی اللہ صدیقین کے ۱۲۸ صفحات بہت اچھی چھپی ہوئی ہے اسمیں حسب ذیل ولیوں کے حالات ہیں غوث پاک۔ اویس قرنی۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی۔ خواجہ علاء الدین صابر۔ خواجہ حسن بصری۔ مالک بن دینار۔ خواجہ فرید الدین۔ امیر خسروؒ۔ خواجہ محبوب الٰہیؒ۔ شیخ [illegible] بایزید بسطامیؒ۔ جنید بغدادی۔ ابراہیم [illegible] [illegible]۔ بخاریؒ۔ [illegible] [illegible] وغیرہ۔ مجلد [illegible]

تصنیفات مصورِ غم علامہ راشد الخیری علیہ الرحمہ

آمنہ کا لال
اردو زبان میں بہترین مولود شریف

حضرت علامہ مغفور کی وہ مشہور و مقبول تصنیف جس کا ہر ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل جاتا ہے جس کی ایک ایک سطر موتی کی لڑی ہے۔ پڑھی لکھی عورتوں کی مجالس میلاد میں یہی کتاب پڑھی جاتی ہے اور وہ اسے اپنی غیر مسلم سہیلیوں کو بڑے فخر کے ساتھ بتاتی ہیں اور اعلیٰ تعلیم یافتہ مرد بڑے ذوق و شوق سے **آمنہ کے لال** کا مطالعہ کرتے ہیں کیونکہ اس میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں جو خلاف عقل کہا جا سکے۔ نثر کے ساتھ ساتھ جہاں جہاں نظم ہے وہ بھی اس قدر موثر ہے کہ اہل دل تڑپ اٹھتے ہیں کیونکہ تمام اشعار خود علامہ مغفور کے ہیں۔

آمنہ کے لال میں
علامہ راشد الخیری رح کا بہترین لٹریچر ہے

کہنے کو یہ مذہبی کتاب ہے مگر باعتبار ادب اردو لٹریچر کی چوٹی کی کتابوں میں سے ہے اس کتاب کی مقبولیت کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اکثر خواتین و حضرات نے دو دو۔ پانچ پانچ اور دس دس جلدیں ایک ساتھ منگائیں۔ چار سال میں چھ دفعہ چھپ چکی ہے قیمت ایک روپیہ (عہ/۱)

الزہرا رضی اللہ عنہا

ایسے نازک دور میں جبکہ مغربی طوفان چمنستان مشرق کو پامال کر رہے اور اگلی خوبیاں حالت نزع میں ہیں اشد ضرورت ہے کہ لڑکیوں کی نگاہ سے وہ کتابیں گذریں جو ان کو سعادت مند بیٹی، سلیقہ شعار بیوی، فرض شناس ماں اور سچی مسلمان بنا دیں۔ اس قسم کی کتابوں میں **الزہرا** یعنی بنت الرسول خاتون جنت سیدۃ النساء حضرت بی بی فاطمۃ الزہرا کی سوانح عمری خاص اہمیت رکھتی ہے جو حضرت علامہ مغفور نے بڑی محنت سے کئی سال میں لکھی تھی تاریخ میں ایک بیش بہا اضافہ کے علاوہ **الزہرا** بتائے گی کہ میاں بیوی کس طرح رہتے ہیں۔ مائیں بچوں کو کس طرح پالتی ہیں۔ دنیا کے ساتھ دین کس طرح میسر آتا ہے۔ باپ بیٹیوں کے کیا تعلق ہوتے ہیں اور انسانی ہستی کیا معنی رکھتی ہے۔ **الزہرا** افسانہ نہیں بنت الرسول کے حالات و سوانح ہیں اور یہ واقعات ایسے دردانگیز پیرایہ میں لکھے گئے ہیں کہ پڑھتے پڑھتے ہچکی بندھ جاتی ہے۔ باوجود مورخانہ حیثیت کے اسقدر دلچسپ ہے کہ بار بار پڑھنے سے بھی نیت سیر نہیں ہوتی خاتمہ پر شہادت امیہ پر بھی بحث ہے۔ میدان کربلا کا حال اور مصور غم کا قلم، محرم کا بیان اور حضرت علامہ مغفور کی زبان، ہر ہر صفحہ تیر کی طرح کلیجے کے پار ہو جاتا ہے۔ حال میں

الزہرا نویں دفعہ چھپی ہے

اور خاص اہتمام کیساتھ بہترین چکنا ولایتی کاغذ، عمدہ لکھائی چھپائی ضخامت تقریباً سوا سو صفحے۔ قیمت ایک روپیہ (عہ/۱)

سیدہ کا لال رضی اللہ عنہ

حصہ اول مکمل و مفصل تاریخ شہادت ہے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے اسلام پر احسانات جناب سیدہ کے فضائل سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی خلافت حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ حضرت علی رضی اللہ عنہم کی شہادتیں اور دردناک مرثیے۔ جنگ جمل جنگ صفین کا مکمل بیان شیعہ سنی اختلاف کی ترقیاں۔ بنی امیہ کی کوششیں امیر معاویہ کی سیاست۔ امام حسنؓ کی شہادت، یزید کی حکومت کی پوری کیفیت غرض پہلے حصہ میں معرکۂ کربلا کے پہلے کے تمام صحیح اسباب ذہن نشین ہو جاتے ہیں۔

حصہ دوم مراثی کربلا ہے حضرت مسلم اور ان کے بچوں کی شہادت **سیدہ کے لال** کی مدینے سے روانگی حضرت حُرؓ کی شہادت بی بی زینبؓ کا میدان میں بے مثل ایثار ان کے بچوں کی شہادت۔ شہادت حضرت عباسؓ۔ شہادت حضرت قاسمؓ۔ شہادت حضرت علی اکبرؓ۔ کربلا کا ننھا شہید۔ بیمار صغرا کا قاصد سیدہ کے لال کی شہادت خاندان برباد ہو گیا ابن زیاد اور یزید کا انجام اور خدائی فیصلے یوں تو تمام کتاب اسقدر دردانگیز ہے کہ بغیر آنسو بہائے نہیں پڑھی جا سکتی مگر مرثیوں میں جو حضرت علامہ محترم نے لکھے ہیں ان کی ایک ایک سطر کلیجے کے پار ہو جاتی ہے **آمنہ کے لال** کی طرح **سیدہ کے لال** میں بھی کوئی واقعہ خلاف عقل نہیں ہے اور ادب و لطافت کے علاوہ جو کتاب کی جان ہے۔ شہادت کا اس قدر مفصل اور مکمل دردانگیز اور موثر بیان کسی کتاب میں نہیں تعلیم یافتہ عورتیں اور مرد شیعہ ہوں یا سنی شہادت کی یہ کتاب ... خوب و مضبوط بہترین سفید کاغذ، قیمت پونے دو روپے ... ضخامت قریباً ڈھائی سو صفحے

... قیمت تین روپے آٹھ آنہ (عہ/۳) مجلد

شام زندگی کا اٹھارواں ایڈیشن

اس کتاب سے زیادہ گذشتہ اٹھارہ سال میں اُردو کی کوئی کتاب مقبول نہیں ہوئی۔ اٹھارہ دفعہ چھپ چکی ہے لیکن مانگ کا وہی حال ہے جو شروع میں تھا۔ جو چاہتے ہیں کہ ان کی بیویاں اُن کے مزاج کے موافق ہوجائیں شام زندگی کو انہیں پڑھواتے ہیں۔ اور جو عورتیں آرزو رکھتی ہیں کہ ان کا گھر رشکِ جنت بن جائے وہ شام زندگی کو پڑھتی ہیں اور اس کی مدد سے اپنے خاوندوں کا دل موہ لیتی ہیں۔ جنہیں اولاد کی تربیت کا خیال ہے ان کے نزدیک تو اس کام کے لئے شام زندگی سے بہتر اتالیق نہیں ہے۔ شام زندگی میں قصے کے طور پر ایک لڑکی کا حال لکھا ہے کہ اس نے شادی سے لیکر مرنے کے وقت تک کیونکر زندگی بسر کی۔ زندگی کے کسی شعبہ اور حیات کے کسی مرحلہ کو جس سے ہو کر انسان گزرتا ہے نظر انداز نہیں کیا گیا۔ ہر پیرایہ اس قدر دلچسپ کہ چند صفحے دیکھ کر کتاب ہاتھ سے چھوڑ دیجئے تو ہم قیمت مع محصول دینے کو تیار ہیں اور مؤثر اتنی کہ قوم نے اسی کی وجہ سے مصنف کو مصورِ غم کا خطاب دیا تھا ہر سطر آنکھوں کو پرنم کر دیتی ہے۔ غرض شام زندگی بڑی ہی کامیاب کتاب ہے۔ کسی اعتبار سے کوئی عیب اس میں نہیں ملتا۔ محاسن ہی محاسن ہیں۔ ایک جلد طلب فرمایئے۔ آپ کے تمام خاندان اور احباب میں پہنچ جائے گی۔ عورت اور مرد سب اس پر شیدا ہوجاتے ہیں۔ تمہارے دکھ کا علاج۔ تمہارے دل کا بہلاوا تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک شام زندگی اور صرف شام زندگی ہے۔

شام زندگی نے سینکڑوں جانوروں کو انسانیت سکھادی۔ لا مذہبوں میں مذہبیت پیدا کردی اور گم گشتہ راہوں کو راہ پر لگا دیا۔ جو شخص شام زندگی سے محروم رہے اور شام زندگی سے فائدہ حاصل نہ کرے اس کی تقدیر ہے ورنہ شام زندگی نے دین و دنیا کی درستی کا سامان پیش کر دیا ہے۔ ضخامت ۸ جزو سے اوپر بہترین قسم کا چکنا ولایتی کاغذ اعلیٰ درجہ کی لکھائی چھپائی۔ قیمت صرف ایک روپیہ۔ عہ

صبحِ زندگی

یہ شام زندگی کا پہلا حصہ ہے۔ شام زندگی میں نسیمہ بیگم کی شادی سے موت تک کے حالات پڑھنے سے پہلے ذرا ان کا کنوار پنہ بھی دیکھ لو اس سے تمہیں پتہ لگے گا کہ ایک لڑکی کی پیدائش سے شادی تک کیونکر تعلیم و تربیت کرنی چاہئے۔ حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمۃ اس قسم کے مضامین کو دلچسپ اور مؤثر بنانے میں جو ملکہ رکھتے تھے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں صبح زندگی لڑکیوں کی اتالیق۔ بیویوں کی مشیر اور مردوں کے لئے لٹریچر کا بیش بہا خزانہ ہے۔ قصہ اس قدر دلچسپ کہ شروع کرکے ختم کئے بغیر نہ رہا جائے۔ زبان اتنی شیریں کہ بار بار پڑھنے کو جی چاہے۔ صبح زندگی میں درد بیان، کیفِ زبان اور زندگی کا سامان سب کچھ موجود ہے۔ بیسیوں مرتبہ چھپ چکی ہے

قیمت صرف ڈیڑھ روپیہ

عہ

شبِ زندگی (حصہ اول)

صبح زندگی میں نسیمہ کے بچپن اور جوانی کو دکھایا گیا ہے شام زندگی میں اسے آخری منزل تک پہنچایا ہے شب زندگی میں موت کے بعد کے حالات پڑھو جن سے معلوم ہوگا کہ نسیمہ نے دنیا میں وہ کون سے کام کئے تھے کہ حوریں اسکا استقبال کرتی ہیں اور وہ کونسی دو عورتیں ہیں جن میں ایک دوزخ میں بھی خوش اور دوسری جنت میں بھی مغموم ہے۔ نسیمہ کی بہو نسیم دلہن کی جگر خراش داستان اور اس کی سوکن نسترن کے مفصل بیان سے ممکن ہی نہیں کہ دل پر کچھ اثر نہ ہو۔

صبح زندگی اور شام زندگی جیسی مؤثر اور درد انگیز کتابوں کے بعد شب زندگی جو ستم ڈھائے کم ہے۔ شب زندگی خود پڑھو۔ اور اپنے بیوی بچوں کے سامنے نسیمہ کا پاک نمونہ پیش کرکے انہیں اس جیسا بناؤ تاکہ وہ کامیاب زندگی گزاریں۔ دنیا کے ساتھ دین بھی حاصل کریں۔ یہاں بھی اچھے بیج بوئیں اور وہاں بھی اچھے پھل کھائیں اس کے تیرہ اڈیشن نکل چکے ہیں۔ ضخامت ۸ جزو۔ ولایتی چکنا کاغذ قیمت عہ

شبِ زندگی حصہ دوم

بتلائے گی کہ دنیا کی بدترین مخلوق دسیم دلہن کس طرح ایک خدا ترس اور نیک بی بی بن جاتی ہے اور اس کے بچھڑے ہوئے لعل کس طرح اس سے ملتے ہیں کتاب کی ہیروئن فاطمہ ساس اور شوہر کے تمام مظالم سہتی اور ایسی ایسی قربانیاں کرتی ہے کہ آپ دنگ رہ جائیں گے اتنا دلکش پلاٹ ہے کہ بہت کم اُردو کی کسی کتاب میں ملنا ممکن ہے یہی وہ بے مثل کتاب ہے جو علامہ محترم نے اپنی بہو محترمہ خاتون کو جہیز میں دی تھی۔ کاغذ لکھائی چھپائی عمدہ۔ اس کے بھی گیارہ ایڈیشن چھپ چکے ہیں قیمت ایک روپیہ شب زندگی مکمل دونوں حصے۔ دو روپے

دِلّی کے کھنڈروں سے ایک صدا

شاہجہاں آباد اجڑ چکا مگر اس کے کھنڈرات اب تک مٹنے والوں کے کارنامے سنا رہے ہیں، اور شہر کے در و دیوار اسوقت بھی اپنے جہانوں کا مرثیہ پڑھ رہے ہیں۔ آج سے اسّی سال پہلے دلّی کیا تھی، بادشاہ کا جلوس، قلعہ معلّی کی بہاریں، شاہی ٹھٹھے، میلے تماشوں کے رنگ، دربار کی کیفیت، قطب صاحب کے مقبرے، پیر غیب، شاہ بڑے، اور کوٹلہ کے جشن شہری آبادی کی چہل پہل، ہندو مسلمانوں کی معاشرت، رمضان، عید، سلونو، سالگرہ کے جشن شادی بیاہ کی رسوم غرض دور گذشتہ کی بہار دیکھنی ہو تو حضرت مصورِ غم علیہ الرحمۃ کی مشہور تصنیف۔

نوبت پنجروزہ یعنی وداعِ ظفر

ملاحظہ فرمائیے جس میں آخری تاجدار مغلیہ کی پانچ نوبتیں اس قدر درد انگیز پیرایہ میں لکھی گئی ہیں کہ خون کے آنسو رلا دیں گی۔ پانچویں نوبت وہ ہے جب دلّی نے بادشاہ کو وداع کیا۔ غدر ۱۸۵۷ء کے واقعات، مخبروں کا ظلم، مظلوموں کی حالت زار، مردوں کی بربادی، عورتوں کی تباہی اور بادشاہ کے پیہم مصائب۔ ناممکن ہے کہ آپ آنسو بہائے بغیر پڑھ سکیں بادشاہ کی تصویر اور تین عکسی نادر تحریریں بھی دی گئی ہیں۔ ہزاروں جلدیں ہاتھوں ہاتھ نکل چکیں۔ چوتھا ایڈیشن بھی قریب الختم ہے۔ قیمت صرف عہ

غدر کی ماری شہزادیاں

یا "پہلی میں میلہ" ۱۸۵۷ء کے غدر کی لٹی ہوئی شہزادیوں کی دل دہلا دینے والی آپ بیتی۔ غدر نے دلی کی بیگمات پر جو قیامت توڑی تھی خدا دشمن کو بھی نہ دکھائے قلعہ معلی کی رہنے والیوں نے در در بھیک مانگی۔ جن کے دسترخوان سے جانوروں کے پیٹ بھرتے تھے۔ متواتر کئی کئی وقت انہوں نے فاقے کئے اور کھیل کا دانہ تک میسر نہ ہوا جو سونے چاندی میں کھیلتی تھیں وہ کوڑی کوڑی کو محتاج ہو گئیں، ان کی درد انگیز داستان انہیں کی زبان میں اور پھر حضرت مصورِ غم کا بیان! ایک ایک لفظ دل میں گڑتا اور کلیجے کے پار ہوتا ہے بے گناہوں کی پھانسیاں تخت و تاج والوں کی بے گور و کفن لاشیں، مخبروں کے مظالم، بچوں کے جگر خراش نالے، عورتوں کی بے چارگی اور بے کسی، اور شہری آبادی کی بربادی، غرض اس داستان کا ہر ہر صفحہ عبرت ہے۔ اوپر تلے کئی ایڈیشن نکل چکے ہیں۔ کئی کئی رنگ کی تصویریں بھی ہیں۔

قیمت صرف ۱۲ر
بارہ آنے

نوحۂ زندگی

دنیا آج اس بدنصیب ہستی کا ماتم کر رہی ہے جو عصمت کے نام سے دنیا میں پیدا ہوئی۔ اس کی آہ کا دھواں عالم بالا پر دھواں دھار گھٹا بن کر پہنچا، فرشتوں نے اسکی آواز پر صدائے لبیک بلند کی اور آسمانی کائنات کا ذرہ ذرہ بلبلا کر رب العزت کے قدموں میں انتقام کا ملتجی ہوا۔ وہ سنگدل باپ جو اصل نسل غلامی کو بھرے بچوں میں اس گناہ پر کہ نکاح ثانی کیا عدالت تک گھسیٹ کر جیلخانے پہنچانے کے بعد بانغ باتغ ہے وہ چھراں جس نے ۹ مہینے پیٹ میں رکھنے اور سترہ برس پرورش کرنے کے بعد معصوم اور بے گناہ بچی کو یہ دیکھ کر کہ نکاح ثانی کے جرم میں بے خطا اور بے قصور لڑکی قید کی مصیبتیں جھیل رہی ہے۔ نہال نہال ہے۔ نوحۂ زندگی میں آپ کو ایسا قبرستان ملے گا جس میں ایک عصمت کی لاج رکھنے والی بیوی اور غیرت پر قربان ہونیوالی ماں اپنے دو معصوم بچوں کو جائیں دیتی ہے گہری نیند سو رہی ہے کتاب نہیں ایک جادو ہے۔ جس کا ہر صفحہ مرثیہ ہے اور یہ حق رکھتا ہے کہ ہر ایک مسلمان ایک دفعہ اس کو پڑھے اور سمجھے کہ بیوہ اور اس کی زندگی نے اسلام میں کیا صورت اختیار کی، نوحۂ زندگی باطل پرستوں کو حق پرستی سکھائے گی اور مسلمانوں کو بتائیگی کہ ایک مسلمان کے لئے رسم و رواج نہیں۔ تہذیب اور غیرت مذہب ہی ایک چیز ہے نوحۂ زندگی ظالموں کو [illegible] نوحۂ زندگی بیواؤں کا مرثیہ ہو [illegible] حضرت علامہ راشد الخیری کی بہت مشہور تصنیف ہے۔ [illegible] قیمت بارہ آنے ۱۲ر

سیلابِ اشک (باتصویر)

۷ درد انگیز افسانے (۱) پرستارِ محبت۔ عورت کا دل وفا و محبت کے خزانے سے مالامال ہے۔ یہ سبق آموز افسانہ جو کثرت سے کتر انسان کی آنکھیں نمناک کریگا اس کا ثبوت ہے اور یہ انتہا مقبول ہوا ہے (۲) بلوچن کے تین رنگ ایک خوددار لڑکی وفاداری اور انتقام اور احسان کے جوہر دکھا کر کس طرح محو حیرت کر دیتی ہے (۳) طلاق کا سفید بال۔ میاں بیوی کے تعلقات کیا چیز ہیں خودداری اور ایثار کسے کہتے ہیں۔ ضمیر اور ایمان کیا کام کرتا ہے اس درد انگیز افسانے سے معلوم ہوگا۔ جس نے کتنے ہی گھر تباہی سے بچا ڈالے۔ (۴) حج اکبر جس سے معلوم ہوگا کہ ماں کا دل کیسی محبت سے لبریز ہوتا ہے اور سچی خوشی کسے کہتے ہیں (۵) عدل گلبدن شہنشاہ بابر کی لخت جگر شہزادی گلبدن بیگم کی شجاعت عدل و کرم احسان و عفو کے حیرت انگیز کارنامے (۶) بے قصور بچی۔ بے انتہا مؤثر افسانہ (۷) ثریا کا کھیل ہر افسانے کے ساتھ رنگین صرف کر کے فوٹو بلاک کی تصاویر لگائی گئی ہیں۔ یہ بھی کئی بار چھپ چکا ہے

قیمت سوا روپیہ عہ

اسی سلسلہ کی ۲ اور کتابیں

جوہر عصمت ۱۲ — نہایت مؤثر سبق آموز افسانوں کا مجموعہ۔ عہ
طوفانِ اشک ۱۲ — درد انگیز عبرت ناک افسانوں کا مجموعہ۔ عہ

مصور غم حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمۃ کی ۳ مشہور تصانیف

جوہر قدامت

دو بہنوں کی پر لطف کہانی۔ دو لڑکیوں کی مفصل زندگی۔ دو عورتوں کی جگر خراش داستان جن میں ایک دور قدیم کی درخشندہ تصویر اور دوسری طرز جدید کی دلدادہ ہے۔ عالم نسواں آج سے پچاس سال پہلے کیا جوہر رکھتا تھا۔ مسلمان گھرانوں میں اس وقت کیسے کیسے لعل گودڑیوں میں چمکتے تھے اور مغربی رو کس سمت انہیں لے جا رہی ہے **جوہر قدامت** کے مطالعہ سے معلوم ہوگا۔ جس کے اوپر تلے کئی کئی ایڈیشن نکل چکے ہیں۔ ضخامت دو سو صفحات۔ بعض سکول اور کالجوں کے نصاب میں بھی یہ کتاب داخل ہے

قیمت صرف ڈیڑھ روپیہ

طوفان حیات

قبیح رسوم اور شرک و بدعت مسلمانوں کو گھن کی طرح اندر ہی اندر کھوکھلا کر چکے ہیں مشکل سے کوئی گھر ایسا ہوگا جہاں ان لغویات کا گذر نہ ہو اس کتاب کی ہیروین مشرکہ کی زندگی اس قدر دلچسپ ہے کہ پڑھنے کے بعد گھر میں ایسی رسموں کا نشان تک باقی نہیں رہتا۔ شرک جو دنیائے نسواں پر عام طور سے قابض ہے **طوفان حیات** کے مطالعہ سے کوسوں دور بھاگ جاتا ہے اور رسوم مروجہ خوفناک اژدہے کی صورت میں نظر آنے لگتی ہیں اور انسان خدائے واحد کی عظمت کے آگے سر جھکا دیتا ہے۔ قصہ کی دلچسپی زبان کی سلاست کے متعلق کچھ کہنا فضول ہے واقعات اس قدر دردانگیز کہ ہچکی بندھ جاتی ہے اعلیٰ کاغذ پر بہت عمدہ چھپائی کی گئی ہے۔ قیمت صرف ایک روپیہ

حیات صالحہ یا صالحات

علامہ مرحوم کی سب سے پہلی تصنیف جس نے جادو نگار مصنف کے کمال افسانہ نگاری کا ہندوستان بھر میں ڈنکا بجا دیا تھا اس میں ایک نیک لڑکی کی زندگی کے تمام واقعات نہایت ہی مؤثر پیرایہ میں بیان کئے گئے ہیں جو اکثر ہندوستانی گھروں میں پیش آتے ہیں **صالحات** سے معلوم ہوگا کہ وہی باپ جو اولاد کا عاشق زار ہے۔ کس طرح بچیوں کی جان کا دشمن اور خون کا پیاسا ہو جاتا ہے۔ **صالحات** بتائے گی کہ جاہل سوتیلی ماں کس طرح بچوں کی مٹی پلید کرتی ہے۔ **صالحات** سے معلوم ہوگا کہ نیک کوکھ کی لڑکیاں مصائب کا کیسے کیسے ایثار اور قربانیوں سے مقابلہ کرکے دنیا کو حیرت میں ڈالدیتی ہیں۔ قصے کے ضمن میں آج سے چالیس سال پہلے کے گھرانوں کی معاشرت رسم و رواج وغیرہ نہایت دلچسپ طریقہ سے بیان کئے گئے ہیں طرز تحریر کا کیا کہنا۔ زبان قلعہ معلیٰ کی بیگماتی کوثر سے دھلی ہوئی۔ واقعات اس قدر مؤثر کہ کلیجہ کے پار ہو جاتے ہیں۔ ہندوستانی زبانوں میں مستورات کے مطلب کے اس قدر بلند معاشرتی ناول بہت ہی کم لکھے گئے ہیں۔

ملک کے مشہور انشا پرداز اور نقاد مولوی محمد ظفر صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ **حیات صالحہ** پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ سیرت نگاری میں مولانا نے کمال کر دیا۔ اس پہلی ہی کتاب میں مولانا نے قلم توڑ دیا ہے۔ کتاب کیا ہے ایک قیامت ہے جس کا ایک ایک لفظ نشتر کا کام کرتا ہے پونے دو سو صفحات قیمت صرف ایک روپیہ آٹھ آنہ

مسلمانوں کے خون کی ندیاں

طرابلس اور مراکش میں جب یورپ کے خونخوار وحشیوں نے ہبائی تھیں تو دنیا میں ایک تہلکہ مچ گیا تھا۔ زمین کانپ اٹھی اور آسمان لرز گیا تھا۔ مردوں نے بہادری اور شجاعت کے میدان جنگ میں جو جوہر شمشیر دکھائے اور جس طرح مذہب مقدس پر سر کٹائے اور عورتوں نے اپنے جگر کے ٹکڑے قربان کرکے ناموس اسلامی پر جس جوش ایمانی کیساتھ جانیں قربان کیں مسلمان انہیں فراموش کردیں مگر تاریخ ابھی نہیں بھول سکتی یہ جگر خراش واقعات جو مصور غم حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمۃ نے مختلف درد انگیز افسانوں اور مضامین کی صورت میں اپنے مخصوص تاثیر میں ڈوبے ہوئے پیرایہ میں تحریر فرمائے تھے۔ عصمت، تمدن، ہمدرد وغیرہ میں شائع ہوکر جن کی دھوم مچ چکی تھی۔ اب ایک جگہ جمع کرکے **شہید مغرب** کے نام سے شائع کئے گئے ہیں ان کے مطالعہ سے حب وطنی، جوش ایمانی، بہادری، شجاعت خودداری، غیرت، حمیت کے شریفانہ جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ ہلال وصلیب کی لڑائیاں، اسلام اور نصرانیت کے معرکے مسلمانوں کی سرفروشانہ قربانیاں اگر دیکھنی منظور ہیں تو **شہید مغرب** ملاحظہ کیجئے مسلمانوں نے کیونکر ترقی کی کس طرح آج پستی کے غار میں پڑے ہوئے ہیں اور پھر کس طرح ترقی کر سکتے ہیں اس کا راز **شہید مغرب** سے معلوم ہوگا ہندوستان میں شدھی اور تبلیغ کی افراط و تفریط نے جو غضب ڈھایا اس کا جواب بھی شہید مغرب سے ملے گا۔ اگر سیاست کا شوق ہو تو **شہید مغرب** دیکھئے آپ کی رگوں میں اسلامی خون جوش مار رہا ہے تو **شہید مغرب** کا مطالعہ کیجئے۔ اگر ادب اردو کا لطف اٹھانا چاہتے ہیں تو فوراً **شہید مغرب** کی ایک جلد منگا لیجئے۔ قیمت صرف ایک روپیہ (عہ) کنواری بچیاں نہ منگائیں۔

مظلوم عورتوں کے جگر خراش نالے

جن سے دل درد مند تڑپ اٹھیں گے اور سنگدل سے سنگدل انسان بھی جن سے متاثر ہو کر آنسو بہائے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہ دلدوز نالے علامہ راشد الخیری مرحوم کی وہ درد انگیز نظمیں ہیں جو حقوق نسواں کی حفاظت وحمایت میں گذشتہ بیس سال میں وقتاً فوقتاً شائع ہوکر تمام ملک میں مقبول ہو چکی ہیں ان نظموں کے مجموعہ کا نام

رودادِ قفس

ہے۔ جو اب چھٹی مرتبہ چھپا ہے اور جس میں مندرجہ ذیل نظمیں ہیں مظلوم حسینہ التجائے قیصر۔ سرخاب کا دم واپسیں۔ اسلم کا خط۔ حمد باری۔ ماں کا حسن سیرت بچپن کی یاد بیٹیوں کی فریاد۔ چراغ سحری ساں کا پیام۔ لوری۔ دلہن کو نصیحت بہن کا خط۔ کتبہ تربت۔ خالد ابن ولید۔ صدائے راشد۔ مسلمانوں سے۔ کاغذ عمدہ لکھائی چھپائی اعلیٰ ۱۰ر دوسرا حصہ گرفتار قفس قیمت ۴ر

نثر میں نظم

بہترین اردو انشا پردازی کا اعلیٰ نمونہ

بانسری کا نغمہ۔ کل کیا ہوگا۔ دنیا کی جنت۔ مجھیرن کا لال۔ محبت کا تاج۔ نوبیاہتا جوڑہ۔ داستان ستم۔ شوہر کی قبر۔ ابدی زندگی۔ جذبہ نسوانی۔ فلسفہ موت۔ بہار شب۔ مایوسی۔ دم واپسیں۔ عالم خیال۔ یاسمین کا پردہ۔ لے نیند کی متوالی۔ بیگموں کے کام۔ میری آرزو۔ بچھڑوں کی یاد۔ بیوہ جوگن۔ بیوی بعد الموت۔ یہ چھوٹے چھوٹے چومبیس نہایت لطیف خیالی مضامین مختصر کہانیوں کے دلآویز پیرایہ میں حضرت مصور غم قبلہ نے اس کمال کیساتھ اپنے مخصوص طرز میں تحریر فرمائے تھے کہ ایک ایک جملہ بار بار پڑھنے پر بھی طبیعت سیر نہیں ہوتی جذبات نسوانی کی ترجمانی اس درد سے کی گئی ہے کہ ہر ہر سطر دل کے پار ہوتی ہے اس دلآویز مجموعہ کا نام قلب حزیں ہے اور عمدہ کاغذ پر چھپا ہے قیمت ۱۲ر

جب رنج وغم نے جان پر بنا دی ہو

جب افکار و آلام کی سیاہ گھٹائیں سر پر چھائی ہوں پریشانیوں نے گھیر رکھا ہو تو علامہ راشد الخیری مرحوم کی مشہور کتابیں نانی عشو اور ولایتی نٹھی سے غم غلط کیجئے جو سنجیدہ ظرافت کی بےنظیر کتابیں ہیں۔ ولایتی نٹھی نے بڑھاپے میں جو جو سوانگ بھرے ہیں اور نانی عشو نے جو گل کھلائے ہیں بس دیکھنے ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ نانی عشو کی قیمت ۱۰ر ولایتی نٹھی ۸ر ان کے علاوہ نمونہ شیطانی ۱۲ر انگوٹھی کا راز ۸ر ستونتی ۸ر تفسیر عصمت ۶ر اندلس کی شہزادی ۸ر سات روحوں کے اعمال نامے ۸ر بھی مصنف کی وہ کتابیں ہیں جن میں کئی کئی باب اس قدر پر لطف ہیں کہ مغموم سے مغموم اور سنجیدہ سے سنجیدہ شخص بھی پڑھے تو ہنسی ضبط نہیں ہوسکتی۔

رواج کی چوکھٹ پر مظلوم عورتوں کی قربانیاں

ناممکن ہے کہ سنگدل سے سنگدل انسان بھی ان کہانیوں کو پڑھے اور متاثر نہ ہو محرم ورانت۔ کلنگ کا ٹیکہ۔ شہید معاشرت۔ نئی دولہن۔ توصیف کا خواب تفسیر عبادت۔ بیں نے کیا دیکھا۔ اس ہاتھ دے۔ رواج کی بھینٹ۔ طوفان اشک۔ سوتیلی ماں کا آخر وقت علامہ راشد الخیری کے یہ وہ درد انگیز افسانے ہیں جن کا ہندوستان بھر میں ڈنکا بج چکا تھا اور اب طوفان اشک کے نام سے کتابی صورت میں شائع کئے گئے ہیں طوفان اشک کا ہر قصہ مسلمانوں کی پست معاشرت کا عبرت انگیز مرقع ہے۔ جو ہر دردمند دل سے خون کے آنسو گروا دیگا۔ لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ قیمت ایک روپیہ

(عہ)

عروس کربلا

علامہ مغفور کے تمام تاریخی ناولوں میں بلحاظ درد و اثر کے نمایاں ہے کربلا کے تاریخی واقعات پہلے ہی سے کچھ کم درد انگیز نہیں اس پر مولانا کے قلم گوہر ریز نے قیامت ڈھادی ہے کئی جگہ ہچکی بندھ جاتی ہے اس پر لطف یہ ہے کہ محبت کا دلآویز افسانہ ہے بہت مشہور کتاب ہے ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو چکی ہے اور آج بھی اسی طرح دھڑا دھڑ نکل رہی ہے۔ عروس کربلا کی طرز پر کئی مصنفوں نے ناول لکھے۔ مگر عروس کربلا عروس کربلا ہی ہے حال میں چھٹی دفعہ شائع ہوئی ہے قیمت (عہ)

یاسمین شام

امیر المومنین فاروق اعظم حضرت عمرؓ کے زمانہ کی اسلامی لڑائیاں ہلال و صلیب اسلام و عیسائیت کے معرکے تسخیر اردن، بیسان، حمص۔ بعلبک۔ ارسنا۔ حلب۔ انطاکیہ۔ بیت المقدس اور یرموک کے لئے مجاہدین اسلام کی سرفروشانہ قربانیاں۔ جنگ یرموک وہ اسلامی جنگ تھی جس میں ۳۶ ہزار مسلمانوں نے عیسائیوں کی متفقہ طاقت یعنی ۴ لاکھ کے لشکر عظیم پر فتح پائی جس میں مسلمان عورتیں اس طرح لڑیں کہ دشمنوں کے دانت کھٹے کر دئیے حضرت ابو عبیدہؓ خالد بن ولید اور شرجیل کی تقریریں۔ مسلمانوں کے جوش ایمانی۔ جرأت۔ جانبازی اور ایثار کے دل ہلا دینے والے مناظر یاسمین شام ہی میں نظر آئیں گے۔ اگر محبت کا دلآویز افسانہ دیکھنا ہے تو یاسمین شام کا مطالعہ کرو۔ جو سفاک و سنگدل باپ۔ خدا ترس ماں اور مظلوم بچی کی دلخراش داستان بھی ہے۔ حال میں جدید ایڈیشن خاص اہتمام کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ قیمت صرف سوا روپیہ (للعہ)

تمغہ شیطانی

حضرت علامہ راشد الخیری نے اسلام کو جن سائنٹفک اصولوں پر تحریر فرمایا ہے اردو لٹریچر میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی جن مسلمانوں نے سمجھ کر علامہ محترم کی تصانیف کو پڑھ لیا۔ صحیح اسلام ان کے ذہن نشین ہو گیا۔ اور [illegible] تمغہ شیطانی میں امت شیطانی کے [illegible] ہیں ان لوگوں کے جو نیک انسان سمجھے [illegible] مگر ان کے صرف ایک فعل سے جو بظاہر بہت معمولی [illegible] تمغہ شیطانی میں داخل ہوئے۔ جہاں [illegible] حاجی [illegible] صاحب کے حالات [illegible] پیٹ میں بل پڑ جاتے ہیں۔ وہاں [illegible] شیرازی کے واقعات اس قدر [illegible] آنکھوں سے آنسو نکل پڑتے ہیں۔ [illegible] عبرت انگیز افسانہ ہے۔

قیمت [illegible]

محبوبہ خداوند

طرابلس کا مقدس خداوند کا رجمنٹ شمالی افریقہ کی حسینہ۔ سفیرہ پر فرضی دعووں میں کیا کیا کرتب دکھاتا ہے اور محبوبہ خداوند کس طرح اپنی عزت بچاتی ہے حضرت عثمانؓ خلیفہ سوئم کے عہد میں مسلمانوں کی ایک قلیل جماعت عیسائیوں کے ٹڈی دل فوج کے مقابلہ میں کس طرح کامیاب ہوئی اور عیسائی لڑکی سفیرہ جس کا تمام افریقہ مخالف ہے کیونکر خداوند کے پنجہ سے چھوٹ کر ایک پاکباز مسلمان سے نکاح کرتی ہے۔ یہ دلچسپ اور پردرد داستان ہے۔ جس کا ہر صفحہ کلیجہ کے پار ہوتا ہے۔

چار دفعہ چھپ چکی ہے۔ قیمت صرف بارہ آنہ (۱۲؍)

عورت کا ایثار

اور جفاکشی۔ ہمت اور شجاعت۔ وفاداری اور جان نثاری شرافت محبت کے جواہر اگر دیکھنے ہوں تو فوراً ایک جلد جوہر عصمت کی منگا لیجئے جس میں علامہ راشد الخیری مرحوم کے مندرجہ ذیل سبق آموز اور نتیجہ خیز مشہور افسانے ہیں۔ مظلوم بیوی کا پاک جذبہ، بھنورکی دلہن، عدل جہانگیری۔ انگلی [illegible] رضا، تقدیر بے گناہ کا قتل، غلط فہمی، [illegible] کا دربار۔ ملکہ شہزادی، [illegible] کی مستی۔ جادو کا کینہ۔ بلبل کی شہادت۔ غرض یا تخیر جوہر عصمت (مکمل) [illegible] کاغذ لکھائی چھپائی عمدہ ہے قیمت صرف ڈیڑھ روپیہ [illegible]

[illegible]

مصورِ غم حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمۃ کی دیگر تصانیف

نام کتاب	مختصر کیفیت	قیمت
حیات صالحہ	یا صالحات ۔ دلی کی بیگماتی زبان میں بہترین اخلاقی و اصلاحی سبق آموز ناول ایک لڑکی کے حالات علامہ مغفور کی سب سے پہلی مگر نہایت مقبول تصنیف	عہر
صبح زندگی	نسیمہ بیگم کی پیدائش سے شادی تک کے حالات نہایت موثر پیرایہ میں ۔ لڑکیوں کی تربیت پر بے مثل کتاب ہے بیسیوں دفعہ شائع ہو چکی ہے ۔	عہر
شام زندگی	نسیمہ بیگم کی شادی سے موت تک کے واقعات ۔ یہی وہ تصنیف ہے جس نے مصنف مرحوم کو قوم سے مصورِ غم کا خطاب دلوایا تھا اٹھارویں دفعہ چھپی ہے	عہ ر
شب زندگی	نسیمہ بیگم کی موت کے بعد کے حالات ، اصلاح نسواں کے سلسلہ میں ماسٹر پیس یعنی بہترین تصنیف کہی جاتی ہے دو حصے میں ہر حصہ کی قیمت عہ ، مکمل	للعہ ر
طوفان حیات	فتیح رسوم شرک ، بدعت وغیرہ دور کرنے کے لئے بے مثل اصلاحی ناول قصہ بے انتہا دلچسپ واقعات اس قدر درد انگیز کہ ہچکی بندھ جاتی ہے ۔	عہر
جوہر قدامت	دو لڑکیوں کی مفصل زندگی جن میں ایک دور قدیم کی پرستار ہے اور ایک دور جدید کی دلدادہ ۔ یہ کتاب بتا گئی کہ عالم نسواں پچاس سال پہلے کیا جوہر رکھتا تھا ۔	عہر
منازل السائرہ	ایک لڑکی کی پیدائش سے موت تک تمام واقعات نہایت دلچسپ پیرایہ میں ۔ یہ کتاب یونیورسٹیوں کی بڑی جماعتوں کے کورس میں داخل ہے دونوں حصے	للعہ ر
نوحہ زندگی	بیوہ کے نکاح ثانی کے متعلق مصورِ غم علیہ الرحمۃ کی معرکۃ الآرا تصنیف ۔ قصہ دلچسپ سبق آموز نہایت موثر ہے آٹھ دفعہ چھپا ہے	۱۲ر
تمغہ شیطانی	آفت شیطانی کے اکثر کیرکٹر نہایت سبق آموز اور نتیجہ خیز بعض واقعات اس قدر درد انگیز کہ آنسو نکل پڑیں بعض کیرکٹر اتنے دلچسپ کہ ہنسی ضبط نہ ہو	۱۲ر
سات روحوں کے اعمالنامے	ایک شیطان کی مغفرت کیلئے سات روحیں پیش کی جاتی ہیں ، ہر روح کے حالات نتیجہ خیز ہیں آخری روح کے واقعات پڑھ کر سنگدل بھی آنسو بہائے بغیر نہیں رہ سکتا ۔	۸ر
بیلہ میں میلہ	یا غدر کی ماری شہزادیاں لال قلعہ کی رہنے والیوں کی آپ بیتی وہ دل ہلا دینے والی کہانیاں کہ بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں ۔ اجڑی ہوئی دلی کا آخری سماں	۱۲ر
ستونتی	اس افسانہ میں دکھایا ہے کہ مرد کیلئے شریف بیوی سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہو سکتی ۔ واقعات دلچسپ اور درد انگیز ہی نہیں سبق آموز بھی ہیں	۶ر
موودہ	محروم وراثت لڑکی کا درد و غم بھرا افسانہ جو صرف اسلئے کہ لڑکی ہے اور ترکہ پدری کی حقدار حقیقی باپ اور بھائی کے ہاتھوں وہ وہ تکلیفیں اٹھاتی ہے کہ کلیجہ منہ کو آئے	۶ر
تفسیر عصمت	خلع اور ارتداد پر اس سے بہتر افسانہ شائع نہیں ہوا ۔ کئی جگہ نہایت درد انگیز ہے کئی موقعوں پر ظرافت اور ہنسی سے لبریز	۵ر
بنت الوقت	ہماری مستورات کی تعلیم و تربیت کا مرقع ۔ وقت کا اندھا دھند ساتھ دینے والی ایک ناعاقبت اندیش لڑکی کا انجام ۔	۸ر
سراب مغرب	غیر مسلم مدارس میں مسلم لڑکیوں کا تعلیم پانا کہاں تک جائز ہے اس بحث پر مشہور افسانہ ۔ مغربی تقلید کے درد ناک نتائج	۸ر
انگوٹھی کا راز	تین مختلف الخیال لڑکیوں کا سبق آموز اور درد بھرا افسانہ ۔ پانچویں دفعہ شائع ہوا ہے ۔	۸ر
فسانہ سعید	اس فسانہ میں جس قابلیت سے حضرت علامہ محترم نے سعید جیسی بیوہ کے نکاح ثانی کو بے سود ثابت کیا ہے وہ بے انتہا سبق آموز ہے ۔	۸ر
ولایتی نخمی	ایک نہایت ہی مزیدار پر لطف مزاحیہ کہانی جس کے ہر ہر فقرے پر ہنسی آتی ہے ۔ بی نخمی نے بڑھاپے میں وہ سوانگ بھرے ہیں کہ بس پڑھنے ہی سے تعلق رکھتے ہیں	۶ر
منازل ترقی	اس افسانہ میں دکھایا گیا ہے کہ انسان ترقی کی دھن اور لیڈری کے شوق اور دولت کے نشہ میں غریب رشتہ داروں پر کیسے کیسے ظلم ڈھاتا ہے	۴ر
بچہ کا کرتہ	ایک بدنصیب ماں اپنے جوان بچہ کی بدولت وہ وہ مصیبتیں اٹھاتی ہیں کہ کلیجہ منہ کو آتا ہے اور پڑھ کر بے اختیار آنکھ سے آنسو نکل آتے ہیں ۔	۴ر
ویدیا کی سرگذشت	فیشن اور محبت کی دلدادہ ایک انگریزی خاتون کی کہانی اسی کی زبانی مغربی معاشرت کا کامیاب مرقع یعنی میاں بیوی کے تعلقات کا فوٹو ۔	۴ر
چہار عالم	ایک افسانہ میں چار افسانے ، حیات انسانی پر پرندوں کی بحث ۔ چند نسوانی کمزوریوں کا خاکہ کھینچا گیا ہے پلاٹ نہایت دلچسپ	۴ر

مختصر افسانوں اور نظموں کے مجموعے

نام کتاب	مختصر کیفیت	قیمت
جوہر عصمت	مظلوم بیوی کا پاک جذبہ ۔ بھیڑ کی دلہن ، آگ کی جلن ، بیگناہ کا قتل ، عدل جہانگیری ، بلبل کی شہادت وغیرہ ۱۳ سبق آموز افسانوں کا مجموعہ چھٹا ایڈیشن	عہر
سیلاب اشک	[illegible] تین بیگمات کا سعید یال ۔ حج اکبر ۔ عدل گلبدن ۔ بے تصویر بچی ۔ ثریا کا تخیل ۷ درد انگیز با تصویر افسانے	عہر
طوفان اشک	[illegible] دلی ہلا دینے والے ۔ افسانوں کا مجموعہ نہایت درد انگیز [illegible]	

نام کتاب	مختصر فہرست	قیمت
نائی عشق	ایک نہایت ہی پرلطف افسانہ جسے پڑھکر ہنسی ضبط کرنی ناممکن ہے اس کے ساتھ ۳ اور افسانے جو مزاحیہ بھی ہیں اور دردناک بھی	۱۰ر
روداد قفس	حضرت علامہ مغفور کی درد واثر میں ڈوبی ہوئی ان نظموں کا مجموعہ جنہیں پڑھ کر دل دردمند تڑپ اٹھتے ہیں چھٹی مرتبہ چھپا ہے	۱۰ر
گرفتار قفس	اس مجموعہ میں بھی بہت مؤثر نظمیں ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ حضرت مصور غم علیہ الرحمۃ کو جذبات نگاری میں کس درجہ کمال حاصل تھا	۴ر

تاریخ، سیرۃ، ادب و انشا

نام کتاب	مختصر فہرست	قیمت
آمنہ کا لال	اردو زبان میں مولود شریف کی بہترین کتاب جس میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں جو خلاف عقل کہا جاسکے۔ اس میں علامہ مغفور کا بہترین لٹریچر ہے	عہ ر
سیّدہ کا لال	اردو زبان میں مکمل تاریخ شہادت جس میں واقعہ کربلا سے پہلے اور بعد کے مفصل حالات ہیں نثر میں مصور غم نے جو مرثیے لکھدیئے صدیوں انکا جواب نہ نکلیگا۔	۱۲ر
امّت کی مائیں	رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے مقدس حالات زندگی۔ کثرت ازدواج پر نہایت معقول بحث یہ کتاب مردوں اور عورتوں کو دین و دنیا کی کامیابی کا راستہ بتاتی ہے	۱۴ر
الزہرا	اردو زبان میں جگر گوشۂ رسول خاتون جنت حضرت بی بی فاطمۃ الزہرا کی بہترین سوانحعمری۔ آخر میں واقعہ کربلا کا مختصر بیان۔ نو دفعہ چھپی ہے	عہ ر
وداع خاتون	مشہور ادیبہ محترمہ خاتون اکرم کی جوانمرگی پر قدردان خسر کے خون کے آنسو یہ کتاب بتائے گی کہ ہوکسے کہتے ہیں۔	۵ر
قلب حزیں	ان چھوٹے چھوٹے لطیف ادبی مضامین کا مجموعہ جن میں حضرت علامہ مغفور نے شاعری کی تھی۔ طرز تحریر اتنا پیارا کہ بار بار پڑھیے۔	۸ر
وداع ظفر	یا نوبت پنجروزہ بہادر شاہ بادشاہ۔ دہلی کے آخری بادشاہ جشن ستر سالہ جیسے کی دلی کی جھلک قلعہ کی بہاریں شاہی جھمگھٹے میلوں ٹھیلوں کے رنگ	۱۴ر
ایوان ماتم وابس	شہنشاہ ہارون الرشید اور ملکہ زبیدہ خاتون کے لخت جگر شہزادہ امین الرشید کے دردناک قتل کے حالات اور پھر مصور غم کے قلم سے	۴ر

تاریخی ناول

جو شادی شدہ خواتین مطالعہ کرسکتی ہیں مگر کنواری بچیاں نہ منگائیں

نام کتاب	مختصر فہرست	قیمت
یاسمین شام	امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت کی اسلامی لڑائیاں۔ یرموک۔ انطاکیہ بیت المقدس وغیرہ کی لڑائیاں جن میں مسلمان اسطرح لڑے تھے کہ دشمنوں کے دانت کھٹے کردیے	۱۴ر
عروس کربلا	کربلا کا واقعہ یوں ہی کچھ کم دردانگیز نہیں اس پر مصور غم رحمۃ اللہ علیہ کے قلم نے قیامت ڈھادی ہے بلحاظ درد و اثر مصنف کے تاریخی ناولوں میں بہت ممتاز ہے	۱۴ر
محبوبۂ خداوند	شمالی افریقہ کے مسلمانوں کی ایک قلیل جماعت نے خلیفہ سوم کے زمانہ میں عیسائیوں کی ٹڈی دل فوج پر کسطرح فتح پائی صلیب و ہلال کے معرکے اسلام و عیسائیت کی لڑائیاں	۱۲ر
اندلس کی شہزادی	مسلمانوں کے زمانہ کے اسپین کا دلآویز محبت کا افسانہ جو بتائیگا کہ مسلمانوں نے کسطرح عروج حاصل کیا اور کس طرح اپنے اعمال سے فنا ہوئے	۸ر
درشہوار	ایران مازندران سیستان کی ہولناک لڑائیوں کا مرقع۔ مندرجہ بالا چاروں تاریخی ناولوں کی طرح یہ بھی محبت کا دلکش افسانہ ہے	۸ر
منظر طرابلس	تسخیر طرابلس کیلئے مسلمانوں کا جوش ایمانی حضرت زبیر بن عوام کی بے مثل شجاعت اور ایثار محبت کے آتشکدہ میں بے گناہ لڑکی کی قربانی	۵ر
شہید مغرب	طرابلس۔ مراکش مسلمانوں اور عیسائیوں کے مقابلے مسلمان عورتوں کی ناموس اسلام پر قربانیاں۔ ہندوستان میں شدھی اور ارتداد کا اثر	۴ر
سودائے نقد	یہ تاریخی نہیں مگر محبت کا افسانہ ہے جس سے معلوم ہوگا کہ جوان بیٹی کی شادی نہ کرنا سوسائٹی پر کیا اثر ڈالتا ہے حقیقی ماں کے ہاتھوں جوان بیٹے کا قتل!	۵ر
شہنشاہ کا فیصلہ	عہد عباسی کے بغداد کا دلچسپ افسانہ۔ ایک شخص اپنی بیوی کا نکاح ایک اور شخص سے کرتا ہے ایک مصیبت زدہ ماں کا بے گناہ بچہ واجب القتل ٹھیرتا ہے۔	۴ر
تیغ کمال	ترکوں اور اتحادیوں کی ہولناک اور خونریز لڑائیاں۔ مصطفےٰ کمال پاشا کے حیرت انگیز کارنامے اور محبت کا لطیف افسانہ	۴ر

نئی تصانیف

عروس مشرق	۱۰ر	سیاحت ہند	عہ ر	دادا لال بجھکڑ	۴ر
قرآنی قصے	عہ ر	گدڑی میں لعل	۱۴ر	نامہ زا بر	۱۲ر
گرداب حیات	عہ ر	بزم رفتگاں	۱۰ر	بیفکری کا آخری دن	۴ر

سب کتابیں ملنے کا پتہ۔ منیجر رسالہ نظام المشائخ پوسٹ بکس ۴۸ دہلی

اس رسالہ کی ایک سے زیادہ کاپیاں آپ کو ملیں تو وہ اپنے عزیزوں یا دوستوں کو دے دیجئے۔

مقام اشاعت: کوچہ چیلان دہلی

رجسٹرڈ نمبر ال ۲۱۷

چندۂ سالانہ: صرف چھ آنے

سرپرست
حضرت خواجہ حسن نظامی

نظام المشائخ

اڈیٹر
واحدی

اپریل ۱۹۳۰ء

روحانی تسلی و تسکین کا ماہوار پیام

جلد ۹ نمبر ۴

افسر کمانڈنگ دتیا منجن اکسیر دنداں کی بابت لکھتے ہیں کہ میں نے ایک شیشی منجن اکسیر دنداں کی اپنی والدہ صاحبہ کو استعمال کرائی جو کہ پائیریا کے مرض میں مبتلا تھیں۔ میری حیرت کا کوئی ٹھکانا نہیں رہا جب مجھے بتایا گیا کہ منجن اکسیر دنداں سے والدہ صاحبہ کے دانتوں کو بہت فائدہ پہنچا اور اب اُنکو کافی صحت ہو گئی ہے۔ میں نے والدہ صاحبہ کے علاج میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا اور قریب قریب تمام دیسی اور ولایتی منجن اور پیسٹوں کا تجربہ کر لیا مگر ایک [illegible] پیسٹ کا یہ اثر نہ ہوا جو منجن اکسیر دنداں میں ہے۔ والدہ صاحبہ نے عرصہ کے بعد منجن اکسیر دنداں کی برکت سے گوشت بھی کھایا ورنہ ڈاکٹروں اور ڈاکٹروں سے زیادہ حاذق حکیموں نے اُنہیں اپنی اس روزمرہ کی غذا سے قطعی محروم کر دیا تھا۔ میں منجن اکسیر دنداں کی تعریف الفاظ میں نہیں کر سکتا۔ واحدی صاحب کا تہ دل سے ممنون ہوں کہ اُنہوں نے اس نعمت کو اپنی ذات تک محدود نہیں رکھا۔ اور حکیم اجمل خاں صاحب کے واسطے دعا کرتا ہوں کہ خدا اُن پر رحمتیں نازل کرے جنہوں نے ایسا اچھا نسخہ واحدی صاحب کو بتایا تھا۔ دو شیشیاں منجن اکسیر دنداں کی اور عنایت فرمایئے۔

جناب نواب ضیاء الدین خاں صاحب بیلیں خورشید جاہ حیدرآباد سے لکھتے ہیں: واحدی صاحب کے ایجاد کردہ منجن اکسیر دنداں نے مجھے بہت فائدہ بخشا۔ درحقیقت تمام منجنوں میں یہ ایک نادر تحفہ ہے۔ اس منجن کے استعمال سے میرے دانتوں کی شکایت رفع ہو گئی جو چار سال سے تکلیف دے رہی تھی۔ اس منجن کی ایجاد پر میں واحدی صاحب کا دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ براہ مہربانی ۶ عدد شیشیاں روانہ فرمایئے۔

جناب راجہ عنایت اللہ خاں صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس سی۔ آئی۔ ڈی پنجاب لاہور سے لکھتے ہیں: گزشتہ سردیوں میں میں نے آپکا اشتہار واحدی صاحب کے منجن کے متعلق پڑھا تھا اور ایک شیشی منگوائی تھی جو بہت مفید ثابت ہوئی۔ مہربانی کر کے ایک شیشی ذیل کے پتہ پر بذریعہ وی۔ پی روانہ فرمائیں۔

جناب سید محب اللہ صاحب کلرک دفتر انسپکٹر جنرل پولیس لکھنؤ لکھتے ہیں: واحدی صاحب کے منجن نے بجلی کی طرح اثر دکھلایا۔ بیشک بہت ہی مفید منجن ہے مہربانی فرما کر ایک ٹین منجن جس میں کہ تین عدد شیشیوں کا منجن ہو۔ بذریعہ وی۔ پی ارسال کر دیجئے۔ نہایت ہی مشکور ہونگا۔ پیشتر میں نے جو دو عدد شیشیاں منجن کی منگائی تھیں وہ قریب قریب ختم ہونے پر ہیں۔ لہٰذا مستدعی ہوں کہ اندر ہفتہ بلا توقف فوراً ارسال کیجئے۔

جناب شام سنگھ صاحب اوورسیئر نہر مقام ...۔ او۔ بر... لکھتے ہیں: آپکا دانتوں کا منجن ملا اور میرے گھر میں استعمال کیا ہے۔ اور مجھے یہ کہتے ہوئے خوشی ہے کہ اس کے ملنے سے ہلتے ہوئے دانت بالکل مضبوط ہو گئے۔ اور دانتوں کا درد اور پانی لگنا بند ہو گیا ہے۔ دیگر دو عدد شیشی جناب آپ تیار کر لیجئے بذریعہ وی۔ پی پارسل روانہ فرمائیں۔ مشکور ہونگا۔ (قیمت منجن فی شیشی ۸، محصول ۷؍)۔

ملنے کا پتہ: منیجر رسالہ نظام المشائخ بوسٹ بکس نمبر ۹ دہلی

تصنیفات مصورِ غم علامہ راشد الخیری مرحوم۔

شامِ زندگی اس کتاب سے زیادہ آخری اٹھارہ سال میں اردو کی کوئی کتاب مقبول نہیں ہوئی ابتک ۲۰ ہزار بک چکی ہے اور مانگ کا وہی حال ہے جو شروع میں تھا۔ ۔۔۔ چاہتے ہیں کہ انکی بیویاں انکے مزاج کے موافق ہو جائیں وہ شام زندگی کو نہیں پڑھ ہوتے ہیں اور جو عورتیں آرزو رکھتی ہیں کہ انکا گھر رشک جنت بنجائے وہ شام زندگی کو پڑھتی ہیں اور اسکی مدد سے اپنے خاوند کا دل موہ لیتی ہیں جنہیں اولاد کی تربیت کا خیال ہے انکے نزدیک تو اس کام کیلئے شام زندگی سے بہتر کتاب نہیں ہے۔ شام زندگی میں قصہ کے طور پر ایک لڑکی کا حال لکھا گیا ہے کہ اسنے شادی سے لیکر مرنے کے وقت تک کیونکر زندگی بسر کی۔ زندگی کے کسی شعبۂ حیات کے کسی مرحلہ کو جسے انسان ہو کر گزرتا ہے نظر انداز نہیں کیا گیا۔ پھر پیرایہ بیان اسقدر دلچسپ ہے کہ چند صفحے دیکھکر کتاب ہاتھ سے چھوڑ دیجئے تو ہم قیمت مع محصول دینے کو تیار ہیں اور ہر سطر اتنی کر لوگوں نے اسکی وجہ سے مصنف کو مصورِ غم کا خطاب دیا ہے۔ ہر سطر آنکھوں کو پرنم کر دیتی ہے غرض کہ شام زندگی بڑے کام کی کتاب ہے کسی اعتبار سے کوئی عیب اس میں نہیں بلکہ سب محاسن ہی محاسن ہیں ایک جلد طلب فرمایئے۔ آپکے تمام خاندان اور احباب میں پہنچ جائیگی۔ عورت اور مرد سب اس پر شیدا ہو جاتے ہیں۔ تمہارے دُکھ کا علاج۔ تمہارے درد کی دوا۔ تمہارے دل کا بہلاوا۔ تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک شام زندگی اور صرف شام زندگی میں ہے۔ شام زندگی نے سینکڑوں جانوروں کو انسانیت سکھا دی۔ لامذہبوں میں مذہبیت پیدا کر دی۔ اور گم گشتہ راہوں کو راہ پر لگا دیا۔ جو شخص شام زندگی ۔۔۔ شام زندگی سے فائدہ حاصل نہ کرے ۔۔۔ کی تقدیر ہے ورنہ شام زندگی نے دین و دُنیا کی درستی کا سامان پیش کیا ہے ضخامت تقریباً ۔۔۔ صفحے۔ لکھائی چھپائی دیدہ زیب۔ قیمت عہ۔ علاوہ محصول۔

صبحِ زندگی یہ شام زندگی کا پہلا حصہ ہے۔ شام زندگی میں نسیمہ بیگم کی شادی سے موت تک کے حالات پڑھنے سے پہلے ذرا ان کا گوارہ بھی دیکھ لیجئے۔ ایسے آپکو پتہ چلیگا کہ ایک لڑکی کی پیدائش سے شادی تک کیونکر تعلیم و تربیت کرنی چاہئے ۔۔۔ جو ملکہ رکھتی ہیں وہ ۔۔۔ ہو سکے ۔۔۔ کیلئے ترجیح ۔۔۔ اور نصیحت پکڑنا اور لطف اٹھانا ۔۔۔ سولھواں ایڈیشن چھپا ہے قیمت عہ۔ علاوہ محصول۔

شبِ زندگی ۔۔۔ جوانی کو دکھایا گیا ہے اور شام زندگی میں اُسے آخری منزل ۔۔۔ ہے۔ شب زندگی میں موت کے بعد کی سرگزشت پڑھو اور اپنی بیوی بچوں کے سامنے نسیمہ کا پاک نمونہ پیش کرکے انہیں اس جیسا بناؤ تاکہ وہ یہاں بھی اچھے بیج بوئیں اور وہاں بھی اچھے پھل کھائیں۔ صبح زندگی اور شام زندگی مفید ہونے کے ساتھ جیسی موثر اور درد انگیز کتابیں ہیں آپکو انکا علم ہے۔ پھر شب زندگی جو ستم نہ ڈھا دے کم ہے۔ علامہ راشد الخیری مرحوم کی ہر سطر جادو کا کام کرتی ہے اور شب زندگی ان کا ماسٹر پیس ہے۔ شب زندگی چونکہ ذرا زیادہ طویل ہو گئی تھی اس لئے اس کے الگ الگ دو حصے کر دیئے ہیں قیمت حصۂ اوّل ایک روپیہ۔ حصۂ دوم ایک روپیہ۔ علاوہ محصول۔

منازل السائرہ جسے پہلی اور دوسری دفعہ آنریبل سر عبد القادر صاحب ممبر انڈیا کونسل لندن نے شائع کیا تھا جواب ان کی عدیم الفرصتی کے سبب مدتوں سے تیار نہ ہو سکی تھی۔ بیرسٹ حصول اجازت کے بعد اور مولانا سے نظر ثانی کرا کے اسکو چھاپ لیا ہے۔ منازل السائرہ میں سائرہ کی زندگی کے مختلف حالات نہایت دلچسپ اور نصیحت آمیز طریق سے بیان کئے گئے ہیں۔ مولانا کی طرز تحریر کا ایک لاثانی نمونہ ہے۔ اخبارات اس پر اچھی اچھی رائیں ظاہر کر چکے ہیں اور اسکی مقبولیت کا اندازہ یوں ہو سکتا ہے کہ جب تیسرے ایڈیشن کے لئے اس کا نسخہ مانگا تو نہ مصنف کے پاس تھا اور نہ پبلشر کے۔ آخر صرف کثیر کر کے اور شخص سے لیا۔ تیسرے ایڈیشن میں کاغذ لکھائی چھپائی سب عمدہ ہے۔ قیمت حصۂ اوّل عہ۔ حصۂ دوم عہ۔ علاوہ محصول۔

سرابِ مغرب یہ وہ تصنیف ہے جسکا دنیائے نسواں کو مدتوں سے انتظار تھا اُردو لٹریچر جسکے واسطے بیچین تھا تعلیم نسواں کے مسئلہ میں اس فیصلہ کی اشد ضرورت تھی کہ غیر مسلم ذرائع سے مستفید ہونا کہاں تک جائز ہے حضرت مصنف کا یہ فیصلہ قابل دید ہے۔ قصہ اسقدر درد انگیز ہے کہ ہر ہر لفظ کلیجے کے پار ہو جاتا ہے اور آنکھیں ہر دو رونے طوفان بپا کر دیتی ہیں۔ سراب مغرب کتاب نہیں ایک جادو ہے جسکو پڑھکر ہر ناظر ساکت ہو جاتا ہے۔ اکرم کے ہاتھوں آبروئے سادات کا انجام۔ فیشن جدید کے نتائج۔ بارشیز کا حشر۔ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ قیمت آٹھ آنہ (۸؍)۔ علاوہ محصول۔

سات روحوں کے اعمالنامے

عالم ارواح کی سیر کرنی ہو یا پردۂ موت کو ہٹا کر کچھ دیکھنا ہو تو سات روحوں کے اعمالنامے" ملاحظہ فرمایئے۔ یہ مولانا کا وہ معرکۃ الآرا مضمون ہے جس کو پڑھ کر ہر ناظر کی ادھر ہچکی بندھ گئی اور اُدھر مارے ہنسی کے پیٹ میں بل پڑ گئے۔ راز و نیاز کے پرچے۔ عشق و محبت کے کرشمے اور رعنائیوں کے مناظر۔ غرض انسانی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس سے سات روحوں کے اعمالنامے محروم ہوں۔ اس بحث پر جناب مصنف نے ایسے لطیف و پرمغز نظارے دکھائے ہیں کہ حیات و ممات دونوں کی سچی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے۔ قیمت آٹھ آنے (۸؍) علاوہ محصول۔

بنت الوقت

دورِ جدید کے کرشمے۔ بشری لیڈر کی حیرت خیز تبلیغ۔ مغربی تہذیب کی دلدادہ مس فرخندہ کی شرمناک لَت۔ وحید کا اپنے بڑے بھائی مجید کو محروم الارث نہیں جائداد کے حاصل کرنے کے لئے باغیوں میں گرفتار کرانا اور بالآخر مجید کی موت۔ پھر یہ ساری ۔۔۔ مولانا کی زبانی۔ بنت الوقت بتائیگی کہ یورپ کی کورانہ تقلید نئے تمدن کی اندھا دھند پیروی کس طرح گھروں کو تباہ کرتی ہے۔ قیمت ۸؍۔ علاوہ محصول۔ ملنے کا پتہ منیجر رسالہ نظام المشائخ۔ پوسٹ بکس ۸۰۔ دہلی

سب کتابیں ملنے کا پتہ: منیجر رسالہ نظام المشائخ۔ پوسٹ بکس نمبر ۸۰۔ دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظام المشائخ

اعلیٰ تعلیم اور مادری زبان

اعلیٰ تعلیم میں مادری زبان کو ذریعہ تعلیم بنانے کا مسئلہ نہایت اہم ہے اور غور و فکر کا بہت محتاج۔ ذیل کے مقالہ میں خواجہ غلام السیدین صاحب نے اس موضوع پر بڑی خوبی سے روشنی ڈالی ہے۔ مضمون بظاہر طویل ہے لیکن تحریر کا جادو دیکھئے کہ پڑھنے میں کوئی ناگواری محسوس نہیں ہوتی۔

میں اس مضمون میں آپ کی توجہ ایک ایسے مسئلے کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں جس کا فیصلہ اب سے سالہا سال پیشتر ہو جانا چاہیئے تھا، لیکن ہماری ذہنی غلامی اور بے بسی کا ایک نہایت بیّن ثبوت یہ ہے کہ آج تک نہ صرف اس مسئلہ کا فیصلہ نہیں ہوا بلکہ بہت سے تعلیم یافتہ اور مقتدر حلقوں میں اس کا تذکرہ بھی ناگوار ہے اور بہت سے علمی درباروں میں اس کو ابھی تک باریابی نصیب ہوئی، یعنی یہ مسئلہ کہ اعلیٰ تعلیم میں مادری زبان کا کیا درجہ ہونا چاہیئے۔

بظاہر یہ خیال بہت ہی معقول اور ناقابل انکار معلوم ہوتا ہے کہ کسی قوم یا جماعت کی صحیح اور مناسب تعلیم اسکی مادری زبان ہی میں ہو سکتی ہے۔ لیکن سیاست عجیب چیز ہے اور دستور اس سے بھی زیادہ عجیب! اور جب یہ دونوں چیزیں مل جائیں تو دن کو رات اور رات کو دن بنا دینا زیادہ مشکل نہیں ہوتا۔ ہندوستان میں بعض سیاسی وجوہ سے انگریزی زبان کو رائج کیا گیا تھا۔ انگریزوں کو اپنے تجارتی [illegible] انتظامی معاملات کو چلانے کے لئے [illegible] انگریزی زبان سے [illegible]

واقف ہوں۔ ہندوستانیوں کو انگریزوں کی بڑھتی ہوئی حکومت میں بار پانے کے لئے انگریزی زبان سیکھنے کی خواہش تھی۔ اس قران السعدین کا نتیجہ یہی ہوا کہ ابتدائی مخالفت کے بعد جسکو تعصب سے منسوب کیا گیا، انگریزی زبان نے ۱۸۲۰ء کے قریب تعلیم کی مملکت کو فتح کرنا شروع کیا اور بہت جلد اس مہم کو سر کر لیا۔ ادھر بہت سے قوم کے نیک نیت، بہی خواہ گزشتہ سو برس کے ذہنی انتشار اور افلاس سے اس درجہ متاثر تھے کہ اپنے ذہنی اور علمی سرمائے کی طرف سے تقریباً مایوس ہو چکے تھے اور وہ بجا طور پر یہ سمجھتے تھے کہ ملک میں کسی جدید علمی اور تمدنی تحریک کو شروع کرنے کے لئے مغربی علوم اور مغربی تعلیم سے استفادہ کرنا ضروری ہے اور قوم کے افسردہ حوصلوں، اُمنگ اور سست خون میں حرکت اسی تعلق سے پیدا ہو سکتی ہے۔ چنانچہ انہوں نے بھی اس تحریک کا استقبال کیا اور ہندوؤں میں راجہ موہن رائے اور مسلمانوں میں سرسید احمد علیہ الرحمۃ نے پوری قوت اور جوش کے ساتھ مغربی تعلیم کی تائید [illegible] قدیم تعلیم کی مخالفت کی [illegible]

نے اپنے مشہور نوٹ لکھکر اس بحث کا خاتمہ کر دیا اور حکومت نے باضابطہ طریقے سے جدید مغربی تعلیم کو، جس میں ذریعہ تعلیم بھی انگریزی قرار دیا گیا تھا، اپنا متبنّیٰ بنا لیا۔ سر سید احمد اور اُن کے ہم عصروں کو اس بات کا یقیناً احساس تھا کہ ہندوستانی زبانوں اور ادب کی ترقی کا انتظام بھی ہونا چاہئے اور سر سید اور اُن کے ساتھیوں نے اُردو ادب کی گراں مایہ خدمات انجام دیں اور اس وقت تک حکومت کے تعلیمی ریزولیوشنوں میں بھی اس ضرورت پر زور دیا جاتا تھا، چنانچہ سر چارلس وڈ نے ۱۸۵۴ء میں اپنے تعلیمی Despatch مراسلے میں اس بات پر زور دیا تھا کہ دیسی زبانوں کے مطالعہ کی ترغیب دینی چاہئے تاکہ وہ عوام کی تعلیم کا ذریعہ بن سکیں، لیکن ان نیک نیت حضرات نے کئی غلطیاں کیں۔ اوّل تو انہیں احساس نہیں ہوا کہ مغربی علوم حاصل کرنے کے لئے یہ لازمی نہیں کہ تمام طلبہ سکول سے لیکر یونیورسٹی تک ان علوم کو ایک غیر زبان یعنی انگریزی ہی میں پڑھیں۔ مغربی علوم ایک چیز ہیں اور انگریزی زبان دوسری چیز۔ دوسرے وہ دیسی زبانوں اور ادب کی ترقی کے خواہاں تھے۔ لیکن اُن کے ذہن میں کبھی یہ شبہ پیدا نہیں ہوا کہ جب اعلیٰ اور ثانوی تعلیم کا رشتہ دیسی زبانوں سے توڑ دیا جائیگا تو ان میں جدید خیالات کی یورش اور حرکت اور جدت کہاں سے پیدا ہو گی۔ وہ چاہتے تھے کہ ایسی نہروں کے ذریعے کھیتوں کی آب پاشی کریں جن میں دریا کا پانی آنے ہی نہ پاتا ہو! جب تعلیم یافتوں کی بول چال (تحریر و تقریر)، تہذیب و تمدّن، کاروبار، کلب اور دفتر کی زبان دوسری ہو جائیگی تو وہ عموماً دیسی زبانوں کی خدمت اور آرایش کی طرف کیوں توجہ کریں گے اور اس کی وجہ سے نہ صرف ان کے اور اُن کے ملک کی زبانوں کے درمیان، بلکہ ان کے اور اُن کے غیر تعلیم یافتہ ہم وطنوں کے بیچ میں ایک خلیج کیوں نہ حائل ہو جائے گی؟ بہرحال نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ ہندوستانی زبانوں کو فروغ دینے کا خیال پس پشت جا پڑا۔ اسکولوں اور کالجوں کا تمام زور انگریزی پر صرف ہونے لگا۔ انگریزی تعلیم حصول ملازمت کا سیدھا اور صاف راستہ بن گئی۔ اور لب و لہجہ میں، تراش خراش میں، لباس اور وضع میں حتےٰ کہ میل جول میں انگریزوں کی تقلید کرنا مہذب ہونے کا ثبوت سمجھا جانے لگا۔ اسکولوں میں مادری زبان کو وہی درجہ حاصل تھا جو ہندوستان کے سماج میں شودروں کو اور کالجوں اور یونیورسٹیوں میں اس کا سرے سے پتہ ہی نہ تھا۔ یہ حالت اُس وقت تک قائم رہی جب تک ایک طرف تو ملازمتوں کا میدان اُمیدواروں پر تنگ نہیں ہو گیا اور دوسری طرف سیاسی اثرات اور حالات کی ٹھیس سے ہندوستانیوں کو دوبارہ اپنی سیاسی، تمدّنی اور ذہنی خودی کی تلاش کی فکر پیدا ہوئی۔ ممکن ہے آپ مجھ سے یہ سوال کریں کہ اب اس پُرانی کہانی کو دُہرانے سے کیا حاصل؟ وہ باتیں بیت گئیں اور اندھی تقلید کا زمانہ ختم ہو گیا۔ میرا جواب یہ ہے کہ اب تک اس مہذّب ملک میں ایسے روشن خیال لوگ موجود ہیں اور اُن کی تعداد بہت کافی ہے جو مروّجہ طریقے اور دستور کو بالکل صحیح سمجھتے ہیں اور اس ڈگر سے ہٹنے کے لئے آمادہ نہیں ان میں بہت سے ممتاز ماہرین تعلیم بھی شامل ہیں، کیونکہ بقول ایک مصنّف کے اگر وہ مروّجہ طریقے اور نظام کی تائید اور حمایت نہ کرتے تو ممتاز ہی کس طرح ہو سکتے تھے۔ جس بات کی ابتدا سیاسی وجوہات کی بنا پر ہوئی تھی وہ اب دستور اور رواج کی ٹیک پر قائم ہے اور چونکہ خود ہم لوگوں نے ایک بالکل غلط اور مہمل اصول پر تعلیم پائی ہے اس لئے ہم میں تنقید اور آزادی فکر کی اتنی صلاحیت باقی نہیں رہی کہ اس مسئلے کے متعلق غیر جانب داری کے ساتھ صحیح رائے قائم کر سکیں۔ لاہور کے ایک پروفیسر Chitale نے اپنی مختصر۔ لیکن دلچسپ کتاب

Language universities & nationalism

میں لکھا ہے کہ اگر کسی قوم سے اُس کی زبان چھین لی جائے تو اس کے خیالات بھی چھن جاتے ہیں۔ چنانچہ اب یہ حالت ہو گئی ہے کہ ایک بالکل بدیہی تعلیمی اصلاح کو عمل میں لانے اور اس کے لئے مؤثر ذرائع اختیار کرنے کے بجائے ہم اپنی دماغی کاہلی کی بدولت ان تمام مشکلات اور موانع کی فہرستیں بنایا کرتے ہیں جو اس کے راستے میں حائل ہیں۔ آپ نے ان تمام مشکلات کی رام کہانی بارہا سنی ہو گی۔ مثلاً۔ ہندوستان میں بیسیوں زبانیں بولی جاتی ہیں۔ تعلیم کس زبان میں دی جائے؟ ہندوستان کی زبانوں میں ابھی اتنی وسعت اور گنجایش کہاں ہے کہ اعلےٰ تعلیم کے مضامین اور خیالات ان میں سما سکیں؟ ضروری کتابیں موجود نہیں ہیں وہ کہاں سے آئیں گی؟ یہاں تک تو خیر محض طبع حیلہ تراش کی کارفرمائی تھی

لیکن ستم یہ ہے کہ اس کے بعد سنجیدگی کے ساتھ یہ عذر پیش کیا جاتا ہے کہ اسکولوں اور کالجوں میں مادری زبان پر زیادہ زور دینے اور اس پر زیادہ وقت صرف کرنے سے انگریزی زبان کا معیار کم ہو جائیگا اور یہ الزامیہ جواب دیا جاتا ہے کہ لوگ انگریزی زبان کی مشکلات اور طلبہ کی تعلیمی مصیبت کو خواہ مخواہ بڑھا کر بیان کرتے ہیں ورنہ دراصل یہ بات نہیں، کیونکہ بہت سے ہندوستانی انگریزی زبان کو اس طرح لکھتے اور بولتے ہیں کہ خود انگریزوں کو رشک آتا ہے۔ ٹیگور اور سروجنی نیڈو کی شاعری، محمد علی کی پُرجوش اور آتش فشاں نثر، عبداللہ یوسف علی کی برجستہ اور مرصع خطابت۔ گاندھی جی کی سلیس اور شگفتہ تحریر یہ سب انگریزی تعلیم کا طفیل ہیں۔ اگر ہندوستان کے ہر طالب علم کو انگریزی پڑھنے اور انگریزی کے ذریعہ پڑھنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا، تو فضائے علمی میں یہ ستارے طلوع نہ ہوں گے۔ لہٰذا ان کا تماشا دیکھنے اور ان کی روشنی سے آنکھیں منور کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہر ہندوستانی طالب علم اپنی تعلیمی زندگی کا ایک پورا ایک تہائی حصّہ ایک غیر زبان کی تحصیل میں صرف کرے۔ وقت کا یہ تخمینہ میرا نہیں بلکہ پنجاب یونیورسٹی کی تحقیقاتی کمیٹی کا ہے۔

میں چاہتا ہوں کہ ان اعتراضات پر، جو بیک وقت منطق اور نفسیات دونوں کا خون کرتے ہیں ایک مختصر سا تبصرہ کروں، لیکن اس سے پہلے ایک اصولی بات سُن لیجئے۔ اور وہ بھی میری زبان سے نہیں بلکہ ایک معروف انگریز کی زبان سے جس پر سیاسی کج بینی کا الزام نہیں لگایا جا سکتا۔ وہ لکھتا ہے کہ :۔

"ایک ہی زبان ہے جس کے قبضہ میں ہمارے جذبات کی کنجی ہے۔ ایک ہی زبان ہے جو یقینًا اور قدرتًا الفاظ کے لطیف اشارات اور مطالب کو ہم تک پہنچا سکتی ہے۔ اور یہ وہ زبان ہے جس کو ہم اپنی ماں کی آغوشِ شفقت میں سیکھتے ہیں۔ جس میں ہم نے بچپن میں پہلے پہل دعائیں مانگی ہیں اور اپنی خوشی اور رنج کا بیساختہ اظہار کیا ہے کسی اور زبان کو تعلیم کا ذریعہ بنانے سے نہ صرف طلبہ کی محنت اور دماغ سوزی میں بے اندازہ اضافہ ہو جاتا ہے بلکہ ذہنی آزادی بھی مفلوج ہو کر رہ جاتی ہے۔"

یہ تو ایک عام اصول ہوا۔ اگر آپ خاص کر ہندوستان کے متعلق ایک مقتدر تعلیمی کمیٹی کی رائے سُننا چاہتے ہیں تو سُنیے۔ پنجاب یونیورسٹی کی تحقیقاتی کمیٹی جس کا ذکر میں نے ابھی کیا ہے اپنی رپورٹ میں یہ الفاظ لکھتی ہے :۔

"طلبہ کے راستے میں ایک بڑی رکاوٹ یہ ہے کہ وہ مغربی علوم کو ایک غیر زبان کے واسطے سے حاصل کرتے ہیں۔ انگریزی زبان کو ذریعہ تعلیم بنانے کے لئے اس پر عبور حاصل کرنے میں طلبہ کا بہت زیادہ وقت صرف ہوتا ہے۔ شاید ان کی تعلیم کی پوری مدّت کا ایک تہائی حصّہ اس کی نذر ہو جاتا ہے اور اس کے بعد بھی یہ شبہ باقی رہجاتا ہے کہ بہت سے طلبہ اس تمام کاوش کے بعد وہ مقصد حاصل بھی کر پاتے ہیں یا نہیں!"

رپورٹ کے فاضل مصنّفین نے اس حقیقت کا اظہار کرنے میں اس صنعت کلام سے کام لیا ہے، جس کو انگریزی میں Art of understandment کہتے ہیں۔ ورنہ دراصل کسی استاد کو، جس کی آنکھیں اور کان دونوں کھلے ہوئے ہوں۔ اس بارے میں ہرگز کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔ ان کا روزمرہ کا تجربہ شاہد ہے کہ طلبہ کی بہت بڑی اکثریت کسی طرح اس مقصد کو حاصل نہیں کر سکتی اور تمام تعلیم کے دوران میں ان کی حالت ایسی رہتی ہے۔ جیسے کوئی بہت کمزور نظر کا آدمی بغیر عینک لگائے دنیا کو دیکھ رہا ہو اور اس کو ہر چیز دُھندلی نظر آتی ہو۔ نہ ان کے خیالات میں صفائی و وضاحت پیدا ہوتی ہے۔ نہ اظہارِ خیال میں لکنت۔ یہ بات حیرت انگیز نہیں ہے کیونکہ ذہنی تعلیم کا اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ طلبہ میں سوچنے، غور و فکر کرنے، معاملات کو سمجھنے اور اپنی رائے قایم کرنے کی صلاحیت پیدا کی جائے اور نفسیاتی تحقیقات نے اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ طلبہ میں قوّتِ فکر اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتی جب تک اپنی زبان پر اچھی طرح عبور حاصل نہ کریں اور مختلف علوم کو اپنی زبان میں نہ پڑھیں۔ ہمارے طلبہ کو اپنی زبان میں مہارت حاصل کرنے کا پورا موقع نہیں ملتا، لہٰذا ان کی ذہنی تربیت نامکمل اور ناقص رہتی ہے اور اسی وجہ سے وہ غیر زبان کو بھی کامیابی کے ساتھ حاصل نہیں کر سکتے اور دونوں طرف سے محروم رہ کر لفظی اور معنوی لحاظ سے گونگے بن کر رہ جاتے ہیں۔ وہ انگریزی کتابیں ضرور پڑھتے ہیں۔ لیکن

اس زبان کے پردے کی وجہ سے جوان کے اور درسی علوم کے بیچ میں حائل ہوتا ہے ان کی زیادہ تر کوشش مفہوم کو سمجھنے اور اس کی تنقید اور تجزیہ کرنے پر نہیں، بلکہ الفاظ کو یاد کرنے پر صرف ہوتی ہے اور الفاظ کا یہ بار اس وقت تک ایک متاع عزیز سمجھا جاتا ہے جب تک امتحان کے کمرے میں بیٹھ کر اسے ممتحن کے سپرد نہ کر دیا جائے۔ اس کے بعد اسے بالعموم ایک خواب پریشان کی طرح بھلا دیا جاتا ہے۔ اور ہمارے تعلیم یافتہ نوجوان کے پاس کوئی مستقل اور دیرپا ذہنی تہذیب باقی نہیں رہتی۔ اس ذہنی کم مائگی کے علاوہ ایک اور زبردست تعلیمی نقصان اس سے یہ بھی ہوتا ہے کہ عام لوگوں کے ذہن میں یہ خیال جڑ پکڑ لیتا ہے کہ تعلیم کا روزمرہ کی زندگی سے کوئی قریبی اور ہمہ گیر تعلق نہیں، بلکہ وہ محض بعض جزوی اور مقابلتاً کم اہم مقاصد مثلاً حصول ملازمت کا ایک ذریعہ ہے۔ یہ صورت حال ہندوستان کے ساتھ مختص نہیں۔ بلکہ دوسرے ممالک میں بھی جب کبھی تعلیم اور مادری زبان کا رشتہ قطع ہوا ہے یہی تمام خرابیاں پیدا ہوئی ہیں۔ چنانچہ اس پر ایک نہایت مفید بحث جنوبی افریقہ کے ایک ماہر تعلیم میل ہرب Malherb نے سال گزشتہ کی ایر بک آف ایجوکیشن Year Book of Education میں کی ہے جو انگریزی زبان میں تعلیم کے مسائل پر سب سے مستند تصنیف سمجھی جاتی ہے اور جس کی ادارت کے فرائض انگلستان کے سابق وزیر تعلیم لارڈ پرسی نے انجام دیئے ہیں۔ لہٰذا ان کے حوالہ سے جن خیالات کا اظہار کیا جائے ان پر سیاسی تعصب اور جنبہ داری کا الزام نہیں لگایا جائیگا۔ میل ہرب Malherb لکھتا ہے کہ جب ۱۸۲۲ء میں Lord Charles Somerset نے یہ طے کیا کہ Cape Colony میں ذریعہ تعلیم صرف انگریزی زبان ہوگی تو نہ صرف بیشتر طلبہ پر جن کی مادری زبان ولندیزی تھی اس کا نہایت خراب اثر پڑا۔ بلکہ عام طور پر لوگوں میں بالخصوص دیہات کی آبادی میں یہ خیال پھیل گیا کہ تعلیم حاصل کرنا اور انگریزی سیکھنا مرادف الفاظ ہیں۔ اگرچہ وہ انگریزی زبان سیکھنے کے خلاف نہ تھے۔ لیکن اس کے ذریعہ تعلیم بنائے جانے سے لوگوں کے ذہن میں یہ خیال قائم ہو گیا کہ مدرسہ کی تعلیم ایک بدیسی پودا ہے جس کا ان کی روزمرہ کی زندگی اور زبان اور ضرورتوں سے کوئی قریبی تعلق نہیں۔ بے شک اس تعلیم سے کچھ لوگوں کو ایک خاص وقار اور تشخص حاصل ہو جاتا تھا۔ اور بعض اعلےٰ پیشوں میں داخلہ مل جاتا تھا۔ لیکن یہ بات تو ان کے حاشیۂ خیال میں بھی نہیں آتی تھی کہ تعلیم ان کے سماجی اور اقتصادی ماحول کو سمجھنے اور اس کو استعمال کرنے میں بھی کوئی مدد دے سکتی ہے۔ لیکن جب ۱۹۱۰ء میں انگریزی اور ولندیزی دونوں زبانوں کو دفتری زبان مان لیا گیا اور اس کے بعد افریقی زبان Afrikaans کو بھی (جو ولندیزی کی ایک تبدیل شدہ صورت تھی اور عام لوگوں کی بول چال کی زبان تھی) وہی درجہ مل گیا۔۔۔ تو طلبہ کو تحصیل علم میں بعید سہولت اور سرعت پیدا ہو گئی۔ اس سے ان کو ادبی اور تخلیقی جدوجہد میں بہت مدد ملی۔ شاید اس افریقی زبان کے بہترین نثری کارنامے تو اتنے اچھے نہیں جتنے انگریزی زبان کے لیکن نظم کا معاملہ اس سے بالکل برعکس ہے، کیونکہ اس میں یہ زبان کسی دوسری زبان سے مقابلہ کر سکتی ہے۔۔۔ اب یہی زبان اسکولوں میں جہاں اس کے بولنے والے پڑھتے ہیں ذریعۂ تعلیم ہے۔ اب اس میں نہایت روانی اور بے تکلفی سے دقیق ترین مطالب، اور خیالات کا اظہار ہو سکتا ہے۔"

جب انگریزی زبان ولندیزی بولنے والوں کے لئے اس درجہ رکاوٹ اور مشکلات پیدا کر سکتی ہے۔ حالانکہ ان دونوں زبانوں کی نوع اور تمدنی پس منظر میں بہت زیادہ فرق نہیں، تو کوئی سمجھدار آدمی یہ کس طرح تسلیم کرلے کہ ہندوستانی طلبہ اس عام اصول اور تجربے کی بندش سے بالکل آزاد ہیں؟ وہ کس طرح یونان کے Icarus کی تقلید میں مصنوعی پروں کو موم کے ذریعہ چسپاں کر کے، ہوا میں اڑ سکتے ہیں؟ لیکن شاید آپ کہیں کہ یہ سب تسلیم لیکن وہ اعتراضات کیا ہوئے جنہیں خود تم نے ابتدا میں بیان کیا تھا۔ آیئے ان پر بھی ایک نظر ڈال لیں۔ "ہندوستان میں بہت سی زبانیں بولی جاتی ہیں"۔ بے شک، لیکن آپ اس عطیہ قدرت سے ہراساں کیوں ہوتے ہیں۔ یورپ میں بھی بہت سی زبانیں بولی جاتی ہیں۔ اسی طرح ہمارے ملک میں بھی چند بڑے بڑے لسانی علاقے ہیں۔ ان سب علاقوں میں ابتدائی تعلیم سے لے کر اعلےٰ تعلیم تک اسی زبان میں ہونی چاہئے، جو وہاں عام طور پر بولی جاتی ہے۔ انگریزی بحیثیت ایک ثانوی زبان کے اعلےٰ تعلیم کے نصاب کا جزو رہے گی۔ مغربی علوم اور مغربی تمدن کے ساتھ ہمارا رشتہ اسی کی وساطت سے قائم رہے گا۔ اور ایک حد تک وہ مختلف لسانی صوبوں میں

تبادلۂ خیال کا ذریعہ بھی بنے گی، لیکن رفتہ رفتہ یہ حیثیت باوجود کچھ ہیں اور شکست پسند لوگوں کے شکوک کے ہندوستانی زبان کو حاصل ہو جائیگی ۔ مختلف زبانوں کی یونیورسٹیوں کی یہہ سکیم ۔ میرے محترم دوست سیّد راس مسعود نے بھی کئی سال ہوئے پیش کی تھی ۔ لیکن اس کا استقبال یا تو مؤدّب خاموشی کے ساتھ کیا گیا یا کم ہمت مخالفین نے مشکلات گنانی شروع کر دیں لیکن آپ یقین رکھیے کہ ہونے والی بات کو کچھ عرصہ کے لئے آپ ٹال سکتے ہیں، اپنی بے اعتنائی سے بالکل مسترد نہیں کر سکتے ۔

باقی اعتراضات تو اس درجہ طفلانہ اور سُبک ہیں کہ ان پر بحث کرنا بھی تضیع اوقات معلوم ہوتا ہے ۔ مثلاً یہ کہ ہندوستانی زبانوں میں ابھی اتنی قوت کہاں ہے کہ وہ اعلےٰ علمی مضامین کا بار اُٹھا سکیں ۔ اوّل تو یہ اعتراض ہندوستانی زبانوں بالخصوص اُردو زبان اور اُردو ادب سے انتہائی ناواقفیت کا ثبوت ہے ۔ کیونکہ ان زبانوں میں اب ہر قسم کے خیالات کے اظہار کی صلاحیت ہے اور عثمانیہ یونیورسٹی کا کارنامہ اس دعوے کی دلیل ہے ۔ دوسرے اگر بالفرض ان زبانوں میں اتنی وسعت نہ بھی ہوتی تو ایسی صورت میں بھی اعتراض غلط ہوتا ۔ زبان میں قوت اور روانی اور بلندی کیسے پیدا ہوگی جبتک کالجوں اور یونیورسٹیوں میں اس کی اعلےٰ تعلیم اور مطالعے کا انتظام نہ کیا جائے گا اور اس کو ذریعہ تعلیم نہ بنایا جائے گا ۔ اسی طرح یہ سوال بھی فضول ہے کہ کتابیں کہاں سے آئیں گی ؟ درسی کتابیں الہامی کتابوں کی طرح آسمان سے نازل نہیں ہوتیں ۔ بلکہ مانگ پوری کرنے کے لئے تصنیف کی جاتی ہیں ۔ اعلےٰ تعلیم مادری زبان میں دیجئے ۔ کتابیں کچھ عرصہ میں خود بخود مہیا ہو جائیں گی ۔ عثمانیہ یونیورسٹی میں ضرورت پڑی ۔ کتابیں تیار ہو گئیں ۔ جنوبی افریقہ میں ضرورت ہوئی چند سال کے اندر اندر نہ صرف کتابیں لکھی گئیں ۔ بلکہ تعلیمی افسروں انسپکٹروں ہیڈ ماسٹروں اور اُستادوں کی ذہنیت بھی بدل گئی ۔

پھر خدا کے ان نیک بندوں کو یہ فکر ہے کہ اگر اسکولوں اور کالجوں میں اُستاد اور شاگرد کئی گھنٹے روز غلط انگریزی نہ بولیں گے تو انگریزی کا معیار کم ہو جائے گا ۔ اوّل تو کوئی ان سے پوچھے کہ انگریزی کا عام معیار کم ہو جانا زیادہ بڑی مصیبت ہے یا مادری زبان کی ناقص واقفیت اور تمام درسی مضامین تاریخ، جغرافیہ سائنس، ریاضی وغیرہ کے معیار کا کم ہوتا ؟ جب انگریزوں نے لاطینی کو اپنے نظام تعلیم کی صدر نشینی سے ہٹا کر انگریزی کو اس کا حقیقی درجہ دیا ہے تو انہیں بھی یہ اندیشہ لاحق ہو سکتا تھا کہ لاطینی کی قابلیت کا معیار کم ہو جائیگا لیکن انہوں نے اس اندیشہ سے نہ انگریزی کی پڑھائی کو کم کیا نہ اسے بند کیا ۔ دوسرے انگریزی کا عام معیار قابلیت آج کل کونسا اچھا ہے کہ اس پر زور پڑنے کے خیال سے آپ لرزہ بر اندام ہوتے ہیں اور اس معیار کی کمی کی وجہ یہ نہیں کہ طلبہ اس کے مطالعے میں اپنی عمر کا صرف تہائی حصّہ صرف کرتے ہیں ۔ دو تہائی صرف نہیں کرتے ۔ بلکہ جیسا میں اوپر عرض کر چکا ہوں، اس کا اصل سبب یہ ہے کہ ایک غیر زبان میں تعلیم پانے کی وجہ سے ان کی ذہنی تربیت نہیں ہوتی ۔ ان میں سوچنے اور غور کرنے کی صلاحیت پیدا نہیں ہوتی ۔ جب وہ اُلجھی ہوئی اور بے ربط عبارت لکھتے ہیں ۔ تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اُن کے خیالات اُلجھے ہوئے اور بے ربط ہیں اور اُن کا دماغ اُلجھا ہوا اور غیر منظم ہے ۔ جس شخص کو کسی زبان پر بھی اچھا عبور نہ ہوگا ۔ اس کے خیالات ضرور پیچیدہ اور مبہم ہوں گے ۔ لہٰذا اگر آپ کو محض انگریزی زبان کے معیار ہی سے دلچسپی ہے تو اس کی درستی کا بھی یہی ذریعہ ہے کہ آپ کو مادری زبان کے ذریعہ تعلیم دے کر آپ کا عام تعلیمی معیار بہتر بنائیں ۔ اس کا اثر ان کی انگریزی کی قابلیت پر بھی پڑے گا ۔ لیکن یہ خیال غلط ہے کہ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں ہر طالب علم کو جبراً انگریزی ادب پڑھانے سے ادبی ذوق یا قابلیت پیدا ہونی لازم ہے ۔ ان میں سے بیشتر طلبہ زبان تو اچھی طرح جانتے نہیں ۔ ادب سے کیسے لطف اندوز ہو سکتے ہیں ؟ انگریزی ادب کا پروفیسر محاسن کلام اور فنی باریکیوں پر لکچر دیتا ہے ۔ اور اُس کے شاگرد ان رشید سستے نوٹس خرید کر ان سے انگریزی شعراء اور ادیبوں کی " صفات ثبوتیہ اور سلبیہ " کو حفظ کر لیتے ہیں ! اس طرح ادبی ذوق اور شغف کیسے پیدا ہو سکتا ہے ؟ بے شک آپ اعلےٰ تعلیم گاہوں میں سب طلبہ کو انگریزی زبان سکھائیے ۔ طریقے کو بہتر بنا کر انہیں سمجھداری کے ساتھ انگریزی پڑھنا اور اُسے صاف اور صحیح بولنا اور لکھنا سکھائیے ۔ لیکن ادب کی تعلیم انہی طلبہ تک محدود رکھئے جنکو اس سے خاص ذوق اور دلچسپی ہے ۔ ورنہ آپ کی محنت کوہ کندن اور کاہ برآوردن سے آگے نہ بڑھے گی ۔ انسان کی عمر تھوڑی ہے اور کام بہت ہیں ۔ اس لئے بے سوچے سمجھے خیالی چھلاووں کے پیچھے بھاگنا دانشمندی کا ثبوت نہیں ۔

اس بحث میں اور دلچسپ واسطہ ان درخشندہ ستاروں کا دیا جاتا ہے۔ جن کی انگریزی دانی ہندوستانیوں کے لئے باعث افتخار اور انگریزوں کے لئے باعث رشک ہے۔ مگر افسوس کہ میرا دل اس اپیل سے بھی نہیں پسیجا۔ لیکن اس کا سبب قساوتِ قلب نہیں، بلکہ بعض دوسرے اسباب ہیں اوّل تو جن ہندوستانی ادیبوں کی انگریزی قابلیت پہ ہمیں ناز ہے ان میں بیشتر ہندوستانی یونیورسٹیوں کے چشم و چراغ نہیں بلکہ انگریزی یونیورسٹیوں کے تعلیم یافتہ ہیں۔ یا سروجنی نیڈو اور ٹیگور کی طرح تلامیذ فطرت ہیں۔ کسی یونیورسٹی کے رہینِ منّت نہیں۔ دوسرے میرے نزدیک کسی نظام تعلیم کی کامیابی کا یہ معیار نہیں کہ اس کا اثر چند منتخب اور غیر معمولی افراد پر کیا پڑا ہے؟ اس کی کارگزاری کا اندازہ اس بات سے لگانا چاہئے کہ عام لوگوں کی ذہنی تربیت اور تہذیب پر اس کا کیا ردّ عمل ہوا ہے۔ اگر آپ اس خیال سے موجودہ صورت حال پر نظر ڈالیں، تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اگر ترازو کے پلڑوں میں یہ چند نامور ادیب ہیں تو دوسرے میں، وہ لاکھوں بدنصیب طلبہ ہیں جن کی زبان بند اور خیالات اُلجھے ہوئے رہتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے دنیا کو کتابوں کی عینک لگا کر دیکھا ہے اور اس عینک کا شیشہ بھی شفاف نہیں۔ دھندلا ہے۔ اگر دس ہزار میں سے ایک عبداللہ یوسف علی نکلتا ہے، جس کا قلم انگریزی زبان پر بے ساختہ رقص کرتا ہوا چلا جاتا ہے تو ۹۹۹۹ یادش بخیر بابو پیچھے لال کی طرح ہوتے ہیں جن کی زبان دانی اور شان تحریر ارباب بصیرت کے لئے عبرت اور بے کاروں کے لئے تفریح کا سامان ہے۔ اور باقی ایسے ہوتے ہیں جو میری طرح ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں اپنا مطلب ادا کر لیتے ہیں اور بس۔ میرے خیال میں یہ سودا بہت مہنگا ہے۔ میں اس کو بدرجہا بہتر سمجھتا ہوں کہ عام طور پر ہمارے طلبہ کے خیالات سلجھے ہوئے ہوں۔ ان کے اظہار خیال میں صداقت اور بے ساختہ پن ہو۔ ان کی تحقیقی قوتیں بیدار ہوں۔ خواہ اس کے بدلے میں قوم چند نامور ادیبوں کی برکت سے محروم ہی کیوں نہ ہو جائے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ اس قربانی کی نوبت ہی نہ آئے گی۔ کیونکہ محمد علی اور گاندھی جیسے زبان دان پیدا کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ انگریزی ادب کو کونین کے تلخ گھونٹوں کی طرح سے بچوں کے گلے سے اُتارا جائے۔ ان کا وجدانی ذوق اور غیر معمولی ادبی قابلیت خود اپنے لئے راستہ بنا لے گی۔ ان کی خاطر تمام نظامِ تعلیم کو بے اثر بنانا قوم کے لئے مضر اور ان کے لئے غیر ضروری ہے۔

آخر میں ایک بات اور عرض کرنا چاہتا ہوں جسکو کہتے ہوئے کسی قدر تامل بھی ہوتا ہے، لیکن سچائی کا تقاضا یہی ہے کہ اس کو بیان کر دیا جائے۔ ایک دفعہ ایک علمی مجلس میں اسی موضوع پر گفتگو ہو رہی تھی۔ میں نے اپنے خیال کی تائید میں بعض دلیلیں پیش کیں۔ جن کا تشفی بخش جواب نہیں ملا۔ آخر میں ایک صاحب نے جو میرے نقطۂ نظر سے اختلاف رکھتے تھے۔ یہ دلیل قاطع پیش کی کہ تم اس بات کو نہیں سمجھتے۔ یہ ایک تعلیمی مسئلہ نہیں، سیاسی مسئلہ ہے۔ اس الہامی ارشاد کی تہ میں دو خیال معلوم ہوتے ہیں۔ اوّل تو یہ۔ نظامِ تعلیم میں انگریزی زبان کی موجودہ حیثیت کی مخالفت انگریزی حکومت کی مخالفت سمجھی جائے۔ اس کا میرے پاس کوئی جواب نہیں اور نہ میں اس تفسیر سے خائف ہوں۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ شاید مغرب کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا جاپان کی توہین سمجھا جائے۔ تو آپ سُن کر کیا کر سکتے ہیں؟ دوسرا زیادہ اہم اندیشہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ مادری زبان کو ذریعۂ تعلیم بنانے میں شاید ہندی کا پلہ اُردو سے بھاری ہو جائے۔ لہٰذا ہمارے لئے انگریزی زبان کے ساتھ وابستہ رہنا ہی بہتر ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ خیال نافہمی اور تنگ نظری پر مبنی ہے اور ایک مسلمان کے شایانِ شان نہیں۔ کیا یہ لوگ ہمیشہ کے لئے اپنی اور ہندوستان کی تمام دوسری جماعتوں کی تعلیم کو اس خیال سے مسخ اور بے روح رکھنا چاہتے ہیں کہ کہیں کسی دوسری زبان یا زبانوں کو ملک میں برتری حاصل نہ ہو جائے؟ شاید آپ نے اس بڑھیا کا قصہ سُنا ہوگا، جو یہ نہیں چاہتی تھی کہ اسکی کمر سیدھی ہو جائے۔ بلکہ یہ آرزو رکھتی تھی کہ دوسروں کی کمر بھی اس کی طرح کُبڑی ہو جائے؟ کیا ہماری ذہنیت اس کُبڑی بُڑھیا کی سی ہو گئی؟ اگر آپ کو اپنی زبان سے واقعۃً محبت ہے اور آپ خلوص سے چاہتے ہیں کہ اسے ملک میں وہ درجہ حاصل ہو۔ جس کی وہ مستحق ہے تو اس کی خدمت پر کمربستہ ہو جائیے اور اس کی خدمت کی بہترین صورت یہی ہے کہ آپ جرأت کے ساتھ اپنی تعلیمی پالیسی پر نظر ثانی کریں۔ اُردو کو اپنے اسکولوں اور کالجوں میں اور یونیورسٹیوں میں جہاں کہیں وہ بولی جاتی ہے وہی درجہ دیں جو دوسرے اہم مضامین کو حاصل ہے۔

اور اسے نیچے سے اوپر تک ذریعۂ تعلیم بنائیں۔ اس طرح اُردو زبان میں وسعت پیدا ہوگی۔ اُردو ادب مالا مال ہوگا۔ تعلیم یافتہ طبقے کو اس کی طرف زیادہ توجہ ہوگی۔ مختلف علوم وفنون کی کتابیں اس میں تصنیف اور ترجمہ ہوں گی۔ جدید خیالات اور جدید اسالیب بیان اس میں راہ پائینگے اور سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ ہمارے تخلیقی سوتے جو ایک بے روح اور خلاف فطرت طریقۂ تعلیم کی وجہ سے خشک ہوگئے ہیں، دوبارہ رواں ہوجائیں گے اور پھر کوئی مخالف قوت یا تعصب اس کی حق تلفی نہ کرسکے گا۔ برخلاف اس کے اگر آپ دوسری ہندوستانی زبانوں سے ڈرینگے خوف زدہ اور بدحواس بچّوں کی طرح ایک غیر زبان کا دامن پکڑیں گے۔ اپنی زبان کو حقیر سمجھیں گے، تو میں آپ کو ایسے وقت کی بشارت دیتا ہوں جب پچھتانے سے کچھ نہ ہوگا کیونکہ چڑیاں کھیت کو چگ گئی ہوں گی۔

(خواجہ) غلام السیدین
(پرنسپل ٹریننگ کالج - علی گڑھ)

نظامُ المشَایخ بالکل مُفت

تین آنے کے ٹکٹ بارہ رسالوں کے محصول کیلئے بھیجدیجئے

(اور)

بارہ مہینے تک نظامُ المشَایخ بالکل مُفت پڑھے جائیے۔

نظام المشایخ میں مضامین چار پانچ سے زیادہ نہیں ہوتے لیکن اُن کی بلندی معیار اور دلچسپی کا ہر شخص معترف ہے۔

پھر صرف تین آنے محصول خرچ کرکے سال بھر میں ساٹھ ستّر مضمون بھی ایسے عمدہ پڑھنے کو مل جائیں تو یہ موقع چھوڑنا سخت غلطی ہوگی۔ اس طرح رسالہ کی مُفت تقسیم کرنے سے میرے ہاں کی کتابوں اور دواؤں کی بکری نے ترقی پکڑی تو میرا ارادہ ہے کہ نظام المشایخ کی ضخامت بڑھا دونگا۔ اور اللہ نے چاہا تو ایسا ہی ہوگا۔

واحدی
مالک رسالہ نظام المشایخ - دہلی

سید الشہداء علیہ السلام کی یاد

محرم نامہ

حضرت خواجہ حسن نظامی کی لکھی ہوئی واقعہ کربلا پر وہ بے مثل کتاب ہے جسمیں شہادت کے متعلق ابتدا سے لیکر انتہا تک کے حالات مفصل طور پر درج ہیں اس کتاب میں حسب ذیل بیانات ہیں۔ وفات رسول اور خلافت کا جھگڑا۔ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت۔ حضرت عمرؓ کی خلافت۔ حضرت عثمانؓ کی خلافت۔ حضرت علیؓ کی خلافت اور تمام جھگڑوں کی تفصیل شروع اسلام کے چھوٹے شہید۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت۔ حضرت علیؓ کی شہادت۔ حضرت امام حسنؓ کی شہادت۔ جمل اور صفین کی لڑائیوں کا پورا بیان۔ یزید کی تخت نشینی۔ حضرت مسلم کی شہادت انکے دو بچوں کی شہادت۔ حضرت امام حسینؓ کا سفر کوفہ۔ حضرت امام حسین کی شہادت اور کربلا کے تمام دردناک واقعات۔ یزیدی دربار میں قیدیوں کا جانا۔ زبان اسقدر آسان کہ عورتیں اور بچے بھی اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ قیمت ایک روپیہ۔

یزید نامہ

یہ کتاب محرم نامہ کا دوسرا حصہ ہے۔ اسمیں کربلا کے جانسوز واقعہ کے بعد کے حالات درج ہیں۔ مختصر فہرست مضامین یہ ہے۔ بنی امیہ کی دنیاوی تلواریں دین کی گردن پر۔ قاتلان حسینؓ سے انتقام۔ ابن زیاد کا انجام۔ مختار کی شہادت۔ معصب بن زبیرؓ کی شہادت۔ مکہ پر بنی امیہ کی یورشیں۔ حضرت زید کی شہادت۔ حضرت یحییٰ بن زید کی شہادت۔ امیر معاویہ کا حال۔ یزید کا حال۔ معاویہ بن یزید کا حال۔ مروان بن الحکم کا حال۔ اسکے بعد سلطنت اموی کے تمام بادشاہوں کی حالات درج ہیں۔ یہ کتاب بنی امیہ کی پوری تاریخ ہے جسمیں ہر بادشاہ کی خانگی اور بیرونی زندگی کو وضاحت کیساتھ بیان کیا گیا ہے۔ قیمت صرف ایکروپیہ چار آنہ۔

سیدہ کا لال

علامہ راشد الخیری مرحوم کی لاجواب کتاب شہادت کی مکمل اور مفصل تاریخ۔ ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ اور جناب سیدہ کی فضائل۔ سرور کائنات کی رحلت۔ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ حضرت عمرؓ کی شہادتیں۔ جنگ جمل جنگ صفین کا مکمل بیان۔ بنی امیہ کی کوششیں۔ امیر معاویہ کی سیاست۔ حضرت امام حسنؓ کی شہادت۔ یزید کی حکومت۔ حضرت مسلم اور انکے بچوں اور حضرت حرؓ کی شہادت۔ بی بی زینب کا بے مثل ایثار۔ حضرت عباس۔ حضرت قاسم۔ حضرت علی اکبر اور سیدہ کے لال کی شہادت۔ خانماں برباد سیدانیاں ابن زیاد اور یزید کے دربار میں۔ قاتلان حسینؓ کا انجام اور خدائی فیصلہ۔ تمام کتاب اسقدر دردانگیز ہے کہ بغیر آنسو بہائے نہیں پڑھی جاسکتی۔ واقعات شہادت کا اسقدر مکمل و مفصل اور دردانگیز اور مؤثر بیان ہے جسکے پڑھنے سے واقعہ کربلا کے صحیح اسباب و حالات ذہن نشین ہوجاتے ہیں۔ قیمت ایکروپیہ بارہ آنے۔

طمانچہ

یہ حضرت خواجہ حسن نظامی کا لکھا ہوا اسلامی تاریخ کا ناول ہے جسکو حضرت خواجہ صاحب کی تصانیف میں ماسٹر پیس کہا جاتا ہے۔ اسمیں بنی امیہ کے شریر لوگوں کی خفیہ بدچلنی کا حال ہے۔ یہ کتاب عورتوں کو نہ دکھانی چاہئے کیونکہ اسمیں بنی امیہ کی بعض بدچلن عورتوں کے شرمناک حالات بھی ہیں۔ تفصیل ابواب یہ ہے۔ حضرت علیؓ کے پوشیدہ کاغذ کی تلاش ریحانہ کا سفر شام۔ سات برس کا پرانا عاشق۔ دردوہ بنت یزید۔ باپ کی بیوی کا دیوانہ۔ بھائی کی بہن۔ علی کی محبت کتنی مشکل ہے۔ ابن آثام کا قتل۔ دردوہ اور ابراہیم۔ امیرالمومنین کی بیمارداری۔ یزید کی نئی محبوبہ۔ یزید کی نئی سازش۔ کربلا کے قیدی۔ طمانچہ برخسار یزید۔ غرض یہ کہ بیحد دلچسپ ناول ہے۔ قیمت ایکروپیہ

سعادت الکونین فی فضائل حسنینؓ

یہ کتاب دہلی کے ایک زبردست عالم نبیرہ حضرت مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی کی مرتب شدہ ہے۔ اس کتاب میں شہادت کے سچے تاریخی حالات کو الفاظ کی رنگینی نے کچھ در کچھ بنادیا ہے حالات شہادت کے علاوہ کتاب میں ہزارہا دیگر مفید مضامین ہیں مثلاً اہلبیت کے معنی شہادت کی حقیقت اور حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کی پوری سوانح عمریاں اور دیگر صدہا صحابہ کرام کے حالات درج ہیں۔ ضمناً بہت سے مذہبی اور دینی مسائل بھی آگئے ہیں جن سے ہر مسلمان کا واقف ہونا ضروری ہے۔
قیمت ایک روپیہ چار آنہ (عہ؍)

اہل بیت کے معجزات

اس کتاب میں بتایا گیا ہے کہ ابتک کہاں کہاں اور کیا کیا معجزات اہل بیت سے ظہور میں آئے۔ گویا معجزات اہل بیت کی عجیب تاریخ ان حضرات کیلئے جو معجزات کے قائل ہیں عموماً اور جو قائل نہیں ہیں اُن کیلئے خصوصیت کے ساتھ مطالعہ کے قابل ہے۔ قیمت چار آنے۔

قتل حسینؓ

کربلا کی تپتی ہوئی زمین پر خون شہداء کی گلکاریاں۔ کوفیوں کے ہاتھوں بوستان رسالت کی بربادی کا دردناک منظر۔ اگر آپ پڑھیں گے تو آپکی آنکھ سے آنسوؤں کی جھڑی لگجائیگی۔ یہ کتاب امام حسینؓ کی سیرت اور کربلا کے المناک واقعات کی پوری تصویر ہے۔ گیارہ مقامات مقدسہ کی ہاف ٹون تصاویر بھی شامل ہیں۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ۔

دولت کا پُجاری

آج سے ایک چوتھائی صدی پیشتر ایک کمسن لڑکا جسے سب گنگوا کہکر پکارتے تھے۔ سبزی منڈی کے دروازے پر ٹاٹ کا ایک ٹکڑا بچھا کر بیٹھا کرتا تھا۔ اور کوڑیوں کی صرافی کرتا تھا۔ اسے اس اُلٹ پھیر میں صبح سے شام تک تین چار پیسے مل جاتے تھے۔ ایک سال کے بعد لوگوں نے دیکھا کہ کوڑیوں کی جگہ اس نے پیسوں کا کام شروع کیا تھا۔ اور خالی وقت میں تختی پر ہندی حساب کتاب کی مشق کیا کرتا تھا۔ اس کے بعد اُس نے اپنے ایک رشتہ دار بنئے کی دکان پر سودا بیچنے کی نوکری کر لی اور کم و بیش دو برس اس کام میں مصروف رہا۔ اب اس کی عمر پندرہ سولہ سال کے قریب تھی اور لوگ اُسے گنگوا کی بجائے گنگا کہتے تھے۔ اس کے پاس غالباً کافی سرمایہ فراہم ہو گیا تھا۔ کیونکہ اُس نے کچھ دنوں کے بعد پنساری کی ایک چھوٹی سی دکان کھول دی۔ گنگا بڑا لسان۔ چرب زبان گاہک کی سائکالوجی سے فوراً واقف ہو جانے والا اور ہوشمند دکاندار تھا۔ تھوڑے عرصہ میں اس کی دکان چل نکلی۔ ہر وقت گاہکوں کا ہجوم رہنے لگا اور مالی حالت روز بروز ترقی کرنے لگی۔ گنگا نہایت صحیح النسب بنیا تھا۔ اس کے قول و فعل۔ حرکات و سکنات۔ غرض ہر بات میں ایک مکمل بنئے کا کیرکٹر پایا جاتا تھا۔ اُس نے اپنی فطری مناسبت کی بنا پر چند باتوں میں ایسا ملکہ اختیار کیا تھا کہ بڑے بڑے تجربہ کار بنئے اس کا لوہا مانتے تھے۔ مثلاً ڈنڈی پر اُسے پوری حکومت حاصل تھی۔ وہ اپنے تمام منصوبے ڈنڈی کے ذریعہ سے پورے کرتا تھا۔ ڈنڈی اس کے اہم ترین جذبات انتقام کو تسکین دیتی تھی۔ جب گاہک تیز زبانی دکھاتا تو گنگا بالکل خاموش رہتا تھا۔ لیکن ڈنڈی کے ذریعہ سے ضرب کاری لگاتا تھا۔ ایک دن ایک بگڑے دل خاں صاحب آئے اور کسی بات پر ناخوش ہو کر گنگا کے ایک چانٹا رسید کیا۔ غریب گنگا نے اپنی زبان سے کچھ نہ کہا۔ لیکن خاں صاحب کو سیر بھر بادام اس طرح تول کر دیئے کہ ڈنڈی جھکتی رہی۔ لیکن پھر بھی بادام ڈیڑھ چھٹانک کم تھے۔

گنگا نے ڈنڈی کے ذریعہ سے اپنی گاہکوں کو تسخیر کر لیا تھا۔ جو چیز بازار میں روپے سیر ملتی تھی گنگا اسے گاہک کے اصرار پر چودہ آنے سیر فروخت کرتا تھا اور دو آنے کی یہ کسر ڈنڈی کے زور سے پوری کر لیتا تھا۔ آٹھوں گانٹھ کمیت تھا۔ وہ چیز دو قسم کی رکھتا۔ ناواقف اور اناڑی گاہکوں سے پورے دام لے کر کم قیمت چیزیں دیتا تھا۔ جب دیکھتا تھا کہ مفر کا پہلو نہیں تو اچھی چیز نکالتا تھا۔ اس کی فطرت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ جب گاہک کو روپے کے باقی ماندہ پیسے دیتا تھا تو چھانٹ کر گھسے ہوئے پیسے اور ریزگاری دیتا تھا۔ لیکن روپے کو اس طرح ٹھونک بجا کر لیتا تھا کہ گویا گھر سے بنا کر لایا ہے۔ اس کا اصول تھا کہ فرمائش کے ساتھ ہی داموں کے لئے گاہک کی طرف ہاتھ بڑھاتا تھا اور ایک سے پیسے لیکر دوسرے کی طرف متوجہ ہو جاتا تھا۔ تاکہ ہر گاہک پھنسا رہے اور تاخیر ہو جانے پر کوئی اس کے دام بقالی سے باہر نہ جا سکے۔ وہ اُدھار بہت کم دیتا تھا اور اگر ایسی ہی مجبوری ہوتی تھی تو دُگنی قیمت وصول کر لیتا تھا۔ قرض کے متعلق اُس کا حافظہ غیر معمولی قوت رکھتا تھا۔ جہاں کسی گاہک نے اسے روپیہ دیا کہ حافظہ نے چھ ماہ پہلے کا ایک پیسہ اگر گاہک قرض کر گیا ہے تو اسے یاد دلایا۔

گنگا دکانداری کی اس شدید مصروفیت کے باوجود اپنے گھر کے انتظام سے بھی غافل نہیں رہتا تھا۔ دکان پر بیٹھے بیٹھے وہ ترکاری خرید لیتا تھا اور حتی المقدور سبزی فروش کو نقد قیمت کی جگہ ہلدی مرچ سے رضامند کر لیتا تھا۔ کپڑے کی اُسے بہت کم ضرورت پڑتی تھی۔ اس کی ماں چرخہ کاتا کرتی تھی اور یہ چرخہ سارے گھر کے لئے مانچسٹر کی ایک مل کا حکم رکھتا تھا۔ یہ سوت جو شبانہ روزی محنت میں تیار ہوتا تھا ایک جولاہے کی معرفت کپڑے میں بدل جاتا تھا۔ اور کپڑا سینے کی اُجرت ہمیشہ نمک مرچ وغیرہ سے ادا ہوتی تھی۔

(۲)

صرف پانچ سال کی دکانداری نے گنگا کی حالت کچھ سے

کچھ کر دی۔ دکان میں کافی سامان اور ہر قسم کا میل جول ہونے کے باوجود اس کے پاس ہزار پانچ سو کی رقم ہر وقت موجود رہتی تھی۔ اس رقم کو وہ سود پر چلانے لگا۔ سودی لین دین نے اُسے بہت فایدہ پہنچایا۔ وہ جب دیکھ لیتا تھا کہ قرضدار کافی جائداد رکھتا ہے اور بلا شرکت غیرے اس جائداد کا مالک ہے۔ یا جب قرضدار رقم مطلوبہ سے دوگنی قیمت کا زیور اُس کے پاس لاتا تھا تو وہ قرض دیتا تھا۔ سود کی شرح تقریباً تمام سود خواروں سے زیادہ تھی۔ پھر خوفناک شرطیں بالائے سود تھیں۔ مثلاً یہ کہ فلاں تاریخ تک اگر روپیہ نہ آیا تو زیور فروخت کیا جائے گا یا فلاں تاریخ تک روپیہ نہ ملا تو سود شامل اصل ہو کر سود در سود دینا پڑیگا۔ ان سختیوں کے باوجود لوگ اس سے قرض لیتے تھے۔ قرض لینے والے زیادہ تر مسلمان تھے۔ کیوں قرض لیتے تھے؟ اس لئے نہیں کہ انہیں کسی تجارتی کاروبار میں لگانا تھا اور یہ امید تھی کہ تین روپے سینکڑہ سود میں دے کر چھ روپے سینکڑہ تجارت میں وصول ہو جائے گا۔ وہ اس لئے قرض لیتے تھے کہ کسی کو بچوں کی بسم اللہ اور ختنہ کے لئے قرض کی ضرورت تھی۔ کسی کو بیٹا بیٹی کی شادی میں روپیہ خرچ کرنا تھا۔ کسی کو عیش پرستی کا سلسلہ قائم رکھنے کے لئے بیوی کا زیور خاک میں ملانا تھا۔

الغرض گنگا کو اپنی سخت شرائط کی بنا پر خاطرخواہ فائدہ ہوا۔ بعض اشخاص کا زیور خارج المیعاد ہونے کی وجہ سے اُس کے تصرّف میں آیا۔ بعض لوگ مر گئے اور چونکہ ان کے وارثوں کے پاس کوئی ثبوت نہ تھا اس لئے ان کے مال پر اس نے قبضہ حاصل کیا۔ بعض لوگوں سے سود در سود وصول کر کے اُس نے مکانات اور جائداد نیلام کرا دیں۔ الغرض دو تین سال کے عرصہ میں وہ ہزاروں روپے کا آدمی بن گیا۔

اب گنگا کے لئے پنساری کی دکان میں کچھ دلچسپی باقی نہیں رہی تھی۔ اس نے دوکان فروخت کر دی۔ اپنے رہنے کے لئے ایک خوبصورت مکان بنوایا۔ ایک منیب اور ایک کہار ملازم رکھا۔ لین دین کی باقاعدہ کوٹھی قائم کی اور اب گنگا گنگا نہ تھا بلکہ لالہ گنگا رام کے معزز نام سے پکارا جاتا تھا۔ وہ ہمیشہ اس تاک میں رہتا تھا کہ کوئی مسلمان رئیس فوت ہو اور اس کے نوعمر وارث ناعاقبت اندیشیوں کا شکار ہو کر اس کی طرف متوجہ ہوں۔ چنانچہ کئی مسلمان رئیس زادوں کو اس نے قرض دے رکھا تھا اور جس طرح ایک مکڑا تاروں کا جال پھیلائے ہوئے اس تلاش میں خاموش بیٹھا رہتا ہے کہ کوئی مکھی یا چھوٹا سا کیڑا جال کے قریب آجائے اور وہ اُسے تاروں میں جلد جلد جکڑ کر خون چوس لے۔ اسی طرح لالہ گنگا رام انتظار کرتے تھے اور رئیس زادوں کے خون کے پیاسے اپنی گدّی پر بیٹھے رہتے تھے۔ آخرکار اُن کو اپنے دار میں کامیابی ہوئی۔ ایک رئیس زادہ پر سود در سود کا حساب پھیلا کر انہوں نے پچیس ہزار کا دعوےٰ کیا اور رقم مذکور کی مع خرچہ ڈگری حاصل کر لی۔ جائداد نیلام پر چڑھی اور پچاس ساٹھ ہزار کی حقیت لالہ گنگا رام کی ریشہ دوانیوں اور کوششوں کی بدولت بیس ہزار میں نیلام ہوئی۔ نیلام لالہ گنگا رام کے حق میں ہوا۔ اور عذرداری کی میعاد گزرنے پر جائداد اُن کے قبضہ میں آگئی۔ رئیس زادہ مذکور کے چیا پردیس میں برسرکار تھے جب ان کو معلوم ہوا کہ جائداد نیلام ہو گئی۔ تو بہت متاسف ہوئے اور قدامت پسندی کے جذبات نے انہیں ایسا مجبور کیا کہ انہوں نے اپنی خاندانی جائداد بہ صد مشکل ۴۵ ہزار روپے دیکر لالہ گنگا رام سے واپس لی۔ اتنی بڑی نقد رقم کوٹھی کے کاروبار میں شامل ہو جانے سے لالہ گنگا رام ایکدم لکھ پتی بن گئے۔ اب لین دین اور جائداد سے ان کو جو آمدنی ہوتی تھی اُس کی مقدار کسی طرح ایک ہزار روپے ماہوار سے کم نہ تھی۔ انہوں نے نیلام میں ایک گھوڑا گاڑی بھی مول لے لی۔ انکم ٹیکس کی بدولت حکام سے بھی ملنے لگے اور رفتہ رفتہ میونسپل کمیٹی کے ممبر بھی ہو گئے۔ اب شہر میں ان کا کافی اقتدار و اثر تھا اور وہ جستجو میں تھے کہ کسی طرح شہر کے آنریری مجسٹریٹ بنا دیئے جائیں۔

(۳)

خوش قسمتی سے لالہ گنگا رام کو بیوی بھی ہم رنگ و ہمخیال ملی تھی۔ اور کیوں نہ ملتی، جو شخص سودی مادہ تولید سے پیدا ہو۔ سودی بطن میں نشوونما پائے۔ سودی آغوش میں پرورش ہو۔ اُس کو دُنیا کے نشیب و فراز اور زیان و ضرر سے کیا واسطہ۔

لالہ گنگا رام کی کوٹھی سے تھوڑے فاصلہ پر ایک نواب صاحب کا عالی شان محل تھا۔ نواب صاحب دو لاکھ کی جائداد بھی رکھتے تھے جس کی آمدنی پندرہ سولہ سو روپے

ماہوار سے کم نہ تھی۔ لیکن آمد و خرچ کی بے قاعدگی اور فضول خرچی کی وجہ سے نواب صاحب ہمیشہ مقروض رہتے تھے۔ قرض کے سلسلہ میں نواب صاحب اور لالہ گنگا رام کے تعلقات ہو گئے۔ تعلقات اتنے بڑھے کہ لالہ گنگا رام کی بیوی بچے بھی نواب صاحب کے ہاں جانے لگے۔ نواب صاحب کی سن رسیدہ بیوی نے رُکمنی (گنگا رام کی بیوی) کو بیٹی بنا لیا۔ نواب صاحب خوش تھے کہ اُن کو ایک ہمدرد دوست مل گیا۔ جو انہیں تقریبوں اور ضرورتوں کے مواقع پر بے آبرو نہ ہونے دیگا۔ اور لالہ گنگا رام اس تاک میں تھے کہ کسی طرح نواب کی جائداد اور عالیشان محل پر قبضہ حاصل کر لیں۔ اس معاملہ میں لالہ گنگا رام کی بیوی نے ان کی بہت مدد کی۔ جب نواب صاحب کے ہاں کوئی تقریب ہوتی تو وہ بیگم صاحبہ کو بڑھا دے دیکر دس کی جگہ پچاس خرچ کراتی۔ اور کہتی روپے کا تو آپ فکر ہی نہ کریں۔ ہم لوگ کس دن کام آئیں گے۔ چنانچہ روپیوں کی تھیلیاں اپنے ہمراہ لاکر بیگم صاحبہ کے سامنے ڈال دیتی۔ نواب صاحب اور بیگم صاحبہ لالہ گنگا رام اور اُن کی بیوی کے حد سے زیادہ شکر گزار اور رہین منت تھے۔ لالہ گنگا رام نے وقتاً فوقتاً نواب صاحب کے دوسرے قرضداروں کا روپیہ بھی ادا کر دیا۔ اس طرح چند سال کے عرصہ میں نواب صاحب پر ایک لاکھ پچیس ہزار روپیہ قرض ہو گیا۔ لیکن لالہ گنگا رام نے کچھ اس طرح حساب بنایا اور ابتدائی تاریخوں سے سود در سود کا ایسا جال پھیلایا کہ ایک لاکھ پچیس ہزار کی رقم دو لاکھ تک پہنچ گئی۔

جب مطالبہ اس قدر ہو گیا تو لالہ گنگا رام نے نواب صاحب کے پاس اپنے منیب کو بھیجا جس نے نہایت متانت اور عاجزی کے ساتھ کہا کہ آج کل کوٹھی میں روپے کی سخت ضرورت ہے۔ آپ اپنا حساب بے باق کر دیں۔ نواب صاحب اپنی سادہ لوحی سے سمجھ رہے تھے کہ زیادہ سے زیادہ پچیس تیس ہزار کا مطالبہ ہوگا۔ کیونکہ بہت سی رقوم لالہ گنگا رام اور اُن کی بیوی نے اس طرح دی تھیں کہ گویا وہ قرض نہیں دے رہے ہیں۔ لیکن اپنے بہی کھاتے میں ایک ایک پیسہ درج کر لیا تھا۔

الغرض جب بوڑھے نواب نے دو لاکھ کا نام سُنا تو بجلی سی گر پڑی۔ اُسی وقت منیب کے ہمراہ کوٹھی پر گئے۔ لیکن انہیں پہلی نظر میں معلوم ہو گیا کہ گنگا رام اب ان کا نیاز مند نہیں ہے بلکہ خونخوار سود خوار قرض خواہ ہے۔ آخرکار نالش دائر ہوئی۔ نواب صاحب نے وہ سب کچھ جو اُن کے مشیروں نے بتایا تھا کیا۔ بیگم صاحبہ نے اپنے مہر کا دعوے کیا۔ لیکن سب کوششیں بیکار ثابت ہوئیں۔ چند سال مقدمہ لڑتا رہا اور بالآخر ڈگری ہوئی۔ مکان اور جائداد نیلام پر چڑھی۔ نواب صاحب کو بر وقت کوئی خریدار نہ ملا۔ ڈیڑھ لاکھ میں مکان اور جائداد سب کچھ خاک میں مل گیا۔ اور گنگا رام کا مطالبہ باقی رہا۔ نواب صاحب اس صدمۂ بربادی کی تاب نہ لاکر راہی ملک بقا ہوئے۔ بیگم صاحبہ تارک الدنیا ہو کر اپنے ایک بھانجے کے ہاں جا پڑیں۔ نواب صاحب کا عالیشان محل اور تمام علاقہ لالہ گنگا رام کے قبضہ میں آگیا۔

اب لالہ گنگا رام، سیٹھ گنگا رام کے نام سے موسوم کئے جاتے تھے۔ انہوں نے سواریوں میں ایک موٹر کا بھی اضافہ کر لیا تھا کیونکہ موٹر حکام رسی کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔ اور چونکہ اُن کے مقدمے آئے دن عدالتوں میں دائر تھے ان کو حکام رسی کی ضرورت تھی۔ اب سیٹھ گنگا رام شہر میں چوٹی کے رئیس تھے۔ بیرونی شعراء اُن کی تعریف میں قصائد لکھتے تھے۔ گشتی تاجر ان کا پتہ پوچھتے پھرتے تھے۔ ملک کی قومی اور ملکی انجمنوں کے کارکن انکے پاس چندہ کے لئے پہنچتے تھے۔ یہ سب کچھ تھا۔ لیکن دولت نے سیٹھ صاحب کے کیرکٹر میں کوئی فرق پیدا نہیں کیا۔ وہ پہلے سے اب کچھ زیادہ جُزرس تھے۔ ہمیشہ روکھا سوکھا کھاتے اور سستا کپڑا پہنتے تھے۔ جب انکو کوئی اشتعال دلاتا تو وہ جوش میں آکر فخریہ کہتے کہ "مہاراج آپ نے سمجھا کیا ہے میں بنیئے کا بیٹا ہوں۔"

(مولانا) سید ظہور احمد وحشی شاہجہانپوری

انگریزی بولنا
اتالیق انگریزی جلد چہارم

یہ مفید اور کارآمد کتاب ہے جس میں تین ہزار بول چال کے فقرے مع ترجمہ انگریزی درج ہیں اور کٹھن مشکل الفاظ کی انگریزی بھی ہو جو دوسری کتابوں میں آجتک نظر سے نہیں گزری۔ مبتدی کے واسطے نہایت مفید ہے۔ اس کتاب میں ایسے سہل انداز سے انگریزی بولنے کا طریقہ سکھایا ہے کہ مبتدی حیران رہ جاتا ہے۔ ابتدا ہر لفظ کو الگ الگ لکھ کر پھر ملایا ہے۔ اور اسی کے سامنے اُردو میں تلفظ اور معنی دیئے ہیں۔ لکھائی چھپائی، کاغذ عمدہ۔ صفحات ایک سو چھہتر (۱۷۶)۔ قیمت صرف چھ آنے (۶؍) علاوہ محصولڈاک

اُردو سے انگریزی ڈکشنری
اتالیق انگریزی جلد پنجم

یہ ڈکشنری اس قدر ارزاں اور اتنی مفید ہے کہ اپنی نظیر نہیں رکھتی۔ اس میں سات ہزار پانچسو ایسے اُردو لغت ہیں جو اکثر و بیشتر تحریر میں آتے رہتے ہیں اور جس کی عوام الناس کو اشد ضرورت رہتی ہے اور تمام اُردو لغت نہایت حسن و خوبی سے بہ ترتیب حروف تہجی درج کئے گئے ہیں تاکہ پڑھنے والے کو آسانی ہو۔ اُردو لفظ کے آگے اسی کا انگریزی میں ترجمہ بھی دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں کئی سو ایسے مخففات بھی ہیں جن کا جاننا مبتدی کے لئے لازمی ہے۔ یہ ذخیرہ علم معلومات کے لئے بہت کارآمد ہے۔ صفحات ۱۹۲۔ قیمت سات آنے (۷؍) علاوہ محصولڈاک۔

کامل القواعد
اتالیق انگریزی جلد ششم

یہ طبع جدید مع ترمیم ہے۔ اس میں صرف و نحو کے تمام و کمال قاعدے جو ترجمہ کرنے اور انشاپردازی سے متعلق ہیں مصنف نے نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کئے ہیں۔ یہ کتاب کوئی معمولی تحفہ علم نہیں۔ ۶۷ اعلیٰ درجہ کی مستند گرامروں کا لُبّ لباب ہے۔ مضمون نگاری اور انشاپردازی کے لئے یہ کتاب نادر و نایاب ہے۔ ضرورت منداصحاب تجربہ سے نہایت مفید پائیں گے۔ یہ کتاب گرامر کے تمام قواعد و ضوابط اور اصول زبان سے پُر ہے۔ تقریباً ساڑھے چارسو صفحات۔ لکھائی چھپائی اور کاغذ نہایت عمدہ۔ قیمت صرف ۱۰؍ علاوہ محصول ڈاک

خلاصۃ القواعد
اتالیق انگریزی جلد ہفتم

اس کتاب میں پارسنگ جیسے کٹھن مسئلہ کو شرح و بسط کے ساتھ سمجھایا گیا ہے۔ عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ طلبا پارسنگ کے قاعدوں میں بہت ہی کمزور رہتے ہیں۔ یہ کتاب ایسے حضرات کی خضر راہ ہے۔ علاوہ بریں اُردو سے انگریزی میں ترجمہ کرنا بھی بخوبی بتایا گیا ہے۔ تحصیل علم انگریزی کے لئے یہ کتاب بہت ضروری ہے اور انگریزی زبان کا جزو اوّل ہے۔ کاغذ عمدہ ہے۔ لکھائی چھپائی بہترین ہے۔ صفحات ایک سو باون (۱۵۲) قیمت صرف پانچ آنے (۵؍) علاوہ محصولڈاک

نیو مینوئل گرامر کا اُردو ترجمہ
اتالیق انگریزی جلد ہشتم

پہلا جزو

اس کتاب میں آرتھوگرافی (علم ہجا) وویل اور کونسوننٹ اٹی مولوجی (علم صرف) پارٹس آف سپیچ۔ نون کی قسمیں۔ جنڈر یعنی تذکیر و تانیث کی قسمیں۔ نمبر کیس۔ ایڈجکٹیو کی اقسام پرونون فعل، ووئس، ٹنس۔ نمبر اور پرسن۔ ایڈورب پریپوزیشن۔ کنجکشن اور انٹرجکشن کے اقسام اور تعریف بیان کی گئی ہے۔ کاغذ لکھائی چھپائی بہترین ہے۔ صفحات ایک سو اٹھائیس (۱۲۸) قیمت صرف پانچ آنے (۵؍) علاوہ محصول ڈاک۔

ملنے کا پتہ: منیجر رسالہ نظام المشائخ پوسٹ بکس ۸ دہلی

ضمیمۂ مخزن الفوائد

اتالیق انگریزی جلد دہم

یہ کتاب مخزن الفوائد یعنی اتالیق انگریزی جلد اوّل کا ضمیمہ ہے۔ اس میں انفنی ٹیو موڈ کی یعنی مصدر کی چھ صورتیں سبجکٹو موڈ کی گردانیں ترجمہ کے واسطے ۳۰۵ مختلف جملے۔ مشکل الفاظ کی فرہنگ۔ تمیز الفاظ کا بیان۔ مضمون نگاری۔ انشاپردازی۔ اضداد یا برعکس باتوں کا بیان۔ اجزائے کلام۔ افعال لازمی۔ معروف و مجہول۔ جیرنڈ کا استعمال انڈیفی نٹ ڈسٹری بیوٹر اور سپروکل الفاظ کے بیان۔ آرٹیکل۔ پارٹی سپیل پوٹنشیل موڈ۔ انڈائرکٹ سپیچ اور نون وایڈ جکٹیوس متعلق بیانات نہایت آسان اور سہل انداز میں بیان کئے گئے ہیں۔ صفحات ۱۹۲۔ قیمت ۶ر۔ علاوہ محصولڈاک۔

مخزن الحکایات انگریزی

اتالیق انگریزی جلد یازدہم

اس کتاب میں بہتر (۷۲) ایسی دل چسپ اور سبق آموز انگریزی کہانیاں ہیں جن کو پڑھ کر مبتدی کی قابلیت میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس کتاب کے باب اوّل میں ۳۲ حکایتیں اس طرح لکھی ہیں کہ ہر لفظ کے نیچے اُس کا تلفظ اور معنی اُردو میں درج ہیں اور جب حکایتیں ختم ہو گئی ہیں تو اُن کا پورا با محاورہ ترجمہ لکھا ہے۔

اُن تیس اُردو حکایتوں کا انگریزی ترجمہ ہے جو اتالیق انگریزی جلد اوّل کے آخر میں ترجمہ کے لئے دی ہیں۔ کاغذ نہایت عمدہ لکھائی چھپائی بہترین ہے۔ صفحات ۱۲۸ قیمت صرف ۵ر علاوہ محصولڈاک۔

ضمیمۂ مخزن المحاورات

اتالیق انگریزی جلد دوازدہم

یہ کتاب مخزن المحاورات۔ اتالیق انگریزی جلد دوم کا ضمیمہ ہے۔ اس میں ایک ہزار چھ سو نواسی (۱۶۸۹) انگریزی محاورے۔ فقرے اور سات سو نواسی (۷۸۹) ایسے نون ایڈ جکٹیو اور ورب وغیرہ کا استعمال درج ہے جو اتالیق انگریزی جلد دوم یعنی کتاب مخزن المحاورات میں ہیں اور بلاشبہ مبتدی کے لئے اشد ضروری ہیں۔ ہر فقرے میں مخصوص کے نیچے لائن کشیدہ ہے۔ کاغذ لکھائی۔ چھپائی نہایت عمدہ۔ صفحات ایک سو ساٹھ (۱۶۰) قیمت صرف چھ آنے (۶ر)۔ علاوہ محصول ڈاک۔

انگریزی خوشنویسی

اتالیق انگریزی جلد سیزدہم

اس چھوٹی سی کتاب میں انگریزی خوشنویسی کے تمام قاعدے مثلاً لکھنے میں نشست کا طریقہ مع تصویر قلمی۔ میز پر لکھنے کا طریقہ اور اس کی قلمی تصویریں۔ قلم پکڑتے وقت ہاتھ کی صورت مع تصویر قلمی۔ قلم کا موقع وابتدائی خطوط اور شوشوں کا بیان۔ ابتدائی شوشوں کے چھوٹے حرفوں کی ترکیب۔ حروف تحریری کا تناسب۔ بڑی حروف کی ترکیب۔ خطوط کے قدیا قسمیں مثالوں کے ساتھ بڑی تشریح سے درج ہیں۔ مختلف قسم کے ہیڈ رائیٹنگز کے نمونے بھی دکھلائے ہیں۔ صفحات سولہ (۱۶) قیمت صرف ایک آنہ (ار) علاوہ محصول ڈاک۔

خلاصۂ تاریخ ہند

اس کتاب میں ہندوستان کے قدیم وجدید حالات۔ حکمرانوں کے کارنامے۔ سن جلوس و وفات کے حالات نہایت خوبی کے ساتھ اختصاراً بیان کئے گئے ہیں اور یہ بتایا ہے کہ قدیم ہندوستان میں باشندگان کے طریقہ معاش کی کیا حالت تھی۔ کون کون سی قومیں آباد تھیں کن کن حکومتوں کا کتنے دن قیام رہا کہاں کہاں مشہور لڑائیاں ہوئیں کون کون سا بادشاہ کس سنہ میں تخت پر بیٹھا اور کب اور کیونکر ماانگریزوں کی حکومت کیونکر ہوئی۔ سلطنت کے کون کون سے گورنر کن کن تاریخوں میں آئے اور انہوں نے اپنے عہد میں کیا کیا کارفرمائیاں کیں۔ غرض ابتدا سے لیکر آجتک تمام تاریخ ہند کا نہایت عمدہ بطور سوال وجواب درج ہے۔ صفحات ۱۷۶۔ قیمت تین آنے (۳ر) علاوہ محصول ڈاک۔

ملنے کا پتہ:۔ مینیجر رسالہ نظام المشائخ پوسٹ بکس نمبر ۸۰۔ دہلی

صنوبر کے سائے

افسانہ

(۱)

میں جب سے ان پہاڑی علاقوں میں آئی تھی "نہر روخاک" کی رعنائیوں کا ذکر ہر خاص و عام سے سنتی تھی۔ لوگ کہتے اس کے صنوبر کے سایوں سے ڈھکے ہوئے کناروں پر سہانی خوابوں کی رومان جھلملاتی ہے۔ پہاڑی خانہ بدوشوں کا بیان تھا کہ نامعلوم پہاڑوں کی بلندیوں نے ایک مقام پر آسمان کے نیل میں شگاف کر رکھا ہے اور روخاک کی نیلی دھاروہیں سے اُترتی اور کوہساروں میں سے ہرتی بھرتی اس وادی میں ایک ندی بن کر آنکلتی ہے۔

بھلا آپ غور کیجئے، ان رومانی فقروں کو سُنکر مجھ جیسی سیر و سیاحت کی دلدادہ سے کب نچلا بیٹھا جا سکتا تھا؟

ایک دن میں نے اپنی محبوب سہیلی جسوتی سے مچل کر کہا "جسوتی! ہمیں یہاں آئے دو ہفتے گزر چکے مگر ہم نے نہر روخاک کی سیر اب تک نہیں کی۔ تم پسند کرو تو آج شام کشتی کی سیر کو چلیں"!

جسوتی کو آپ جانتے ہیں۔ سفید چہرے والی سلیم الطبع لڑکی ہے۔ اس سفر میں میں اسے اپنے ساتھ تقریباً کھینچ لائی تھی۔

اُس نے مسکرا کر کہا "جیسی تمہاری مرضی روحی! لیکن پانی سے مجھے ڈر لگتا ہے"!

اُسی وقت جسوتی کے ایک محبوب حبشی نژاد خانہ زاد نے کہا "خاتون میں نے سُنا ہے ساحل روخاک پر ایک بہت مشاق نوّے سال کا بوڑھا ملّاح رہتا ہے۔ اُس کی کشتی کبھی لہروں پر نہیں ڈگمگاتی۔ اگر آپ اجازت دیں تو اسی ملّاح کی کشتی کرائے پر لے لی جائے"۔

میں نے بے پروائی سے کہا "کوئی ملّاح اور کوئی کشتی ہو"

جسوتی کہنے لگی "نوّے سال کا ملّاح خاک کشتی چلاتا ہوگا"!

خانہ زاد نے کہا "خاتون، سُنا ہے وہ ستر سال سے کشتی بانی کرتا ہے اور اُس کی کشتی کو کوئی حادثہ پیش نہیں آیا"!

غرض اسی وقت ہم نے اُسے کشتی کرائے پر لینے اور شام کی چائے کا انتظام کشتی ہی میں کرنے کے لئے روانہ کر دیا۔

(۲)

جب ہم دونوں اُس مقام پر پہنچے جہاں سے سیاح روخاک کی سیر کے لئے پانی کا سفر شروع کرتے ہیں تو ہم نے دیکھا کہ ایک سُرخ اور نیلے رنگ کا مرصع شکارا ہمارے انتظار میں ہے۔ اُس کے موتیوں کے کانپتے ہوئے پردوں میں سے ایرانی قالین پاروں پر رکھے ہوئے خوش وضع اور خوش قطع تکیے دعوتِ استراحت دے رہے ہیں۔

میں نے مسکرا کر جسوتی سے کہا "یہ تو خلیفۂ بغداد کا محراب تفریح معلوم ہوتا ہے"!

اندر آرام سے نیم دراز ہونے کے بعد ہم نے مُڑ کر کشتی چلانے والے کو دیکھا۔ ایک پیر صد سالہ کشتی کے پرلے سرے پر چپّو ہاتھ میں لئے بیٹھا تھا۔ اُس کے مُرجھائے ہوئے چہرے پر سفید لمبی ڈاڑھی کے بال ہلکی ہلکی ہوا سے کانپ رہے تھے۔ پُرانی آنکھوں میں زندگی کی تابانی اور درخشانی نہ تھی بلکہ جیسے ایک دُھند میں سے ماضی کی حسرتِ دیدار جھکتی نظر آ رہی تھی۔

حبشی خانہ زاد نے چائے تیار کر رکھی تھی ہم گرم گرم چائے کے خوشگوار گھونٹ حلق سے اُتارتے دھیرے دھیرے روخاک کی طرف جا رہے تھے۔ جس کے نیل پر غروب آفتاب مچل مچل کر شہاب پاشی کر رہا تھا۔ منظر بتدریج وارفتہ سا ہوا جا رہا تھا۔ ہواؤں میں نکہت بڑھ رہی تھی۔ پانی کی چھوٹی چھوٹی لہروں کی آواز پر شبہ ہوتا تھا جیسے کہیں دور خواب کے جزیرے میں پانی برس رہا ہو۔ فطرت اپنی بے ساختہ رعنائیوں کا دامن پھیلائے ہمارے سامنے تھی۔ ایک تصویر جس میں ڈھلتے ہوئے سورج کا ہر لمحہ نئے انداز سے رنگین موقلم کی شعبدہ بازیاں دکھا رہا تھا۔ اے اللہ! سچ مچ وہ خواب کی سرزمین تھی۔ روماں کا جزیرہ تھا سیدھے اور رعنا صنوبر جیسے دم بخود کھڑے تھے اور اُن کے

درمیان سے کہیں پھولوں سے ڈھنپی ہوئی ڈھلوانیں نظر آتیں کہیں ایک اچھوتے نور میں نہائے ہوئے کھڑے تھے اور کہیں افق کے سحاب پاروں میں کھڑے ہوئے کہسار۔

ہم چپ تھے۔ مجھے معلوم نہ تھا ہم کتنی دور نکل گئے اور ہمارے شکارے کو چلتے کتنا وقت ہو گیا۔

یکایک حبشی خانہ زاد کی آواز نے ہمیں چونکا دیا۔

"جناب اب واپس چلئے۔ آفتاب غروب ہو رہا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ پانی کے راستوں پر ہم بھٹک جائیں۔"

بوڑھے ملاح نے اپنے چہرے سے جس پر مسکراہٹ کا شبہ ہو سکتا تھا کہا "راہ سے بھٹکنا! ناممکن ہے ہیں ساٹھ ستر سال سے ان آبی راستوں کا عادی ہوں۔"

میں ذرا دیر چپ چاپ ملاح کا چہرہ تکتی رہی جس پر زندگی کے گرم و سرد نے طرح طرح کی جھریاں ڈال رکھی تھیں۔ پھر پوچھا

"گویا تم قریب ایک صدی سے یہاں رہتے ہو؟"

"جی ہاں۔"

"تمہارا مکان کہاں ہے؟"

"مکان کہیں نہیں خاتون ——— صنوبر کے ان سایوں کے تلے پڑا رہتا ہوں۔"

مجھے محسوس ہوا یہ کہتے ہوئے اُس کے ضعیف سینے نے ایک آہ بھری ہے۔

"صنوبر کے سایوں تلے؟" میں نے حیران ہو کر کہا۔ "بے پناہ گرمی اور لرزا دینے والی سردی تمہیں زندگی سے بیزار نہیں کرتی؟ اس کا تمہارے پاس کیا علاج ہے؟"

"علاج؟" اس نے ایک پھیکی ہنسی کیساتھ کہا "میرے پاس پرانی یادیں ہیں۔ جس کے پاس کوئی یاد ہو اس پر کسی موسم کا اثر نہیں ہوتا۔"

میری دلچسپی یکلخت بڑھ گئی "تمہارا ماضی تو افسانوں سے لبریز معلوم ہوتا ہے؟"

مگر بوڑھے نے میری بات کی طرف توجہ نہیں کی۔ وہ خود ہی خود بڑبڑا رہا تھا "مجھے صنوبر کے سایوں تلے رہنا پسند ہے۔ مجھ پر ان سایوں سے چند گھنٹوں کی مفارقت بھی شاق گزرتی ہے جب ہی تو میں شہر میں مزدوری کرنے نہیں جاتا۔ میں ان سایوں تلے کشتی لئے ادھر اُدھر پھرتا رہتا ہوں۔"

"کیا تم ہمیں اس راز سے آگاہ کر سکو گے کہ صنوبر کے سایوں سے تمہیں عشق ہے؟" میں نے التجا کے لہجے میں پوچھا۔

"یہ کوئی راز نہیں۔" اُس نے دم توڑتے ہوئے سورج کے مقابل ایک سیاہ تصویر بن کر کہا "سبھی جانتے ہیں کہ مجھے صنوبر کے سایوں سے کیوں محبت ہے اور کیوں میں اپنی زندگی کے باقی سانس ان کے نیچے ختم کرنا چاہتا ہوں۔"

جیوتی اور میں کہنیاں تکیوں پر رکھ کر متوجہ ہو گئیں۔ کشتی بہاؤ پر جا رہی تھی۔ بڈھا چپو ہاتھ میں تھامے بے پروائی سے اپنی زندگی کی کہانی کہہ رہا تھا۔

(۲)

آج سے ستر سال پہلے کا ذکر ہے کہ دُنیا میری نظروں میں نوجوان تھی۔ زندگی کی ہر کروٹ میں ہزاروں دلفریبیاں محسوس ہوتی تھیں۔ میں غریب ملاح نہ تھا۔ ان پہاڑی علاقوں کا ایک خوشحال تاجر تھا۔

بہار کے موسم میں ایک دن شام کے وقت آسمان پر سنہرا چاند ہنس رہا تھا۔ جب میں اسی رودناک کے ساحل انہیں صنوبر کے سایوں تلے چہل قدمی کے لئے نکل آیا۔ میری نظر ایک پہاڑی حُسن کے نادر نمونہ پر پڑی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ایک کمسن لڑکی پر جو صنوبر کے سائے تلے ایک سبز پتھر پر بیٹھی ایک ٹوکری بُن رہی تھی۔ مجھ سے تفصیل کی رنگینی نہ مانگیئے۔ رات کا اندھیرا اُتر آئے گا۔ سمجھ لیجئے میں خود وہاں نہ آیا تھا۔ مجھ وہ قوت وہاں کھینچ لائی تھی جو ہر نوجوان دل کو زندگی کے پھولوں کے درمیان کشاں کشاں لئے پھرتی ہے۔ ہم میں محبت شروع ہو گئی۔ ہم شباب کی ایک رنگین وارفتگی میں باہم محبت کرنے لگے۔ ہم ہر روز انہیں صنوبر کے کانپتے ہوئے سایوں تلے ملتے اور اپنی آرزوئیں ایک دوسرے کے دھڑکتے ہوئے دل سے کہتے۔ بہت جلد ہماری شادی ہو گئی۔"

اسی وقت اچانک صنوبر کے درخت پر سے ایک ناشاد بلبل چلائی۔ بوڑھے نے مڑ کر اسے دیکھا اور پھر لرز کر کہا "یہ دیوانہ پرند کیا کہہ رہا ہے؟ یہی نا؟ کہ محبت بہت ظالم چیز ہے۔"

جیوتی نے مجھے اور میں نے جیوتی کو چپ چاپ دیکھا۔ اس بوڑھے دل میں یقیناً کبھی شعر کے چشمے اُبلتے رہے تھے۔ بوڑھے نے چند ہاتھ چپو کے چلائے اور ایک آہ بھر کر بولا۔

"شادی کے بعد چھ مہینے نہایت سُنہرے گزرے۔ پھر ایک نحس خواب نے ہماری زندگی کا رُخ پلٹا دیا۔ ایک صبح

جونہی میری بیوی نے تکیہ پر نیند سے آنکھیں کھولیں۔ اُداس لہجے میں بولی "میں نے ایک ہولناک خواب دیکھا ہے"
میری محبت کی نظروں نے اُس سے پوچھا "کیا خواب ہے"۔
بیوی نے آہ کھینچکر کہا "میں نے رات تقدیر کے فرشتہ کو دیکھا جو پہاڑوں کی بلندیوں پر اپنے پَر ہلا ہلا کر کہہ رہا تھا کہ اگر تم نے رات تک اپنے بالوں میں ایک کاسنی رنگ کا گلاب نہ سنوارا تو تمہارا گھر اُجڑ جائے گا"
آج سے ستر سال پہلے دُنیا بہت اوہام پرست تھی۔
چنانچہ بیوی کا یہ ہولناک خواب سُنکر میرا عشق سہم گیا۔
میری پریشانی دیکھ کر بیوی بولی "پر اتنے فکر کی کیا بات ہے؟"
میں نے کہا "فکر کیسے نہ ہو؟ شیریں ترین! کیا تجھے نہیں معلوم کہ کاسنی رنگ کا گلاب ان پہاڑی علاقوں میں نایاب ہے"
میری بیوی کا چہرہ پیلا پڑ گیا "نایاب؟ پھر کیا کروگے؟ کاسنی رنگ کا گلاب آج رات تک بالوں میں لگانا ضروری ہے۔ ورنہ ہمارا یہ مُسکراتا ہوا گھر تباہ ہو جائے گا۔ فرشتہ نے یہی کہا تھا"
نامعلوم اندیشوں سے گھبرا کر وہ رونے لگی۔ میں نے اُس کا سر اپنے سینہ سے لگا لیا اور وعدہ کیا کہ اطراف کے علاقوں کے تمام باغوں میں سے شہر کے باغبانوں کو بھیجونگا۔ اور تاکید کروں گا کہ خواہ کسی قیمت پر دستیاب ہو کاسنی رنگ کا ایک گلاب لے آئیں"
میری بیوی اپنے لمبے لمبے بال کھول کر نہانے کے لئے ایک پہاڑی چشمے پر چلی گئی تاکہ گلاب کے آنے سے پہلے بال سنوار لے۔ میں پریشانی کے عالم میں اسی وقت کاسنی گلاب کی تلاش میں نکل گیا۔ شہر کے ہر باغبان سے ملا۔ مگر ایک ایک نے کہا کہ اس علاقہ میں کاسنی رنگ کا گلاب کہیں نہیں مل سکتا۔ بیزار و مایوس ہو کر میں حاکم شہر کے باغبان کے ہاں گیا۔ اپنی ضرورت اُس کے آگے کہی۔ وہ بڑا ہی سفاک آدمی تھا۔ سوچکر بولا "کاسنی گلاب ہمارے باغ میں ہے تو۔ پر اُس کی قیمت چھ اشرفی سے کم نہیں"
میں نے چھ اشرفیاں اُس کی ہتیلی میں رکھدیں اور کاسنی گلاب لے کر خوش خوش گھر پہنچا۔
میری بیوی کاسنی گلاب دیکھ کر باغ باغ ہو گئی اور مسکرا کر بولی "اگر آج میں کاسنی گلاب بالوں میں نہ سنوار سکتی تو نجانے ہم پر کیا مصیبت آتی"
میں نے کہا "اسے فوراً بالوں میں لگا لو"
پر جانے اُس نے کس خیال سے کہا "میرے بال گیلے ہیں ابھی نہیں لگاؤں گی جب رات شروع ہو گی تو لگا دُونگی"
یہ کہہ کر اس نے ایک بلوری صراحی میں پانی بھرا اور پھول کو اس میں رکھکر تازگی کے خیال سے صراحی دریچے میں رکھدی۔
میں دن بھر گلاب کی سرگردانی میں اپنے کام پر نہ جا سکا تھا۔ دکان پر جا بیٹھا۔ رات کے وقت جب واپس گھر آ رہا تھا تو میرا پُرانا دوست حمری مجھے میرے گھر کے قریب ہی مل گیا اُسے میں نے ادھر کئی ہفتوں سے نہ دیکھا تھا۔ خوش ہو کر گلے سے لگا لیا۔
"میں تمہارے ہی ہاں گیا تھا تم نہ ملے تو مایوس ہو کر واپس آ گیا"
اُس نے یہ جملہ ختم بھی نہ کیا تھا کہ میری نظر اس کی عبا کے کاج پر پڑ گئی۔ میرا خون میری رگوں میں جم کر رہ گیا۔
میں نے یکلخت پوچھا "حمری یہ کاسنی گلاب تمہیں کہاں سے ملا؟"
حمری طبعاً شوخ تھا ہنسکر بولا "کیوں؟ تمہیں کیوں کُد پیدا ہوئی؟ میری محبوبہ نے مجھے تحفہ دیا ہے۔ نایاب چیز ہے"
میری آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا۔ اور میں لڑکھڑا سا گیا۔
وہ خواب! تقدیر کا فرشتہ! اس کی پیشین گوئی! وہ سب جھوٹ تھا! محض حمری کی عبا کا کاج سجانے کے لئے میری بیوی نے یہ رنگین جھوٹ تراشا تھا۔ ہائے ظالم زندگی! سنگدل زندگی۔

(۴)

میں غصہ میں کانپتا ہوا گھر پہنچا۔
مجھے دیکھتے ہی میری بیوی دوڑی دوڑی آئی اور اشک آلود آنکھوں سے بولی "افسوس! بدبختی دیکھو کہ وہ پھول غائب ہو گیا۔ اے خدا میں اب کیا کروں؟ ہم پر ضرور کوئی مصیبت نازل ہوگی"
"ضرور نازل ہوگی" میں نے گرجکر کہا "موت سے زیادہ بڑی مصیبت اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ سمجھ لو کہ تمہاری موت آ گئی"
بیوی حیران ہو کر مجھے دیکھنے لگی۔ مگر اس وقت مجھے اُس کی ایک ایک حرکت سے عیاری ٹپکتی معلوم ہوتی تھی۔
میں نے پھر چیخکر کہا "تمہاری موت آ گئی۔ تقدیر کے فرشتے کی پیشین گوئی کے لئے تیار ہو جاؤ"

وہ متعجب ہو کر بولی: "تم کیا کہتے ہو؟ ایسا نہ کہو۔ خدا کے لئے کاسنی گلاب کو ڈھونڈو۔ میں نے اُسے باغ کی دریچی میں تازہ ہوا کے لئے رکھدیا تھا۔ اندر بال سنوارنے گئی تھی۔ واپس آکر دیکھتی ہوں تو پھول وہاں نہ تھا"

اُس کی مکّاریوں نے میرے تن بدن میں شعلے سے بھڑکا دیئے۔ میں نے اُس کے نرم بازوؤں کو اپنے مضبوط ہاتھوں میں پکڑلیا۔ اور اس زور سے دیوار پر دھکا دیا کہ ٹکرا کر اس کے سر سے خون کا ایک سُرخ فوّارہ پھوٹ نکلا۔ راتوں رات میں نے اُسے اُسی صنوبر کے سائے تلے دفنا دیا جہاں اس سے میری پہلی ملاقات ہوئی تھی۔

ایک جنون کی بے اختیاری میں میں گھر کی جانب لوٹ رہا تھا کہ اتفاق سے میرا دوست حمری پھر مجھے ایک گلی کے موڑ پر مل گیا۔ اُسے دیکھتے ہی میری آنکھوں میں خون اُتر آیا۔

وہ ہنس کر بولا "تمہاری آنکھیں ایسی سُرخ ہو رہی ہیں جیسے تم خون کرکے آئے ہو"

میں نے لپک کر اُس کا گریبان پکڑلیا اور بولا "بدمعاش! تو سمجھتا ہے کہ میں نے خون نہیں کیا؟ میں اُسے ٹھکانے لگا چکا ہوں"

یہ کہکر کاسنی رنگ کا گلاب میں نے اُس کی عبا کے کاج سے نوچ کر زمین پر دے مارا اور اپنے جوتوں کی جنونانہ حرکت سے مسل ڈالا۔

حمری آنکھوں میں دہشت لئے میرا چہرہ تک رہا تھا، جب میں نے اُس سے کہا کہ میں نے اُس کی محبوبہ کا خاتمہ کر دیا اور اب اُس کا کام تمام کرنے پر آمادہ ہوں تو اُس نے ایک دل دوز چیخ ماری اور کہنے لگا۔

"کوتاہ اندیش اور جلد باز! تو بدبخت ہے!
وہ گلاب تو میں نے سڑک پر سے اُٹھایا تھا۔
میں بازار میں سے گزر رہا تھا کہ گلاب کا پھول
دیکھ کر اُٹھا لیا۔ شاید تمہارے ہی دریچے
سے نیچے گر پڑا ہو"

یہ سُنکر میری آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا۔ ایک ایسا اندھیرا——جس نے آجتک دُنیا کی رنگینیوں کو مجھ سے اوجھل کر رکھا ہے۔

(۵)

تقدیر کے فرشتے کا کہنا درست نکلا۔ میری بیوی اس رات کاسنی گلاب اپنے بالوں میں نہ سنوار سکی۔ ہمارا گھر میری بیوقوفی اور جلد بازی کے ہاتھوں تباہ ہوگیا۔

آج اس قصّہ کو ستّر سال گزر گئے۔ مگر میں اپنی غلطی پر نادم اس مٹی کی پرستش کر رہا ہوں۔ جس میں ان صنوبروں کے سائے تلے میری محبت دفن ہے"

کشتی ساحل سے آلگی۔ (ساقی)

علاوہ محصول

ایک ترجمۂ والا معجز نما قرآن شریف چوتھائی ہدیہ میں

ابھی جنگ عظیم کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ ۱۹۱۵ء میں معجز نما ایک ترجمۂ والا اچھوتی تقطیع کا قرآن شریف جب پہلی دفعہ چھپا تھا تو چھ روپے ہدیہ تھا۔ خدا کے فضل سے اب بھی ہزاروں بھائی زندہ موجود ہیں جو اس کے شاہد ہیں۔ تدریجاً اسکا ہدیہ کم ہوتا گیا۔ یہ قرآن شریف وہی ہے اور اسی سال چھپکر آیا ہے۔ اسکے پورے صفحہ کا نمونہ نیچے موجود ہے۔ دیکھئے اور تعجب کیجئے کہ اب یہ قرآن دفتر رسالہ نظام المشائخ سے مجلد ایک روپیہ آٹھ آنہ میں ملتا ہے جو ایڈیشن اوّل کا چوتھائی ہدیہ ہے۔ لاگت سے کم ہدیہ ہے سوقع ہے۔ لوٹ لیجئے۔ یہ نعمت اس قیمت میں کہاں۔ دوستوں کو۔ اعزا کو۔ محلہ والوں کو بھی خبر کر دیجئے۔ یقین فرمائیے کہ یہ ہدیہ بار بار نہوگا۔ ذرا اسکی کتابت۔ تقطیع۔ ترجمہ پہ نظر ڈالئے اور حساب کر لیجئے کہ ایک روپیہ آٹھ آنہ میں یہ قرآن شریف ملنا حیرت میں ڈالتا ہے یا نہیں۔ اسکی تفسیر بڑی تقطیع والے قرآنوں سے بھی زیادہ ہے جو بیشمار عربی اُردو تفاسیر کا عطر ہے۔ ترجمہ بامحاورہ حضرت علامہ اشرف علی صاحب محدث تھانوی کا ہے۔ چھپائی بہت صاف اور اعلیٰ ہے۔ حاشیہ دار ہے۔ مجلد ہے۔ ایک ہزار صفحہ سے زائد ضخامت ہے۔ ابتدا میں ایک بسیط مقدمہ ہے جسکے پانچ حصے ہیں۔

پہلے حصہ میں حضرت آدم سے لیکر تمام پیغمبروں کی سوانح عمریاں اور انکی اُمتوں کے حال۔ خیر الانام سے قبل عرب کی تمام قدیم قوموں کی تاریخ ہے۔ اور رسول کریم صلعم کی پیدائش سے لیکر وفات تک مفصل سوانحعمری اور اُن تمام لڑائیوں کی تفصیل جو کفار نے آپکے خلاف لڑیں۔ حصۂ دوم میں فضائل قرآن اور حصۂ سوم میں تمام خاندانوں کے سینہ بسینہ اعمال قرآنی درج ہیں۔

ہدیہ بلا جلد	ایک عدد	۱؎
مجلد چرمی پشتہ	ایک عدد	۱؎
مجلد چرمی کامل نقرئی کار		۱؎
بلا جلد	۵ جلد	۶؎
مجلد چرمی پشتہ	۵ جلد	۶؎
مجلد چرمی کامل	۵ جلد	۸؎

اس سے زائد کوئی رعایت نہیں۔ ۵ جلد ریل کے ذریعہ سے منگائیے اور قیمت مقررہ کے علاوہ آٹھ آنہ خرچ پیکنگ رجسٹری کیلئے زائد منی آرڈر بھیجئے۔ ۸ پیشگی وصول ہوئے بغیر ریلوی پارسل روانہ نہیں کیا جائیگا۔

ملنے کا پتہ

منیجر رسالہ نظام المشائخ
پوسٹ بکس نمبر ۳۔ دہلی

وما ابرئ ۱۳ منزل ۳ ۳۹۳ یوسف ۱۲

فَلَمَّا دَخَلُوا عَلٰى يُوسُفَ اٰوٰى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَ

پھر جب یہ سب یوسف کے پاس پہنچے تو انہوں نے اپنے والدین کو اپنے پاس (تعظیماً) جگہ دی اور

قَالَ ادْخُلُوا مِصْرَ اِنْ شَاۤءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۝ وَ

کہا سب مصر میں چلئے (اور) خدا کو منظور ہے تو (وہاں) امن چین سے رہیے اور

رَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ

اپنے والدین کو تخت (شاہی) پر اونچا بٹھایا اور سب یوسف کے آگے سجدہ میں گر گئے اور (یوسف نے) کہا

يٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۫ قَدْ جَعَلَهَا

اے میرے باپ یہ ہے میرے خواب کی تعبیر جو پہلے زمانہ میں دیکھا تھا جس کو میرے رب نے

رَبِّيْ حَقًّا ۭ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْۤ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ

سچا کر دیا اور خدا نے میرے ساتھ احسان کیا کہ ایک تو اس نے مجھے قید سے نکالا

وَجَاۤءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ

اور آپ کو سب کو جنگل سے یہاں لایا (یہ سب کچھ) بعد اس کے ہوا کہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں

بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَاۤءُ ۭ

کے درمیان میں فساد ڈلوا دیا تھا بلا شبہ میرا رب جو چاہتا ہے اس کی عمدہ تدبیر کر لیتا ہے

اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ

بلا شبہ وہ بڑے علم اور حکمت والا ہے (یوسف) اے میرے پروردگار تو نے مجھ کو سلطنت کا

الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ

حصہ دیا اور مجھ کو خوابوں کی تعبیر دینا تعلیم فرمایا (اور) تم علیم ہے اے آسمان اور

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۣ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَ

اور زمین کے پیدا کرنے والے! تو میرا کارساز ہے دنیا میں بھی اور

الْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ

آخرت میں بھی مجھ کو پوری فرمانبرداری کی حالت میں دنیا سے اٹھا لو اور مجھ کو خاص نیک بندوں میں شامل کر دو

ف جو اللہ کے احسان تھے سو ذکر کیے اور جو تکلیف تھی اس کو شیطان کیطرف منسوب کیا تاکہ بھائیو کو صدمہ نہ ہو اور مجمل سنایا۔ اگلے زمانہ میں سجدہ کرنا آپس کی تعظیم تھی فرشتوں نے آدم کو سجدہ کیا تھا اللہ نے وہ رواج اب موقوف کیا وان المساجد للّٰہ الآیۃ (سجدے کل حقوق خدا کیلئے محفوظ ہیں) اُسوقت پہلے رواج پر چلنا ایسا ہے کہ کوئی بہن سے نکاح کرے کہ آدم کے وقت ہوا ہے ۱۲ موضح القرآن ف یوسف کو سترہ برس کی عمر میں بھائیوں نے کنوئیں میں ڈالا۔ چالیس برس تک باپ سے بچھڑے رہے جو بیس برس تک حضرت یعقوب کیساتھ مصر میں رہے حضرت زلیخا سے نکاح ہوا جن سے دو لڑکے ایک لڑکی ہوئی یعقوب کی وفات کے بعد تیئیس برس زندہ رہے غرض کچھ اوپر سو برس کی عمر پائی جب دنیا کی تکلیف اٹھا چکے بچھڑوں سے ملنا ہوا اور الہٰ اللہ اور بہت سی دوستوں کے انتقال کے انقلابات آپ پر گذر چکے تو اب دنیا سے دل اٹھ گیا اور خدا سے دعا کی کہ تو نے مجھ کو حکومت دی بادشاہ مصر کا مختار کل بنایا خواب کی تعبیر کا علم دیا اور بہت کچھ احسان کیے اب تو مجھ کو ایمان کے ساتھ اٹھالے اور مجھ نیک لوگوں میں جنت میں ملنے کی مجھ آرزو ہے ملا دے اس کے چند روز بعد آپ کا انتقال ہو گیا حسن عقیدت کی وجہ سے اہل مصر نے آپ کی نعش کو سنگ مرمر کے تابوت میں رکھ کر دریائے نیل کے وسط میں ایک ٹیلے پر دفن کیا تاکہ اس کی برکت و نیل کے ذریعہ تمام مصر سیراب ہوتا رہے یوسف نے بنی اسرائیل کو ہدایت کی تھی کہ جب خدا کے وعدہ کے مطابق تم مصر سے شام کو جاؤ گے تو میرے تابوت کو اپنے ساتھ لیکر یعقوب کے پاس دفن کرنا جب چار سو برس بعد موسیٰ مصر سے بنی اسرائیل کو لیکر چلے تو آپ کے تابوت کو بھی اپنے ساتھ لیتے گئے اور حضرت یعقوب کے پاس دفن کیا یعقوب کا بھی جب مصر میں وفات کا وقت آیا تھا تو یوسف کو وصیت کی تھی کہ مجھے ملک شام میں پہنچا کر ابراہیم کے پاس دفن کرنا چنانچہ یوسف نے ایسا ہی کیا جنازہ کیساتھ یوسف کے علاوہ عیان مصر بھی بادشاہ مصر کے حکم سے شامل ہوگئے تھے جب یعقوب کی لاش ملک شام میں پہنچی تو اسی روز آپ کے بھائی حضرت عیص کا بھی وہاں انتقال ہو گیا تھا ... دونوں ... ایک قبر میں ... ابن کثیر۔ خازن۔ فتح الباری۔ اسباب نزول۔

دِلّی میں جبری تعلیم

(یہ تقریر ۱۶ مارچ ۱۹۳۸ء کو ملّا واحدی صاحب نے دہلی ریڈیو اسٹیشن سے براڈکاسٹ کی تھی۔ اب ڈائرکٹر صاحب اے۔ آئی۔ آر کی اجازت سے شائع کر رہا ہوں)

جب کبھی کہا جاتا ہے کہ فلاں ملک میں اتنے فی صدی آدمی پڑھے لکھے ہیں اور فلاں ملک میں اتنے۔ اور ہندوستان اس اعتبار سے اتنا پیچھے ہے۔ تو پڑھے لکھے کے معنی تعلیم یافتہ نہیں ہوتے بلکہ ناخواندہ کے مقابلہ کا جو ایک لفظ ہے "خواندہ" وہ ہوتے ہیں۔

خواندہ کا معیار البتہ ہر جگہ کا مختلف ہے۔ کیمبرج اور اکسفورڈ یونیورسٹیز کا گریجویٹ اگر ہندوستان کی یونیورسٹیوں کے گریجوایٹ سے اونچا ہوتا ہے تو انگلستان کا خواندہ بھی ہندوستان کے خواندہ سے ضرور اونچا ہوگا۔ یا بعض دفاتر انٹرنس پاس کو نوخواندہ سمجھتے ہیں اور انٹرنس فیل کو ناخواندہ قرار دیتے ہیں۔ کوئی انٹرنس پاس چپراس گیری کی درخواست دے تو اُسے خواندہ چپراسیوں میں رکھتے ہیں اور انٹرنس فیل درخواست کرے تو اُسے ناخواندہ چپراسیوں میں جگہ دیتے ہیں۔ لیکن عام طور پر اب یہاں خواندہ سے مطلب چوتھی جماعت یعنی پرائمری پاس لیا جاتا ہے۔

اتنا خواندہ کوئی ملک اپنی خوشی سے اور خود بخود نہیں بنا کرتا بلکہ بنایا جاتا ہے اور زور و جبر کے ساتھ بنایا جاتا ہے۔ چنانچہ اٹھارہ اُنیس ۱۹ سال سے ہندوستان کے اندر بھی لازمی اور جبری پرائمری تعلیم کا رواج شروع ہوگیا ہے اور اکثر مقامات کی میونسپلٹیاں حکومت کی منشا اور مدد سے اس رواج کو اختیار کرتی جارہی ہیں۔

اگرچہ یہ رفتار سُست ہے اور ابھی اس رواج کے فوائد ایسے ظاہر نہیں ہوئے ہیں کہ انہیں دیکھکر رفتار تیز کرنے کا جذبہ پیدا ہو تاہم توقع ہے کہ آہستہ آہستہ فوائد سامنے آئیں گے اور رفتار تیز ہوگی اور ہندوستان دوسرے ترقی یافتہ ملکوں کے برابر اور دوسرے ترقی یافتہ ملکوں کی مثل خواندہ پیش کر سکے گا۔

دہلی کی میونسپلٹی بھی ان میونسپلٹیوں میں سے ہے جنہوں نے ابتداء میں قریب قریب اپنے شہر کے لئے پرائمری تعلیم کو لازمی کردیا تھا۔ دلّی کی میونسپلٹی کو لازمی پرائمری تعلیم جاری کئے ہوئے گیارہ سال گزر چکے ہیں۔ آج کل یہ میونسپلٹی چار لاکھ روپیہ سالانہ اس مد پر خرچ کرتی ہے اور اس فکر میں ہے کہ یہ چار لاکھ روپیہ سالانہ نیک لگے۔ دہلی میونسپلٹی نے لڑکیوں کی تعلیم کا انتظام بھی کر رکھا ہے۔ اُنتیس ۲۹ پرائمری سکول۔ پانچ مڈل سکول اور ایک ہائی سکول میونسپل کمیٹی دہلی کی طرف سے صرف لڑکیوں کے لئے قائم ہیں۔ نیز لڑکوں کے واسطے پرائمری کے علاوہ چھ مڈل سکول ہیں۔ لیکن لڑکیوں کی پرائمری تعلیم لازمی اور جبری نہیں ہے اور پرائمری سے اوپر کی تعلیم تو لڑکوں کو بھی جبراً نہیں دی جاتی۔ لہذا میں اس وقت جو گفتگو کرونگا وہ فقط کمیٹی کی پرائمری کمپلسری ایجوکیشن تک محدود رہے گی۔ کمیٹی کی عام تعلیمی اور علمی جدوجہد اور خدمات سے اس کا تعلق نہ ہوگا۔

دہلی میونسپلٹی کے پرائمری کمپلسری ایجوکیشن اسکولوں کی تعداد اس وقت سینتالیس ہے۔ یہ سب پہلے کرایہ کے مکانوں میں اور ایسی بُری بُری جگہ واقع تھے کہ وہاں تعلیم پانا لازمی نہیں ہوتا تھا بلکہ علیل اور بیمار ہونا لازمی تھا مگر اب کمیٹی کھُلی کھُلی جگہ نہایت شاندار اور اصول حفظان صحت کے مطابق عمارتیں اپنے آپ اس کام کے واسطے بنا رہی ہے۔ چنانچہ نو عمارتیں آج تک بن چکی ہیں اور باقی اڑتیس مدرسے بھی انشاء اللہ عمدہ مکانوں میں پہنچ جائیں گے۔ پچاس ہزار روپے سالانہ کا خرچ سکولوں کی تعمیر کیلئے منظور ہوچکا ہے اور فی الحال اہل جائداد سے اپیل کی گئی کہ اگر وہ کمیٹی کی حسب مرضی مکان بنادیں تو انہیں معقول کرایوں پر اور طویل مدت کے لئے لے لیا جائیگا۔ مطلب یہ ہے کہ بچوں کی صحت سے غفلت نہیں برتی جارہی ہے اور سکولوں کی عمارات کے نقص کا کمیٹی کو احساس ہے۔

بچوں کی صحت کے خیال کے ذکر میں یہ بھی عرض کردوں کہ مدرسوں میں بچوں کا ڈاکٹری معائنہ کیا جاتا ہے اور جو بچے

بیمار ہوتے ہیں ان کے والدین کو اطلاع دی جاتی ہے کہ تمہارے بچہ کو فلاں مرض ہے تم اس کا کسی سے علاج کراؤ اور والدین عموماً علاج نہیں کراتے یا نہیں کرا سکتے۔ اس تجربہ کے بعد اب کمیٹی کا ارادہ ہے کہ علاج کا خود ہی بندوبست کرے۔ بیمار بچوں کے معالجہ کے لئے کلنک کھولنے کی تجویز زیر غور ہے۔ نیز محکمۂ حفظان صحت اسکولوں کی صفائی ستھرائی کا بہت زیادہ اہتمام کرتا ہے۔ طلباء کو ہوا کھلانے اور ورزش کرانے کی طرف بھی زیادہ سے زیادہ توجہ دی جا رہی ہے۔ جن جن مدرسوں کے لئے میدان میسر ہیں وہاں کے طلباء کرکٹ وغیرہ کھیل بھی کھیلتے ہیں۔

علیٰ ہذا لوگوں کا اعتراض ہے کہ لکھوکھا روپیہ خرچ کر کے ہمارے بچوں کو بس اتنا پڑھا کر چھوڑ دینا کہ وہ مخرب اخلاق ناول اور قصے پڑھ سکیں اور عمر کے ابتدائی چار سال میں جو ایک آدھ ہنر سیکھ لیا کرتے تھے اس سے انہیں روک لینا یہ کہاں کی قابل تعریف بات ہے۔ سو دہلی میونسپلٹی اس اعتراض کو دور کرنے کی طرف بھی متوجہ ہے۔ مثلاً دہلی میونسپلٹی کے زیر غور اس قسم کے خیالات ہیں کہ آیندہ تعلیم کو چوتھی جماعت پر ختم نہ کیا جائے بلکہ چھٹی جماعت تک بڑھا دیا جائے تاکہ بچہ میں کافی ذوق نوشت و خواند پیدا ہو جائے اور بچہ اس قابل بن جائے کہ اپنے پڑھے لکھے ہونے کی لاج رکھ سکے۔ نیز خواندہ بنانے کے ساتھ ساتھ کوئی ہنر بھی سکھایا جائے۔ درزی کا کام۔ بڑھئی کا کام۔ لوہار کا کام وغیرہ ایک تجویز اصلاحات کے سلسلہ کی کمیٹی منظور بھی کر چکی ہے کہ کم از کم آٹھ مدرسے ایسے جاری کئے جائیں جن میں فقط وہ لڑکے پرائمری تک کی تعلیم پائیں جو اگر کمیٹی نے پرائمری کمپلسری ایجوکیشن کا بیڑا نہ اٹھایا ہوتا تب بھی تعلیم پاتے۔

میں نے ابھی بتایا ہے کہ بے پڑھے لوگوں کو یہ شکایت ہے کہ ہمارے بچے کے چار سال خواہ مخواہ ضائع کئے جاتے ہیں۔ یہی چار سال کسی ہنر کے سیکھنے میں صرف ہوتے یا محنت مزدوری میں وہ ہمارا ہاتھ بٹاتا تو اچھا تھا اسی طرح پڑھے لکھے خاندان یہ کہتے ہیں کہ زور وجبر سے پڑھنے والے بدشوقوں کی صحبت کا اثر ہمارے بچوں پر خراب پڑتا ہے۔ وہ بھی بدشوق ہو جاتے ہیں اور اُن کو پڑھانے کے لئے بھی نہ معلوم زور جبر کی ضرورت ہونے لگتی ہے۔ شوق سے پڑھنے والے بچے تو چار سال گزار کر اپنے اپنے گھر

چلے جاتے ہیں اور ہمیں اپنے بچوں کی آیندہ تعلیم میں دشواریوں کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ اس سے تو پرائمری کمپلسری ایجوکیشن سے پہلے کا زمانہ بہتر تھا۔ پہلے مڈل سکولوں اور ہائی سکولوں میں آخر پرائمری تعلیم ہوتی ہی تھی۔ ہم نے بھی یہ جماعتیں پڑھی تھیں۔

سو بے پڑھے لکھوں کی شکایت تو جب پرائمری سکولوں میں صنعت و حرفت سکھائی جانے لگے گی دور ہو جائے گی اور پڑھے لکھوں کی اولاد کے واسطے یہ آٹھ مدرسے ہونگے جہاں فیس لے کر پڑھایا جائیگا اور قدرتاً بے فیس والے اور زور وجبر سے پڑھنے والے وہاں نہ آ سکیں گے۔

پسماندہ جماعتوں کی اولاد کے لئے لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم کا انتظام ایک ساتھ کر دیا گیا ہے تاکہ خرچ کم ہو اور اس بچت سے ان غریب بچوں کو پڑھنے کے دوران میں دودھ پلایا جاتا ہے جو سمجھئے تو روپیہ کا ایک نہایت صحیح مصرف ہے اور کسی سخت دل سے سخت دل انسان کو اس کی خوبی سے انکار نہیں ہو سکتا۔ اسکی نگرانی کی جاتی ہے کہ حق حقداروں ہی کو پہنچے۔ یہاں تک دیکھا جاتا ہے کہ یہ دودھ ان بچوں کے انگ بھی لگا یا نہیں۔ چنانچہ اس دودھ دہی کے ایک سال بعد دہلی کے ڈپٹی کمشنر اور سول سرجن نے ان بچوں کا معائنہ فرمایا اور اطمینان کا اظہار کیا۔

اس وقت تک صرف انگوری کھڑکی اسکول کے بچوں کو دودھ ملتا تھا اور ایک اور مدرسہ ہے ریگر بستی میں وہاں بھی اسی حیثیت سے بچے پڑھنے آتے ہیں جیسے انگوری کھڑکی اسکول میں پڑھتے ہیں انہیں دودھ نہیں دیا جاتا تھا۔ ایک سال کے اندر انگوری کھڑکی اسکول کے بچوں کا وزن بستی ریگر اسکول کے بچوں سے زیادہ بڑھا۔ قد میں بھی انہوں نے نسبتہً ترقی کی۔ اس نیک کام کو میونسپل کمیٹی دہلی وسعت دینے کا ارادہ رکھتی ہے۔ آجکل لیڈی لنلتھگو اینٹی ٹیوبرکلوسس فنڈ کا نام کس نے نہ سنا ہوگا۔ ہندوستان کے موجودہ گورنر جنرل کی بیگم صاحبہ سل اور دق کے مریضوں کے واسطے جگہ جگہ ہسپتال کھلوانے چاہتی ہیں اور اسی غرض سے یہ چندے کئے جا رہے ہیں۔

لوگ کہیں کہیں کہتے سنائی دیتے ہیں کہ ہسپتالوں سے کیا حاصل۔ ایسی تدابیر اختیار کرنی چاہئیں کہ سل اور دق میں ہندوستانی مبتلا ہی نہ ہوں۔ سو میری رائے میں

پرائمری کے غریب طلبار کو دودھ دینا ان تدابیر کی قسط اول ہے جن سے سل اور دق کا بیج مارا جاسکتا ہے۔ یہ مسلّمہ امر ہے کہ سل اور دق کا اہم ترین سبب صحیح غذا کا نہ ملنا ہے۔ چنانچہ سل اور دق کے علاج میں دوا سے بڑھ کر غذا پر زور دیا جایا کرتا ہے۔

المختصر نشو ونما کے وقت اگر ہندوستانی بچوں کو ٹھیک غذا میسر آنے لگے تو سل اور دق کے امراض میں بہت کمی ہوسکتی ہے۔

اور اس حقیقت کو غالباً آپ دلچسپی سے سُنیں گے کہ لیڈی لنلتھگو اگر اُن لوگوں کے علاج کا بندوبست کررہی ہیں جو سل اور دق میں مبتلا ہوچکے ہیں تو سل ودق کا بیج کھونے کی بنا خود لارڈ لنلتھگو نے ڈالی ہے۔ لارڈ لنلتھگو کو وائسرائے کی حیثیت سے جو چیز تمام پچھلے وائسراؤں سے ممتاز کرتی ہے وہ ان کا یہ جذبہ ہے کہ ہندوستان میں اچھے مویشی بڑھیں۔ اور ہندوستان کے آدمیوں کو اچھا گھی دودھ اور اچھے پھل ترکاری ملیں۔ جیسا راجہ ویسا پرجا مشہور مثل ہے۔ ہندوستان کے سب سے بڑے حاکم کے اس جذبہ نے ہندوستان کے تمام کارگزار افراد اور ہندوستان کی تمام کارگزار جماعتوں میں یہ جذبہ پیدا کردیا ہے اور دہلی میونسپلٹی نے جو پرائمری کے غریب طلبار کو دودھ وغیرہ دینا شروع کیا ہے اس کا اصلی بانی لارڈ لنلتھگو کو کہنا چاہیئے۔

دہلی میونسپلٹی کے علاوہ نئی دہلی کی میونسپلٹی بھی پرائمری کے طلبار کو دودھ پلاتی ہے اور ہندوستان کی اور میونسپلٹیاں بھی ایسا کررہی ہیں۔

خیر یہ آخری باتیں میرے اصل موضوع سے کسی قدر ہٹی ہوئی سی تھیں ابھی چونکہ وقت باقی ہے میں دو ایک لفظ پرائمری جبریہ تعلیم کے متعلق اور کہہ دینے چاہتا ہوں۔

پرائمری جبریہ تعلیم کا رواج ہندوستان میں ابھی نیا ہے۔ نیا ہونے کی وجہ سے ضرور اس میں نقص پائے جاتے ہیں۔ لیکن پرائمری جبریہ تعلیم جاری کرنے والوں اور تعلیم دینے والوں نے ذرا اور دلچسپی سے کام لیا اور پبلک نے بھی اظہار جذبات کی بجائے سوچنے سمجھنے کی کوشش کی اور تعلیم جاری کرنے والوں سے تعاون کیا تو یہ وہ چیز ہے کہ جس پر ملکوں کے آیندہ عروج کا انحصار ہوتا ہے۔ حکومت جاپان نے پندرہ سال میں سارے جاپان کو خواندہ بنا کر ہی یہ طاقت حاصل کی ہے کہ آج دنیا اُس کا لوہا مان رہی ہے۔ چین نے بھی جاپان جیسی طاقت کا اتنا مقابلہ کیا یہ چینی پبلک کے خواندہ ہونے ہی کا نتیجہ ہے۔

چین کا حال ایک صاحب نے سُنایا کہ وہاں چھپے ہوئے کاغذ کو پھاڑ کر پھینکدینا جُرم ہے۔ اخبارات لوگ پڑھتے ہیں اور درختوں پر لٹکا دیتے ہیں تاکہ جس چینی کا جی چاہے اُسے پڑھے اور پھر وہیں لٹکا دے۔ ان کا بیان تھا کہ جنگلوں تک میں درخت اخبارات سے لدے ملتے ہیں۔ اگرچہ بعض بعض اخبار اُن میں مہینوں پُرانے بھی ہوتے ہیں۔ غرض کہ وہاں کوئی تحریر حتی المقدور ضائع نہیں کی جاتی اور خواندہ آدمیوں کو بغیر پیسہ خرچ کئے وہ پڑھنے کو مل جاتی ہے۔ ہندوستان کے خواندہ اوّل تو بیس پچیس فی صدی اس جبریہ تعلیم کی بدولت آگے بڑھ جاتے ہیں اور بعض کالج تک پہنچتے ہیں۔ لیکن اگر پرائمری ہی پر ان کی تعلیم ختم رہ جائے تو بھی بالکل بے پڑھے لکھوں کی نسبت ان میں سوچنے اور سمجھنے کی قابلیت قطعی بڑھ جاتی ہے۔ یہ بات غلط ہے کہ وہ مخرّب اخلاق ناول اور قصّے ہی پڑھتے ہیں۔ بہت سی اُن میں اخبارات اور رسائل بھی پڑھتے ہیں اور دنیا کے حالات اور خیالات کے خزانوں میں سے کچھ نہ کچھ اُن کے حصہ میں آنے لگتا ہے۔ وہ لوگوں کے متعلق اور واقعات کے متعلق رائے زنی کرتے ہیں۔ ان کے ہاتھ جو چھپا ہوا کاغذ بھی آجاتا ہے وہ اسے پڑھتے ہیں۔ اور اس کو سمجھنے اور اس کو سوچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور یہی شئے پیدا کردینا جبریہ تعلیم کا مقصود ہے۔ ایک لطیفہ ہے کہ کوئی بچہ گورکھ دہندے کو گورکھدندا پڑھ رہا تھا۔ اور اس کے معنی کرتا تھا قبر کھودنے والا۔ جبریہ تعلیم کے کسی حامی نے یہ سُنا تو کہا کہ یہ گورکھدندا پڑھتے پڑھتے کبھی نہ کبھی گورکھ دہندا بھی پڑھنے لگے گا۔ اور پھر ممکن ہے کہ آج کل ہندوستانی جو اپنے ہاتھ سے اپنی قبریں کھود رہے ہیں اُس کی بجائے اس کے ہاتھ سے ہندوستان کا گورکھ دھندا سُلجھ جائے۔

ہندوستان کو جلد از جلد خواندہ بنانے کے لئے ان اصلاحوں کی میرے نزدیک اشد ضرورت ہے:۔

(۱) زور وجبر سے پہلے بچوں کے والدین کو پرائمری تعلیم کی طرف رغبت جو دلائی جاتی ہے وہ محض خانہ پُری نہو۔

دل سوزی کے ساتھ اُنہیں سمجھایا جائے۔ اور پبلک میں سے جنہیں اس مشن سے اتفاق ہو اُن کی مدد حاصل کی جائے۔

(۲) پرائمری اسکولوں میں اُستاد حتی الامکان ہمدرد اچھی حیثیت کے اور شہری رکھے جائیں جن میں شہری بچوں کی افتادِ طبع سمجھنے کی صلاحیت ہو اور جن کی تربیت میں رہ کر بچے اُلٹے گنوار نہ بنیں بلکہ تمیزدار شہری بنیں۔

(۳) پرائمری تعلیم کا نصاب اتنا کشش دار ہونا چاہیے کہ بچہ اُس سے گھبرائے اور اُکتائے نہیں۔ صرف کتابیں ہی نہ پڑھائی جائیں بلکہ کنڈرگارٹن کے طریقوں سے بھی تھوڑی بہت مدد لی جائے۔ بات چیت۔ کھیل کود اور دستکاری کے ذریعہ بھی اسکول کی الفت بچہ کے اندر پیدا کی جائے۔

(۴) بچہ کو یہ محسوس کرایا جائے کہ اسکول اور اسکا گھر بالکل ایک سے ہیں اور اسکول کوئی جیلخانہ یا کوئی دوسری دُنیا نہیں ہے۔ اس کی تین صورتیں ہیں:۔

اوّل بچہ کے ساتھ مشفقانہ برتاؤ کیا جائے۔

دوسرے کتاب یا بغیر کتاب کے جو کچھ پڑھایا یا بتایا جائے وہ اُس کے ماحول سے تعلق رکھتا ہو۔ جس سے وہ پہلے سے کسی قدر واقف اور آشنا ہو اور جسے سمجھنا اس کے لئے کٹھن نہ ہو جائے۔

تیسرے اسکول کی عمارتیں پُرفضا اور دلکشا ہوں۔

(۵) جگہ کی قلت کی وجہ سے کھیلنے کودنے اور بھاگنے دوڑنے کے لئے سکول سے ملے ہوئے میدان نہ ہوں تو فاصلہ پر ہی سہی کھیلنے کودنے اور بھاگنے دوڑنے کا بندوبست ہر سکول میں ضرور ہونا چاہیے۔

(۶) زور وجبر اور مفت کی تعلیم کو پرائمری کی بجائے چھٹی تک کر دیا جائے۔

ستّر برس کے بڈھوں کی ضرورت نہیں

لقمان الملک حکیم نابینا صاحب طبیب خاص سابق حضور نظام نے ملّا واحدی صاحب اڈیٹر نظام المشائخ کو جو ایک طلسمی نسخہ قوّت کا عطا کر رکھا ہے۔ اس نسخہ کے نیچے یہ عبارت درج ہے:۔

"ایک ہفتہ کے استعمال سے پیر صد سالہ مثل جوان پانزدہ سالہ کے ہوئے۔ تادم مرگ طاقت جسمانی ہمہ عضو قائم و برقرار رہے۔ ہر روز ...... سے ... نہ ہوگی اور ایک وقت ...... کے طبیعت کو قرار نہ ہوگا۔ یہ نسخہ بہ سلسلۂ خاندان حکیم سید عبداللہ خاں شاہی میرے عم بزرگوار مولانا مولوی حکیم سید فخرالدین مرحوم سے مجھ کمترین کو عطا ہوا جو بطور یادگار پسماندگان درج ہذا کیا۔ یہ نسخہ تحقیقی و درست و صحیح میری اوائل عمر میں ایک وقت تیار ہوا تھا۔ راجگان ہندوستان سے میرے عم مرحوم کو ایک لاکھ اسّی ہزار روپیہ انعام نسخۂ ہذا کی بدولت ملا تھا۔ اور نواب سالار جنگ اول نے بھی جب اطور راک معجون ہذا استعمال فرما کے جائداد و منصب ڈیڑھ سو روپے ماہانہ عطا فرمائے تھے۔ یہ تذکرہ بماہ جمادی الاول ۱۲۹۳ھ کا ہے۔ پس ماندگان کو اس کا پورا علم ہے"

اس نسخہ سے جو معجون تیار کی جاتی ہے اُس کا نام

معجون مددگار غدود

ہے

جوانوں اور ادھیڑوں کو معجون مددگار غدود کی سات خوراکیں چار روپے میں دی جاتی ہیں (علاوہ محصول ڈاک) لیکن اگر کوئی ستّر برس کی عمر والے صاحب طلب فرمائیں گے تو اُن سے سات خوراکوں کے صرف تین روپے لونگا۔ شرط فقط یہ ہے کہ ستّر برس کے ہونے کا وہ کسی طرح اطمینان دلا دیں ستّر برس نہ سہی لگ بھگ سہی۔ معجون مددگار غدود بالکل معتدل دوا ہے۔ گرمی، جاڑہ، برسات ہر موسم میں کھائی جاتی ہے۔ قیمت سات خوراک چار روپے (للعہ)۔

نوٹ:۔ جن صاحبان کو ... بان ہو وہ ... نہ منگائیں۔ اُن کے لئے واحدی صاحب کی دوائے جریان ہی مفید ہوگی۔

ملنے کا پتہ

منیجر رسالہ نظام المشائخ۔ پوسٹ بکس نمبر ۸۰۔ دہلی

سلہ موجودہ بادشاہ دکن نے پھر حکیم صاحب کو حیدرآباد بلا لیا ہے اور افسر الاطبا مقرر فرمایا ہے۔ ۱۲

منھ میں سانپ

اگر تمہارے مسوڑھوں سے پیپ نکلتی ہے تو تمہارے مسوڑھے اب مسوڑھے نہیں رہے۔ بلکہ تم نے اپنے منھ میں سانپ پال رکھے ہیں۔ مسوڑھوں کی پیپ کو سانپ کے زہر سے کم نہ سمجھو۔ یہ پیپ کھانے اور پینے کی ہر چیز کے ساتھ معدہ میں اُترتی ہے۔ اور معدہ کو خراب کر دیتی ہے۔ اور تم نے جاہل دیہاتیوں تک سے سُنا ہوگا کہ معدہ کی خرابی تمام بیماریوں کی جڑ ہے مگر باخبر لوگ جانتے ہیں کہ حقیقتہً دانتوں کی خرابی تمام بیماریوں کی جڑ ہے کیونکہ معدہ خود عموماً دانتوں کی خرابی سے خراب ہو جاتا ہے۔

واحدی صاحب کا منجن اکسیر دنداں

اس سانپ کے زہر کا تریاق ہے۔ اللہ کے فضل سے یہ منجن دانتوں کی ہر ہر خرابی کو دور کر دیتا ہے۔ مسوڑھوں سے پیپ نکلنے سے بڑھکر تو کوئی خرابی نہیں ہے۔ پیپ نکلتے نکلتے دانت ہلنے بھی لگے ہوں تو انشاء اللہ واحدی صاحب کا منجن اکسیر دنداں انہیں جوڑ دیگا۔

جو لوگ پائیریا یعنی دانتوں سے پیپ نکلنے کے مریض ہوں وہ واحدی صاحب کا منجن اکسیر دنداں تھوڑا سا ہر وقت اپنے پاس رکھیں اور جب کھانا پھل یا پان وغیرہ کھانے لگیں تو پہلے اُسے مل کر دانتوں اور مسوڑھوں کو صاف کرلیں اسطرح شاید دن میں پانچ چھ مرتبہ انہیں منجن استعمال کرنے کی زحمت اُٹھانی پڑیگی۔ لیکن یہ زحمت اُن کی اپنی بے پرواہی کا نتیجہ ہے اور اسے انہیں برداشت کرنا چاہیئے۔ اس برداشت کا وہ فائدہ محسوس کرینگے ورنہ مزید بے پرواہی اس سے بڑی بڑی زحمتوں میں مبتلا کر دے گی۔ کھانے کے بعد منجن ملنا ضروری نہیں ہے۔ ویسے ہی اُنگلی اور پانی سے صفائی کرلینا کافی ہوگا۔ جن لوگوں کو ابھی پائیریا نہیں ہوا ہے یا جن کے دانتوں سے پیپ نہیں نکلتی۔ البتہ خون نکلتا ہے تو اُن کے لئے واحدی صاحب کا منجن اکسیر دنداں صبح بیدار ہو کر اور شام کو سوتے وقت ملنا ضروری ہے۔ باقاعدہ وہ دونوں وقت منجن نہیں ملیں گے تو پھر پانچ چھ وقت ملنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ جنہیں اتفاقیہ کوئی شکایت ہو جاتی ہے۔ مثلاً بادی سے مسوڑھے پھول گئے ہوں۔ دانتوں میں درد رہنے لگا ہو تو وہ حسب ضرورت جتنی دفعہ چاہیں اس منجن کو استعمال کر سکتے ہیں۔ اور جنہیں ابھی کوئی خفیف سی تکلیف بھی دانتوں کی نہیں ہے وہ ایک دفعہ صبح اس منجن کو مل لیا کریں۔ اللہ سے اُمید ہے کہ کبھی انہیں دانتوں کی کوئی تکلیف ہوگی ہی نہیں۔ ایک احتیاط واحدی صاحب کا منجن اکسیر دنداں استعمال کرنے والے لازمی طور سے کریں۔ خواہ وہ مریض ہوں یا تندرست۔ کہ پان یا پھل کھا کر بھی ہمیشہ پانی اور اُنگلی سے دانتوں اور مسوڑھوں کو صاف کرتے رہیں جس طرح کھانا کھا کر کرتے ہیں۔ دانتوں اور مسوڑھوں کو غلاظت کسی قسم کی زیادہ دیر تک لگی رہنی اچھی نہیں۔ پان کو ڈاکٹر مُضر بتایا کرتے ہیں۔ حقیقتہً تمباکو کے سوا پان کا کوئی جزو بھی مُضر نہیں ہے۔ ہاں پان ہر وقت چبانے سے لعاب دہن ضائع ہوتا ہے۔ یہ بڑی نقصان رساں بات ہے۔ دوسرے پان کھا کر لوگ دانت صاف نہیں کرتے اور ہر وقت پان کھانے والے بھلا کیسے دانت صاف رکھ سکتے ہیں تو پان کی کثرت سے پرہیز رکھنا چاہیئے۔ مفصل ترکیب استعمال منجن کے ساتھ عرض کی جائے گی۔

واحدی صاحب کا منجن اکسیر دنداں شیشی میں بھیجا جاتا ہے۔ ایک شیشی کی قیمت سات آنے (۷؍) محصول ایک شیشی پر بھی سات آنے (۷؍) لگتا ہے اور دو یا تین شیشیوں پر بھی سات آنے (۷؍) ٹین کے ڈبہ میں آٹھ شیشیوں تک کا منجن سات آنے (۷؍) محصول میں بھیجا جاتا ہے۔

ملنے کا پتہ

منیجر رسالہ نظام المشائخ۔ پوسٹ بکس نمبر ۸۔ دہلی

واحدی صاحب کا شربت کھانسی

خشک کھانسی، بلغمی کھانسی، کالی کھانسی، خناق، دمہ، نمونیہ اور ابتدائی سل ودق کا لاجواب علاج

مشہور کہاوت ہے "لڑائی کا گھر ہانسی (ہنسی) اور بیماری کا گھر کھانسی"

کھانسی خدانخواستہ جم جائے تو اس سے طرح طرح کی خطرناک اور مہلک بیماریاں اُٹھ کھڑی ہوتی ہیں۔ لہٰذا کھانسی کو معمولی چیز نہ سمجھنا چاہیئے۔ واحدی صاحب کا شربت کھانسی سینہ اور حلق کے تمام امراض کی بہترین دوا ہے۔ اس سے صرف کھانسی ہی نہیں جاتی بلکہ کھانسی نے بڑھ کر اگر سل یا دق کی صورت بھی اختیار کر لی ہو تو ابتدائی حالت میں سل اور دق کو بھی فائدہ ہوتا ہے۔ دمہ کے لئے اور اور جن مرضوں کے نام لکھے گئے ہیں اُن سب کے لئے یہ مفید ہے۔ اور کھانسی کے حق میں تو یہ شربت اتنا زود اثر ہے کہ پہلی خوراک اپنا کمال دکھا دیتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے آگ پر کسی نے پانی ڈال دیا۔ کھانستے کھانستے نیند آ جائے تب واحدی صاحب کے شربت کھانسی کی ایک خوراک پی لیجئے اور ملاحظہ کیجئے کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کے مُلک کی جڑی بوٹیوں میں کیا تاثیر بھر دی ہے۔ سخت سے سخت کھانسی ایک دو شیشیوں میں جاتی رہتی ہے۔ لیکن شرط اتنی ہے کہ کھانسی نزلہ، زکام یا حلق اور سینہ کی خرابی کی وجہ سے ہو معدہ اور جگر کی خرابی سے کھانسی ہو تو اس شربت کے ساتھ واحدی صاحب کی معجون اکسیر بدن بھی استعمال کرنی پڑے گی۔

بہر حال ایک شیشی واحدی صاحب کے شربت کھانسی کی منگا کر تجربہ کیجئے اور فائدہ نظر آئے تو کچھ روز اس کا مسلسل استعمال جاری رکھیئے تاکہ گلے سے لیکر پھیپھڑے تک جہاں جہاں بگاڑ ہے سب کی جڑ کٹ جائے اور مریض تندرستی کا سانس لینے لگے۔

یورپ والے گلے کے غدود نکال دیتے ہیں۔ اگر یہ کوئی اچھی بات ہے تو اس کا مقابلہ ہندوستان کی طبیبں نہیں کر سکتیں اور یورپ والے پھیپھڑے میں ہوا بھر کر کچھ روز مریض کی زندگی کو کھینچ لیتے ہیں۔ یہ بھی ہندوستانی طبیبوں کو نہیں آتا۔ ہمیں کھلے دل سے اس کا اقرار ہے۔ لیکن کھانے پینے کی دوا ہمارے تجربہ میں

واحدی صاحب کے شربت کھانسی

سے بہتر کوئی نہیں آئی۔ واحدی صاحب اپنی بچوں کو بھی یہی شربت استعمال کرایا کرتے ہیں۔ اُنہوں نے دس سال گزرے ایک لڑکی کے حلق کا اپریشن بھی کرایا تھا۔ مگر اب وہ اپریشن کا کسی کو مشورہ نہیں دیتے۔ آپ کو یا آپ کے عزیزوں اور دوستوں میں سے کسی کو کھانسی ہو تو واحدی صاحب کے شربت کھانسی کی ایک یا دو شیشیاں طلب کر لیجئے۔

قیمت فی شیشی بارہ آنے (۱۲/)

محصول وی۔ پی ایک شیشی پر بھی سات آنے لگیگا اور دو شیشیوں پر بھی سات آنے۔ خرچ پیکنگ فی شیشی ایک آنہ ہے۔

ترکیب استعمال شربت کے ساتھ بھیجی جائے گی۔

ملنے کا پتہ:۔ منیجر رسالہ نظام المشائخ۔ پوسٹ بکس نمبر ۸۔ دہلی

کیا تم نے نماز پڑھنی چھوڑ دی؟

واقعی نماز کا لطف رمضان ہی میں آتا ہے

کیونکہ گھر۔ محلہ۔ شہر بلکہ سارے ملک اور ساری دنیا کے مسلمان رمضان رمضان کیلئے کم از کم دورہ نماز کے جذبہ میں متحد ہوجاتے ہیں۔ ہمارے اندر ایک برقی لہر دوڑنے لگتی ہے اور ہر چھوٹے بڑے مرد عورت کا جی چاہتا ہے وہ خدا کی عبادت کرے۔ لیکن یہی **رمضان کی بہار** مستقل ہوسکتی ہے اگر تمام مسلمان اس کا فیصلہ کرلیں کہ کم از کم میاں بیوی۔ بھائی بہن اور لڑکے لڑکیاں تو ہمیشہ نماز کے پابند رہیں گے۔ دوسروں کے فیصلہ کا انتظار کئے بغیر تم اپنے گھر سے یہ عمل شروع کرو۔ تمہارے گھر میں کوئی بے نمازی نہ رہے۔ تمہارے گھر کو دیکھکر تمہارے آس پاس کے گھر ضرور متاثر ہونگے اور پھر ممکن ہے کہ یہ سلسلہ بڑھتے بڑھتے تمام مسلمانوں میں پھیل جائے اور تمہیں اپنی اور اپنے گھر کی نماز کے ساتھ دوسروں سے نماز پڑھوانے کا ثواب بھی ملجائے کیونکہ تم اور تمہارا گھر نماز کی پابندی شروع کرکے دوسروں کے واسطے نمونہ قائم کریگا۔ لیکن نماز پھر بھی پورے لطف کی نہ ہوگی۔ جب تک تم نماز میں جو کچھ پڑھو اُسے سمجھو نہیں۔ میں تم کو مشورہ دیتا ہوں کہ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کی **عام فہم تفسیر القرآن کا پارہ عم تیسارلو** منگوالو۔ اس پارہ میں جتنی سورتیں ہیں وہی عموماً نمازوں میں تلاوت کی جاتی ہیں۔ جب نماز میں کوئی سورت تلاوت کی جائیگی اور اُس کا مطلب سمجھ میں آجائیگا تو خود خیال کرو نماز کے لطف کا کچھ ٹھکانا رہیگا؟ **عام فہم تفسیر پارہ عم یتساءلون** کا ہدیہ آٹھ آنے (۸ر) ہے۔ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب نے پورے قرآن مجید کی عام فہم تفسیر لکھی ہے جو الگ الگ پاروں کی شکل میں بھی ملتی ہے اور مکمل بھی۔ اُردو میں ایسی عام فہم۔ ایسی مختصر اور ایسی دلچسپ تفسیر اور کوئی نہیں ہے۔ کوئی سا ایک پارہ منگا کر آپ خود اس بات کی تصدیق کرسکتے ہیں۔

اس تفسیر کو تین جلدوں میں تقسیم کیا گیا ہے یعنی دس دس پاروں کی تین جلدیں بندھوالی ہیں۔ ہر ایک دس پاروں مجلد کا پانچ روپے ہے۔ لیکن جو حضرات تینوں جلدیں ایک ساتھ منگائیں گے اُن سے تینوں جلدوں کی مجموعی قیمت بارہ روپے لی جائیگی۔ گویا ایکروپیہ فی جلد رعایت کی جائیگی۔ اور جو علیحدہ علیحدہ متفرق پارے طلب کرینگے اُن سے بدستور آٹھ آنے (۸ر) فی پارہ کے حساب سے وصول کیا جائیگا۔ تیسوں پارے غیر مجلد دس روپے دو آنے (۱۰؍۲) میں ملیں گے محصول بہرصورت خریدار صاحبان کے ذمہ ہوگا۔ تفسیر پر رعایت نہیں دیجائیگی۔ ایک پیسہ بھی کم کرنے کی گنجائش نہیں ہے *

ملنے کا پتہ:۔ منیجر رسالہ نظام المشائخ پوسٹ بکس ۸۔ دہلی

ہندو مسلمانوں کی جنگ

مسجد میں کچھ مسلمان جماعت سے نماز پڑھ رہے تھے
مسجد کے آگے سے کچھ ہندو باجا بجاتے گزرے

جو مسلمان سڑک پر کھڑے تھے یا دوکانوں پر بیٹھے تھے۔ انہیں ہندوؤں کی یہہ حرکت بُری لگی۔ ہندوؤں کو بھی آج کل ضرورت ہے کہ کوئی تہیں لڑنٹ کرائے اور لڑنا سکھائے۔

چنانچہ سڑک اور دوکان کے مسلمانوں اور باجا بجانے والے ہندوؤں میں لکڑی چل پڑی۔ میں اتفاق سے اُدھر آنکلا اور میں نے لڑنے والے مسلمانوں سے پوچھا کہ تم نماز تو پڑھتے نہیں۔ مسجد میں جماعت کھڑی ہوتی ہے اور تم سڑک پر اور دوکانوں پر جمے رہتے ہو۔ لیکن مسجد اور نماز اور جماعت کے احترام کے خیال سے ہندوؤں کے باجا بجانے پر تہیں غصہ خوب آجاتا ہے۔ اسوقت تو مسلمان کو مسجد کے اندر ہونا چاہئے تھا۔ کیا لڑنا نماز سے زیادہ ثواب کا کام ہے۔ جو مسلمان جماعت سے نماز پڑھ رہے تھے ہندو دھرم کے باجے نے اگر اُنکے دھیان کو جگہ سے بے جگہ کیا تھا تو تم نے اُسو اور خراب کردیا۔ وہ جواب کیا دے سکتے تھے بہری صورت دیکھنے لگے۔ میں نے اُنہیں مختصر طور پر عبادت کی حقیقت بتائی اور کتاب

اسلام اور عبادت

کی طرف توجہ دلائی کہ اسے منگا کر پڑھو اس سے عبادت کی حقیقت تم پر پوری کھُل جائے گی اور تم فضول حرکتیں چھوڑدو گے اور باتیں اختیار کروگے جن سے خدا خوش ہوتا ہے۔ کتاب اسلام اور عبادت مشہور مصنف علامہ ڈاکٹر سعید احمد کی تصنیف ہے۔ آٹھ آنے (۸؍) اسکی قیمت ہے۔ اور اس مہینہ میں صرف چھ آنے (۶؍) لئے جائینگے۔ یعنی حسب اعلان پھر فی روپیہ رعایت دی جائے گی۔ (علاوہ محصول ڈاک)۔

ملنے کا پتہ۔ منیجر رسالہ نظام المشائخ۔ پوسٹ بکس نمبر ۸۔ دہلی

[illegible] دہلی [illegible] شائع کیا

اس رسالہ کی ایک سے زیادہ کاپیاں پہنچیں تو وہ اپنے عزیزوں اور دوستوں کو دیجیے۔

مقام اشاعت:۔ کوچہ چیلان دہلی

رجسٹرڈ نمبر ال ۲۱ ۷

چندہ سالانہ صرف چھ آنے

سرپرست
حضرت خواجہ حسن نظامی

نظام المشائخ

ایڈیٹر
واحدی

فروری سنہ ۱۹۳۹ع

روحانی تسلی و تسکین کا ماہوار پیام

جلد ۶ نمبر ۲

مالک سید منیر الحسن

20/11/36

بیکس و مظلوم عورت

کے حقوق کی حفاظت کا اگر کسی مذہب نے بیڑا اٹھایا ہے تو وہ اسلام ہے۔ اور یہ زبانی دعوے نہیں ہے۔ بلکہ بیّن اور واضح حقیقت ہے جسے کلام الٰہی اور ارشادات رسالت پناہی کے ذریعہ سے معلوم کیا جاسکتا ہے۔

کتاب اسلام اور عورت

میں مختلف آیات و احادیث نقل کرکے یہ بتایا گیا ہے کہ اسلام نے دنیائے انسانی میں عورت کا کیا درجہ رکھا ہے۔ مرد پر عورت کے حقوق کیا کیا ہیں اور کس طرح وہ انسانی دنیا کی تکمیل میں مرد کے برابر کا حصہ لیتی ہے۔ ضمناً یہ بات بھی معرض بیان میں آگئی ہے کہ دوسرے مذاہب نے عورت کی کیا حیثیت مقرر کی ہے۔ نیز یہ کہ مذہب سے الگ ہوکر بھی جن قوموں نے عورت کی حالت کو بہتر بنانے کی کوشش کی ہے وہ بھی مردوں کی خود غرضی کی وجہ سے عورت کو اس بلندی تک نہ پہنچا سکے جہاں اسلام لے اسے پہنچا دیا ہے۔ کتاب حد سے زیادہ دلچسپ ہے، اور فاضل مصنف نے انتہائی عرق ریزی اور جانفشانی سے کام لیکر ایک ایک آیت اور ایک ایک حدیث ڈھونڈھی ہے اور پھر ان سب کو ایک بہت ہی دلفریب طریقہ پر یکجا کردیا ہے۔ یہ بات خدائے ڈاکٹر سعید احمد صاحب ہی کے قلم میں دی ہے کہ وہ خشک سے خشک مضامین کو بھی ایسے اسلوب سے بیان کرجاتے ہیں کہ وہ روکھے پھیکے معلوم ہونے کے بجائے بیحد دلکش اور دل آویز ہوجاتے ہیں۔ اور یہ کتاب ڈاکٹر صاحب موصوف کے شاہکاروں میں سے ہے۔ عورتوں کے متعلق اتنی عمدہ اور مفید معلومات اور کسی کتاب میں آپ کو نہیں مل سکتی۔ ہم ہر مسلم و غیر مسلم سے سفارش کرتے ہیں کہ وہ اس سے مستفید ہوں۔ قیمت ۱۰ ار

ملنے کا پتہ:۔ منیجر رسالہ نظام المشائخ۔ پوسٹ بکس نمبر ۸۰۔ دہلی

ہندو مسلمانوں کی جنگ

مسجد میں کچھ مسلمان جماعت سے نماز پڑھ رہے تھے
مسجد کے آگے سے کچھ ہندو باجا بجاتے گذرے

جو مسلمان سڑک پر کھڑے تھے یا دوکانوں پر بیٹھے تھے۔ انھیں ہندوؤں کی یہ حرکت بری لگی۔ ہندوؤں کو بھی آج کل ضرورت ہے کہ کوئی لڑائی کرائے اور لڑنا سکھائے۔

چنانچہ سڑک اور دوکان کے مسلمانوں اور باجا بجانے والے ہندوؤں میں لکڑی چل پڑی۔ میں اتفاق سے اُدھر آنکلا اور میں نے لڑنے والے مسلمانوں سے پوچھا کہ تم نماز کیوں نہیں پڑھتے۔ مسجد میں جماعت کھڑی ہوتی ہے اور تم سڑک پر اور دوکانوں پر بیٹھے رہتے ہو۔ لیکن مسجد اور نماز اور جماعت کے احترام کے خیالات ہندوؤں کے باجا بجانے پر تمہیں غصہ خوب آیا۔ اس وقت تو ہر مسلمان کو مسجد کے اندر ہونا چاہئے تھا کیونکہ باجماعت نماز سے زیادہ ثواب کا کام ہے۔ جو مسلمان جماعت سے نماز پڑھ رہے تھے ہندوؤں کے باجے نے اگر ان کے دھیان کو منتشر کیا تھا تو تم نے آکر اور خراب کر دیا۔ وہ جواب کیا دے سکتے تھے یہی صورت دیکھنے لگے۔ میں نے انہیں مختصر طور پر عبادت کی حقیقت بتائی اور کتاب

اسلام اور عبادت

کی طرف توجہ دلائی کہ اسے منگا کر پڑھو اس سے عبادت کی حقیقت تم پر پوری کھل جائے گی اور تم فضول حرکتیں چھوڑ دوگے۔ اور وہ باتیں اختیار کرو گے جن سے خدا خوش ہوتا ہے۔ کتاب اسلام اور عبادت مشہور مصنف علامہ ڈاکٹر سعید احمد کی تصنیف ہے۔ آٹھ آنے (۸/) اس کی قیمت ہے۔

(علاوہ محصول ڈاک)

ملنے کا پتہ: مینیجر رسالہ نظام المشائخ پوسٹ بکس نمبر ۸۰ دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظام المشائخ

رحمۃ للعالمین ﷺ

جہاں تک ملک عرب کا تعلق ہے کسی شخص کو یہ ماننے میں ذرا سا تامل نہیں ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرب کے لئے رحمت تھے۔ تمام باخبر اور منصف مزاج غیر مسلم حضور کو رحمۃ للعرب تسلیم کرتے ہیں۔ تئیس سال کی قلیل مدت میں عرب اور اہل عرب کے اندر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مقدس اور مبارک انقلاب پیدا کیا تھا، اس کو جاننے کے بعد ایک شریف انسان اس انقلاب کے پیدا کرنے والے کو رحمت کے سوا اور کیا کہہ سکتا ہے۔

کروڑوں دیوانوں کو فرزانہ بنانا۔ کروڑوں ناشائستوں کو شائستگی سکھانا۔ کروڑوں جاہلوں کو عالم بنانا۔ کروڑوں بداخلاقوں کو اخلاق سکھانا رحمت کے سوا کچھ اور بھی ہو سکتا ہے۔

تمام صحیح القلب اور صحیح الدماغ اور صحیح المعلومات ہندو اور عیسائی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کارنامہ کی تعریف کرتے ہیں کہ عرب کے واسطے ان اکیلے اور بے یار و مددگار بے پڑھے لکھے نے وہ کیا جو جتھوں والے اور بڑی بڑی جمعیتوں والے اور عالم فاضل اپنی اپنی جگہ نہیں کر سکتے اور بے حد جلدی کیا —— جلدی کے اعتبار سے تو وہ بے مثال ہیں۔ یقیناً وہ مصلح تھے۔ یقیناً وہ خدا کے بہت ہی اچھے بندے تھے اور یقیناً وہ ایسے ہی تھے جیسے پیغمبر اور اوتار ہوا کرتے ہیں۔ بعض بعض نے تو پیغمبر عرب بھی کہہ دیا ہے۔ لیکن پیغمبر عالم اور رحمۃ للعالمین ماننے کے لئے غیر مسلم تیار نہیں ہیں اور اس کی وجہ مسلم ہیں —— اس میں غیر مسلموں کا قصور نہیں مسلموں کا قصور ہے۔ ہم آجکل کے مسلمان اپنا ایسا نمونہ پیش نہیں کر رہے جس سے ہمارے پیشوا کی نسبت رحمۃ عالم ہونے کا تخیل دنیا کے دماغ میں پیدا ہو سکے —— استاد اپنے شاگردوں کے ذریعہ پہچانا جاتا ہے اور درخت کی شناخت اس کے پتوں اور پھلوں سے ہوتی ہے۔

لیکن میں انصاف پسند غیر مسلموں سے کہتا ہوں جنہوں نے انقلاب عرب کی تاریخ مطالعہ کی ہے اور جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب کے حق میں رحمت سمجھتے ہیں کہ اپنے گھر کو گندگیوں اور برائیوں سے پاک کر دینا بھی تو پڑوسی کے لئے مفید ہوا کرتا ہے۔ پھر جو اپنے ملک، اپنے وطن اور اپنی قوم کے لئے رحمت ہو وہ اپنے چاروں طرف کے ملکوں، وطنوں اور قوموں کے لئے مفید کیسے نہیں تھا۔ جس چیز کو اس نے اپنے ملک کے سامنے پیش کیا اور جسے تم اصلاح اور رحمت قرار دیتے ہو اُسی کو تو اپنے ملک سے فارغ ہو کر اُس نے چاروں طرف پہنچایا تھا۔

ہم نے البتہ اُس کے کچھ عرصہ بعد اُس کی روش چھوڑ دی۔ اُس نے کعبہ کے بُت اس وقت توڑے تھے جب کعبہ والوں کے ساتھ عدیم النظیر رواداری برت کر کعبہ والوں کے دلوں کو مسخر کر لیا اور ہم نے بتوں کے ساتھ دل بھی توڑ ڈالے۔ اس کا مقصد خدا کی حکومت قائم کرنا تھا، ہم نے اپنی حکومتیں قائم کر لیں۔

تم اُسے رحمۃ العرب مانتے ہو تو عرب کے مسلمانوں کو دیکھ کر تھوڑا ہی مانتے ہو۔ اپنے علم و فضل۔ اپنی بلند خیالی اور اپنی انصاف پسندی کی وجہ سے مانتے ہو۔ اسی طرح رحمۃ للعالمین ماننے کے لئے ہندوستان کے مسلمانوں کو مت دیکھو۔ خود رحمۃ للعالمین کو دیکھو اور اس کی تعلیمات کو دیکھو۔

دیکھو کہ وہ دنیا کو امن کی دعوت دے رہا ہے یا دنیا میں شر و فساد برپا کرنا چاہتا ہے۔ جتنی لڑائیاں اُس نے لڑیں یا جنہیں لڑنے پر وہ مجبور ہوا۔ ذرا ان کی گہرائیوں میں جاؤ۔ کیا ان لڑائیوں سے اس نے وہی نتیجے حاصل کئے جو دوسرے حاصل کیا کرتے ہیں۔ پورے عرب پر قابض ہونے کے بعد تم نے کہیں پڑھا ہے کہ اس کی زندگی شاہانہ ہو گئی تھی۔ وہ محلوں میں قیام کرتا تھا۔ اعلےٰ اعلےٰ قسم کے لباس پہنتا اور قیمتی قیمتی غذائیں کھاتا تھا۔ چند ہوائیں جو اُس کی بیویاں کہلاتی تھیں اور جو ہم مسلمانوں کی مائیں ہیں۔ اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر کہہ سکتے ہو کہ انہیں

اُس نے بادشاہوں کی طرح عیش و عشرت کرنے کی نیت سے رکھ چھوڑا تھا۔

جس طرح افراد کو تعامل اور مقابلہ دونوں کی ضرورت ہوتی ہے اُسی طرح جماعتوں کو بھی یہ دونوں صورتیں اختیار کرنی پڑتی ہیں اور مقابلہ میں اہل نا اہل پر غالب بھی آتا ہے۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ رحمۃ للعالمین کی جماعت نے جتنے مقابلے کئے وہ عدل و کرم سے خالی تو نہیں تھے۔

مسلمانوں کی اسلامی تعریفوں میں سے ایک تعریف یہ ہے کہ وہ لڑائی سے حتی المقدور بچتا ہے۔ لیکن اگر لڑائی سر پر آ پڑتی ہے تو وہ ظالموں اور غاصبوں کا زور توڑنے میں سب سے آگے رہنے کی کوشش کرتا ہے۔

رحمۃ للعالمین نے قومیت کو اپنے ملک میں محدود نہیں کیا۔ یہ نہیں کہا کہ عربوں کو عربوں کے سوا سب سے غیریت برتنی چاہئے۔ سب کا دشمن ہونا چاہئے۔ سب کو ذلیل سمجھنا چاہئے۔ اس نے اپنا فیض عام کر دیا اس نے آفتاب کے مانند ہر کہ و مہ کو اپنی روشنی پہنچائی اور اس روشنی میں ملکوں ملکوں کی محبت کی بنیاد ڈال دی۔

کبھی آدمؑ کے بیٹے آدم کی روح کو خوش کرنے کا تہیہ کریں گے۔ کبھی روز روز کی جنگوں سے تنگ آ کر دنیا ایک دوسرے سے صلح پر آمادہ ہوگی۔ کبھی ملکوں کی حد بندیاں گھروں اور محلوں اور شہروں کی سی حد بندیاں رہ جائیں گی جس طرح ایک گھر کا رہنے والا اپنے گھر اور گھر والوں سے خصوصیت رکھکر برابر کے گھر والوں کا بھی بھائی ہو سکتا ہے۔ جس طرح ایک محلہ کے لوگ اپنے پڑوسیوں کو اہمیت دے کر بھی دوسرے محلہ والوں کے دوست بن سکتے ہیں اور جس طرح ایک دہلوی دہلویت کی تمام شانوں کے ساتھ لکھنوی کو اپنا عزیز کہہ سکتا ہے۔ اسی طرح ملکوں ملکوں کے سلوک کا وقت آئیگا تو اُس وقت اس تحریک کی قدر ہوگی جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی کہ تمام بنی آدمؑ بھائی بھائی ہیں۔ خواہ وہ اس گھر میں رہتے ہوں یا اُس گھر میں۔ اس محلہ میں رہتے ہوں یا اُس محلہ میں۔ اس شہر میں رہتے ہوں یا اُس شہر میں۔ اس صوبہ میں رہتے ہوں یا اُس صوبہ میں۔ اس ملک میں رہتے ہوں یا اُس ملک میں۔

عرب کے قبیلے ایک دوسرے کے ایسے دشمن تھے کہ نسلاً بعد نسل ان میں جھگڑے جاری رہتے تھے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کل قبیلوں کو اس طرح ملا دیا جس طرح دودھ اور شکر کو ملا دیتے ہیں۔ یہی قبیلوں کا اتحاد تھا جس نے ان قبیلوں کے اندر وہ اوصاف رونما کئے جس کی بناء پر آپ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معترف ہیں اور انہیں رحمۃ للعرب کہتے ہیں۔ پھر اگر یہی اتحاد ملکوں ملکوں میں ہو جائے تو عالم انسانیت کے لئے کتنا مفید ہے۔ لہذا ملکوں ملکوں میں اتحاد کرانے والے کے رحمۃ للعالمین ہونے میں کیوں شک ہے۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک نرالا میں ہی اللہ کا رسول اور پیغمبر ہو کر نہیں آیا ہوں۔ عیسٰے علیہ السلام۔ موسےٰ علیہ السلام۔ یوسف علیہ السلام۔ اسمٰعیل علیہ السلام۔ ابراہیم علیہ السلام۔ نوح علیہ السلام اور ان جیسے نام اے مخاطبین اوّل یعنی اہل عرب! تم نے سنے ہیں۔ اور جن کے نام دور ہونے یا بہت پرانے ہونے کے سبب تم تک نہیں پہنچے وہ سب نبی تھے۔ دنیا کا کوئی قریہ اور کوئی گوشہ نبی سے محروم نہیں چھوڑا گیا۔ مسلمانوں کو زیبا نہیں ہے کہ کبھی کسی جماعت کے بزرگ کو بُرا کہیں۔ مبادا جس بزرگ کو بُرا کہا جائے وہ خدا کا برگزیدہ نبی ہی ہو۔ یہ تعلیم رحمۃ للعالمین کے علاوہ بھی کسی کی ہو سکتی ہے؟۔

ہندوؤں کو معلوم ہے کہ مسلمان سری رامچندر جی اور سری کرشن جی کی بابت کیا خیال رکھتے ہیں۔ وہ مسلمان جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ نہیں جو محض مسلمان گھر میں پیدا ہو جانے کے سبب مسلمان ہیں اور وہ بھی نہیں جن کی روزی مسلمانوں کو گمراہ کرنے میں اُترتی ہے۔ کیا ہندوؤں نے آجکل کے نہیں پُرانے زمانہ کے علماء و مشائخ مثلاً مولانا عبدالعزیز دہلوی اور شاہ عبدالرزاق ہانسوی کی رائیں اپنے اوتاروں کے متعلق پڑھی ہیں۔ اور کیا عیسائیوں کو علم ہے کہ حضرت عیسٰےؑ سے تو ہر قسم کا مسلمان عیسائیوں ہی کے برابر محبت کرتا ہے اور ان کے لئے قریب قریب وہ سب قربانیاں کر سکتا ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کرنے کو تیار رہتا ہے۔

کیا یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمۃ للعالمینی کا ثبوت نہیں ہے کہ انہوں نے اپنے اُمتیوں میں دوسروں کے پیشواؤں کی الفت کے جذبات پیدا کر دیئے ہیں کسی ملک سے۔ کسی قوم سے۔ کسی قوم کے پیشواؤں سے۔ کسی قوم کے معبودوں سے۔ حتٰی کہ کسی قوم کے بتوں سے اور کسی قوم کے بڈھوں اور بچوں سے حتٰی کہ کسی ملک کے ہرے بھرے درختوں سے کیسا برتاؤ کرنا چاہئے۔ اس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں تلاش کیجئے اور پھر فرمائیے کہ حضور رحمۃ للعالمین ہیں یا نہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ کر دوں جو بہت سے ہندوستانی مسلمانوں کے غلط طرز عمل سے ہندوستان کی دوسری اقوام کے دلوں میں پیدا ہوا کرتا ہے۔ اقوام ہند کہا کرتی ہیں کہ اسلام جس قومیت کا حامی ہے وہ حب وطن کے منافی ہے۔ اس کا ایک جواب تو ہندوستان کے باہر کے مسلمانوں کا طرز عمل ہے۔ دوسرے خود ہندوستان کے بے شمار مسلمانوں کا طرز عمل ہے۔ ہندوستان کے جو مسلمان غلط راستہ اختیار کرتے ہیں اُنہی کے عمل کو دلیل تمام پیش نہ کرنا چاہئے۔ جنہوں نے صحیح راستہ اختیار کر رکھا ہے ان کے عمل پر بھی نظر رکھنی چاہئے اور غلط راستہ اختیار کرنے والے مسلمانوں کے عمل میں جتنا دخل خود دوسری اقوام کے عمل کو ہے اُسے بھی نظر انداز نہ کرنا چاہئے۔ تیسرے سوچئے کہ دوسروں سے محبت کرنے کے معنی یہ کہاں ہیں کہ اپنوں سے محبت نہ کی جائے۔ اسلام دنیا بھر سے تو محبت کا حکم دے گا لیکن ہندوستانی مسلمانوں سے کہے گا کہ ہندوستان سے محبت نہ کرنا۔ اسلام دین الفطرۃ ہے۔ فطرت کے خلاف وہ تعلیم دے سکتا ہے؟۔

فطرت کا تقاضا ہے کہ ہندوستان سے کیا پہلے تو خاص اپنے گھر سے محبت کی جائے۔ گھر کے بعد محلہ۔ شہر۔ صوبہ اور وطن کا نمبر آتا ہے۔ اور دنیا اپنے وطن کے بعد ہے۔ مجبوراً کہنا پڑتا ہے کہ ایسا مذہب جس نے وطن دوستی کو جزو ایمان قرار دیا ہے۔ اسلام کے سوا اور کوئی نہیں ہے کیا آپ نے حدیث نہیں سنی "حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ" رحمۃ للعالمین صرف اتنا

چاہتے ہیں کہ وطن کی محبت میں آپ عامۃ انسانیت کو نہ بھول جائیں۔

ام سابقہ میں عیب نکالنا میری طبیعت کے خلاف ہے۔ لیکن اس حقیقت سے کیسے انکار کرسکتا ہوں کہ رحمت للعالمین کی بعثت کے وقت انسان کی بڑی ہی ذلیل حالت تھی۔ ممکن ہے انسان کا مجد و شرف کبھی پہلے بھی قائم ہوا ہو لیکن اب وہ مٹ چکا تھا۔ انسان دنیا بھر میں یا خدا تھا یا غلام۔ انسان کہیں نہیں تھا۔ رحمۃ للعالمینؐ نے انا بشر مثلکم کہہ کر انسان کی خدائی کا خاتمہ کردیا اور غلام حبشی حضرت بلالؓ کو حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر بادشاہ سے آقا کہوا کر غلامی کی جڑیں کھوکھلی کردیں۔ ممکن ہے یہ آپ نہ مانیں کہ رسول اللہ صلعم نے اپنی زندگی ہی میں بردہ فروشی کو مٹا دیا تھا تاہم یہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ حضورؐ نے بردہ فروشی کو جس طرح توڑ مروڑ کر رکھدیا وہ تمام دنیا کے لئے ایک اُسوۂ حسنہ ثابت ہوا۔ اور اس میں شان رحمۃ للعالمینی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

بات بات پر غلام آزاد کرانا۔ ہر ہر موقع پر غلاموں کے ساتھ اچھے سلوک کی تاکید۔ غلاموں کو اُمرا اور رؤسا، اور خود اپنے کنبہ کی بیٹیاں دلوانا۔ غلاموں کو لشکروں کا سردار بنانا غلاموں کو نماز کی امامت سپرد کرنا۔ ان میں کیا چیز پوشیدہ تھی۔ آیا بردہ فروشی کی حمایت یا بردہ فروشی کی عاقلانہ و مدبرانہ مخالفت۔

جو ذات پات کے تفاخر کو منع کرتا ہو۔ جس نے کہہ دیا ہو کہ صرف ایمان و عمل وہ چیزیں ہیں جن سے انسان عزت کے لائق بنتا ہے۔ وہ غلامی کو کیسے جائز سمجھے گا؟ بالکل ناممکن ہے۔ رحمۃ للعالمین کو اس معروف غلامی ہی سے نفرت نہ تھی آپ نے ایک دوسری غلامی کا بھی قلع قمع کردیا جو ہر آزاد عورت کو، غلام عورت کو نہیں آزاد عورت کو مرد کی کرنی پڑتی تھی۔ صرف شوہر کی غلامی نہیں، باپ کی غلامی، بیٹے کی غلامی۔ خاندان کے ہر مرد کی غلامی عورت کو باری باری بھگتنی پڑتی تھی۔ رحمۃ للعالمین نے اس غلامی سے عورت کو نجات دلادی۔

اُسی عورت کو جس کی بابت قریب قریب اُسی زمانہ میں حکما اور عقلا کی ایک جماعت غور کرتے کرتے ازراہ عنایت اس نتیجہ پر پہنچی تھی کہ عورت میں بھی مرد کی سی روح ہے۔ اُسی عورت کو جو بھیڑوں اور بکریوں کی مثل ورثہ میں تقسیم ہوا کرتی تھی رحمۃ للعالمین نے مرد کے تخت پر لا بٹھایا اور ھُنَّ لباس لکم و انتم لباس لھُنّ فرما کر برابری کی انتہا کردی۔

مضمون طویل ہو رہا ہے اس لئے بس ایک اور غلامی کے انسداد کا ذکر کرکے میں اسے ختم کرتا ہوں اور میرا خیال ہے کہ غور و فکر کرنے والوں کے دل میں یہ چند باتیں ہی محمد رسول اللہ صلعم کی رحمۃ للعالمینی جاگزیں کرنے کے لئے کافی ہیں۔

جس غلامی کی طرف میں اب آپ کی توجہ دلانی چاہتا ہوں وہ افراد کی غلامی تھی۔ اس غلامی سے کوئی آقا مرد بھی بچا ہوا نہیں تھا۔ یہ خیال اور رائے کی غلامی تھی۔ کوئی انسان اپنے دماغ کا مالک نہیں تھا۔ عربوں کے سردار۔ یہودیوں کے احبار۔ عیسائیوں کے پادری۔ ہندوؤں کے برہمن سفید اور سیاہ کے مالک تھے اور انسانوں کو کٹھ پتلی کی طرح نچاتے تھے۔ افراد یا اشخاص کا خاندان یا قبیلہ سے الگ کوئی ذمہ دار وجود نہ تھا۔ رحمۃ للعالمین دنیا میں سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے فرد یا شخص کی اہلیت کو تسلیم کیا۔ اسکی فردیت اور شخصیت کو اُبھارا۔ چمکایا اور آسمان پر چڑھایا کہ اس پر مدنیت کی بنیادیں رکھدیں اور قصر شائستگی کی ہر ہر اینٹ کو اپنی اپنی جگہ مضبوط اور مستحکم کردیا۔ ہر فرد اور ہر شخص کو ذاتی استحقاق عطا کئے اور ہر فرد اور ہر شخص کو ذاتی ذمہ داریاں سونپیں اور پھر ہر فرد اور ہر شخص کو الگ الگ اس قابل بنا دیا کہ وہ دوسرے افراد و اشخاص کیساتھ مل کر کام کرے تاکہ صحیح اور سچا جلال جمہوریت پیدا ہوجائے۔

رحمۃ للعالمین نے ہوا اور پانی کی طرح انسان کیلئے آزادی کو عام کردیا ہے۔ ہم اپنی محبت کی وجہ سے اپنے آپ کو حضورؐ کا غلام کہیں یا جو چاہیں کہیں۔ لیکن حضورؐ ہم سے اپنی غلامی کے بھی طالب نہیں ہیں۔ وہ سوائے اُن باتوں پر عمل کرانے کے جو انھوں نے ہماری دینی اور دنیاوی فائدہ کیلئے ہمیں بتائی ہیں اور کچھ نہیں چاہتے۔ واحدی

جوابطلب امور کیلئے

براہ کرم جوابی کارڈ یا ایک آنہ کا ٹکٹ بھیجدیا کیجئے۔ ہمیں روز کافی تعداد میں جواب لکھنے پڑتے ہیں اور اُن پر خاصے پیسے خرچ آجاتے ہیں۔ یہ بار نظام المشائخ کو اُٹھانا مشکل معلوم ہوتا ہے۔

بعض حضرات تجویز کردیتے ہیں کہ نظام المشائخ رسالہ کے اندر جواب کا پرچہ رکھدیجئے گا۔ اس کے متعلق عرض ہے کہ ایسا کرنا بے ایمانی ہے۔ نظام المشائخ کے اوپر جو پیسہ کا ٹکٹ لگایا جاتا ہے اُس ٹکٹ کو نگو آخر ڈاک خانہ اپنے ذمہ صرف نظام المشائخ پہنچانے کا کام لیتا ہے۔ خط پہنچانے کا معاوضہ ڈاکخانہ نے کم از کم تین پیسے مقرر کیا ہے۔ ہم کو تین پیسے معاوضہ مقرر کرنے کے خلاف ضرور غل مچانا چاہیئے۔ لیکن جب تک یہ معاوضہ یا محصول کم نہیں کیا جاتا اُس وقت تک چوری سے یا فریب سے ان تین پیسوں کا بچانا جائز نہیں ہے۔ ہمارے کیرکٹر۔ ہمارے اخلاق اور ہمارے ایمان کی قیمت تین پیسے سے نہ گھٹنی چاہیئے۔

واحدی

دفتر رسالہ نظام المشائخ۔ دہلی

رسول اللہ کے تین احسان

آجکل کسی قوم کے مہذب یا غیر مہذب ہونے کا اندازہ اس قوم کی عورتوں کا حال دیکھکر کیا جاتا ہے۔ اس لئے میں پہلے ہی بتانا چاہتا ہوں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو اونچا کرنے میں کتنا حصہ لیا۔ عرب کا مرد عرب کی عورت پر اس طرح قابض تھا جس طرح کسی کے کھنکھور اجہٹ جائے۔ پھر یہ نجی اور خانگی معاملہ تھا۔ نجی اور خانگی معاملوں میں دخل دینا آسان نہیں ہوتا۔

عرب کا مرد عرب کی عورتوں کو منقولہ جائداد سمجھتا تھا۔ بیویاں شوہر کے مرنے کے بعد اس طرح تقسیم کی جاتی تھیں جس طرح مویشی تقسیم کئے جاتے ہیں۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوشش سے عرب مردوں کے بنجر دل ودماغ خدا کا یہ حکم سننے اور ماننے کے لئے تیار ہو گئے کہ

"مسلمانو! تمہیں روا نہیں ہے کہ تم عورتوں کو میراث خیال کرکے ان پر بجبر قبضہ رکھو!"

سوتیلی ماؤں کو بیوی بنا لینا عرب میں عام تھا۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کرکے انہیں یہ حکم خدا پہنچایا کہ آیندہ اُن عورتوں سے نکاح مت کرنا جن سے تمہارے باپ نکاح کر چکے ہیں۔ یہ بہت بری حرکت اور بڑا فحش دستور ہے۔ حضرتؐ نے اس فحش دستور کا قطعی خاتمہ کر دیا۔

عرب شادیوں پر شادیاں کرتے چلے جاتے تھے۔ کوئی نئی عورت پسند آتی تو پہلی بیوی سے آنکھیں پھیر لیتے تھے۔ صرف دیا ہوا مال واپس لینے کے لئے اُسے پڑا رہنے دیتے۔ ورنہ اس کی حیثیت ایک لونڈی بلکہ ایک قیدی جیسی ہو جاتی تھی۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اعلانات کے ذریعہ یہ تمام خرابیاں دور کر دیں کہ:-

"تم نے عورتوں کو جو کچھ بطور شوہر دیا ہے اُسے اُن سے واپس لینے کے لئے انہیں قید نہ رکھو!"

"عورتوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔ تمہیں بیوی کی کوئی ادا ناپسند ہو تو اسے اہمیت مت دو۔ کیونکہ ممکن ہے اُس میں ایسی خوبیاں بھی ہوں جو کبھی تمہارے کام آئیں!!"

"شادیاں زیادہ سے زیادہ تم چار کر سکتے ہو۔ بشرطیکہ سب کے ساتھ یکساں برتاؤ کر سکو۔ اور یکساں برتاؤ دشوار نظر آئے تو بس ایک بیوی کافی ہے!"

عرب طلاق بات بات پر دینے کے عادی تھے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طرف یہ آیت قرآن سنا کر اسکی روک تھام کی کہ:-

"عورتوں کے مہر خوشی خوشی ادا کر دیا کرو!"

دوسری طرف پیغام پہنچایا کہ ناموافقت کی صورت میں اوّل فلاں صورت برتو۔ پھر فلاں۔۔۔ اور جب کوئی صورت کارگر نہ نکلے تو اپنے رشتہ داروں اور بیوی کے رشتہ داروں کو بیچ میں ڈالو۔ خلوص شامل حال ہے تو خدا مصالحت کی توفیق عطا فرمائے گا۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق کو ناجائز بھی قرار نہیں دیا۔ موافقت کا امکان نہ رہے تو عمر بھر کی بدمزگی یا بدنامی سے طلاق بہتر ہے۔ لیکن تنہا مرد کو طلاق دینے کا حق نہیں دیا۔ عورت کو بھی طلاق لینے کا حق دیدیا۔ جو ہدایت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت دنیا کو ملی ہے وہ بتاتی ہے کہ عورت محض باپ کی بیٹی یا شوہر کی بیوی نہیں ہے بلکہ ایک مستقل ہستی ہے۔ مرد کا ضمیمہ نہیں ہے۔

مرد ترقی کرکے اچھے سے اچھا اور کامل مرد بن سکتا ہے تو عورت بھی ترقی کرکے اچھی سے اچھی اور کامل عورت بن سکتی ہے۔

مرد کا کمال یہ نہیں ہے کہ وہ عورت بن جائے تو عورت کا کمال بھی یہ نہیں ہے کہ وہ مرد بن جائے۔

عورت رہ کر وہ دنیا کو برتنے کا ایسا ہی حق رکھتی ہے جیسا مرد رکھتا ہے۔ مرد اگر رنڈوا نہیں بیٹھتا تو عورت سے کہا گیا ہے کہ وہ اپنے ذہن میں یہ وہم نہ آنے دے کہ دوسرا نکاح معیوب ہے۔

مرد کو عورت کا لباس بتایا ہے اور عورت کو مرد کا لباس۔

گویا مرد کے بغیر عورت بے لباس ہے تو عورت کے بغیر مرد بھی بے لباس ہے۔ عورت کو معلق العنانی کی اجازت نہیں ہے تو مرد کو بھی نہیں ہے۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو وراثت میں شریک کر دیا۔ عورت کو جائدادوں کی خرید وفروخت کا مرد کے برابر اختیار عطا کیا۔ حضرتؐ کی تعلیم کی بموجب عورت تجارت اور کاروبار کر سکتی ہے۔ حضرتؐ کی تعلیم کے بموجب علم حاصل کرنا مرد پر فرض ہے تو عورت پر بھی فرض ہے۔

خدا کے ہاں بھی مرد کو اور عورت کو ہر عمل کی سزا اور جزا برابر دیجائیگی۔

گویا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو دنیا میں بھی مرد کے مساوی بنا دیا اور عقبےٰ میں بھی۔ اُسی عورت کو جس کی بابت مردوں کی رائے تھی کہ اس میں روح نہیں ہوتی۔ اُسی عورت کو جو دنیا کے نزدیک شیطنت سے بھری ہوئی تھی۔ جس کا خطاب شیطان کی گزرگاہ تھا۔ جس کو کہا جاتا تھا کہ موت سے زیادہ تلخ ہے۔ جو زہریلے سانپ سے بھی بدتر مخلوق تھی۔ جسے پیدا ہوتے ہی مار ڈالنا شرافت اور بڑائی تسلیم کر لیا گیا تھا اور جو جیتی تھی تو مردوں کے رحم وکرم پر جیتی تھی۔ جو ناقص العقل تھی۔ جو مرد کی محکوم۔ مرد کی لونڈی اور مرد کی آلۂ تفریح تھی۔ جسے شوہر قتل کرنے تک کا حق رکھتا تھا۔ اسی عورت کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی عورت کو مرد کا ہم رتبہ قرار دیدیا۔ بیوی کی بابت فرمایا کہ خدا کے سوا کسی کا سجدہ جائز ہوتا تو بیوی شوہر کو سجدہ کرتی تو ماں کی بابت بھی فرما دیا کہ خدا کے سوا کسی کا سجدہ جائز ہوتا تو اولاد ماں کو سجدہ کرتی۔ بیٹا ماں کو سجدہ کرتا۔ ماں کو۔ باپ کو نہیں۔

بیٹی کا نکاح بیٹی کی مرضی لئے بغیر باپ بھی نہیں کرسکتا۔

شوہر کو حکم دیا گیا کہ بیوی سے انتہائی محبت کرو اور غیر عورت کی طرف آنکھ اُٹھا کر مت دیکھو۔

دوسرا کارنامہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسے آج کل دلچسپی سے سنا جاسکتا ہے۔ غلامی کا انسداد تھا۔

بیوی کا معاملہ کیسا بھی نجی معاملہ سہی۔ لیکن اس معاملہ میں اصلاح کے لئے ایک لچک موجود تھی۔ قدرتی اور فطری لچک۔

بیوی آخر بیوی ہوتی ہے۔ شوہر کے دل میں بیوی کی گنجائش پیدا ہو یا بیٹا یا بیٹے کو ماں کی قدر کرنے پر آمادہ کر دینا ممکن ہے۔ مگر ایک آقا سے یہ کہنا کہ تو اپنے لونڈی غلام سے دستبردار ہو جا یا اُنہیں اپنا جیسا سمجھ۔ کارے دارد۔

انسان کو انسان پر آقایانہ تصرف کرنے میں آج بھی جو لطف آتا ہے وہ کسی اور بات میں نہیں آتا۔ آج بھی انسان کی خوشی یہی ہے کہ خود آرام سے بیٹھا رہے اور اسی جیسے انسان اس کے ہاتھوں اتنے مجبور ہو جائیں کہ اپنا تن من دھن سب کچھ اُس کی نذر کر دیں۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو زمانہ پایا وہ اس اعتبار سے سخت ہولناک زمانہ تھا۔ انسان کو انسان پر آقایانہ تصرف کرتے ہزار ہا برس گزر چکے تھے۔ لونڈی غلام رکھے بغیر شان امارت قائم نہیں ہوتی تھی اور لونڈیوں اور غلاموں کے اوپر ایسا ظلم کیا جاتا تھا کہ درندے جانور بھی نہیں کرتے۔ ذرا ذرا سی غلطی پر انہیں لوہا گرم کرکے داغتے۔ کوڑے مار کر کھال اُدھیڑ ڈالتے۔ زندہ آگ میں جھونک دیتے۔

اس فضا میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی الاعلان فرمایا کہ ”آقا فقط خدا ہے اور سب اُس کے غلام ہیں اور اُس کے غلام کی حیثیت سے سب مساوی ہیں“

حضرتؐ نے غلامی کے خلاف ایسی عقلمندی اور ایسے تدبر سے جہاد کیا کہ لوگوں کو محسوس نہ ہونے دیا کہ ہم سے کوئی شئے چھینی جا رہی ہے۔

جنگ غلام بنانے کا سرچشمہ تھا۔ حضرتؐ نے جنگ کے سلسلہ میں خدا کا ایک پیغام پہنچایا کہ جنگ کے قیدیوں کے ساتھ تم دو باتوں میں سے ایک بات کرو۔ یا انہیں احسان رکھ کر چھوڑ دو یا فدیہ لے کر آزاد کر دو۔ غلامی کا لفظ بھی کہیں نہیں آیا۔ گویا غلام بنانے کا سوال ہی نہ تھا۔ غلام بنائے ہی نہیں جاتے تھے۔ غلام بنانے نہ بنانے کا خیال ہی نہ پیدا ہونے دیا۔ غلامی کی بحث ہی گول کر دیا۔ اگر حکم ہوتا کہ جنگ کے قیدیوں کو غلام نہ بناؤ تو لوگ سوچ میں پڑ جاتے۔ شاید حکم کے ماننے میں تامل کرتے۔ بس نہایت سادگی سے یہ حکم دیدیا۔ کہ جنگ کے قیدیوں سے دو ہی سلوک ہوسکتے ہیں یا فدیہ لے کر چھوڑ دینا یا فدیہ لئے بغیر چھوڑ دینا۔ تیسرا کوئی سلوک نہیں ہوسکتا۔ اور جنگ کے قیدیوں کو چھوڑنا لازمی ہے۔

جنگ کے علاوہ غلام ڈاکے ڈال کر لائے جاتے تھے۔ آبادیاں کی آبادیاں ڈاکوں کے ذریعہ غلام بنائی جاتی تھیں۔ پھر ان کی باقاعدہ تجارت ہوتی تھی۔ غلاموں کے بازار لگتے تھے۔ اور ان بازاروں میں نفط حسین لڑکیاں اور خوبرو لڑکے نہیں فروخت ہوتے تھے افلاطون جیسے فلسفی اور حکیم بھی بکتے تھے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈاکہ کو حرام کہہ کر اس قسم کی غلامی کی جڑ کاٹ دی۔

حضرتؐ تفصیلات میں نہیں گئے۔ صرف ڈاکہ کو حرام کر دیا جس سے ایک غلامی نہیں اور بہت سی برائیاں بھی ساتھ کے ساتھ مٹ گئیں۔

نئے غلام بننے کا ہر راستہ اب بند تھا اور پُرانے غلاموں کی اب باری تھی۔ ان کے لئے ارشاد ہوا۔ غلاموں سے برتاؤ کرنے میں خدا سے خوف کھایا کرو۔ اُن سے اُن کی طاقت کا دھیان رکھ کر کام لیا کرو۔ اُنہیں کوئی اذیت مت دو۔ جو آپ پہنو۔ وہی انہیں پہناؤ۔ اور جو آپ کھاؤ۔ وہی انھیں کھلاؤ۔

ایک دفعہ ایک صحابی حضرت مسعودؓ انصاری اپنے غلام کو مار رہے تھے کہ یکایک آواز آئی کوئی کہہ رہا ہے۔ ”مسعود! جس قدر زور تمہیں اس غلام پر حاصل ہے اس سے بہت زیادہ زور خدا تم پر رکھتا ہے“۔

حضرت مسعود نے مڑ کر دیکھا تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ حضرت مسعود نے غلام کو اُسی وقت آزاد کر دیا۔ حضرتؐ نے فرمایا۔

”مسعود تم اگر ایسا نہ کرتے تو جہنم کی آگ تمہیں چھو لیتی“۔

حضرتؐ نے حکم دے دیا تھا کہ غلام کو غلام اور لونڈی کو لونڈی مت کہا کرو۔ میرا بچہ یا میری بچی کہا کرو“۔

حضرت ابوذرؓ سے ایک موقع پر فرمایا ”تم میں دورِ جاہلیت کی بُو ابھی باقی ہے۔ ابوذر! غلام تمہارے بھائی ہیں۔ ان سے کام لو تو خود بھی کام میں شریک رہو“

نئے غلام بننے کے راستے روک کر اور پُرانے غلاموں سے صحیح برتاؤ کرنا سکھا کر پُرانے غلاموں کی آزادی کی طرف توجہ دلائی۔

بات بات کا کفارہ یا جرمانہ لونڈی غلام کی آزادی مقرر کر دیا۔

لوگ آتے اور کہتے یا رسول اللہؐ ہم سے فلاں گناہ ہوگیا ہے۔ آپ سزا تجویز کرتے ”ایک لونڈی یا غلام آزاد کر دو“۔

لونڈی غلام کو آزاد کرنا اپنی جگہ ثواب کا کام قرار دیدیا۔

حضرتؐ کی تعلیم کا یہ اثر ہوا کہ عام مسلمانوں کی نہیں مسلمان بادشاہوں کی بیٹیاں غلاموں کو بیاہی گئیں۔ مسلمان غلام بادشاہ ہوئے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پھوپی زاد بہن کو غلام سے بیاہ دیا۔ امیرالمومنین خلیفۃ المسلمین حضرت عمرؓ نے غلام حبشی حضرت بلالؓ کی موت پر کہا کہ ”آج ہمارا آقا دنیا سے اُٹھ گیا“۔

مجھے پندرہ منٹ بولنا تھا۔ گیارہ منٹ گزر چکے۔ چار منٹ میں چند کلمات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُس احسان کے بارے میں بھی عرض کرنے چاہتا ہوں جو آپ نے جنگ کے موقع کی ہدایتیں دے کر عالم انسانیت پر کیا ہے۔ جنگ بھی اس وقت کا اہم مسئلہ بنی ہوئی ہے۔

جنگ ایک ناگزیر چیز ہے۔ دنیا میں اچھے اور بُرے ہمیشہ ہوتے آئے ہیں اور ہمیشہ رہتے نظر آتے ہیں۔ بُرے زیادتیاں کرنے کے ارادہ سے لڑنے کھڑے ہوں گے تو اچھوں سے بھی یہ نہیں ہوسکتا کہ ہاتھ پاؤں نہ ہلائیں اور پٹ جائیں۔

اُنہیں بھی میدان جنگ میں اُترنا پڑیگا۔ لیکن جنگ جنگ میں فرق کرنا محال نہیں ہے۔ عرب میں بات بات پر لڑائی چھڑ جاتی تھی اور اتنا طول کھینچتی تھی کہ لڑائی شروع کرنے والے ہی نہیں۔ ان کی کئی کئی نسلیں لڑتی رہتی تھیں۔ صدیاں گزر جاتی تھیں اور لڑائیاں ختم نہ ہوتی تھیں۔

لڑنے میں اہل عرب دل اور دماغ کھو بیٹھتے تھے اور دیوانے ہو جاتے تھے۔ وقت کم ہے۔ صرف ایک مثال پیش کرتا ہوں جس سے عربوں کی قسی القلبی کا اندازہ ہوگا۔

عرب ایک قبیلہ نے دوسرے قبیلہ کے پاس لڑائی میں شکست کھا کر اپنے بچے بطور ضمانت چھوڑ دیئے کہ جب صلح کی شرطیں پوری کر دیں گے تو بچے واپس لے لیں گے۔ جیتنے والے قبیلہ نے کچھ روز بعد ان بچوں کو ایک جگہ کھڑا کیا اور انہیں نشانہ بنا کر چاند ماری کی مشق کی اور سب کو مار نہیں ڈالا بلکہ اس بُرے طریقہ سے مار ڈالا کہ خیال کر کے حیرت ہوتی ہے کہ یہ سب کس قسم کے انسان تھے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جنگ میں بچوں ہی کو نہیں بوڑھوں اور عورتوں بلکہ مذہبی پیشواؤں اور خدمت گاروں کو بھی ہاتھ نہ لگایا جائے۔

دشمن کے قاصد کو تکلیف دینا بھی حضرت نے ناجائز کر دیا۔ اور دشمن کے باغ اور کھیت تباہ کرنے کی بھی ممانعت فرمادی۔

عربوں کی ایک یہ عادت تھی کہ بعض بعض دشمنوں کو میدان جنگ میں قتل کرنے کی بجائے ہاتھ پاؤں کاٹ کر اور آنکھیں نکال کر چھوڑ دیتے تھے اور وہ غریب تڑپ تڑپ کر مرتے تھے۔ حضرت نے اس مذموم عادت کا بھی استیصال کر دیا۔

اب میں دو واقعے اور سنا کر گفتگو ختم کرتا ہوں۔ حضرتؐ کو جب مکہ والوں نے ترک وطن پر مجبور کر دیا اور حضرتؐ مدینہ جا بسے تو ایک صحابی حضرت حذیفہ کہیں چلتے پھرتے اہل مکہ کے ہاتھ آ گئے۔ یہ مدینہ جا رہے تھے۔ مکہ والوں نے اُن سے کہا کہ تم وہاں پہنچ کر ہمارا مقابلہ کرنے نہ آؤ تو جا سکتے ہو ورنہ نہیں۔

حضرت حذیفہ نے وعدہ کر لیا۔ اس کے بعد فوراً جنگ بدر پیش آ گئی حضرت حذیفہ وعدہ کو پس پشت ڈال کر شرکت جنگ کے لئے تیار تھے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست نامنظور کر دی اور فرمایا کہ جنگ میں بھی عہد کی پابندی ضروری ہے۔ دوسرا واقعہ یہ ہے کہ جب بالآخر حضرتؐ مکہ والوں پر غالب آ گئے۔ اور حضرت نے مکہ فتح کر لیا تو مکہ والوں کو خیال ہوا کہ ہم نے حضرت پر بڑے بڑے ستم توڑے ہیں۔ یہ اب دیکھئے کیا بدلہ لیتے ہیں۔ حضرت نے سب مکہ والوں کو جمع کیا اور کہا کہ پریشان نہ ہو میں تمہارے ساتھ وہ سلوک کروں گا جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے دشمن بھائیوں سے کیا تھا یعنی میں تمہیں معاف کرتا ہوں اور تمہیں امان دیتا ہوں۔ **واحدی**

تل کے اوجھل پہاڑ

(ایک پریشان تخیل)

انسان کوئی بہت بڑی جرأت کا کام کر بیٹھے اور اس میں اُسی ہو جائے بے انتہا زک تو کہا کرتا ہے کہ اپنی اولاد کو وصیت کر جاؤں گا کہ اس کام میں کبھی نہ پڑنا۔ ۱۸۵۷ء یعنی مسلمانوں کی برائے نام سلطنت بچانے کی آخری کوشش کے بعد مسلمانوں کی یہی حالت تھی کہ اولاد در اولاد بلکہ سات پشتوں تک کسی ادنٰے سے ادنٰے سیاسی تحریک میں حصہ نہ لینے کا ارادہ مصمم ہو گیا تھا۔

لیکن کچھ روز گزرے تھے کہ خود انگریزوں نے کہا کہ ۱۸۵۷ء کی بات ۱۸۵۷ء کے ساتھ گئی۔ اب ہم چاہتے ہیں کہ تم آگے بڑھو۔ دیکھو ہندو کہاں سے کہاں جا پہنچے تم بھی قدم مارو اور ان کے برابر آؤ۔ دونوں قومیں ہماری تو دو آنکھیں ہیں تب بڑے بڑے مسلمانوں نے سیاست کا قاعدہ پڑھنا شروع کیا۔ جس میں پہلا فقرہ یہ تھا کہ "ہم پہلے مسلمان ہیں اور پھر ہندوستانی"۔ اور دوسرا فقرہ یہ تھا کہ "جو انڈین نیشنل کانگریس میں شریک ہو وہ سید سے مہاشہ۔ مولانا سے شرمایان اور مسلمان سے ہندو بن جاتا ہے"۔

قاعدہ ہی سامنے تھا اور سیاست کی پہلی کتاب کو ہنوز ہاتھ نہیں لگایا تھا کہ بعض بعض حضرات نے قاعدہ کے پہلے فقرہ کو قلم سے یوں بدل دیا۔ کہ "ہم پہلے ہندوستانی ہیں اور پھر مسلمان"۔

پہلی دفعہ اس تبدیلی کا علم مجھے جب ہوا جب صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب مرحوم وزیر ہند کی کونسل کے ممبر ہو کر لندن جا رہے تھے۔ آج بھی قاعدہ آگے سے نہیں ہٹا۔ اور آج بھی اس قاعدہ میں کانگریس کی شرکت والے فقرے بدستور موجود ہیں۔ کہ مصر کا ایک لیڈر مسلمانان ہند کو ایسا وہ سبق سناتا ہے جسے کانگریسی مسلمان دُہرا سکتے۔ مصری لیڈر کا سبق یہ ہے کہ ہم اول بھی مصری ہیں اور آخر بھی مصری۔

میں نے اپنے دماغ سے پوچھا "یہ کیا قصہ ہے"۔ اس نے جواب دیا تو نقصوں میں نہ پڑ تو تو اول بھی مسلمان رہ اور آخر بھی مسلمان رہ مسلمان رہ کر تو اول بھی ہندوستانی اور آخر بھی ہندوستانی ہو سکتا ہندوستان کے مسلمان باشندہ کے لئے ہندوستان سے محبت کرنا مذہب ہے۔ حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ وطن کی محبت ایمان میں شامل غالباً اسلام کے سوا کسی مذہب نے نہیں کی ہے۔

میرے دماغ نے کہا کہ اول بھی مسلمان اور آخر بھی مسلمان رہ کر تو ہندوستان سے محبت نہ کی تو پھر تجھے صرف اور تنہا اول بھی ہندو اور آخر بھی ہندوستانی بننا پڑے گا اور شاید تو پھر مسلمان بھی نہ رہے ہندوستانی بھی نہ رہے۔ کوئی اور ہی شئے بن جائے۔ دماغ کی یہ بات نے سمجھی اور میں نے اُسے آپ کے سامنے رکھ دیا۔ تاکہ آپ میرے دماغ کلمات سے جا ہیں یاد فرمائیں۔ **واحدی**

مذہب اور سائنس

یہ گفتگو ملا واحدی صاحب نے ۳ اپریل ۱۹۳۹ء کو دہلی سے براڈکاسٹ کی تھی۔

ڈائرکٹر صاحب آل انڈیا ریڈیو اسٹیشن دہلی کی اجازت سے اسے درج نظام المشائخ کیا جا رہا ہے۔

میری آج کی گفتگو کا عنوان ہے "مذہب اور سائنس"

مذہب عربی لفظ ہے۔ مذہب کے معنی ہیں راستہ۔

سائنس انگریزی لفظ ہے۔ سائنس کے معنی ہیں علم۔

عرف عام میں مذہب اُس راستہ کو کہتے ہیں جسکی بابت پیغمبروں اور اوتاروں کا دعویٰ ہے کہ یہ ہمیں خدا نے بتایا ہے تاکہ ہم اوروں کو بتائیں۔ اس پر چل کر انسان اپنی دنیا اور اپنی آخرت کو اچھا بنا سکتا ہے۔

پیغمبر اور اوتار مختلف زمانوں میں پیدا ہوتے رہے اور ہر ہر ملک میں پیدا ہوئے۔

جب جب اور جہاں جہاں لوگوں کی حالت بگڑنے لگتی۔ خدا ان مصلحین کو بھیج دیتا تھا۔

اِس وقت ہمارے سامنے بہت سے مذہب موجود ہیں اور اُن میں بہت کافی اختلاف بھی پایا جاتا ہے۔ لیکن خس و خاشاک کو ہٹا کر دیکھئے تو سارے مذہب ایک ہی سمت لیجاتے نظر آتے ہیں۔ سب راستوں پر ایک قسم کے بورڈ ہیں۔ ایک مضمون کے بورڈ ہیں کہ خدا کو مانو۔ نیکیاں کرو۔ برائیوں سے بچو۔ نیکی کرکے اور برائی سے بچکر دنیا میں بھی کامیاب ہوگے۔ دنیا سکون اور اطمینان سے گزریگی اور مرنے کے بعد بھی اس کا بدلہ ملے گا۔

خدا کیا ہے۔ کیسا ہے۔

نور ہی نور ہے یا جسم بھی رکھتا ہے۔ ایک ہے یا ایک سے زیادہ۔

خدا کے متعلق تصور کرنے میں فرق در فرق ہے۔ اپنی اپنی آنکھ اور اپنی اپنی دید ہے۔ کوئی آنکھ ترچھی اور بھینگی ہو کر دیکھتی ہے کوئی سیدھی۔ کوئی شارٹ سائیٹڈ ہے۔ کوئی لانگ سائیٹڈ۔ لیکن خدا کے ہونے سے کسی مذہب کو انکار نہیں ہے ہم اُس خدا کی ہستی کا ماننے والے ایک وجود سے کسی مذہب کو انکار نہیں ہے۔

اس طاقتور وجود کا اقرار اصلی پیشواؤں نے طاقت سے کبھی نہیں کرایا۔ انہوں نے زمین کی طرف توجہ دلائی کہ گول ہوکر کس قدر مسطح ہے۔ کس قدر ہموار ہے۔ زمین پر رہنے والوں کو زمین پر لڑکنا نہیں پڑتا۔ رہنے والے زمین پر اس طرح آرام سے رہتے ہیں۔ گویا زمین گول ہے ہی نہیں۔ انہوں نے زمین کی طرف توجہ دلائی کہ زمین کشش رکھنے کے باوصف اپنے اندر سے درخت نکالتی ہے۔ وصف کشش کی رو سے چاہئے تو یہ تھا کہ بیج اندر ہی دھنسا چلا جاتا۔ لیکن وہ بیج تمہاری غذا بن کر باہر اُبھر آتا ہے۔ اُلٹا آسمان کی طرف اُبھرتا ہے۔

انہوں نے پہاڑوں کی طرف توجہ دلائی کہ کیسے زمین کو دبائے کھڑے ہیں اور پتھروں سے کیا کیا چیزیں اُگلتے ہیں۔ انہوں نے سمندروں کی طرف توجہ دلائی جن میں بے تحاشا پانی جمع ہے۔ جو پک پک کر اور اُڑ اُڑ کر دنیا بھر کو پہنچتا رہتا ہے۔

انہوں نے ہوا کی طرف توجہ دلائی جس کے ذریعہ جاندار سانس لیتے ہیں۔ بادل پانی ڈھوتے ہیں۔ درخت پھل پھول لاتے ہیں۔

اُنھوں نے پوچھا "یہ زمین۔ یہ پہاڑ۔ یہ سمندر۔ یہ ہوا تمہاری ایجاد اور تمہاری صناعی تو نہیں ہے"۔

انہوں نے پوچھا کہ تم کوئی ایجاد اور کوئی صنعت ایسی پیش کر سکتے ہو جو بغیر موجد اور بغیر صناع کے ظہور میں آگئی ہو۔

اُنھوں نے پوچھا کہ پرانے پرانے قلعے جو اب کھنڈر بن چکے ہیں انہیں بنتے تم نے نہیں دیکھا۔ مگر کیا تمہیں شبہ ہوتا ہے کہ یہ بغیر بنائے بن گئے تھے۔

اُنہوں نے پوچھا کہ یہ چھوٹی چھوٹی چیزیں خودبخود نہیں بنیں تو یہ اتنے اونچے اونچے پہاڑ۔ اتنے بڑے بڑے سمندر۔ اتنی بڑی زمین۔ زمین سے بڑا سورج۔ سورج سے بڑے ستارے خودبخود کیسے بن سکتے تھے۔

اُنہوں نے دماغ کو بھولا ہوا سبق یاد دلایا۔ انہوں نے دل کے بند دروازے کھول دیئے۔

اُنہوں نے کہا تم اپنے آپ کو دیکھو۔ تم کو کس نے بنایا ہے۔ سوچنے والا دماغ اور لہرانے والا دل تمہیں کس سرکار سے عطا ہوا ہے۔

اُنہوں نے کہا کہ دیوانے اور پاگل اور ناسمجھ بچے ہمارے مخاطب نہیں ہیں۔ ہمارا خطاب سمجھداروں سے ہے۔ سمجھداروں سے خدا توقع کرتا ہے کہ وہ دیوانوں اور پاگلوں کی مانند دوسروں کے پتھر نہ ماریں۔ دوسروں کو تکلیف نہ دیں۔ دوسروں سے ویسا برتاؤ برتیں جیسا وہ اپنے ساتھ برتوانا چاہتے ہیں۔

اُنہوں نے کہا کہ خدا سب کا خدا ہے جسطرح باپ نہیں پسند کرتا کہ اسکے بچوں کے درمیان ان بن ہو۔ اسی طرح خدا کو بھی پسند نہیں ہے کہ اس کے بندے آپس میں لڑیں جھگڑیں۔ ایک دوسرے کو ستائیں۔ ایک دوسرے کو دھوکا دیں۔ [illegible] انہوں نے کہا کہ خدا نے مرد کو عورت کا اور عورت کو مرد کا جوڑا بنایا ہے۔ دونوں برابر کی مخلوق ہیں۔ مرد کے ہاتھوں عورت کی ذلت نہ ہونی چاہئے۔

اُنہوں نے کہا کہ خدائی فقط خدا کے لئے ہے۔ انسان کا خدائی کرنا یا کسی کی خدائی ماننا بڑا گناہ ہے۔ انسانیت اس میں ہے کہ انسان انسان ہو۔

اُنہوں نے کہا کہ جو خدا کی مرضی پوری کریگا اُسے مرکر سکون و اطمینان ملے گا۔ اور جو خدا کی مرضی کے خلاف کریگا اُسکو بے چین و برباد رکھا جائیگا۔

سائنس کے معنی میں کہہ چکا ہوں علم ہیں۔

لیکن جیسے مذہب عرف عام میں ہر راستہ کے واسطے نہیں بولا جاتا۔ ویسے ہی سائنس بھی عرف عام میں ہر علم کے واسطے نہیں بولا جاتا۔

سائنس سے مراد عرف عام میں صرف وہ علم ہے جسکا تعلق مشاہدات قدرت یا مشاہدات تجربہ سے ہے۔

مذہب نے ہمیں خدا کے اقوال اور خدا کے احکام پہنچائے ہیں۔ سائنس خدا کے افعال کو نمایاں کرتا ہے۔ خدا نے دنیا میں جو کچھ پیدا کیا ہے۔ ان پر غور کرنا سکھاتا ہے

اور اس غور سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔

مذہب والوں نے کہا کہ زمین کو دیکھو۔ سائنس والوں نے زمین کو روند ڈالا۔ مذہب والوں نے کہا پہاڑوں کو دیکھو سائنس والوں نے پہاڑوں کے دیکھنے میں جانیں لڑا دیں۔ مذہب والوں نے کہا سمندروں کو دیکھو۔ سائنس والے سمندروں کی تہہ میں گھس گئے۔ غرض مذہب والوں نے توجہ دلائی۔ سائنس والوں نے عمل کیا۔ مذہب والوں نے کہا دانش سے کام لو۔ سائنس والوں نے دانش سے کام لیا۔

اہل سائنس کے پیشواؤں اور مقتداؤں نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ انہیں خلق خدا کی خدمت پر خدا نے مامور کیا ہے۔ لیکن اہل سائنس کے پیشواؤں اور مقتداؤں کی زندگیاں بھی پاکیزہ زندگیاں تھیں۔ اور وہ یہی نیت رکھتے تھے کہ اپنی دماغ سوزی سے خلق خدا کے دماغوں کو روشن کریں۔ اپنی محنتوں کے پھل خلق خدا کو کھلائیں اور اپنے آپ کو خدمت خلق کے لئے وقف کر دیں۔

اہل سائنس نے انسان پر غور کیا۔ سر سے لیکر پیر تک اسے جانچا۔ اسکے ایک ایک حصہ جسم کو ٹٹولا۔ اسکی رگ رگ اور پٹھے پٹھے کی تلاش کی ——— اہل سائنس چیخ اُٹھے کہ ہمیں انسان کے مرجانے پر تعجب نہیں۔ ہمیں تعجب ہے کہ انسان جیسا کس طرح آج کس طرح جیتے پر جسے حیرانی ہو وہ خدا کا انکار کر رہا ہے یا اقرار کر رہا ہے۔ وہ خدا کو خدا کے نام سے نہ پکارے۔ خدا کو ہر مذہب بھی خدا نہیں کہتا۔ کوئی اللہ کہتا ہے۔ کوئی پرمیشور۔ کوئی گاڈ۔ سائنس والوں کو حق کیوں نہو کہ وہ خدا کو کسی بالکل الگ ہی نام سے یاد کریں ——— سائنس والوں کے اس احساس کے بعد کہ انسان جیتا کس طرح ہے ہیں تو اُسے منکر خدا نہیں مان سکتا اور خدا کے اتنے قریب پہنچکر بھی سائنسدان کو خدا نہیں ملا تو اُسے انسان کے جینے پر حیرانی ہے اور مجھے اس پر اور اس کے دل اور دماغ پر۔ میرے نزدیک تو اُس میں کم از کم مجھ سے زیادہ کیفیت ایمانی ہونی چاہیئے۔ میں جانتا ہوں کہ اہل سائنس سائنس کا غلط استعمال بھی کرتے ہیں جسطرح بیشمار اہل مذہب مذہب کا غلط استعمال کرتے ہیں۔

مذہب کا ناس کیا خود مختار بادشاہوں نے اور اُنکے گرد جمع رہنے والے جھوٹے مذہبی پیشواؤں نے۔ خود مختار بادشاہ ہمیشہ جھوٹے مذہبی پیشواؤں سے مذہب میں اپنے مطلب کے مطابق تغیر و تبدل اور اضافے اور کمیاں کراتے رہے۔ اور مذہب اپنی اصلیت سے کہیں کا کہیں ہٹتا رہا۔ مذہب کے اصلی خد و خال لامذہبی کے بہروپ میں چھپتے رہے۔ رحمت زحمت بنتی گئی۔ سائنس کو بھی خود مختار بادشاہوں نے زر پرست سائنسٹوں کے ذریعہ نیچا کر دیا۔ وہ علم جو خلق خدا کی خدمت کیلئے پیدا ہوا تھا۔ وہ خلق خدا کی تباہی کے کام آرہا ہے ——— سائنس اُس مذہب کا یقیناً دشمن ہے جو مذہب بنانے والوں کا لایا ہوا نہیں بلکہ جھوٹے مذہبی پیشواؤں اور سیاسیات کا بنایا ہوا ہو اور مذہب بیشک اُس سائنس پر نفرین کرتا ہے جس نے دنیا کا امن و امان کھو دیا۔ دنیا کا سکون اطمینان کھو دیا۔ جسکے ہتھیار لیکر اب بادشاہ بادشاہ نہیں لڑتے بلکہ جسکے ہاتھوں فقط بادشاہوں کی معصوم اور بے گناہ رعایا تباہ ہوتی ہے۔ ورنہ اصلی اور صحیح مذہب کہیں پیروؤں پر یہ پابندیاں نہیں لگاتا کہ وہ علم حاصل نہ کریں۔ علم سے وہ دشمنی کریں۔ اصلی اور صحیح مذہب تو اپنے پیروؤں کو تاکید کرتا ہے کہ علم ضرور حاصل کرو۔ علم کے لئے دور دراز کا [illegible] پڑے تب بھی علم حاصل کرو۔ علم اہل مذہب کی کھوئی ہوئی [illegible] اصلی اور صحیح مذہب کسی علم سے گھبرا[illegible]

[illegible]

دین اور دانش میں بیر کیسا۔ دین تو رہنمائے دانش ہے ——— جب دین میں کوئی خلاف دانش شے پائیے سمجھ لیجئے کہ یہ یا تو اضافہ اور ایجاد ہے یا آپکے سمجھنے کی غلطی ہے ——— مذہب کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ انسان ایک طرف اپنی بے بضاعتی کو جانے۔ فرعون نہ بنے۔ پیدا کرنے والے اور پالنے والے خدا ہی کا نہیں پیدا کرنے والے اور پالنے والے ماں باپ کا احسان بھی مانے۔ کہ خدا نے اور ماں باپ نے کس بے حقیقت ہستی کو کس درجہ اور کس شان تک پہنچا دیا۔ خدا اور ماں باپ ہی نہیں انسان پر فرض ہے کہ ہر احسان کرنیوالے کا احسان مانے۔

دوسری طرف مذہب کا منشا یہ ہے کہ انسان اپنی قدر کرے اپنی قدر پہچانے۔ اپنی چھپی ہوئی قوتوں کو باہر لائے۔ اُن سے کام لے۔ مذہب کا صاف لفظوں میں بیان ہے کہ ساری دنیا انسان کے لئے بنائی گئی ہے۔ انسان کو دنیا کی چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی چیز پر تصرف کرنا چاہیئے۔ لیکن دنیا پر قابض ہو کر اُسے فرعون نہ بننا چاہیئے۔ انسان یاد رکھے کہ دنیا انسان کے لئے بنائی گئی ہے تو انسان خدا کے لئے بنا ہے۔ انسان کو مرنا ہے اور خدا کے پاس جانا ہے۔ دنیا کو انسان قاعدہ ضابطہ کے اندر رہ کر برتنے ——— باپ بیٹے کو چاقو پنسل بنانے یا کاغذ کاٹنے کے لئے دیتا ہے۔ اس لئے نہیں دیتا کہ بیٹا باپ کے دوسرے بیٹوں کے سینہ میں اُسے بھونک دے۔ یا باپ ہی سے فرنٹ ہو جائے۔

اہل سائنس اگر اپنے ہتھیاروں سے اپنے بھائیوں پر ہاتھ صاف نہیں کرتے اور خدا سے بے نیاز نہیں ہو گئے تو اہل مذہب انہیں سر آنکھوں پر بٹھانے کو تیار ہیں۔ انسانیت کا تقاضا یہ ہے کہ انسان نہ انسانیت سے نیچا اُترے نہ انسانیت سے اونچا جائے۔ اونچا جانے میں خدا کا کچھ نہیں بگڑتا لیکن اونچا جانیوالے کا دماغ بگڑ جاتا ہے اور وہ دوسروں کے لئے مصیبت ہو جاتا ہے۔

اہل سائنس کیا کسی ذی علم کے نزدیک بھی یہ باتیں ناواجب نہیں ہو سکتیں۔ کون سا علم ان باتوں کے خلاف تعلیم دیتا ہے۔ کون سا علم بداعمالی اور بدکاری سکھاتا ہے اور نیکی کا رستہ روکتا ہے کس کو تعلیم اور روشن عقل کو زندگی کی پاکیزگی پسند نہیں ہے۔ کون سا علم کہتا ہے کہ چوری کرو کمزوروں کو ستاؤ۔ نظام عالم کو بگاڑو۔

مذہب اور سائنس میں لڑائی اُس وقت ہوتی ہے جب مذہب میں لامذہبی دخل پا لیتی ہے یا جب سائنس کو حرص و ہوس پورا کرنے کا ذریعہ بنا لیا جاتا ہے اور سائنس میں لاسائنسی اور لاعقلی آجاتی ہے۔

دین سر دانش کے سامنے ہلکا ہو جاتا ہے جب پیپل کے پتوں اور تعزیہ کے کاغذوں کی قیمت انسانوں کی جانوں سے بڑھ جاتی ہے۔ اور دانش دانش نہیں رہتی۔ جب دانش رکھنے والے دانش کے نشہ میں تباہ کاری پھیلاتے ہیں یا دانش نہ رکھنے والے دانشمندی کے زعم میں اپنے رشتہ داروں سے الجھتے ہیں۔ وہیں آج تم لوگ کا [illegible] ہو رہے۔

یاد رکھئے اپنی ذات کے سوا کوئی دوسرا کسی کا کچھ نہیں بگاڑا کرتا۔ مذہب کو اور مذہب کے پیغمبروں اور اوتاروں کو جتنی شکایت ہو سکتی ہے اہل مذہب سے ہو سکتی ہے۔ سائنس نے تو تھوڑی بہت مذہب کی مدد ہی کی ہے کہ بے لوث مذہبی آدمیوں کو سمجھا دیا کہ مذہب میں اتنی فیصدی لامذہبی مل گئی ہے۔

اگر چہ بعض سائنسدانی کے ناقص مدعی کھن کے ساتھ گیہوں کو بھی نکال پھینکنا چاہتے ہیں لیکن [illegible] کا قصور نہیں ہے۔ ناقص سائنسدانی کا قصور ہے ——— واحدی

آج آئینہ میں اپنی صورت دیکھ لیجیے

اور پھر

چالیس دن واحدی صاحب کی دوائے جریان کھانے کے بعد دیکھیے

یہ بالکل معتدل دوا ہے۔ گرمی جاڑہ۔ برسات ہر موسم میں استعمال کی جاتی ہے

یہ بالکل معتدل دوا ہے۔ گرمی جاڑہ۔ برسات ہر موسم میں استعمال کی جاتی ہے

آج اپنا وزن کرا لیجیے اور پھر چالیس روز بعد کرائیے

خواہ آپ ضعیف العمر ہوں، خواہ جوان ہوں، خواہ نوجوان،

واحدی صاحب کی دوائے جریان کی چالیس خوراکیں کھانے کے بعد آپ محسوس کریں گے کہ پہلے آپ کے اندر حقیقی زندگی نہیں تھی۔ زندگی اب آئی ہے۔

واحدی صاحب کی دوائے جریان چالیس روز میں آپ کی کایا پلٹ کر دے گی

اس کے کھانے سے سارے جسم کی طاقت بڑی تیز رفتاری سے بڑھتی ہے اور جریان تو نام کو نہیں رہتا۔ خواہ کیسا ہی پرانا جریان ہو چند خوراکوں میں چلا جاتا ہے۔

اگر آپ کو ظاہر میں کوئی مرض نظر نہیں آتا اور اس کے باوجود بھی آپ روز بروز مضمحل ہو رہے ہیں تو یاد رکھیے آپ جریان میں مبتلا ہیں۔ اس موذی مرض سے غفلت نہ کیجیے۔ واحدی صاحب کی دوائے جریان اس مرض کی سب سے اچھی اور سب سے زیادہ صحیح دوا ہے۔ یہ انشاء اللہ ہفتہ بھر میں آپ کو چونچال بنا دے گی۔

آپ طاقت کی ہزار دوائیں استعمال کر چکے ہوں تب بھی واحدی صاحب کی دوائے جریان کو سب پر فائق پائیں گے۔

واحدی صاحب کی دوائے جریان کمزوری کی جڑ کو کھوتی ہے

چالیس خوراکوں کا ڈبہ تین روپے (۳؍) میں ملتا ہے۔ اور بیس ۲۰ خوراکوں کا ڈیڑھ روپے (۱۸؍) میں۔ محصول ڈاک دونوں صورتوں میں سات آنے (۷؍) لگے گا۔

منیجر رسالہ نظام المشائخ۔ پوسٹ بکس نمبر ۸۰۔ دہلی

واحدی صاحب کا خضاب

سفیدروئی کے گالا جیسے بالوں کو سیاہ کرلینا اور ضعیفی کی عمر میں بھی جوان بنے رہنا اچھا ہو یا بُرا لیکن بہت سی مجبوریوں کی وجہ سے ایسا کرنا ہی پڑتا ہے۔ سرکاری ملازمتوں میں جوانوں کی قدر اور بوڑھوں کی بے وقعتی لاکھوں آدمیوں کو اس بات پر مجبور کردیتی ہے کہ اگر ان کے قویٰ اچھے ہوں تو خواہ مخواہ بھی صرف بالوں کے سفید ہو جانے کی وجہ سے حکام کی نظروں میں ذلیل نہ ہوجائیں۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ عین جوانی ہی میں کسی اتفاقی سبب سے بال سفید ہو جاتے ہیں اور چونکہ طبیعت میں عمر کے لحاظ سے اُمنگ اور جوش موجود ہوتا ہے اس لئے یہ سفید بال بہت ہی اوپری اوپری سے معلوم ہوتے ہیں اور حقیقۃً وبال جان ہوجاتے ہیں۔ ایسے حالات میں جب انسان خضاب کے استعمال پر مجبور ہوجاتا ہے تو اب اسے یہ فکر لاحق ہوتی ہے کہ خضاب کی لاتعداد قسموں میں سے جن کے اشتہار رات دن اس کی نظر سے گزرتے رہتے ہیں کون سے خضاب کو اپنے لئے پسند کرے۔ کسی خضاب میں یہ عیب ہوتا ہے کہ بالوں پر قدرتی رنگ نہیں آتا اور کچھ بال ابھی تک سفید نہیں ہوئے ہیں تو خضاب کی بدولت ان میں ایک بدرنگ سا پیوند لگ جاتا ہے۔ کسی خضاب کا لگانا صندل کے گھسنے اور لگانے کی طرح اچھا خاصا ایک دردسر ہوتا ہے اور اتوار کا ایک چھٹی کا دن پورا کا پورا اسی کی نذر ہوجاتا ہے۔ کسی خضاب کے اجزاء کچھ ایسے خراش دار ہوتے ہیں کہ ادھر خضاب لگایا اور اُدھر تمام چہرہ اور سر سوج کر کپّا ہوگیا اور نزلہ زکام نے ناک میں دم کردیا وہ الگ۔ بعض خضاب بڑے خوش رنگ ہوتے ہیں لیکن بالوں کے ساتھ ساتھ جلد کو بھی بالکل سیاہ کردیتے ہیں اور خضاب کا لگانا صحیح معنوں میں روسیاہی کا مترادف ہوجاتا ہے۔ غرضیکہ ایک ایسا خضاب جو ان تمام عیوب ونقائص سے پاک ہو ذرا مشکل ہی سے دستیاب ہوتا ہے۔ اور مدتوں اس کی تلاش میں انسان کو سرگرداں اور پریشان رہنا پڑتا ہے۔ واحدی صاحب کے خضاب کا نام تو لاجواب نہیں ہے لیکن حقیقۃً وہ خود لاجواب ضرور ہے۔ خضاب کی جن خرابیوں کا اوپر ذکر ہوچکا ہے وہ ان سب سے پاک ہے اور صرف پانچ منٹ میں انسان کی وجاہت اور صورت میں کامل انقلاب پیدا کردیتا ہے۔ پیری اور عصا گیری کی صبح منٹوں میں جوانی کی رات سے بدل جاتی ہے۔ اور اگر لوگ پہلے آپ کے سفید بال نہ دیکھ چکے ہوں تو ہرگز ہرگز کبھی اور کسی حالت میں بھی انہیں یہ معلوم نہیں ہوسکتا کہ آپ کے بالوں کا رنگ اصلی نہیں ہے۔ واحدی صاحب کے خضاب کا رنگ عمدہ ہے جلد کو اس سے نقصان نہیں پہنچتا۔ پانچ منٹ سے زیادہ وقت نہیں لیتا اور سب سے بڑھکر یہ کہ اس میں وہ سڑی ہوئی بدبو نہیں ہوتی جو بعض خضابوں کی امتیازی خصوصیت ہے۔ واحدی صاحب کا خضاب ایک شیشی میں دو ڈھائی مہینے کے لائق ہوتا ہے۔ قیمت فی شیشی بارہ آنے (۱۲) محصول ۵

واحدی صاحب کے خضاب کے متعلق مولوی محبوب علی صاحب بی۔ اے انسپکٹر آف اسکولز ریاست گوالیار کی رائے

واحدی صاحب! السلام علیکم۔ آپ کا خضاب میں نے استعمال کیا۔ اس خضاب سے بالوں میں قدرتی سیاہی آجاتی ہے۔ یہ نہیں معلوم ہوتا کہ خضاب لگایا گیا ہے۔ وقت بھی بمقابلہ اور خضابوں کے کم صرف ہوتا ہے البتہ جلد پر دھبہ[1] اگر احتیاط نہ برتی جائے تو ضرور آجاتا ہے یہ دھبہ بھی ایک دن میں جاتا رہتا ہے۔ مجھے اس خضاب نے کوئی نقصان نہیں دیا۔ محبوب علی۔

---

[1] کپڑے کی ایک صاف دھجی پانی میں بھگو کر اور اُسے صابن پر رگڑ کر جہاں دھبہ آئے وہاں دھبہ آتے ہی مل لیا کیجئے دھبہ فوراً جاتا رہے گا۔ واحدی۔

ملنے کا پتہ: منیجر رسالہ نظام المشائخ۔ پوسٹ بکس نمبر ۸ ۔ دہلی

فاسفورس کا تیل

اس تیل کی مالش سے ہر قسم کا درد دور ہو جاتا ہے اور تمام جسم پر ملنے سے چند روز میں اعصابی کمزوریاں جاتی رہتی ہیں۔ بیماری سے اٹھے ہوئے کمزور مریض، عورتوں اور بچوں کے لئے اس تیل کی بدن پر مالش اکسیر ثابت ہوئی ہے۔ بڑی شیشی ایک روپیہ کو دیجاتی ہے اور نمونہ اور آزمایش کیلئے ۸ آنے کی شیشی بھی ملتی ہے۔ مگر نمونہ کی شیشیاں جب کم منگائی جائیں تو خریدار کو محصول کا نقصان زیادہ ہوگا۔

ہزارہا تعریف کرنے والوں میں سے چند صاحبوں کے نام نیچے لکھے جاتے ہیں جنہوں نے اس تیل کو آزما کر مفید پایا اور دفتر میں تصدیقیں بھیجی ہیں۔

سردار لہنا سنگھ صاحب کلسی نہال۔ مولانا محمد اسرار الحق صاحب تھرکوٹی۔ مولوی عبد الحکیم خانصاحب ہردوئی۔ مولانا شاہ محمد وجیہ اللہ حسینی اسرار حیدرآباد دکن۔ والا جاہ ہز ہائینس نواب صاحب مانا ودر کاٹھیاواڑ۔ حکیم محمد شریف صاحب آئی ڈاکٹر لاہور۔ خان بہادر مولانا سید ظہیر الدین احمد صاحب سابق ممبر کونسل آف اسٹیٹ پٹنہ۔ تیماسو ریکم صاحب ممبر کنٹونمنٹ بورڈ ولنگٹن۔ اکرام اللہ خاں صاحب ریاست رامپور۔ بھکت رام کشن داس صاحب۔ خواجہ ڈار صاحب کسولی کمشنر۔ آنیبل صاحب مانگرول کاٹھیاواڑ۔ خان بہادر سید ارلا و حسین صاحب مہابن۔ بابو روپ لال صاحب تحصیلدار۔ پرنس غلام علی صاحب نظامی خلف نواب صاحب مانگرول کاٹھیاواڑ۔ اہلیہ صاحبہ مخدوم محمد غوث صاحب رئیس اعظم ملتان۔ وزیر صاحب چترال۔ قاضی برکت علی صاحب نظامی الیسٹ انرلیقہ۔ حاجی محمد جان صاحب جیکب آباد سندھ۔

اس قسم کے ہزاروں اصحاب نے اس تیل کو آزما کر تصدیق نامے بھیجے ہیں۔ آپ آزمانا چاہیں تو طلب فرمائیے۔

تازہ تجربہ عالیجناب حافظ ولایت اللہ خاں صاحب ڈپٹی کمشنر سی پی ممبر اسمبلی اپنی اہلیہ صاحبہ کو فالج کے علاج کے لئے دہلی لائے تھے۔ انہوں نے فاسفورس کا تیل استعمال کرایا اور اطلاع دی کہ ان کی بیگم صاحبہ کو اس تیل کی مالش سے بہت فائدہ ہوا اور شیشیاں بھیجدی جائیں۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ۔ محصول ڈاک علاوہ۔

ملنے کا پتہ: منیجر رسالہ نظام المشائخ۔ پوسٹ بکس نمبر ۸۔ دہلی

مردوں کی لاپرواہی اور عورتوں کی حد سے بڑھی ہوئی شرم

نے

خانگی زندگی کو برباد کر رکھا ہے۔ آنیوالی نسلیں اس سے متاثر ہو رہی ہیں اور ہندوستان کے حال و مستقبل دونوں اسی وجہ سے تاریک نظر آتے ہیں۔

واحدی صاحب کی

دوائے نسواں

... عورتوں کو لاحق ہوتے ہیں جو عورتوں کی شرم اور مردوں کی لاپرواہی کے سبب بڑھتی رہتی ہیں۔ پانی آنا، سفیدی جاری ہونا، اسقاط کی عادت ہو جانا، ایام ماہواری کی تمام خرابیاں مثلاً بے قاعدہ آنا، شدید درد کے ساتھ آنا، رک رک کر آنا، زیادہ آنا، یا کم آنا، رحم میں درد، ورم رحم، ضعف رحم، بے کلی، نوان کی کمی، کمر اور پنڈلیوں کا درد وغیرہ۔ کوئی خاص مرض ہوتے ہوئے روز بروز جسم کا لاغر و کمزور ہونا سب کے لئے یہ دوا مفید ہے۔ تندرست عورتیں بھی اس دوا کے استعمال سے بہت سی بیماریوں سے محفوظ رہ سکتی ہیں۔ نیز یہ اکسیری دوا ان کے حسن و شباب کی محافظ ہے۔ ان کی اولاد بھی تندرست توانا خوبصورت اور ذہین پیدا ہوتی ہے۔ خوراک ۲ ماشہ صبح و شام (چھوٹا چاہ کا چمچہ) قیمت فی شیشی ۱ تولہ عہ۔ علاوہ محصول۔

ملنے کا پتہ: منیجر رسالہ نظام المشائخ۔ پوسٹ بکس نمبر ۸۔ دہلی

واحدی صاحب کا سرمہ

یہ سرمہ تمام امراض چشم، سرخی، جالا، آشوب، روہے کے لئے مفید ہے۔ بچوں کی چیچک بگڑی ہوئی آنکھ۔ باہمنی چشم جس میں پلک جھڑ کر پپوٹوں کے کنارے سرخ ہو جاتے ہیں اور دھند، غبار، ڈھلکہ، چیپ دار رطوبت نکلنے کے لئے فائدہ رساں ہے۔ ذرا اندیشہ ہو کہ آنکھیں دکھنے آ رہی ہیں یہ سرمہ لگا لیجئے۔ انشاءاللہ آنکھیں چنگی ہو جائینگی۔ لوگ کہا کرتے ہیں کہ کچی آنکھ میں دوا نہیں ڈالنی چاہئے مگر یہ سرمہ کچی آنکھ میں استعمال کر کے دیکھئے۔ قیمت فی شیشی جس میں چھ ماشہ سرمہ ہوتا ہے ۱۰؍۔ علاوہ محصول۔

ملنے کا پتہ: منیجر رسالہ نظام المشائخ پوسٹ بکس نمبر ۸۔ دہلی

محبوب عیش

اگر عیش و عشرت کی گھڑیاں بڑھانی منظور ہوں تو اس کو ضرور منگوائیں۔ یہ دل اور دماغ کو مدد درجہ فرحت کر دیتی ہیں۔ یعنی صرف ممسک ہی نہیں مفرح بھی ہیں اور مقوی بھی۔ تمام اعضائے رئیسہ پر اثر ڈالتی ہیں۔ قیمت

فی ڈبیہ

ایک روپیہ آٹھ آنے (عہ؍)۔

علاوہ محصول

ملنے کا پتہ: منیجر رسالہ نظام المشائخ پوسٹ بکس نمبر ۸ دہلی

دافع قبض گولیاں

قبض دائمی ہو یا عارضی، چھوٹے کو ہو یا بڑے کو سب کے لئے نافع ہیں اور قبض کی وجہ سے جو جو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں وہ سب ان دافع قبض گولیوں سے جاتی رہتی ہیں۔ سو گولیوں کی قیمت صرف تین آنے (۳؍)۔ علاوہ محصول ڈاک۔

ملنے کا پتہ: منیجر رسالہ نظام المشائخ۔ پوسٹ بکس نمبر ۸۔ دہلی

سو برس کے بڈھوں کی ضرورت ہے

لقمان الملک حکیم نابینا صاحب طبیب خاص سابق حضور نظام نے مُلّا واحدی صاحب اڈیٹر نظام المشائخ کو جو ایک طلسمی نسخہ قوت کا عطا کر رکھا ہے۔ اس نسخہ کے نیچے یہ عبارت درج ہے:-

"ایک ہفتہ کے استعمال سے پیر صد سالہ مثل جوان پانزدہ سالہ کے ہوئے۔ تادم مرگ طاقت جسمانی ہمہ عضو قائم و برقرار رہے۔ ہر روز ...... سے بیزاری نہ ہوگی اور ایک وقت ...... کے طبیعت کو قرار نہ ہوگا۔ یہ نسخہ لسلسلۂ خاندان حکیم سید عبد اللہ خاں شاہی میرے عم بزرگوار مولانا مولوی حکیم سید فخر الدین مرحوم مجھ کمترین کو عطا ہوا جو بطور یادگار پسماندگان درج ہذا کیا۔ یہ نسخہ حقیقی و درست و صحیح میری اوائل عمر میں ایک وقت تیار ہوا تھا۔ راجگان ہندوستان سے میرے عم مرحوم کو ایک لاکھ اسی ہزار روپیہ انعام نسخہ ہذا کی بدولت ملا تھا۔ اور نواب سالار جنگ اول نے بھی چہار خوراک معجون ہذا استعمال فرما کے جائداد و منصب ڈیڑھ سو روپے ماہانہ عطا فرمائے تھے۔ یہ تذکرہ بماہ جمادی الاول ۱۲۹۳ھ کا ہے۔ پس ماندگان کو اس کا پورا علم ہے۔"

اس نسخہ سے جو معجون تیار کی جاتی ہے اُس کا نام

| یہ معتدل دوا ہے۔ گرمی۔ جاڑہ برسات ہر موسم میں استعمال کی جاتی ہے |

معجون مددگار غدود

| یہ معتدل دوا ہے۔ گرمی۔ جاڑہ برسات ہر موسم میں استعمال کی جاتی ہے |

ھے

جوانوں اور ادھیڑوں کو معجون مددگار غدود کی سات خوراکیں چار روپے میں دی جاتی ہیں (علاوہ محصول ڈاک) لیکن اگر کوئی سو برس کی عمر والے صاحب طلب فرمائیں گے تو اُن سے سات خوراکوں کے صرف تین روپے لونگا۔ شرط فقط یہ ہے کہ سو برس کے ہونے کا وہ کسی طرح اطمینان دلادیں۔ سو برس نہ سہی لگ بھگ سہی۔ معجون مددگار غدود بالکل معتدل دوا ہے۔ گرمی۔ جاڑہ۔ برسات ہر موسم میں کھائی جاتی ہے۔ قیمت سات خوراک چار روپے (للعہ)۔

نوٹ:- جن صاحبان کو جریان ہو وہ اسے نہ منگائیں۔ اُن کے لئے واحدی صاحب کی دوائے جریان ہی مفید ہوگی۔

ملنے کا پتہ

منیجر رسالہ نظام المشائخ۔ پوسٹ بکس نمبر ۸۔ دہلی

ؔ موجودہ بادشاہ دکن نے پھر حکیم صاحب کو حیدرآباد بلالیا ہے اور افسر الاطبا مقرر فرمایا ہے۔ ۱۲-

کیا تم نے نماز پڑھنی چھوڑ دی؟

واقعی نماز کا لطف رمضان ہی میں آتا ہے

کیونکہ گھر۔ محلہ۔ شہر ملک سارے نہیں بلکہ ساری دُنیا کے مسلمان رمضان کے لئے کم از کم روزہ نماز کے جذبہ میں ہو جاتے ہیں۔ ہمارے اندر ایک برقی لہر دوڑنے لگتی ہے اور ہر چھوٹے بڑے مرد عورت کا جی چاہتا ہے کہ وہ خدا کی عبادت کر… لیکن یہی رمضان کی بہار مستقل ہو سکتی ہے۔ اگر تمام مسلمان اس کا فیصلہ کرلیں کہ کم از کم ہم میاں بیوی۔ بھائی بہن لڑکے لڑکیاں تو ہمیشہ نماز کے پابند رہیں گے۔ دوسروں کے فیصلہ کا انتظار کئے بغیر تم اپنے گھر سے یہ عمل شروع کرو۔ تمہارے گھر میں کوئی بے نمازی نہ رہے۔ تمہارے گھر کو دیکھ کر تمہارے آس پاس کے گھر ضرور متاثر ہوں گے اور پھر ممکن ہے کہ یہ سلسلہ بڑھتے بڑھتے تمام مسلمانوں میں پھیل جائے اور تمہیں اپنی اور اپنے گھر کی نماز کے ساتھ دوسروں سے نماز پڑھوانے کا ثواب بھی ملے کیونکہ تم اور تمہارا گھر نماز کی پابندی شروع کر کے دوسروں کے واسطے نمونہ قائم کریگا۔ لیکن نماز پھر بھی پورے لطف کی نہ ہوگی۔ جبتک میں جو کچھ پڑھو اُسے سمجھو نہیں۔ میں تم کو مشورہ دیتا ہوں کہ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کی عام فہم تفسیر القرآن کا پارہ عم منگوالو۔ اس پارہ میں جتنی سورتیں ہیں زیادہ ہی عموماً نمازوں میں تلاوت کی جاتی ہیں۔ جس نماز میں کوئی سورت تلاوت کرو اور اُس کا مطلب سمجھ میں آجائے گا تو خود خیال کرو نماز کے لطف کا کچھ ٹھکانا رہے گا؟

عام فہم تفسیر پارۂ عَمَّ یَتَسَاءَلُوْنَ کا ہدیہ آٹھ آنے ہے (۸؍)

حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب نے پورے قرآن مجید کی عام فہم تفسیر لکھی ہے جو الگ الگ پاروں کی شکل میں بھی ملتی ہے اور مکمل بھی۔ اُردو میں ایسی عام فہم۔ ایسی مختصر اور ایسی دلچسپ تفسیر اور کوئی نہیں ہے۔ کوئی ایک پارہ منگا کر آپ خود اس بات کی تصدیق کر سکتے ہیں۔

اس تفسیر کو تین جلدوں میں تقسیم کیا گیا ہے یعنی دس دس پاروں کی تین جلدیں بندھوالی ہیں۔ ہدیہ دس پاروں مجلد کا پانچ روپے ہے۔ لیکن جو حضرات تینوں جلدیں ایک ساتھ منگائیں گے اُن سے تینوں جلدوں کی مجموعی قیمت بارہ لیجائے گی۔ گویا ایک روپیہ فی جلد رعایت کی جائیگی۔ اور جو علیحدہ علیحدہ متفرق پارے طلب کرینگے اُن سے بدستور آٹھ آنے فی پارہ کے حساب سے وصول کیا جائیگا۔ دس پارے غیر مجلد دس روپے دو آنے (۱۰؍۲) میں ملیں گے۔ محصول بہرصورت خریدار کے ذمہ ہوگا۔ تفسیر پر رعایت نہیں دی جائے گی۔ ایک پیسہ بھی کم کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

125077
5.9.95

ملنے کا پتہ

منیجر رسالہ نظام المشائخ۔ پوسٹ بکس نمبر ۸۰۔ دہلی